مرقع اسلام

در حالات

خیر الانام

علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام

مولفہ عین الانسان و انسان العین المبرّٰ من کل شین و المتحلی بالزین۔
سلالۃ المصطفین جناب سید انصار حسین صاحب ذکی نقوی امروہوی

جنوری سنہ ۱۹۲۹ء

قیمت فی جلد ۸/
کتب انتظار احمد امروہوی
بار اول ۱۰۰۰ جلد

فہرست مضامین

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان "علمہ البیان" مرج البحرین یلتقیان "بینھما برزخ لا یبغیان" یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان" والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ ورسولہ سید الانس والجان" صاحب الحجۃ والبرھان" حامل الحق والبیان" المنزل علیہ القرآن" المؤید بالفرقان" محمدؐ المصطفےٰ المبعوث فی آخر الزمان" وعلیٰ وزیرہ ووصیہ علیؑ المرتضےٰ مظہر الایمان" المزوج فی السماء بخیر النسوان" القوی الشدید الارکان" کاسر الاصنام والاوثان" قاتل اھل الکفر والطغیان وعلیٰ عترتہ اھلبیتہ امناء الرحمٰن" وکنوز العرفان" واصحابہ ذوی الکرم والامتنان" واللہ المستعان وعلیہ التکلان ہ **اما بعد**:- ناظرین باتمکین پر روشن ہے کہ سرورِ کائنات مفخرِ موجودات جناب رسالتمآب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جس قدر بھی اسلامی دنیا میں سوانح عمریاں تحریر ہوئیں وہ اوّل تو زیادہ تر زبان عربی و فارسی میں ہیں جن سے عام مسلمان کم فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور جو اردو میں ہیں اُن میں بھی سوانح میں سیرت اور سیرت میں تفاسیر و روایات مختلفہ کا ایسا خلط مبحث کیا گیا ہے۔ کہ طبیعت کو اُلجھن معلوم ہوتی ہے اور پھر اُن میں مذہبی و اعتقادی خیالات کا ایسا پرتو نظر آتا ہے کہ صحیح رائے قائم کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اور اختلاف روایات کی وجہ سے اور ترتیب و تسلسل واقعات کے نہ ہونے سے سخت دقت کا سامنا ہوتا ہے تواریخ کو دیکھا گیا تو وہ بھی عام اس سے کہ کسی فرقہ و مذہب کی ہوں ان امور سے خالی نہیں۔ حالانکہ تواریخ و سیرت جداگانہ و مختلف شعبے ہیں اور ہر ایک کا نقطہ نظر جداگانہ ہونا چاہیئے۔ اگر سوانح و سیرت میں اعتقادی رنگ نے ہر امر کو معجزات و الہام نزول ملائکہ و وحی کی جانب منسوب کر کے خود حضرت کے ذاتی محاسن روحانیت حقیقت کمال قوت دماغی و جسمانی مثل فراست و پیش بینی امتیاز و ادراک۔ تدبر و استقلال۔ تمدنِ اخلاق۔ سیاست و حکومت جرأت و شجاعت پر پردہ ڈالدیا ہے تو تواریخ نے ایک ایسا بدنما خاکہ آپ کے حالات و واقعات کا پیش کیا ہے کہ آپ کی زندگی اور اسلام کی ترقی مثل ایسے کارناموں کے نظر آتی ہے کہ دوسری قوموں کی طرح

طرح کی نکتہ چینیاں اور حضور کے متعلق غلط رائے قایم کرنیکا موقع ملتا ہے ۔

عرصہ سے دل مین خیال تھا کہ ان مذہبی و اعتقادی پابندیوں سے علیحدہ ہو کر محض تاریخی و سیاسی نقطۂ نظر سے حضور پر نور کی زندگی کے سچے حالات از پیدایش تا وفات ایک مختصر اردو رسالہ کی شکل میں پبلک کے سامنے پیش کروں جن سے صحیح اندازہ حضور کے محاسن و مدارج اور اسلام کی تدریجی ترقی و اسباب ترقی کا ہو سکے مگر اپنی ناقابلیت پر نظر کرکے ہمت نہ ہوتی تھی۔ لیکن بعض احباب نے ہمت دلا کر آمادہ کر ہی دیا۔ لہذا مین نے ہر فرق اسلامی یعنی اہل تسنن و تشیع کی تاریخوں و سیرتوں سے مذہبی اعتقادی امور سے حتے الوسع گریز کرکے صرف وہ حالات و واقعات جنکا تعلق تمدن و سیاست سے ہے اور جو مسلم فریقین ہین جمع کئے ہین۔ اختلافی صورتوں میں زیادہ تر تواریخ اہل تسنن کو ماخذ قرار دیکر اسکے عقلی پہلو دکھا کر اور نتایج و اسباب کا ذکر کرکے ناظرین کی امتیاز پر چھوڑ دیا ہے ہماری غرض ہرگز کسی معرکہ آرائی کی نہیں ہے اگر کہیں کسی معرکہ اختلافی مین مداخلت کی ضرورت ہوئی بھی ہے تو اسکو بھی اسکے عقلی و نقلی نشیب و فراز دکھلا کر عقل سلیم کے نتیجہ کو ناظرین کے حوالہ کر دیا ہے ۔

بڑی مشکل یہ ہے کہ جس بزرگ کے حالات مجھے لکھنے ہین۔ اسکے متعلق ایسی ہی باتوں کی افراط ہے جسے مافوق الفطرت سمجھکر زمانہ حال کی تعلیم و فضا آسانی سے قبول کرنیکو تیار نہیں ہوتی بلکہ ہر ایسی بات پر جو قرین قیاس نہ ہو اعتراض کرنے کو موجود ہو جاتی ہے۔ اس لیئے حتے الوسع ایسی باتوں سے کنارہ اختیار کیا گیا ہے۔ یا اپنی عقل و سمجھ کیموافق اس کی توجیہہ کر دی ہے ناظرین دیکھیں گے کہ اس ترک سے بھی کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی کیونکہ وہ ذات جس کے حالات لکھنے ہین بغیر آسمانی سفارش کے بھی اعلیٰ درجہ کی مثالی حیثیت رکھتی ہے ۔

میں اپنی مشکلات کو خوب سمجھتا ہوں کہ جس نفس کامل کے حالات لکھنے کے متعلق میں نے ارادہ کیا ہے یہ میری قدرت سے قطعی باہر ہے۔ کہ میں انکو ان کی اصلی نکات کیساتھ دکھا سکوں کیونکہ ایک ایسے بے مثال انسان کے حالات میں جس کی عظیم روحانی قوتوں اور انکے اثرات کا صحیح اندازہ و ادراک اظہار کرنے کے واسطے ویسے ہی اعلیٰ دماغ قابلیت قوت بیان و قدرت قلم کی ضرورت ہے جس سے میں بالکل ہی خالی ہوں۔ مگر اپنی تسکین صرف اس امر سے کر لی ہے کہ بہر حال میری کوشش و ہمت ایک اچھے کام کیطرف متوجہ رہ کر کے کروڑہا دنیا سے جتنے وقت و زمانہ کے لیئے بھی علیحدہ رکھے گی میرے لیئے موجب ثواب و ذریعہ بخشش ہوگی ۔

مین ناظرین پر یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگرچہ مین فرقہ اثنا عشریہ کی ایک ناچیز فرد ہوں مگر میرا لائحہ عمل امور اختلافی میں ہرگز مذاکرہ علمی و مناظرہ معقولی و سیاسی سے آگے نہیں بڑھا ہے اور اسی وجہ سے میں نے

اپنے بیان کو حوالہ کتب اہلسنت سے موثق کر دیا ہے۔ بلا وجہ کسی کی دل شکنی مجھے ہرگز مسرور نہیں کر سکتی نہ کسی کی خواہ نخواہ تذلیل سے میری مذہبی عزت مین کچھ اضافہ ہو سکتا ہے تعصب و جنبہ داری کے الزام سے بچنے کے لیئے میرے پاس صرف ایک ہی ذریعہ تھا وہ یہ کہ مین اختلافی مواقع پر اپنے یہان کی کتب و روایات سے گریز کر کے صرف اہلسنت کی تواریخ سے کام لوں اور ایسا ہی کیا گیا ہے۔ جو میری نیک نیتی کی آخری دلیل ہے اس سے البتہ مجھے کیا بلکہ ہر تاریخ نویس کو مجبوری ہے۔ کہ سوانح رسالت مآب مین تمام تر تواریخ و کتب سیر علی کے کارنامجوں اور فضائل و مراتب سے پر ہیں کیونکہ جہاں بھی اک ہجو انسوں والکمل تعلیم فیض رسالت سے نکلی ہے اور اسی بہادر کی گاڑھی کمائی کا دین اسلام اپنے وجود مین آجتک ممنون ہے۔ ورنہ نہ معلوم اسکا کیا حشر ہوتا پس ایک تاریخ نویس کو انکے اذکار سے کسیطرح مفر نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں نے انکے متعلق بھی تمام حالات کی بناء تواریخ اہلسنت ہی پر رکھی ہے۔ بلکہ ان میں بھی نہایت اختصار سے کام لیا ہے اس پر بھی مجھے کوئی گوشہ سوانح رسالت کا علی کی جانفشانیوں کے اذکار سے خالی نہیں ملتا۔ میری اس احتیاط و نیک نیتی پر بھی اگر کوئی صاحب میری نسبت تعصب کا گمان فرمائیں۔ تو انکے واسطے میرے پاس بجز شکریہ اور اس التماس کے اور کوئی ہدیہ نہیں ہے کہ اول اپنے یہان کے مورخین و محدثین متقدمین کو جنہوں نے اپنی مستند کتابوں مین وہ حالات تحریر فرمائے ہین اس صفت سے متصف فرمالین مگر انصاف پسند تاریخ بین حضرات سے انصاف کا ضرور امیدوار ہوں

تمامی واقعات کو نہایت محنت و جانفشانی کے ساتھ حتے الوسع کافی جانچ و صحت کے بعد مسلسل بلحاظ تواریخ و سنین ترتیب وار درج کیا گیا ہے تاکہ ناظرین کو ہر امر کے موقع و اسباب کے سمجھنے میں سہولت ہو اور زمانۂ حضرت کے اسلام اور اہل اسلام کے تدریجی حالات پر ناظرین کی نظر بآسانی پہونچ سکے۔ کسی چھوٹے سے چھوٹے واقعہ کو بھی حتی الامکان ترک یا نظر انداز نہیں کیا گیا ہے کتب محولہ و مستدلہ کی عبارت یا ترجمہ کو انکے درمیان تحریر کیا گیا ہے۔ اور انکے درمیان اگر کسی نوٹ تالیفی کی ضرورت ہوئی ہے اسکو خطوط وحدانی میں تحریر کر دیا گیا ہے ؎

میں اپنی اس ناچیز تالیف میں مولف الکرار کے پاکیزہ خیالات و طرز ادا و جدت روش کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا جس سے مجھے اپنے نقطہ نظر کے تکمیل میں بیحد انتہا مدد ملی ہے اور اکثر مواقع میں نے اُن سے اخذ کئے ہیں۔ کیونکہ میرا اور اُنکا مطمع نظر بظاہر ایک تھا جسکے بابت ان کی خدمت میں میں اپنا ناچیز شکریہ پیش کرتا ہوں ؎

یہ بھی بالکل ظاہر ہے کہ واقعات تاریخی ہمیشہ اسوجہ سے خشک ہوا کرتے ہین کہ عبارت آرائی اور رنگینی بیان سے بالکل خالی ہوتے ہین۔ جدت پسند طبائع کیواسطے اون میں مضمون آفرینی کی دلچسپیاں موجود نہیں ہوتین اون مین گل وبلبل کے دلفریب نظارے نظر آتے ہین نہ عشق ومحبت کے دلسوز فسانے جو ہر طبیعت کو اپنی طرف کھینچ لیں وہ محض سچے واقعات کا سیدھے سادے الفاظ مین اظہار ہوتا ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ مین اپنی کمی لیاقت کیوجہ سے انکو بھی ایسے الفاظ وعنوان سے ناظرین کے سامنے پیش نہیں کر سکا ہوں جو کسی دلچسپی کے قابل ہو تا البتہ ناظرین کے کرم سے ضرور امیدوار ہوں کہ "گر قبول افتد زہے عز وشرف"۔

احقر الکونین السید انصار حسین ذکی امروہوی

مختصر جغرافیہ عرب

حدود اربعہ ورقبہ ملک

قبل اس کے سوانح حضور کا آغاز کیا جائے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کچھ حالات جغرافیہ عرب کے ظاہر کردوں جس سے ناظرین کی واقفیت میں گو اضافہ ہوگا عرب کے معنے اصطلاح جغرافیین میں زمین بے زراعت کے ہیں حدود اربعہ عرب شمال میں ایشیائی ترکستان جنوب مین بحر ہند وخلیج عدن، مغرب مین بحر قلزم یعنے بحر احمر مشرق میں بحر عمان وخلیج فارس ہیں۔ حد شمالی مختلف فیہ ہے۔ مگر اب مسلم طور پر وہ خط ہے جو ۳۴ درجہ عرض البلد سے شہر سویز سے خلیج فارس تک کھینچا جاتا ہے بعضوں نے علاقہ حلب سے دریائے فرات تک کے قطعہ کو بھی عرب میں داخل کیا ہے۔ اور قدیم تاریخوں میں جزیرہ نمائے سینا کو بھی عرب میں شامل کیا ہے۔ رقبہ بارہ لاکھ بیس ہزار میل مربع ہے باعتبار رقبہ ملک جرمن وفرانس سے چارگونہ بڑا ہے۔ اور ہندوستان سے ایک ثلث کم۔ آبادی ایک کروڑ دس لاکھ ہے جس میں پانچواں حصہ صرف بدوی لوگوں کا ہے بدو صحرانشین قوم کو

بدو عرب الحضر

کہتے ہین۔ اور جو لوگ شہر وقصبوں میں رہتے ہیں ان کو عرب الحضر کہتے ہیں۔ بدو عموماً بھیڑوں دنبوں واونٹوں کو پالتے ہیں اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ خیموں میں رہتے ہین۔ بضرورت چارہ پانی مویشیان کے ایک جگہ سے دوسری جگہ کو منتقل ہوتے رہتے ہین۔ یہ لوگ قدامت سے اپنی زندگی کو شہر کی زندگی سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اور اب تک انکے ملکی رسم ورواج میں کچھ فرق نہیں آیا۔ جنگ وجدال ان کی فطرت میں داخل ہے گو تہذیب اسلام نے انکو کسیقدر نرم کر دیا ہے۔ قساوت ان کی شجاعت سے مبدل ہوگئی ہے فیاضی ومہمان نوازی انکا خاص شعار قدیم سے ہے۔ زمانہ خلفا مین اسلامی فوج کا بڑا حصہ یہی بدو تھے۔ علاقہ شام کے سرحدی بدو چار مختلف قبائل

منقسم ہیں (۱) دروزیہ مسلمان ہیں اور بڑے جری ہیں۔ فرقہ موارنہ سے اوران سے سخت عداوت ہے (۲) موارنیہ نصرانیوں کا فرقہ ہے۔ مگر یہ بہادر نہیں (۳) متاولہ۔ کوہستان عرب میں آباد ہیں۔ مذہباً امامیہ ہے سخت متعصب ہیں (۴) نصاریہ۔ ایک جداگانہ پہاڑی قوم ہے۔ مذہب بظاہر اسلام ہے مگر تناسخ کے بھی قایل ہیں۔ اور آفتاب و ماہتاب کی بھی پرستش کرتے ہیں +

مستوطن

مستوطن عرب:۔ یہ بدوؤں کی طرح نیم وحشی نہیں ہیں۔ مثل دنیا کی دیگر شایستہ قوموں کے ہیں۔ علاقہ نجد کے اشخاص زیادہ صناع ہیں۔ مگر زبان عرب لفظ کی بھی تقریباً وہی ہے جو بدوؤں کی ہے وہابی فرقہ نجد کی نسبت مشہور سیاح پالگریو کہتا ہے کہ وہ بمقابلہ دیگر اہل عرب کے بخیل و بزدل ہوتے ہیں۔ مگر چالاک و خودغرض اور کینہ ور ہوتے ہیں +

تجارت

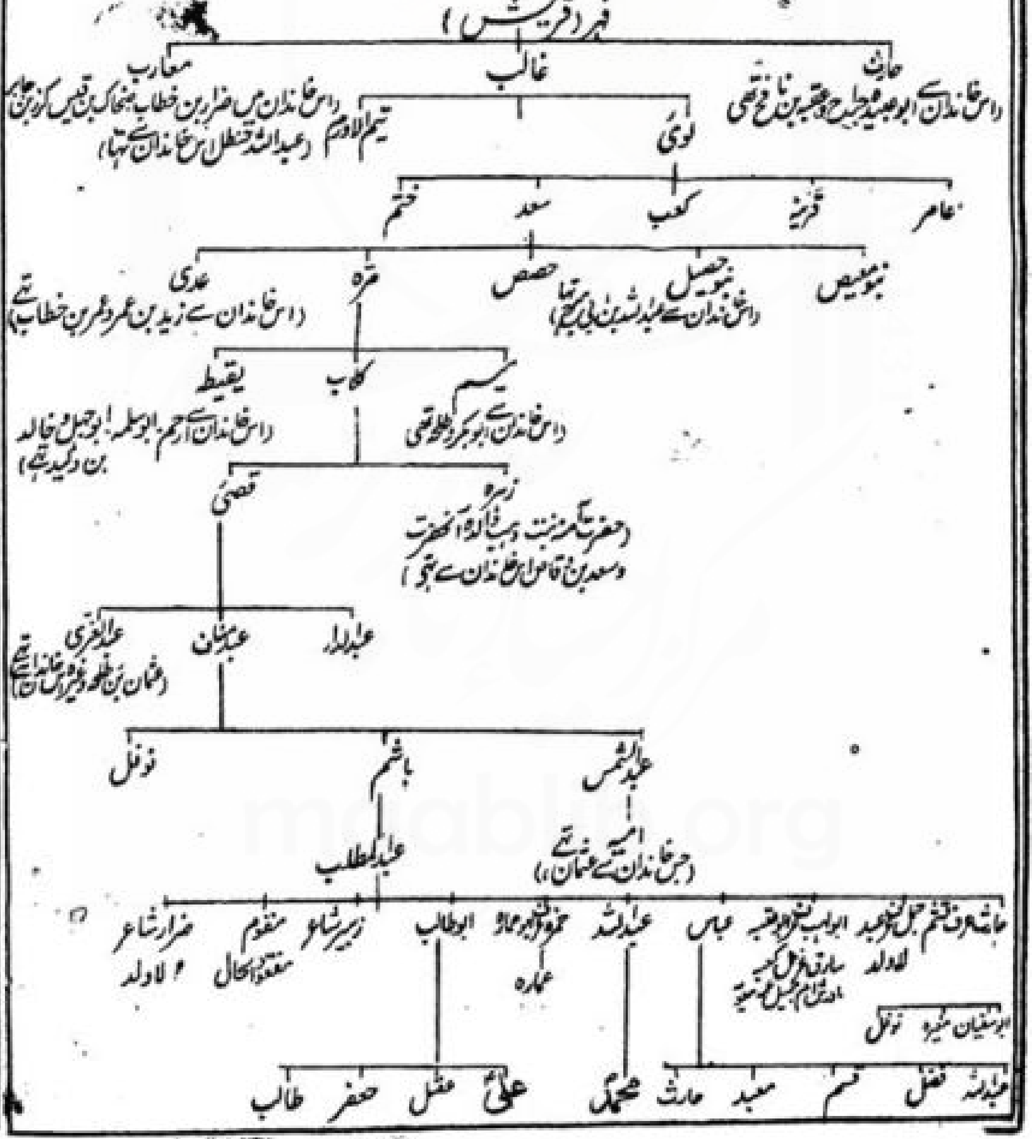
تجارت عرب کی قافلوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ علاقہ عقبہ میں جابجا ندیاں ہیں۔ یمن میں لعل ہوتا ہے اور نجف میں در عقیق۔ فیروزہ و جزع یمانی اکثر مقامات پر ہوتے ہیں۔ بحرین میں موتی ہوتے ہیں۔ راستہ ہائے قدیم۔ دمشق سے بغداد تک۔ ریاض سے مکہ تک۔ مکہ سے مدینہ۔ مسقط سے بغداد و دمشق۔ آج کل حلب سے مدینہ تک ریلوے جاری ہے جو حجاز ریلوے کہلاتی ہے +

عراق عرب ایک ملک علیحدہ گوشہ شمال و مشرق میں ہے جس میں زیادہ تر امامیہ مذہب ہے۔ یہاں اب بصرہ سے بغداد اور کربلا تک ریل جاتی ہے جس کی شاخیں کاظمین و سامرہ کو بھی گئی ہیں۔ جو عراق ریلوے کہلاتی ہے۔ نجف و کوفہ کو موٹر سروس جاری ہے۔ بغداد و کاظمین سے خراساں کو بھی موٹر جاتی ہے۔ اور مدینہ منورہ کو بھی شام ہوکر موٹر سے سفر ہوتا ہے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شجرہ طیبہ حضرت نبوی تا جناب آدم ع

جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بن عبداللہ بن عبدالمطلب عرف شیبۃ الحمد بن عمرو عرف ہاشم۔ بن مغیرہ عرف عبد مناف بن قصیٰ عرف زید عرف مجمع۔ بن کلاب بن مرہ بن سعد بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر عرف قریش بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادبن ادد بن الیسع بن الہمیس بن سلامان بن النبت بن حمل بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم خلیل اللہ بن تارخ بن ناخور بن شروع بن ارغو عرف ہود بن فالع بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن ملک بن متوشلخ بن اخنوخ عرف ادریس بن الیارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن حضرت آدم علیہ السلام +



کنیت حضرت کی ابو القاسم تھی اسیوجہ سے کہ آپکے ایک صاحبزادہ کا نام قاسم تھا۔ کنیت

اسمائے گرامی والقاب حضرت جو قرآن مجید میں آئے ہیں۔ یعنی جن ناموں سے خدا نے آپ کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا ہے حسب ذیل ہیں:۔ اسمائے گرامی

محمدؐ۔ احمدؐ۔ عبداللہ۔ یٰسین۔ نون۔ مزمل۔ مدثر۔ طٰہٰ۔ رسول۔ ذکر۔ شاہد۔ شہید۔ مبشر۔ بشیر۔ نذیر۔ داعی۔ سراج منیر۔ رسول اللہ۔ خاتم۔ رحمت للعالمین۔ خاتم النبیین۔ نبی۔ اُمّی۔ نُور۔ نعمت۔ رؤف۔ رحیم۔ منذر۔ مذکر۔ شمس۔ نجم۔ حم۔ حاشر۔ کافی۔ عاقب۔ فتح۔ قاید۔

اسمائے حضرت جو دیگر کتب آسمانی میں پائے جاتے ہیں:۔ توریت میں احید۔ انجیل میں احمد و فارقلیطا۔ زبور میں ماحی۔ اسمائے حضرت آسمانی

حُلیہ مبارک:۔ قد میانہ سے قدرے بلند۔ سر بزرگ۔ بال نہ زیادہ پیچیدہ نہ زیادہ کشادہ جو نرمہ گوش تک سر کے دونوں طرف پڑے رہتے تھے۔ رنگ سفید مایل بہ سرخی و نورانی پیشانی کشادہ۔ ابرو باریک قوس نما درمیان سے کشادہ درمیان پیشانی کے ایک رگ تھی جو بروقت غضب اُبھر آتی تھی۔ ناک لانبی درمیان سے قدرے اُٹھی ہوئی۔ ریش مبارک گھنی و ہموار تھی۔ نوکیلی نہیں تھی۔ مونہہ بہت چھوٹا۔ دانت بہت سفید و کشادہ۔ سینہ سے ناف تک ایک خط بالوں کا تہا۔ اعضا بدن قوی و موزوں۔ کلائی و پنڈلی صاف و قوی۔ پیر بیچ میں سے قدرے بلند۔ رفتار باوقار مگر تکبرانہ نہیں گردن جہکا کر چلتے تھے۔ چہرہ پر رعب رہتا تہا جسم اقدس کا سایہ نہ تہا۔ حلیہ

عادات وخصائل:۔ بات بہ کشادہ پیشانی کرتے تھے۔ سلام کرنے میں تقدیم کی کوشش رہتی۔ راستہ میں کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو تمام جسم سے اُس کی طرف مڑ کر بات کرتے۔ بات جامع و مانع ہوتی تھی کسی کو بحقارت نہ دیکھتے ہنسی زیادہ تبسم سے ہوتی۔ غور و خوض و شغل سے خالی نہ رہتے تھے۔ بروقت غصہ کوئی سامنے نہ ٹھہر سکتا تہا۔ جو بات کہتے اسکو اچھی طرح سمجھا دیتے بیفائدہ بات کبھی نہ کرتے تھے۔ ہر شخص کے ساتھ موافق اسکے علم و مرتبہ کے بات کرتے بمقدور بھر حاجت روائی پر آمادہ رہتے۔ بردباری راستی و دیانت کو بہت پسند کرتے تھے مزاج میں بے انتہا انکساری تھی۔ غذا و لباس ادنٰے درجہ کی پسند کرتے تھے۔ دوسروں کے عیب کی تلاش نہ کرتے ہر شخص سے ایسا برتاؤ کرتے کہ وہ یہ سمجھتا کہ اس سے بہت خوش ہیں۔ دشمن سے بھی بدسلوکی روا نہ رکھتے تھے۔ بچپن میں بھی لہو و لعب سے نفرت تھی۔ تنہائی کو زیادہ پسند کرتے تھے جوانی میں بھی اکثر راتیں عبادت الٰہی میں بسر کرتے۔ زیادہ وقت کوہ حرا میں معرفت و یاد الٰہی میں صرف کرتے تھے زمانہ عروج اسلام میں وقت کے تین حصہ کئے تھے ایک حصہ عبادت خدا میں ایک اہل و عیال میں ایک کار خلایق عادات حمیدہ

میں صرف ہوتا تھا۔

حضرت اُمّی تھے یعنے کسی دُنیاوی علم سے پڑہنا لکھنا نہیں سیکھا تھا بعضوں نے اُمّی کے معنے یہ لیے ہیں کہ حضرت قطعی لکھ پڑھ نہ سکتے تھے بعض کہتے ہیں۔ کہ پڑھ سکتے تھے۔ مگر لکھ نہ سکتے تھے۔ مگر یہ دونوں باتیں غلط ہین۔ کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ صلح حدیبیہ کیوقت لفظ رسول اللہ صلحنامہ میں حضرت نے خود اپنے قلم سے قلمزد فرمایا تھا اور جنگ اُحد سے پہلے جو خط حضرت عباس نے مشعر اطلاع ارادہ وتہیہ قریش حضرت کو لکھا تھا وہ حضرت نے خود ہی پڑھا تھا اور صحابہ میں سے کسی کو اُس وقت اس کی خبر نہ کی تھی۔ فدک کے متعلق بھی حضرت نے جو کتبہ لکھکر حضرت فاطمہ کو دیا تھا۔ اُس کی نسبت بھی کوئی یہ نہیں کہتا کہ وہ حضرت کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں تھا۔ اور نہ اُسکا کوئی دوسرا کاتب تبلایا گیا۔ وقت آخر بھی جو حضرت نے دوات وکاغذ مانگا تھا تو یہی فرمایا تھا کہ مین تمہارے واسطے ایسی چیز لکھ دوں کہ مرے بعد گمراہ نہو۔ یہ نہیں فرمایا کہ لکھا دوں۔ علاوہ بریں جناب امام محمد تقی وامام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ حضرت لکھ پڑھ سکتے تھے۔ اور اس آیت سے استدلال فرمایا ہے کہ:۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ اور فرمایا ہے کہ ناخواندہ شخص کیسے تلاوت آیات وتعلیم علم حکمت کر سکتا ہے اُمّی کے معنے تفسیر آئمہ میں منسوب بہ ام القریٰ یعنی مکہ کے رہنے والے کیلیے گئے ہیں۔

حالات سوانح عمری جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سوانح ہذا میں چونکہ نقطہ نظر میرا زیادہ تر تاریخی وسیاسی ہے اور عقائد یعنی امور اعتقادیہ سے حتے الوسع قطع نظر کرکے صرف سیاسی وتاریخی منظر واقعات اصلی کا پیش کرنا ہے لہذا اُن حالات سے جو متعلق ابتدائے خلقت نور حضرت کے بمصداق اول ما خلق اللہ نوری" یا "کنت کنزاً مخفیاً" یا "کنت نبیاً وآدم بین الماء والطین" کے ہین قطع نظر کرکے صرف پیدائش ظاہری سرور کائنات سے حالات کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ حضور کی پیدائش عرب جیسے سخت ملک کے شہر مکہ میں ہوئی زمانہ پیدائش حضرت مین جو وہاں کے طرز معاشرت تمدن اخلاق خصائل وعقاید تھے اگر ان کو تفصیل کے ساتھ دکھایا جاتا ہے تو اسی مقصد کیواسطے ایک بڑی مبسوط کتاب کی ضرورت ہوگی۔ جو مجھے میرے مقصد اصلی سے بہت دور لیجائیگی۔ صرف اس قدر ظاہر کرنا کافی ہے کہ اس وقت سرزمین عرب مین کوئی علمی یا اخلاقی درسگاہ نہیں تھی۔ عام طور پر صحرائی زندگی تھی۔ طرز حکومت

شخصی و طوائف الملوکی یعنی سرداری قبائل کا تھا کوئی خاص قانون نہ تھا مختلف عقاید مثل یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ تاثیر جہالت ملک سے مسخ شدہ شکلوں میں رایج تھے۔ خاص خانہ کعبہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) بتوں کی جلوہ گاہ بنا ہوا تھا۔ ہر قبیلہ کا بت یعنی معبود جداگانہ تھا بلکہ اکثر ایک خاندان میں بھی مختلف افراد جداگانہ مذہب رکھتے تھے۔ بلکہ حقیقت میں تو عرب کا مذہب عورت۔ تلوار۔ روپیہ اور انتقام تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر بیسوں پشتوں تک قبائل میں خانہ جنگیاں رہتی تھیں۔ قوائے حیوانی کے عروج و قوائے روحانی کی انتہائی پستی کی کھلی ہوئی نظیریں بکثرت موجود تھیں۔ افتخار حسب و نسب جنگجوئی و بہادری البتہ مایہ ناز تھی حمیت جاہلانہ کا جوش تھا۔ مادہ انتقام عروج پر تھا ان کی شاعرانہ طبیعت یا تو کسی معشوق کے پیچھے اونٹ دوڑاتی۔ یا عکاظ وغیرہ کے میلوں میں داد کی تمنی رہتی۔ بروقت جنگ و انتقام ان کی عورتیں ستارہ سحری کی لڑکیاں دف بجا بجا کر شعلہ انتقام کو کسطرح بھڑکاتیں کہ اگر تم نے بڑھ کر ہاتھ مارا تو ہم تمہیں سینے سے لگائیں گے! اخلاق کی یہ حالت تھی کہ کثرت سے افعال شنیعہ مثل قتل۔ دختر کشی۔ زنا۔ شراب خواری۔ جوا معمولی اشغال میں داخل تھے۔ اردگرد کے مروجہ مذاہب کے اصول بھی اس قدر گرد آلود تھے۔ کہ ان میں اخلاق عرب پر مفید اثر ڈالنے کی قوت بھی باقی نہ رہی تھی۔ بلکہ وہ خود اس فضا سے متاثر ہوگئے تھے میور صاحب کا قول ہے کہ:۔

"عیسائیوں نے عرب کو پانچ سو برس تعلیم دی مگر معدودے چند عیسائی نظر آتے تھے یعنی حارث۔ بنی نجران۔ بنی حنیف و بنی طے اور یہ بھی حضرت عیسیٰ کی الوہیت کے قائل تھے جو کبھی خدا کے اوتار کہیں خدا بشکل انسان کہیں خدا کے فرزند مانے جاتے تھے حضرت مریم کا بھی بت بنا ہوا تھا اور صلیب کی وقعت پرستش کی حد تک پہنچی ہوئی تھی" رہبانیت نے مخلوقات الٰہی کی طرف سے متنفر کردیا تھا۔ دین موسوی کا البتہ زیادہ عروج تھا مگر بت پرستی کے عنصر سے وہ بھی خالی نہ تھے مثل زردشتیوں کے دو خدا یعنی فاعل خیر و شر کے قائل تھے۔ پس ایسی تاریکی کفر و شرک میں جو جزیرہ نمائے عرب پر چھائی ہوئی تھی۔ جائز طور پر پیشین گوئی کیجا سکتی تھی۔ کہ ضرور کوئی ہادی پیدا ہونے والا ہے ۔

پس ایسے ملک و ایسی فضا میں کسی ایک ریفارمر مصلح یا بانی مذہب جدید کا جوان صدہا مختلف عقاید کے بالکل مخالف ہو کامیابی حاصل کرلینا بلا اعلیٰ درجہ کی قوت روحانی کے ممکن نہیں ہوسکتا اسکے واسطے ضرور ایک نہایت زبردست تدبیر (Politics) استقلال (Perseverance) اور اخلاق (Character) کی ضرورت تھی کسی ایک قانون ایک شریعت ایک طرز تمدن کے مقابلہ میں کامیاب ہونا کچھ زیادہ دشوار نہیں ہے لیکن جہاں پر صدہا دشمن مختلف آلات و مختلف جہات سے مقابلہ کو موجود ہوں وہاں صرف ایک واحد شخص کا ان سب کے خلاف کامل کامیابی حاصل کرلینا معجزہ نہ کہیئے تو مافوق البشری قوت کا ضرور ثبوت دیتا ہے بہرحال مجھے اس سالہ

مین اسی واحد ذات کے جسکے سر پر اس کامیابی کا تاج چمکتا ہوا دکھلائی دیتا ہے تدریجی نشو و نما و ترقیات کا منظر بے تعصبانہ تاریخی سلسلہ وار واقعات سے دکھلاتا ہے جسکا ماخذ زیادہ تر تواریخ ہیں۔ کیونکہ اس میں مذہبی اختلافات و عقاید سے کنارہ کشی مدنظر رکھی گئی ہے۔ تاریخ عالم بتلاتی ہے کہ بہت کم ایسے مذاہب ہین۔ جو بلا کسی شاہی قوت و امداد کے پہیلے ہوں۔ اور ترقی حاصل کی ہو۔ مثلاً یہود کو یوشع بن نون۔ دین مسیحی کو قسطنطین اعظم۔ زردشت کو دارا۔ بودھ مذہب کو راجہ اشوک کے داب حکومت سے اشاعت و ترقی مین زبردست امداد ملی۔ برخلاف اسلام کے کہ یہ ایک تنہا یتیم بے یار و مددگار کی کمال روحانی و مساوات سے ہی جس کو کوئی قوت و امداد حکومت حاصل نہ تھی پہیلا اور عروج کمال پر اپنی ذاتی خوبیوں اور قوت بازو سے پہنچا ۔

اپنا سلسلہ بیان شروع کرنے میں مجھے یہ دکھلانا بھی ضروری ہے کہ حضور پرنور کی ولادت اور کس اور کیسے قبیلہ و خاندان میں ہوئی یہ امر تو عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے۔ کہ بحیثیت پیغمبر ہونے کے آپ کا تعلق ابتدائے خلقت عالم سے اصلاب طاہرہ و ارحام مطہرہ سے رہا ہو یعنی یہ کہ آپ کے آبا و اجداد مین کوئی مشرک و کافر نہ ہوا ور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ ایسے ریفارمر یا بانی مذہب کو جو وحدانیت کا سبق دینے کھڑا ہوا ہو۔ اس قسم کے ذاتی نقص سے پاک ہونا چاہیے۔ ورنہ وہ ایسے ملک مین جہاں نقائص ذاتی نہایت ذلت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہوں کیا کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ انسائکلوپیڈیا برٹانکا مین بھی کسی قدر قوت کیساتھ دکھایا گیا ہے کہ محمد مصطفےٰ کی بعث سے پہلے بھی موحدین تھے جنکو وہ حنیف کے نام سے نامزد کرتا ہے مگر تاریخ عالم بتلاتی ہے کہ ابتدائے آفرینش عالم سے کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا جس میں موحدین نہ ہوں خواہ وہ کتنے ہی کم کیوں نہ رہے ہوں پس آپ کے آباو اجداد کا ابتدا سے موحدین مین ہوتے رہنا کوئی تعجب انگیز یا خلاف قیاس بات نہیں ہو سکتی ۔

یہ بھی تاریخی واقعہ ہے کہ جس سے کسیطرح انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کے آبا و اجداد اولاد حضرت اسمٰعیل بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے تھے۔ اور فرزندان اسمٰعیل ہی جو حضور کے اجداد تھے اوصیا حضرت ابراہیم کے ہوتے رہے جو بلا موحد ہونیکے ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ اور بادشاہی مکہ و حجابت و مرمت خانہ کعبہ کی انہیں کے متعلق رہی اور یہ خاندان عرب میں مرجع خاص و عام تھا۔ اور حضرت عبد المطلب و ابوطالب کے تمامی اقوال سے جو تواریخ میں موجود ہین۔ کافی طریقہ پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ حضرات ملت ابراہیم پر اور موحد تھے جس کی تائید قصہ اصحاب فیل سے بھی ہوتی ہے۔ کہ حضرت عبد المطلب نے ابرہہ بادشاہ سے جو خانہ کعبہ کو گرانے آیا تھا فرمایا تھا کہ کعبہ خدا کا گھر ہے اس کی وہ خود حفاظت کریگا۔ بلکہ یہی لوگ حافظان شریعت ابراہیمی تھے جس کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے تھے اور آثار انبیا سابقین ایک دوسرے کو

بوقت جانشینی سپرد کرتے چلے آئے چنانچہ وہ حضرت عبدالمطلب جد امجد حضور تک پہنچے اور انہوں نے بعد اپنے حضرت ابوطالب کے سپرد کیے جنسے سرور کائنات کو ملے۔ بہرحال مخصوص حضرت عبدالمطلب و ابوطالب کے موحد ہونیکے متعلق کافی مواد تواریخ میں موجود ہے اور حضرت کا عالم طفولیت میں ان کی پرورش و تربیت میں رہکر جبکہ تربیت کرنے والے کے خیالات و عقاید کا لازمی انعکاس فطرتاً طبیعت طفل پر ہوتا ہے۔ موحد کامل بلکہ معلم و نقاش وحدانیت ہونا کافی دلیل انکے موحد ہونے کی ہے ✤

عزت و شرف کی یہ کیفیت تھی کہ کعبہ کے سامنے حضرت عبدالمطلب کے واسطے مسند بچھائی جاتی تھی جو تمامی عزیز میں کسی کے واسطے ممکن نہ تھا اور سوائے انکے خاندان میں بھی کسی کی مجال نہ تھی کہ اس مسند پر بیٹھ سکے بجز سرور کائنات کے۔ بادشاہوں کے پاس جب کبھی جاتے تو سب ایسی عزت کرتے تھے۔ کہ اپنی برابر مسند پر بٹھالیتے تھے جس کی مثالیں بھی تاریخ سے ملتی ہیں ✤

حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں دس لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں جنمیں سے حضرت عبداللہ والد ماجد حضور کے اور ابوطالب والد ماجد حضرت علیؑ کے ایک زوجہ فاطمہ بنت عمر بن عامر بن عمران بن مخزوم کے بطن سے تھے۔ اور حضرت حمزہ و مقوم دوسری زوجہ سے تھے اور باقی اولاد اور مختلف ازواج سے تھی حضرت عبداللہ کی شادی حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف سے ہوئی تھی جو اسی خاندان کی تھیں جن سے حضور پُرنور پیدا ہوئے ✤

پیدائش حضرت کی شب جمعہ میں قریب طلوع آفتاب، ا ربیع الاول سنہ عام الفیل کو وفات حضرت آدم سے بروایتے سات ہزار نوسو برس و بقولے نو ہزار نوسو برس چار ماہ سات یوم بعد کو ہوئی۔ حضرت حمل ہی در مین تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کا انتقال ہوگیا بعضوں نے لکھا ہے کہ آپ کے پیدائش کے سات ماہ بعد اور بعضوں نے دو سال چار ماہ بعد انتقال حضرت عبداللہ لکہا ہے مگر قول اوّل صحیح معلوم ہوتا ہے جس کی تائید قول و واقعہ حلیمہ سعدیہ دایہ حضرت سے بھی ہوتی ہے ✤

بہت سے حالات عجیبہ و غریبہ جو قبل پیدایش و بعد ولادت حضور مکہ میں رونما ہوئے وہ متعلق بہ عقاید تصور کر کے ترک کئے گئے ہیں۔ اگرچہ علم نجوم کے جاننے والے واقف ہیں کہ مختلف ستاروں کے مختلف منازل میں پہونچنے یا قران سے مختلف آثار عالم میں مترتب ہو سکتے اور ہوتے ہیں پس اگر کوئی بچہ قران السعدین میں پیدا ہو تو اسکے آثار بھی قبل و بعد پیدائش ویسے ہی ظاہر ہو سکتے ہیں۔ لہذا حضور کی پیدایش کے ساتھ ساتھ اگر کچھ آثار ہمینہ مترتب ہوئے ہوں جنکو معتقدین اسلام معجزہ یا آثار تبریک کہتے ہیں۔ تو وہ خلاف قیاس نہیں کہے جاسکتے اور نہ ناممکن

تصور ہوسکتے ہین۔ علاوہ اسکے یہ ظاہر ہے کہ جو بچہ آگے چلکر تمام ملک عرب مین بادشاہ دین و دنیا ہونے والا تھا۔ جیسا کہ ہوا تو ضرور ہے کہ اسکے آثار اور بچوں سے متغایر و متجاوز ہوں۔ اور اُس سے اگر کچھ امور عجیبہ و غریبہ ایسے ظہور مین آئین جسکو بچوں کی عادت و فطرت کے خلاف پاکر معجزہ کہا جاتا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ؎

یہ بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ عرب میں اس زمانہ میں کہانت کا زیادہ چرچا تھا اور علم قیافہ شناسی بھی بہت زیادہ تھا اکثر آدمی حالات موجودہ سے آیندہ کے واقعات و حالات ذریعہ کہانت و قیافہ شناسی بتلادیتے تھے علم جوتش سے اب بھی ہندوستان میں بچہ پیدا ہونے کی ساعت و اجتماع نجوم سے زائچہ تیار کرکے بچہ کے آیندہ عمر کے حالات بتلادیتے ہیں۔ اگر وہاں کے کاہنان و واقفان علم قیافہ و نجوم نے آپ کی پیدایش و حالات سے آپکی آیندہ ترقیات کو معلوم کرکے آپ کے متعلق پیشینگوئیاں کی ہوں۔ تو وہ غلط و خلاف قیاس نہیں کہی جاسکتین چنانچہ اکثر کاہنان و قیافہ شناسان نے اس مولود مسعود کو دیکھکر حضرت عبدالمطلب کو بشارت دی تھی۔ کہ یہ مولود تمامی عرب کا سردار و پیشوا ہوگا۔ اور ایک زمانہ اسکا مطیع و فرمانبردار ہوگا۔ اور یہ بانی ایک مذہب جدید کا ہوگا۔ اور پرستش اصنام کی بیخ کنی کریگا جس کی وجہ سے بت پرست گروہ کو ابتداء ہی حضرت سے دشمنی پیدا ہوگئی اور وہ درپے ہلاکت ہوگئے تھے ؎

بعد ولادت حضرت نے اول دودھ اپنی مادر گرامی حضرت آمنہ کا پیا۔ پھر ثوبیہ کنیز آزاد کردہ ابولہب کا پیا۔ اسکے بعد دودھ حلیمہ سعدیہ بنت عبداللہ بن حرث کا پیا اور تا ایام رضاعت اسی کی پرورش میں رہے جسکی کیفیت مختصر یہ ہے کہ عرب میں دستور تھا کہ اشراف عرب اپنی اولاد کو ایسے قریوں مین پرورش کیواسطے بھیجدیتے تھے۔ جہاں کی آب و ہوا مفید صحت ہوتی تھی۔ اس وجہ سے فصل ربیع و خریف میں مرضعات کی عورات شہروں میں جاتی تھیں۔ اور بچوں کو پرورش کیواسطے لے آتی تھیں۔ اور اسکے صلہ مین تنخواہ و انعام و اکرام پاتی تھیں۔ سال پیدایش حضور میں قبیلہ بنی سعد مین جو مکہ سے چھ فرسخ کے فاصلہ پر آباد تھا۔ قحط پڑا وہاں کی عورتین اپنی پرورش کو بچے لینے کو مکہ میں آئیں حلیمہ بھی معہ اپنے شوہر بکر بن سعد کے آئی تھی۔ اور عورتین تو بوجہ تیز رفتاری اپنے اونٹوں کے حلیمہ سے ایک روز پہلے پہونچ گئین اور سب نے بڑے بڑے گھروں کے بچے لے لیئے۔ چونکہ حضرت کے والد کا انتقال ہوچکا تھا بوجہ آپکے یتیم ہونے کے اُن کو زیادہ توقع منفعت کی نہ تھی۔ آپ کو کسی نے نہ لیا تھا۔ دوسرے روز حلیمہ سعدیہ بھی مکہ میں پہنچی اسکو تلاش سے اور کوئی بچہ نہ ملا۔ محزون تھی کہ اتنے میں ایک شخص کو آتے دیکھا جسکے چہرہ سے عظمت و جلالت نمودار تھی جو دودھ پلانے والی عورتوں کی تلاش میں تھے دریافت سے حلیمہ کو معلوم ہوا کہ یہ عبدالمطلب سردار

پیشینگوئیاں [illegible]

مرضعہ

قریش ہیں۔ یہ نزدیک گئی۔ انہوں نے نام و قبیلہ دریافت کیا اس نے نام و پتہ بتلایا جسکو سنکر وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ دونوں باتیں اچھی ہیں قبیلہ بھی سعد ہے۔ اور نام بھی حلیمہ ہے اور کہا کہ اُنکے ایک پوتا ہے جسکا نام محمدؐ ہے وہ یتیم ہے اگر تو اپنی پرورش میں لے تو بہتر ہے۔ یتیم کو سنکر حلیمہ کو گونہ مایوسی اور افسوس ہوا اس نے اپنے شوہر سے مشورہ کیا چونکہ اور کوئی بچہ باقی نہیں رہا تھا اس نے منظور کیا لہذا حلیمہؓ آن کے ساتھ آنکے گھر گئی اور مولود مسعود کے حُسن و جمال و چہرہ کے آثار عظمت و جلال کو دیکھکر بہت خوش ہوئی اور گود میں لیا۔ حضرت نے داہنی پستان کیطرف رخ کیا جو بقول حلیمہ خشک تھی اور اس سے کبھی دودھ نہیں نکلتا تھا۔ اسیوجہ سے حلیمہ نے بائیں پستان دینی چاہی تو اس کی طرف رخ نہ کیا۔ دہنی پستان کو پیا اور اس سے دودھ نکلا۔ اور آیندہ بھی تا ایام رضاعت آپنے ہمیشہ اس کی داہنی پستان سے ہی دودھ پیا۔ بائیں پستان سے خود اسکا لڑکا پیتا تھا۔ غرض حلیمہ سعدیہ آپ کو لیکر اپنے موضع کو واپس آئی اسی حلیمہ نے حضرت حمزہ عم بزرگوار حضرت کو بھی دودھ پلایا تھا۔
حضرت عبدالمطلب نے حلیمہ سے نہایت درجہ تاکید آپ کی کافی حفاظت و نگرانی کے متعلق کردی تھی اور کہدیا تھا کہ آٹھویں روز لاکر حضرت کو دکھا اور ملا لیجایا کرے۔ آپ کے لانے کے بعد حلیمہ کے یہاں جو برکت ہوئی وہ اس امر سے ظاہر ہوتی ہے کہ جب حلیمہ آپ کو لائی تھی تو اسکے پاس صرف بائیس بکریاں تھیں اور جب آپ کو بعد پرورش واپس کیا تو اسکے یہاں ایکہزار و تیس بکریاں و اونٹ تھے اور یہ امر کوئی خلاف قیاس و ناممکنات سے نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر بچے ایسے سعید و مبارک ہوتے ہیں۔ کہ اُن کی وجہ سے ہر امر میں ترقی ہوتی ہے چہ جائیکہ وہ بچہ جو شہنشاہ دین و دنیا ہونے والا ہے۔ اس کی یمن و برکت جسقدر بھی ہو وہ کم ہے ٭

یہ امر بھی تواریخ میں مسلم ہے کہ آپ ناف بریدہ و ختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے کیونکہ کسی تاریخ میں کہیں تذکرہ اسکا نہیں ہے کہ آپ کی ختنہ حضرت عبدالمطلب یا ابوطالب نے کسی وقت کرائی ہو۔ یا بعد کو آپنے خود کسی وقت اپنی ختنہ ایام جوانی میں کرائی ہو۔ اسیوجہ سے ختنہ سنت اسلامی قرار پائی ٭

ایام رضاعت میں یہ ظاہر ہے کہ کوئی واقعہ سیاسی یا تاریخی آپ کے متعلق ہو نہیں سکتا۔ مگر بعض واقعات حالات جو جملہ فرق اسلامی میں مسلم ہیں جنمیں کچھ اختلاف نہیں ہے درج کیجاتی ہیں۔ جو حلیمہ کے بیان کردہ ہیں۔ حلیمہ کا قول ہے کہ آپ میں قوت نشو و نما اور بچوں سے بہت زیادہ تھی یہ بھی کوئی خلاف قیاس بات نہیں ہے۔ تین مہینہ کی عمر میں آپ بیٹھنے لگے تھے۔ نو مہینے کی عمر میں چلنے لگے تھے۔ ڈیڑھ سال کی عمر میں باہر نکلکر تیر چلانے لگے تھے۔ آپ کی باتیں بچپن میں ایسی دلکش تھیں کہ ہر شخص قبیلہ سعد کا آپ سے اُنس کرنے لگا تھا۔ اور آپکو عزیز رکھتا تھا۔ آٹھویں روز حلیمہ آپ کو مکہ لاکر آپکے

جدامجد یا مادر گرامی کو دکھلاتی تھی حلیمہ کہتی ہے کہ آپ کبھی اور لڑکوں کیطرح اُنکے لہو ولعب مین شریک ہوتے تھے عمر شریف دو سال کی تھی کہ حلیمہ کی دو بکریوں کو بھیڑیا لیگیا یا گم ہوگئیں حلیمہ کے لڑکے روتے ہوئے گھر آئے اور خبر کی آپ نے سنکر بچپن کے طور پر فرمایا کہ کل کو ہم بکریوں کو ڈھونڈھ لائینگے جو اُس وقت سکو بچپن کی بات معلوم ہوئی مگر دوسرے روز صبح کو جو لوگ بکریوں کی تلاش میں گئے. تو آپ بھی ساتھ گئے اور جنگل میں جاکر سربسجدہ ہوکر دعا مانگی کہ دونوں بکریاں چرتی ہوئی ملگئین +

اکثر راہب و کاہن قیافہ شناس جو آپ کو دیکھتے تھے تو آپ کے چہرہ کے آثار عظمت و جلال سے حضرت عبدالمطلب سے آپ کی بابت پیشن گوئیاں سرداری عروج کی کرتے تھے اسیوجہ سے حضرت عبدالمطلب آپ کو اپنی تمام اولاد میں زیادہ محبوب رکھتے تھے اور آپ کی حفاظت کے زیادہ ساعی رہتے تھے. دو سال کی عمر مین ہی اپنے برادران رضاعی کے ساتھ آپ بھی جنگل کو بکریاں چرانے جانے لگے تھے حلیمہ اپنے لڑکوں کو سخت تاکید حفاظت حضرت کی کردیا کرتی تھی آپ جنگل میں حلیمہ کے لڑکوں سے علیحدہ ہوکر تنہا گل و بوٹہ و دیگر مصنوعات الہی کی سیر فرمایا کرتے اور صنایع قدرت الہی کو نظر غور سے بغرض دریافت کنہ حقیقت دیکھا کرتے تھے ایک روز جبکہ عمر پانچ چار سال کی تھی یہ مظاہر قدرت و آیات الہی کا غور و خوض سے دیکھنے والا بچہ اپنے ہنین خیالات اور کہ حقیقت میں محو اپنے برادران رضاعی سے علیحدہ ہوکر بالائے کوہ چلا گیا اور وہاں سے وادی میں اُترگیا. جہاں کی تنہائی مناظر قدرت نے اس پر ایک حالت حیرت و عالم ازخود رفتگی طاری کردیا اسی عالم مین اس کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا دو مرد سبز پوش ہوا سے اُترے جس سے اُس پر اور حالت غنودگی سی طاری ہوگئی. اب سکو ایسا معلوم ہوا کہ گویا ایک نے اسکا سینہ چاک کیا اور ایک نقطہ سیاہ نکالکر اسکو آب سرد سے جس کی خنکی مثل برف کے معلوم ہوتی تھی دہویا جو مثل نور کے ہوگیا اور ازسرنو اندرون سینہ رکھکر ہاتھ پھیرا کہ پھر اسطرح صحیح ہوگیا. دوسرے نے پشت پر ایک مُہر ثبت کی جس میں لکھا تھا. لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور کچھ باتین معرفت الہی کی تعلیم کیں حلیمہ کے لڑکوں نے جنکو تلاش سے یہ بچہ نہیں ملا تھا. روتے ہوئے جاکر حلیمہ کو گم شدگی کی خبر دی حلیمہ و اسکا شوہر بہت پریشان ہوئے اور تلاش کو نکلے اور اپنے قبیلے والوں کو لیکر تلاش کیا یہ کسی کو کیا خیال ہو سکتا تھا کہ اتنی عمر کا بچہ بالائے کوہ جاکر دوسرے طرف وادی میں اُترگیا ہوگا اسی طرف تلاش ہوئی نہ ملنے پر حلیمہ نے مجبوراً عبدالمطلب کو فوراً خبر کی جو بہت رنجیدہ و پریشان ہوئے اور معہ اپنے خاندان والوں کے گھوڑوں پر سوار ہوکر نکلے اوّل خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرکے خدا سے دعا مانگی اور معہ ہمراہیان تلاش کو موضع بنی سعد میں آئے اور چاروں طرف کو سوار بھیجے اس غم و غصہ مین قسم کھا کر کہتے تھے. اگر محمد نہ ملا یا اس کو

کسی نے گزند پہونچایا تو مشرکین میں سے ایک کو زندہ نہ چھوڑونگا مسعود ثقفی و عقیل بن ابی وقاص و ورقہ ابن نوفل اتفاق سے کوہ مذکور کے دوسری جانب کہیں سے واپس آرہے تھے۔ وادی کوہ میں ایک درخت کے نیچے ایک بچہ کو دیکھا کہ عالم محویت و حیرت میں نظر جمائے آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے۔ قریب جاکر دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ ورقہ نے آپ کو وہاں سے اٹھاکر عبدالمطلب کے پاس جو تلاش میں تھے پہنچا دیا حضرت عبدالمطلب بہت خوش ہوئے اور ورقہ کو انعام اور بہت کچھ صدقہ دیا۔ دریافت پر حضرت نے وہ سب حال جوان کو معلوم دیا تھا بیان کیا۔ حضرت عبدالمطلب حلیمہ کو تاکید کرکے کہ اب کبھی محمد سے ایسی غافل نہ ہونا۔ پھر حضرت کو اس کی سپرد کرکے معہ ہمراہیان کے واپس آئے ۔

یہ واقعہ شق صدر کا تمامی تواریخ و سیر اہلسنت میں تو تواتر سے ہے۔ مگر احادیث معتبرہ شیعہ مین یہ واقعہ صریحاً مذکور نہیں لیکن نفی بھی اس کی نہیں کی ہے۔ بلکہ بعض روایات شاذہ سے اسکی حقیقت ظاہر ہوتی ہے بہر حال حتمی طور پر انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اگر بجائے شق صدر کے اسکو شرح صدر مان لیں تو اختلاف بھی رفع ہوتا ہے اور آیہ قرآنی "الم نشرح لک صدرک" کی تائید بھی ہوجاتی ہے۔ زمانہ موجودہ کی ظاہر بیں عقول اس کی صحت کے ماننے پر ایکدم آمادہ نہ ہونگی لیکن جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایسی عمر کا واقعہ ہے۔ کہ جس عمر کے بچہ کو ہرگز وہم و گمان یا ادراک اس امر کا نہیں ہوسکتا کہ وہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ یا کیا کرنے والا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ایک غلط واقعہ کو اپنے آپ کو موید من اللہ ثابت کرنے کو گھڑکر بیان کردیتا۔ تخیلات بھی اس عمر کے بچوں میں نہیں ہوسکتے۔ روح قدس کا انعکاس البتہ کہہ سکتے ہین۔ جو بعید از قیاس نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جب حضرت مریم کے رحم میں نطفہ کا ذریعہ روح القدس بلا توسط انسان داخل ہونا امر واقع ہے تو آپ کا شرح صدر و تصفیہ قلب بھی ذریعہ روح القدس کے ہونا خلاف قیاس و عقل نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ یہاں نتیجہ واقعہ محض تصفیہ و تزکیہ قلب حضور کا ذریعہ روح القدس کے ہے۔ اور عقلی طور پر بھی یہ ظاہر ہے کہ روح انسان میں چند قسم کی ہوتی ہے ایک روح حیات ہے جو مدبر جسم انسانی ہے دوسری روح حیوانی ہے جسکے تحت میں قوائے شہوانی و غضبانی ہیں۔ ایک روح القدس یعنی کانشنس ہے جو مدبر قوائے عقلی و ذہنی ہے پس اگر روح القدس نے اپنی جھلک سے اسی عمر میں آپکے قلب کو منور کردیا ہو تو کیا تعجب کی بات ہے حلیمہ کا بیان ہے کہ اسی سال سے حضرت نے بموجب تعلیم روح القدس عبادت خدا کرنی شروع کی اور جب بھی آپ کچھ کھانا شروع کرتے تو بسم اللہ کہکر شروع کرتے اور کھاچکنے کے بعد الحمدللہ فرمایا کرتے تھے۔ گھر سے اکثر غایب ہوجایا کرتے تھے اور تا دیر جنگل مین اور کوہ و وادی میں تنہا رہنے کے بعد واپس آجاتے تھے۔ چونکہ کاہنان کو ذریعہ کہانت

وراہبان کو ذریعہ بشارات کتب آسمانی حضرت کے واقعات عجیبہ سنکر اور آپ کی متصورانہ صورت وچہرہ کی عظمت دیکھکر یقین ہوگیا تہا کہ یہ ضرور قاطع پرستش اصنام وناسخ ادیان مروجہ انام ہونگے جو کل عرب میں ہلچل ڈالیں گے لہذا وہ اُنکے متبعین فطرتاً حضرت کے مخالف اور درپئے ہلاکت ہوگئے تھے۔ جسکا اظہار بھی ان کی جانب سے ہونے لگا تہا۔ اُن لوگوں کی عداوت اور حضرت کی تنہائی پسند طبیعت سے خائف ہوکر کہ مبادا کوئی دشمن موقع پاکر آپ کو کوئی گزند پہنچاوے حلیمہ سعدیہ نے پانچویں سال کے ختم ہونے پر حضرت کو لاکر آپ کی مادر گرامی وجد امجد کی سپرد کردیا جسکے صلہ مین بہت کچھ انعام واکرام پائے۔ حلیمہ جب آپ کو لارہی تھی تو اثناء راہ میں ایک کاہن نے آپ کو دیکھکر کہا تھا کہ اے عرب والو اس لڑکے کو کسیطرح قتل کردو۔ ورنہ جب یہ بڑا ہوگا تو تمکو قتل کریگا۔ حلیمہ نے یہ تمام حالات معہ ان تمام واقعات کے جو ایام رضاعت مین گذرے تھے بیان کردیئے۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب آپ کی اور زیادہ حفاظت کرنے لگے تھے۔ اور آپ کو زیادہ تر پوشیدہ رکھتے تھے۔

ششم آپ چھ سال کے تھے کہ آپ کی مادر گرامی آپ کو ہمراہ لیکر معہ ام ایمن کے اپنے میکہ میں مدینہ کو بمقام بدر النابغہ تشریف لائیں۔ اور ایک ماہ وہاں قیام کیا اسی اثنا میں علیل ہوئیں اور انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئیں اس عمر میں مشفق ماں کے کنار عاطفت سے محرومی اور اُس مقام پر جہاں تسلی دینے کو بھی کوئی نہیں ایک ایسا سانحہ حضرت کیواسطے تھا جسکا اندازہ تحریر سے باہر ہے ام ایمن آپ کو ہمراہ لیکر مکہ آئیں اور آپ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کی سپرد کیا حضرت عبدالمطلب کو بھی حضرت آمنہ کے انتقال کا سخت صدمہ ہوا اور اب پرورش حضرت کی بالکل حضرت عبدالمطلب کی ذات خاص پر رہگئی۔ جو آپ کو کسی وقت اپنے سے جدا نہ کرتے اور بہت ہی زیادہ محافظت حضرت کی مدنظر رکھتے تھے۔

اس سال ایک گروہ بنی مدلج کا جو فن قیافہ شناسی کا پورا ماہر تہا۔ مکہ میں آیا اور حضور پرنور کو حضرت عبدالمطلب کے ساتھ دیکھکر اُن سے کہا کہ اس لڑکے کی محافظت میں بہت سعی کرتے رہیگا کیونکہ ہم اسکا قدم اُس قدم سے بہت زیادہ مشابہ پاتے ہین۔ جو مقام ابراہیم پر ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے ام ایمن اور ابوطالب سے اس بات کا ذکر کیا اور حضرت کی حفاظت کی تاکید فرمائی۔ اسی سال ایک اور گروہ یہود کا حضور کا نام اور حضور کے متعلق اخبار سنکر آیا جس نے امتحاناً آپ کو مرغ حرام کے کباب کھلانے چاہے مگر آپ نے نہیں کھائے اور فرمایا کہ یہ حرام ہے یعنی ذبیحہ نہیں ہے جس سے ان کو حسب بشارت کتاب خود آپ کے نبی ہونے کا یقین ہوا۔

اسی سال مکہ میں بوجہ خشک سالی قحط عظیم ہوا۔ بارش قطعی نہیں ہوئی تھی۔ حضرت عبدالمطلب جنب التجاء اصرار سرداران مکہ آپ کو ہمراہ لیکر کوہ ابوقبیس پر تشریف لے گئے اور حضرت کو اپنے دوش مبارک پر بٹھا کر دعا کی اور آپ سے بھی دعا کرنے کو کہا آپ نے ہاتھ اٹھا کر بدرگاہ قاضی الحاجات دعا کی بہ برکت دعائے حضرت خوب بارش ہوئی اور قحط رفع ہوا۔ یہ واقعہ گو کچھ سیاسی نہیں مگر اس سے تین باتوں کا پتہ چلتا ہے ایک عبدالمطلب کی وجاہت و تقدس کہ تمام مکہ میں سے آپ ہی اس کام کیواسطے منتخب ہوئے دوسرے انکے عقاید کہ آپ بتان کعبہ میں کسی سے ملتجی نہیں ہوتے بلکہ بیرون شہر جا کر خدائے واحد سے طالب رحم ہوتے ہیں۔ تیسرے آنحضرتؐ کے آثار مینہ کا کچھ اثر قلوب پر بچپن میں ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت کو ساتھ لیکر دعا کرنے کے خواستگار ہوئے ۔

اب حضرت کی عمر کا وہ حصہ شروع ہو گیا ہے جس میں وقوف و ادراک کسیقدر قوی ہو کر حسن و قبح اشیاء کا احساس شروع ہو جاتا ہے اور تحقیق کنہ حقیقت کیطرف طبعی میلان ہونے لگتا ہے۔ اور طبیعت بھی اندرونی و بیرونی اثرات سے موثر ہونے لگتی ہے۔ سب سے پہلے اس نوخیز طبیعت پر جس چیز نے اثر ڈالا وہ خاندانی شرافت عزت حمیت و شجاعت تھی۔ اسکے بعد اسکے پرورش کرنے والے مشفق دادا عبدالمطلب کی تیز فہمی نیک نفسی و خوش خلقی نے اپنا نقشہ جمایا۔ اب اس متلاشی طبیعت کی نگاہ اردگرد کے افعال و عقاید پر پڑی تو خودساختہ معبودوں کی پرستش اور خلاف فطرت انسانی اعمال نے اس مجسمہ حقیقت کو یکدم ان سے متنفر کر کے اسکو اپنے نفس کی تربیت۔ خیال کی پاکیزگی۔ نقابت حق۔ قوانین فطرت اور عبدیت و معبودیت کے تعلقات کے سمجھنے کیطرف متوجہ کر دیا۔ جس کے واسطے بہترین مقام کوہ حرا کی سنسان وادی اور گھاٹیاں تجویز ہو کر زیادہ وقت وہاں صرف ہونے لگا۔

اس سال نوشیرواں عادل شاہ عجم فوت ہو کر اسکا لڑکا ہرمز اسکا جانشین ہوا اور حاتم طائی کا بھی انتقال ہوا۔ مکہ بھی اپنے حصہ سے خالی نہ رہا اور اسی سال محب وطن سردار قریش۔ مجاور خانہ کعبہ حضرت عبدالمطلب نے بھی سفر آخرت اختیار کیا اور اس در یتیم عبداللہ کے سر سے شفیق دادا کا سایہ بھی اٹھ گیا جو اسکو زخم جگر کے پھاہے کی طرح سے ہر وقت سینہ سے لگائے رہتے تھے۔ اس زبردست محافظ کے اٹھ جانے نے ایک گہرا اثر اسپر ڈالا ۔

حضرت عبدالمطلب کو چونکہ حضرت سے مفرط درجہ کی محبت تھی انہوں نے اپنے مرض موت میں جب اپنی حالت مایوسی کی پائی تو اپنی تمام اولاد کو جمع کیا اور بعد وصایا کے سب سے دریافت کیا کہ محمدؐ کو تم میں سے کون اپنی پرورش و حفاظت میں لیتا ہے جو میری طرح اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھنے کا عہد کرے۔ سب نے بخوشی آمادگی ظاہر کی

تب اُنہوں نے بغرض تسکین اپنے پیارے پوتے کا امتزاج لیا۔ "بیٹا تم اپنے چچوؤں میں کس کے پاس رہنا چاہتے ہو؟" اب یہ طبیعت انسانی کا جاذب بچے والا پوتا فوراً اٹھکر حضرت ابوطالب کی گردن میں بانہیں ڈالدیتا ہے۔ ابوطالب فرط محبت سے حضرت کو گلے سے لگاکر آبدیدہ ہوئے اور عہد کیا کہ محمدؐ کو اپنی جان اور تمام اولاد سے زیادہ سمجھونگا۔ حضرت عبدالمطلب حضرت کے اس انتخاب سے خوش ہوئے کیونکہ وہ بھی بوجہ اسکے کہ ابوطالب و عبداللہ والد ماجد حضرت کے ایک ماں سے تھے۔ اوران سے زیادہ رفاقت کی اور کسی سے امید نہ تھی۔ یہی چاہتے تھے۔ حضرت ابوطالب گو اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ عیالدار تھے مگر حضرت سے انکو ایسی محبت تھی کہ ایک لحظہ آپ کی مفارقت گوارہ نہ فرماتے تھے۔ اور ہمیشہ اپنے پہلو میں سلایا کرتے تھے۔ حضرت ابوطالب نے جو جو رفاقت حضرت کی کی اور جسطرح بمقابلہ تمامی قریش و کفار کے محافظت حضرت میں سینہ سپر رہے اسکا حال آئندہ ظاہر ہوگا۔

مم نا سیزوہ
الب کو
ری محبت

کیا ابوطالب کو آپ سے محض فطری محبت تھی؟ نہیں آپ کے اس کم سنی میں آثار جلالت۔ کمالات عقلی۔ محامد اخلاق نے ابوطالب کو آپ کی کمال روحانیت و حقانیت کا یقین دلا کر آپ کی محبت کو مفرط درجہ پر پہنچا دیا تھا جس کی تائید ابوطالب کا وہ فقرہ کر رہا ہے جو بروقت خواستگاری خدیجہ کہا گیا تھا کہ "جس سے جی چاہے مقابلہ کر لو محمدؐ سب سے ارجح نکلیگا۔" ابوطالب کا قول ہے کہ انکے اہل و عیال جب حضرت کے ساتھ ہو کر کوئی شے کھاتے تو سب سیر ہو جاتے تھے اور کھانا بچ رہتا تھا۔ اور جب علیحدہ ہو کر کھاتے تو غذا ختم ہو جاتی اور وہ سیر نہ ہوتے۔ آپ کبھی بیکار بات نہ کرتے تھے اور کبھی جھوٹ نہ بولتے تھے۔

غرسکی
ہوئی

اب یہ وہ زمانہ ہے کہ یہ حیرت انگیز نوخیز لڑکا جس کی نسبت تاریخ کوئی پتہ نہیں دیتی کہ اس نے کسی مدرسہ فلسفہ و اخلاق میں تعلیم پائی ہو۔ یا سوائے معلم فطرت کے کسی دنیاوی معلم کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا ہو کچھ عظیم خیالات و تصورات کے دریا میں غرق نظر آتا ہے جس کی بردباری متانت۔ نیک نفسی عالی خیالی خاندان میں ہر شخص کو اس کیطرف متوجہ کر دیتی ہے۔ مگر وہ ہے کہ دنیاوی مشاغل سے قطعاً کنارہ کشی کئے ہوئے ہے۔ کوہ حرا کی گھاٹیاں کوہ ابوقبیس کی چوٹیاں ہیں اور وہ نہیں معلوم اس کی دوربین نگاہوں نے کونسا نقشہ اسکے سامنے پیش کیا ہے جس کی للک اسکو اس بڑے خیال سے الگ ہونے کی اجازت نہیں دیتی جسکے لئے وہ فطرت و قدرت کیطرف سے تیار کیا جا رہا ہے تنہائی ہے اور صانع و صنعت کی دشوار گتھیاں اور اس کا ناخن فکر و خوض۔ فیضان قدرت سے فطرت کا سبق لے رہا ہے اور ایک غیر ظاہر حالت کیطرف اسکا قدم بڑھتا جاتا ہے خود ساختہ معبودان قریش کی نسبت کبھی کچھ اظہار نفرت بھی کر دیا جاتا ہے جو موجب ناگواری قریش کا ہوتا ہے۔

اسی اثنا میں حضرت ابوطالب بغرض تجارت مصر جانے لگے اور حضرت کو تنہا مکہ میں چھوڑنا مناسب نہ سمجھکر اپنے ساتھ لیگئے بعض مورخین کا قول ہے کہ یہ حضرت کی عمر کا نواں سال تھا بعض بارھواں بعض تیرھواں بتلاتے ہیں یہ پہلا سفر تھا جس میں حضرت کو بیرون مکہ بھی نظر ڈالنے کا موقع ملا۔ اس سفر میں یہ واقعہ پیش آیا کہ جب یہ قافلہ مصر میں متصل صومعہ بحیرا راہب کے پہونچکر بوجہ شدت گرمی وہ ہو چکے مقیم ہوا بحیرا جو حسب تعلیم کتاب آسمانی حالات و اخلاق زمانہ موجودہ کو دیکھکر کسی نبی کے مبعوث ہونیکا یقین کئے ہوئے تہا حضرت کے آثار جلالت دیکھکر جس سے اسکو معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک ابر رحمت آپ پر سایہ کئے ہوئے ہے قافلہ کے پاس آیا اور ابوطالب سے مستفسر ہوا کہ یہ لڑکا کون ہے جنہوں نے بتلایا کہ انکا بھتیجہ محمد بن عبداللہ ہے۔ کچھ حالات و عقاید بھی آپ کے ابوطالب نے اس سے ضرور ظاہر کئے ہونگے جس سے اور زیادہ بحیرا کو حضرت کے خیالات کے جانچنے کا خیال پیدا ہوا اور اس نے حضرت سے چند سوالات کئے جنکے جوابات کافی و شافی ملے اُس زمانہ جاہلیت۔ کفر و ضلالت و بت پرستی میں ایسی کامل حقیقت سے بھرے ہوئے خیالات وحدانیت اور فطرت کیموافق اخلاق کی سچی تصویر کو دیکھکر اور اس میں اصلاح و ترقی نفس انسانی کے مستحکم ارادوں و پاکیزہ خیالات کو پاکر بحیرا کو کہنا پڑا کہ بیشک یہ لڑکا ملک کا آزاد کنندہ و نجات دہندہ ہوگا جیسے بشارات کتب سابقہ میں موجود ہیں اور بے اختیار اس کی زبان سے یہ فقرہ نکل گیا کہ السلام علیک یا رسول اللہ جس کی ہم آہنگی شجر و حجر نے کی اس نے ابوطالب کو صلاح دی کہ آپ کو شام کو نہ لیجائیں کیونکہ یہود سخت مخالف آپ کے عقاید و دین کے ہیں ممکن ہے کہ ظاہر ہونے پر کچھ نقصان انکو پہنچائیں، یہ سنکر ابوطالب مضافات مصر میں مال فروخت کرکے چلے آئے اور ایک روایت میں ہے کہ شام تک اور آپکو ساتھ لیگئے اور وہاں بھی ایسا ہی واقعہ نسطور راہب کا ظہور میں آیا جیسا بحیرا سے آیا تہا اور اس نے بھی آپکے آثار عظمت و نشان مُہر نبوت کو دیکھکر تصدیق آپ کے پیغمبر آخرالزمان ہونے کی کی، اور بخوف نقصان رسانی یہودیاں آپ کو جلد واپس لیجانے کی رائے دی چنانچہ ابوطالب بعجیل تمام مال فروخت کرکے واپس ہوئے۔ یہودیوں کو جو یہ خیالات اور حالات آپ کے معلوم ہوئے تو انکا ایک گروہ ہلاکت حضرت کے ارادہ سے آپ کے تعاقب میں صومعہ بحیرا راہب تک آیا اور اس سے اپنا ارادہ ظاہر کرکے طالب امداد ہوا مگر بحیرا نے اُن سے کہا کہ تم لوگ ناحق در پئے آزار و ہلاکت انکے ہوتے ہو اگر وہ شخص واقعی وہی ہے جو نبی آخرالزمان ہونیوالا ہے تو تم مشیت ایزدی کے خلاف اسکو ہرگز نقصان نہ پہنچا سکوگے اور اگر وہ نہیں ہے تو اس امر عظیم کے مرتکب ہونے سے کیا فایدہ ہوگا۔ چنانچہ وہ لوگ گفتگوئے بحیرا سے مقنوع ہوکر واپس چلے گئے اور ابوطالب معہ آپ کے بخیریت واپس مکہ آگئے اس سفر میں بسبب برکت حضور تجارت میں بہت زیادہ فائدہ ہوا۔ اور کل مال دو چند و سہ چند قیمت پر فروخت ہوگیا۔ اب ابوطالب کو اور زیادہ احتیاط

وحفاظت حضرتؐ کی مدنظر ہوگئی ٭

حضرت کے سترہویں سال کی عمر میں زبیر بن عبدالمطلب بقول عباس بن عبدالمطلب آپکو حضرت ابوطالب سے اجازت لیکر اور حفاظت کا وعدہ کر کے بغرض برکت ونفع کثیر تجارت اپنے ہمراہ ملک یمن کو لیگئے تھے۔ راستہ میں اہل قافلہ نے بہت سے خوارق عادات اور امور عجیبہ حضرت کے مشاہدہ کیئے۔ اور تجارت میں بھی نفع کثیر حاصل ہوا ٭

اُنیسواں سال آپ کی عمر کا تھا کہ ہرمز پسر نوشیرواں شاہ عجم کو اشراف سلطنت نے معزول کر کے اندھا کیا اور قتل کر دیا اور خسرو پرویز اپنے باپ کی جگہ تخت پر بیٹھا ٭ ہ قتل

بیس سال کی عمر تھی کہ ابوبکرؓ آپ کو بغرض برکت تجارت ساتھ لیکر معہ اور قافلہ کے شام کو گئے اور پھر اُسی بحیرا راہب کے صومعہ کے قریب قیام ہوا حضرت ایک بیری (سدرہ) کے درخت کے نیچے بیٹھے جو کہا جاتا ہے کہ سرسبز ہوگیا۔ ابوبکر بغرض (پہلم) لینے سامان طعام وغیرہ کے راہب مذکور کے پاس گئے بحیرا نے دور سے آپ کو درخت سدرہ کے نیچے بیٹھا دیکھکر دریافت (ابوبکر) کیا کہ کون بیٹھا ہے؟ انہوں نے تبلایا کہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں بحیرا نے سنکر کہا کہ قسم بخدا وہ نبی مرسل ہیں۔ کیونکہ میں نے کتابوں میں دیکھا ہے کہ بعد حضرت عیسےؑ کے اس درخت سدرہ کے نیچے سوائے پیغمبر کے کوئی نہ بیٹھے گا۔ اور نہ آج تک بعد اُنکے کوئی بیٹھا ہے۔ اور بحیرا مذکور نے حضرت سے آکر ملاقات کی ایسی پیشین گوئیاں سنکر اور حضرت کے حالات و واقعات عجیبہ دیکھکر سب کو تعجب ہوتا تھا۔ مگر حضرت کے اخلاق۔ راست بازی۔ دیانت داری کے سکے قلوب مشرکین پر بیٹھتے جاتے تھے۔ یہانتک کہ اُس مجسمہ حقیقت و دیانت کو تمام اہل مکہ امین کے لقب سے پکارتے تھے۔ (سوم)

اب حضرت کی عمر کا وہ حصہ آگیا تھا کہ عقل و ادراک کی پختگی نے اُن پیچیدہ و دشوار گذار مسائل فطری پر غور کرتے کرتے کہ میں کیا ہوں؟ مجکو کیا کرنا چاہیئے؟ سبب حقیقی عوالم ظاہر کی کیا ہے؟ آپکو ضرور کسی راہ مستقیم پر ڈالدیا ہوگا۔ اگرچہ وہ راہ بھی زیادہ واضح نہوئی ہو۔ اور ممکن ہے کہ کسی بڑے کام یعنی اصلاح انام کی امید بھی پیدا ہوگئی ہو اگرچہ خود کام اور اسکا راستہ طریقہ یقینی درجہ پر ابھی معلوم نہ ہوا ہو۔ اب آپ کے نفس ذکیہ کی ترقی اس درجہ پر پہنچ گئی تھی کہ آپ کو خواب میں انکشافات روحانی ہونے لگے جنکو نزول ملائکہ کہا جاتا ہے جس کی کیفیت آپ ابوطالب اپنے چاہنے والے مربی و پرورش کنندہ چچا سے بیان فرمادیا کرتے تھے اور ابوطالب حضرتؐ کو بخوف مشرکین ایسی باتوں کے اخفاء کی ہدایت فرمادیتے تھے مگر چچا خود اُنکو آپ کے مرسل و موید من اللہ ہونیکا تدریجی یقین ہوتا جاتا تھا۔ گرد و نواح کے عقاید و اعمال جو روحانیت وحقانیت سے دور تھے ابتدا سے آپ کے حق میں قلب پر اچھا اثر نہ ڈالا تھا اور ابتدا سے آپنے خود ساختہ معبودوں کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا تھا۔ اب تو علانیہ طور پر آپ ان غیر حقیقی خداؤں کو برا کہتے تھے۔ اکثر آدمیوں نے ابوطالب سے کہا بھی

کہ تمہارا بھتیجہ کبھی خانہ کعبہ میں آکر بتوں کی پرستش نہیں کرتا اسکو تنبیہ و تاکید کرو جسکے جواب میں ابو طالب کہدیا کرتے تھے کہ وہ تمہارے ان بتوں کو بُرا سمجھتا ہے اور خدا واحد کی عبادت کرتا ہے جس میں میں راستی پاتا ہوں میں اسکو پرستش اصنام کے لئے تاکید و تنبیہ نکرونگا۔ اور اسکی مرضی کے خلاف اسکو مجبور نکرونگا۔ ہر شخص اپنے خیالات و عقاید میں آزادی کا حق رکھتا ہے۔ رعب و خوف ابو طالب کیوجہ سے بظاہر لوگ خاموش ہوجاتے تھے مگر بباطن حضرت سے انکو قلبی مخالفت بڑھتی جاتی تھی ٭

ایک روایت میں ہے کہ حضرت کی تئیس سال کی عمر تھی کہ تجدید خانہ کعبہ ہوئی جسکا ذکر حضرت کے پینتیس سال کے واقعات میں ہے اور وہی صحیح ہے۔ لہذا وہیں پر مفصل کیفیت درج کی گئی ہے ٭

آپکے بیباکانہ اظہار حق و قریش کی کینہ ور طبیعتوں سے ابو طالب کو ہر وقت اندیشہ حضرت کیطرف سے رہتا تھا اور آپکی تنہائی پسند طبیعت اور کوہ حرا کے طویل مراقبوں سے زیادہ خطرہ مخالفین کے موقعہ پاجانیکا رہتا تھا لہذا ابو طالب کو خیال پیدا ہوا کہ انہیں مشغول کرکے اس تنہا کوہ نوردی کا سدباب کیا جائے۔ مگر اس خیال کا ابھی کسی پر اظہار نہ کیا تھا۔

حضرت خدیجہ بنت خویلد قریش میں بہت مالدار عورت تھیں انکے پاس قریب اسّی ہزار اونٹ باربرداری کے مختلف مقامات پر تھے ہر نواح میں انکے کارپرداز تجارت کے تھے۔ یہ اپنا مال تجارت بغرض فروخت بلاد مختلفہ میں دوسرے اشخاص کے ذریعہ سے بھیجا کرتی تھیں اور جو کچھ منافع ہوتا اسکو نصفا نصف کرلیتی تھیں جس کو اصطلاح فقہ میں شرکت مضاربہ کہتے ہیں اس سال یعنی جب حضرت کی عمر پچیس سال کی تھی بوجہ تنگی معیشت حضرت ابو طالب نے حضرت سے کہا کہ اگر تم کہو تو خدیجہ سے گفتگو کیجائے کہ وہ تمکو اپنا مال تجارت بغرض فروخت دیدے آپنے بھی اسکو پسند فرمایا چنانچہ ابو طالب نے خدیجہ سے گفتگو کی وہ چونکہ حضرت کی دیانت داری و راستبازی کے اخبار سنتی رہتی تھی حسب تحریک ابو طالب اس نے خود حضرت کے پاس پیغام بھیجا اور حصہ منافع بھی آپکا نصف سے کچھ زیادہ مقرر کرکے درخواست کی کہ اسکا مال لیکر بغرض تجارت باہر تشریف لیجائیں چنانچہ بعد منظوری حضرت سامان سفر میں مصروف ہوئے۔ خدیجہ نے اپنے غلام میسرہ کو جو اسکا معتمد تھا حضرت کی ملازمت میں چھوڑ دیا اور بعض کتب میں ہے کہ اپنے عزیزوں میں سے ایک شخص خزیمہ بن حکیم کو آپکے ہمراہ بھیجا۔ ابو جہل۔ ابو سفیان۔ عباس و حمزہ بھی اپنا اپنا مال لیکر اس قافلہ کے ساتھ ہوئے۔ اور قبائل بنی مخزوم بنی عدی۔ بنی النضیر بنی زہرہ و بنی لوئی کے آدمی بھی ساتھ تھے۔ وقت روانگی خدیجہ کے اونٹوں میں [illegible] بوجہ زیادتی بار کے بیٹھ گئے تھے جو اٹھ نہ سکتے تھے۔ آپنے ان پر ہاتھ پھیرا تو وہ کھڑے ہوگئے اور چست و تیز چلنے لگے خزیمہ کو اس سے تحیر پیدا ہوا۔ اب رائے ہوئی کہ کسی کو سردار قافلہ بنالیا جاوے تاکہ کوئی نزاع واقع نہ ہو۔ بنی مخزوم نے

ابوجہل کو بنی عدی نے مطعم کو بنی نفر نے نفر بن حارث کو بنی زہرہ نے اجحہ کو اور بنی لوئی نے ابوسفیان کو سرداری قافلہ کے لیئے نامزد کیا میسرہ غلام خدیجہ نے کہا کہ ہم سوائے محمد کے اور کسی کو سردار نہ بنائیں گے۔ ابوجہل کو ناگوار ہوا اُس نے مخالفت کی حضرت حمزہ سے اس پر تکرار ہونے لگی۔ مگر اس مصلحت بین و جامع الناس نے حمزہ کو روکا کہ روانگی کیوقت نزاع مناسب نہیں ہے ان لوگوں کو سردار ہونے دو ہم سب کے پیچھے ہی چلیں گے۔ بہرحال قریش ہی سردار ہیں کوئی غیر نہیں۔ چند منزل اسیطرح سفر ہوا کہ آیات آلہیہ مناظر قدرت کے بغور دیکھنے والے نے ایک روز ابر دیکھا اور اپنے ہمراہیوں کو دامن کوہ میں فروکش ہو جانیکا حکم دیا۔ اور سب نے تعمیل کی جسکے بعد کثرت سے بارش ہو کر سیلاب ہوا جب لوگ ہمارے حضرت پر عمل کرنے سے آفت سے بچ گئے سوا ایک شخص کے جو ٹھہرا نہ تھا وہ اس سیلاب میں ہلاک ہو گیا۔ ایک مقام پر ابوجہل کے قافلے نے آگے بڑھکر چاہ کا پانی سب مشکوں میں بھر دالیا کہ اُس میں پانی حضرت کے قافلہ کیواسطے نہ رہا۔ مگر جب آپ کا قافلہ پہنچا تو اتنی دیر میں پانی کافی آگیا۔ اور سب سیراب ہو گئے۔ جسکو سب نے حضرت کے قدم کی برکت تصور کیا۔ وادی ذبیان میں ایک اژدہے کو دیکھکر ابوجہل کا اونٹ بھڑک گیا اور وہ گر گیا۔ اور چوٹ آئی۔ اُسنے اپنے قافلہ کو پیچھے ہٹا کر روک لیا اور جب حضرت کا قافلہ پہنچا اور رُکنے کا سبب دریافت کیا تو اُسنے چالاکی سے کہا اب آپ سرداری کیجئے جس سے اس کی غرض یہ تھی کہ آپ آگے چلیں گے تو آپ کا اونٹ بھی اژدہے کو دیکھکر بھڑکے گا اور آپ گر جائینگے مگر طبیعت و فطرت انسانی کا بغور ملاحظہ کرنے والا فوراً سمجھ گیا کہ اس میں کچھ مکر ہے۔ لیکن قدرت و مشیت الہی پر بھروسہ کر کے فوراً بے خوف و خطر روانہ ہوا مگر اپنے اونٹ کو نہایت احتیاط کے ساتھ سنبھالے رہا۔ اژدہا راستہ سے ہٹ گیا اور تمام قافلہ بخیریت گذر گیا ۔

مقام ایلہ پر فلیق بن لوبان بن عبد الصلیب راہب نے بھی آپ کے آثار کو دیکھکر اور خیالات سے مطلع ہو کر مثل بحیرا و نسطور راہبان کے آپ کے نبی مرسل ہونیکی پیشین گوئی و تصدیق کی اسی قسم کے اور بہت سے عجائب جو نظر حالات نہ رکھے جاتے ہیں اس سفر میں آپ سے ظہور پذیر ہوئے جنکو اکثر سطحی نظر والوں نے مافوق بشری تصور ہو کر آپ کی زیادتی قدر کا باعث ہوئے جنسے ابوجہل کو حسد زیادہ ہوا اور میسرہ و خزیمہ رشتہ دار خدیجہ کے دلوں میں آپ کی عظمت و محبت جاگزین ہوتی گئی۔ غرضیکہ یہ قافلہ شام گیا ۔

شام میں ایک یہودی سے آپ سے مباحثہ ہوا اور دوران گفتگو میں اُسنے آپکو لات و عزیٰ کی قسم دی تو اس عارف و عاشق رب قدیر نے فوراً ارشاد فرمایا کہ میں تو لات و عزیٰ سے قطعاً بیزار ہوں اور اُن سے تبرا کرتا ہوں و رخدائے واحد و یکتا کا ماننے والا ہوں۔ اسکو سنکر اور آپکے عقاید معقولی سے متاثر ہو کر اُسنے بھی آپ کی رسالت کی خبر دی ۔

اِس سفر میں مال بہت زیادہ منافع سے فروخت ہوا اور کوئی مال باقی نہ رہا۔ یہ قافلہ مع نفع کثیر واپس مکہ آیا جب قریب نواح مکہ کے پہنچے تو ہر قبیلہ نے اپنے اپنے قاصد قافلہ کے بخیریت واپسی کی خبر دینے کو مکہ روانہ کئے۔ آپنے بھی میسرہ سے فرمایا کہ وہ جاکر خدیجہ کو خبر کردے۔ میسرہ نے عرض کیا کہ اگر حضور خود تشریف لیجاکر خدیجہ کو خبر دینگے تو اسکی زیادہ مسرت کا باعث ہوگا۔ چنانچہ حضور خود قافلہ سے آگے مکہ میں تشریف لائے جسوقت آپ مکہ میں داخل ہوئے تو خدیجہ معہ چند عورات کے غرفہ میں بیٹھی تھی اب اسکو بچشم خود حضرت کے باوقار چہرہ کی زیارت کرنیکا موقع ملا۔ اور آپکے چہرہ کے آثار عظمت وجلال نے متحیر کن اثر اسکے قلب پر کیا۔ اُس کو اِس عالم محویت میں معلوم ہوتا تھا کہ ایک ابر رحمت آپکے سر پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ جب آپ نے پہنچکر اُس کو خوشخبری پہنچائی تو اُسنے اپنے مزید اطمینان کے واسطے آپسے عرض کیا کہ آپ واپس تشریف لیجائیں اور معہ میسرہ کے تشریف لائیں جس سے اُس کی غرض یہ تھی کہ اسطرح اسکو حضرت کی دوبارہ زیارت کا موقع ملیگا اور میسرہ سے دوران سفر کے بھی آپ کے حالات معلوم ہوکر صحیح رائے قایم کرسکے گی۔ چنانچہ حضرت واپس ہوئے اور خدیجہ دیکھتی رہی ۔

اب قافلہ کے مکہ پہونچنے پر خدیجہ نے میسرہ سے واقعات سفر دریافت کئے تو میسرہ وخزیمہ نے جو جو امور عجیبہ وخصائل حمیدہ حضرت کے دیکھے تھے اور انسے جو اثرات انکے قلوب پر ہوئے تھے ظاہر کئے جنکو سنکر خدیجہ کے دلمیں آپسے عقد کرنے کا خیال پیدا ہوگیا۔ اس سے قبل عقبہ بن ابی معیط وصلت بن ابی شہاب جنمیں سے ہر اک کے یہاں چار چار سو کنیزیں وغلام تھے اور جو بہت مالدار تھے اور علاوہ اُنکے ابوجہل وابوسفیان بھی خدیجہ سے خواستگاری عقد کی کرچکے تھے لیکن وہ سب کو انکار کرچکی تھی۔ اب نفیسہ نامی ایک عورت کی معرفت خدیجہ نے اپنا مافی الضمیر حضرت کے پاس کہلا کر بھیجا اور درخواست کی کہ حضرت اسکے چچا سے اسکے متعلق خواستگاری کریں اگرچہ خدیجہ کی عمر منازل شباب جوانی کو طے کرچکی تھی اور وہ اس سے قبل دو شوہروں کی زوجیت میں بھی رہچکی تھی مگر اس ماہر طبیعت انسانی وواقف فطرت رحمانی کی پاک اور دور بین نگاہ ظاہری جذبات خواہشات نفسانی کی تابع نہ تھی اُسکے گہری نگاہ نے خدیجہ کے حسن وجمال عادات وخصائل میں کچھ ایسے آثار نیک نفسی وپاک طینتی خوش اخلاقی کے دیکھ لیے تھے جنمیں آزادی کیساتھ عصمت ووقار تمول کیساتھ انکسار وایثار کی شعاعیں نظر آتی تھیں جنکو اپنے پاک ومقدس مزاج کے موافق ومناسب پاکر حضور نے منظور فرمایا۔ حضرت ابوطالب سے خدیجہ کی خواستگاری کیلئے کہا۔ ابوطالب کو بوجہ تمول خدیجہ اسکے انکار کا اندیشہ ہوا جسکو حضرت نے رفع فرمادیا وبروایتے حضرت ابوطالب نے اول صفیہ کو بھیجکر خدیجہ کا استمزاج لیا اور اسکی منظوری وخواہش کا اطمینان کرکے ابوطالب نے معہ حضرت عباس وحمزہ وغیرہ چند اہل خاندان کے خدیجہ کے باپ خویلد کے پاس معہ

بروایتے عمرو بن اسد خدیجہ کے چچا سے جاکر خواستگاری خدیجہ کی حضرت کے واسطے کی جس نے اوّل تامل و انکار کیا چنانچہ یہ لوگ غصہ میں چلے آئے خدیجہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اسکو نہایت ملال ہوا اور اس نے اپنے رشتہ کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل و بروایتے خزیمہ کو بلاکر اُن سے اپنی خواہش و منظوری درخواست حضرت کی ظاہر کی تو انہوں نے خویلد یا عمرو کو حضرت کے تمام حالات و آثار جو سفر تجارت میں مشاہدہ میں آئے تھے بیان کرکے اور خود خدیجہ کی پسند و مرضی کا اظہار کر کے راضی و آمادہ کیا چنانچہ ورقہ دوسرے روز ابوطالب کے پاس آیا اور پہلے روز کی بابت معذرت کرکے منظوری خواستگاری کا اظہار کیا۔ چنانچہ حضرت ابوطالب مع تمام بنی ہاشم کے حضرت کو لباس پاک بزرگان سے آراستہ کرکے اور ساتھ لیکر خانہ خدیجہ پر تشریف لے گئے جہاں پر خدیجہ نے بھی سامان ضیافت کر رکھا تھا۔ اب حضرت ابوطالبؑ ایک خطبہ فصیح و بلیغ ادا کیا جس میں اپنی خاندانی شرافت و افتخار کا اظہار کیا۔ آنحضرت کی صفت و ثنا و خواستگاری خدیجہ کی درخواست کی۔ ابوطالبؑ کے اس خطبہ سے انکا موحد ہونا اور حضرت کو افضل الناس سمجھنا بخوبی ظاہر ہوتا ہے جس کی ابتدا ہے کہ:۔ خطبہ ابوطالب

الحمد للہ الذی... جعلنا حضنة بیتہ وسوّس حرمہ..... ثم ان ابن اخی ھذا محمد بن عبداللہ لایوازن برجل من قریش الارجح بہ ولا یقاس باحد منھم الا عظم عنہ (وہ خدا قابل ثنا ہے جس نے..... ہمکو اپنے گھر کا محافظ اور اپنے حرم کا منتظم مقرر کیا بعدہ یہ کہ میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ جب کہ قریش میں جس شخص سے بھی موازنہ کیا گیا وہ بڑا ہوا نکلا اور جس کسی کے ساتھ اسکا قیاس کیا گیا تو وہ عظیم اور بزرگ تر نکلا) ورقہ نے منجانب خدیجہ خطبہ پڑھا اور منظوری دیدی چنانچہ مہر مثل ہزار شتر ان مایہ و بروایتے چار سو مثقال طلا و بقولے پانسو درہم قرار پایا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ مہر اپنا خدیجہ نے اپنے مال سے ادا کرنا منظور کیا تھا۔ جو اُس نے حضرت کو ہبہ کردیا تھا۔ غرض عقد حضرت کا حضرت خدیجہ کے ساتھ ہوگیا اس وقت عمر حضرت خدیجہ کی چالیس سال کی تھی۔ اگرچہ ایک روایت سے عمر خدیجہ وقت نکاح ۲۸ سال بھی ظاہر ہوتی ہے مگر صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ وقت انتقال ان کی عمر ۶۵ سال کی تھی اور ۲۵ سال وہ حضور کے عقد میں رہیں حضور پرنور کی عمر اس وقت پچیس سال کی تھی حضرت خدیجہ کا یہ تیسرا عقد تھا۔ شوہر اول بروایتے عمرو کندی و شوہر ثانی عتیق تھا مگر حسب روایت کشف الغمہ اول شادی حضرت خدیجہ کی عتیق بن عابد مخزومی سے ہوئی تھی جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اور اسکے بعد عقد انکا ابوہالہ ہند بن زرارہ تیمی سے ہوا تھا جس سے ہند بن ہند اولاد ہوئی جو فوت ہوگیا تھا اور ابن ہشام کا قول یہ ہے کہ پہلا شوہر عتیق تھا جس سے ایک لڑکا عبداللہ و ایک لڑکی جس کا نام نہیں لکھا جو یہ لکھا ہے پیدا ہوئے اور دوسرا ابوہالہ تھا جس سے ہند لڑکا اور زینب لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ عقد

بعد عقد حضرت خدیجہ کے بوجہ مال و دولت خدیجہ کے معیشت کیجانب سے بالکل استغنا ہوگیا جیسا کہ اشارہ ووجدک

"عائلاً فاغنیٰ" میں فرمایا گیا ہے اور اب حضرت کو اور زیادہ موقع کوہ حرا پر جا کر تنہائی میں اپنی اور تمام عالم کی خلقت و
اسباب خلقت اور ذات ذوجود واجب الوجود خالق معبود حقیقی پر غور و خوض کرنے اور مدارج معرفت و قرب الٰہی کے طے کرنیکا ملا۔
چنانچہ بیشتر حصہ آپکے وقت کا درہ یا کوہ میں صرف ہوتا تھا۔ اور انکشافات رموز فطرت روز بروز آپ پر زیادہ ہوتے جاتے تھے

سنہ ۳۰ سال ولادت علیؑ

اس سال مجاور خانہ کعبہ محافظ رسول بطحا یعنی ابوطالب کے یہاں ۱۳ رجب سنہ ۳۰ عام الفیل کی صبح کو بطن فاطمہ بنت اسد سے خاص خانہ
کعبہ میں وہ فرزند پیدا ہوا جو ابتدائے خلقت سے مظہر العجائب الغرائب مانا گیا اور جسکو آگے چلکر امور رسالت و ترقیات اسلام سے خاص
تعلق ہوا ابتدا ہی میں ولادت خانہ کعبہ کا ایسا شرف اسکو ملا کہ جو آج تک کسی کو حاصل نہیں ہوا تھا۔ یہ وہ مولود ہے کہ جسکی خدمت کو
اپنے مولد سے بھی بہت کچھ عملی تعلق ہوگا۔ اس وقت کون خیال کر سکتا تھا کہ وہ بچہ جو آج تین سو ساٹھ بتوں کے غاصبانہ عمل میں
خلق ہوا ہے وہی ایکدن اسی اپنے مولد کو دوش رسول پر معراج پاکر ان بتوں کی آلائش سے پاک کریگا کون سمجھتا تھا کہ اس
خانہ زاد خدا پر بعض نافہموں کو خدائی کا بھی گمان ہو جائیگا۔ علاوہ تعلقات رشتہ کے حضور پرنور کو خاص تعلقات محبت اس مولود
بوجہ اس کی خدمات کے رہے۔ خبر ولادت پاکر بھی حضور خود خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے اور اس مولود مسعود کو آغوش مبارک
میں لیکر معراج کا شرف عطا فرمایا اور اس مولود نے بعد پیدائش حضور کے ہی روئے انور کی زیارت کی پرورش و تربیت بھی
اس مولود کی اسی ہادی کے کنار عاطفت میں ہوئی جس نے ثابت کر دیا کہ شاگردان و تابعین رسول میں صرف یہی وہ
فرد اکمل نکلی جو نہ صرف اسلام کے لیئے بلکہ ان کل مذاہب کے لیے جنہوں نے اچھی اور اکمل ذاتوں کی یادداشت رکھ چھوڑی
ہے یہ تنہا ذات کل کے فخر کرنے کی لائق ہے جس کے کارنامے اسکے پرورش کنندہ و استاد کے سوانح کیساتھ ساتھ ناظرین
کی نظر سے گذریں گے۔ اس مولود کے والد ابوطالب نے اسکا نام زید رکھا تھا۔ اور والدہ نے اپنے باپ کے نام پر اسد حیدر
رکھا تھا۔ مگر اس روشن ضمیر ہادی کی دوربین آنکھوں کے سامنے نہ معلوم کونسا نقشہ تھا اور کس اعلیٰ منزلت کا تصور اس مولود کیواسطے
دل میں تھا کہ آپنے اسکا نام "علی" رکھا اور اسی نام سے یہ بچہ موسوم ہوا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ع

فرزند بخانہ خدا شد پیدا

حضرت کی پیشین گوئی

فاطمہ بنت اسد مولود کو گھر لیکر آئیں۔ حضرت نے طشت و آفتابہ طلب کیا۔ اور مولود کو خود غسل دیا۔ غسل دیتے میں حضور
کے چہرہ سے کچھ آثار افسردگی ظاہر ہوئے پوچھنے والوں نے سبب پوچھا جسکا جواب سن لو دی کامل کے خیال پر عکس ڈالتا ہے
کہ وہ موت اور زندگی کے مسئلہ کو کیسا حل کر چکا ہے۔ جواب دیا گیا کہ جس طرح میں آج اسے غسل دے رہا ہوں میرے پیش نظر
ہے کہ یہ لڑکا مجھے آخری غسل دیگا۔ کیا کوئی بشر کسی بات کو جو آئندہ کے پردہ میں چھپی ہو اثبات یا نفی میں کہہ سکتا ہے
مگر اس میں کا خیال جو یقین کی حد پر تھا جیسا کہ واقع ہوا جو اُس کی کمال قوت روحانی کی بین دلیل ہے۔

حلف الفضول

غالباً اسی سال میں اس ہادی برحق نے عرب کو انکا ایک پرانا حلف جو حلف الفضول کے نام سے موسوم کیا گیا تھا جس میں عہد کیا گیا تہا کہ اندرون دیوار ہائے مکہ شرو بدعتیں نہ کیجاینگی یاد دلاکر چار پانچ بڑے خاندانوں میں کرکے اس حلف الفضول کو دوبارہ قایم تازہ کرایا (تنقید الکلام) جسمیں عورتوں کے تحفظ عصمت و حرمت کی شرط بھی تھی جو حضور کے کمال نیک نفسی اور پاک باطنی کی دلیل ہے ۔

تعمیر کعبہ

اسی سال قریش نے خانہ کعبہ کو جس کی دیواریں بوجہ بارش و سیلاب کے کچھ منہدم ہوگئیں تہیں۔ از سر نو تعمیر کا ارادہ کیا جسکے دو بڑے سبب تواریخ میں پائے جاتے ہین۔ ایک تو دیوار و نکا بوسیدہ و منہدم ہوجانا دوسرے یہ کہ درمیان بیت اللہ کے ایک خزانہ بطور چاہ کے تہا جس میں ہدایا و تحایف رکہے جاتے تہے اس میں ایک غزال طلائی بہی تہا۔ بدمعاشوں کی ایک جماعت نے جسکا سرغنہ کہا جاتا ہے کہ ابولہب تہا دیوار پہاند کر خانہ کعبہ سے اسکو چورا لیا تہا۔ چنانچہ تمامی قریش شریک چندہ و کار تعمیر ہوئے اور اپنے اپنے مال حلال طیب سے چندہ دیا۔ اسی زمانہ مین ایک کشتی جو شاہ روم نے معہ سامان عمارت و لکڑی وغیرہ کے بغرض تعمیر ایک کلیسہ کے بہیجی تہی جو جدہ کے قریب پہنچکر ٹاپو مین دہنس گئی تہی۔ قریش کو جو کشتی کے اسطرح تباہی کی خبر ہوئی تو ولید بن مغیرہ کو معہ ایک جماعت کے بہیجکر وہ سامان کشتی خرید کرلیا اور مکہ لے آئے اور حضرت ابراہیم کی ہی بنیادوں پر کام تعمیر شروع کیا گیا۔ دیوار ہائے کعبہ کی تعمیر بذریعہ قرعہ مخصوص قبائل قریش کی سپرد ہوئی۔ قریش نے خود پتھر جمع کئے تھے حضرت بھی پتھر لانے میں قریش کی شرکت فرماتے تھے تعمیر در کعبہ سے تا وسط رکن یمانی و حجر حضرت کے قرعہ میں آئی تھی وبروایت دیگر حجر اسود سے رکن شامی تک حصہ بنی ہاشم میں تھی۔ حجر اسود کے نصب کرنے کی بابت نزاع پیدا ہوا ہر قبیلہ چاہتا تہا کہ اسکے سردار کے ذریعے نصب ہو۔ اس نزاع کو طول ہوا۔ بالآخر طے ہوا کہ صبح کو جو شخص اول در بنی شیبہ سے مسجد الحرام میں داخل ہو وہ اس معاملہ مین حکم مقرر کیا جاوے اور وہ جس کی نسبت حکم نصب کرنے حجر اسود کا کردے سو ہی اسکو نصب کریگا۔ اتفاق سے اول جو شخص داخل ہوا وہ حضرت تھے۔ چونکہ سب لوگ آپ کو امین جانتے اور مانتے تھے سب خوش ہوئے کہ آپ کسی کی رو و رعایت سے حکم نہ دینگے چنانچہ آپ حکم کئے گئے ان ہادی امین نے جو منجانب اللہ کثرت کو وحدت کا سبق دینے اور افتراق کو اتحاد سے مبدل کرنے پر مامور ہونے والا تہا اس نزاع کو جسمیں عرب کی خونریز جہالت کے سبب سخت جدال و قتال کا اندیشہ تہا اس خوبصورتی سے طے کیا کہ کسی قبیلہ کو محل شکایت باقی نہ رہا۔ یہ واقعہ آپ کی کمال ذکاوت و ذہانت و اصول مساوات و دیانت کا اعلیٰ درجہ کا ثبوت ہے آپنے حکم دیا کہ ایک چادر بچھائی جاے اور بروایتے خود اپنی عبا مبارک بچھادی اور خود حجر اسود کو اٹہا کر اس پر رکھا اور ہر قبیلہ کے سردار کو بلا کر ایک ایک گوشہ چادر یا عبا کا انکو دیا اور فرمایا کہ اب سب اٹہا کر چلو چنانچہ اسطرح سب اٹہا کر لے گئے اور موقعہ پر پہنچکر حضور نے خود چادر سے اتار کر اسکو اسکے مقام پر نصب فرما دیا۔ اس طرح پر اس کے اٹہانے میں سب کی شرکت

نبی ہوگئی کسیکو موقعہ ایک دوسرے پر افتخار یا شکایت کا نہ ہوا اور نصب حجر اسود جو کسی نبی یا معصوم کے ہاتھ سے ہی ہونا چاہیئے تھا حضور کے ہی دست حق پرست سے ہوا۔ یہ دراصل حضرت کا اہل مکہ خصوصاً قریش پر احسان ہوا کہ سخت خونریزی سے بچالیا اور اُن پر واضح بھی کردیا کہ تم لوگوں کا ایک کرنے والا بجز ہمارے اور کوئی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ راوی ہیں کہ چونکہ اس تعمیر میں کسیقدر قواعد حضرت ابراہیم سے اختلاف ہوگیا تھا حضرت نے ایک وقت میں عائشہ سے فرمایا تھا کہ "لولا ان قومك حديث عهد الكفر لنقضت الكعبة ورددتها على قواعد ابراهيم وجعلت لها بابًا شرقيًا وبابًا غربيًا" یعنی اگر تمہاری قوم زمانہ کفر کی بات چیت نہ کرنے لگتی تو میں خانہ کعبہ کو توڑ کر قواعد حضرت ابراہیم کی موافق کردیتا اور اوس میں ایک دروازہ شرقی و ایک غربی قرار دیدیتا۔ اس حدیث کے بنا پر عبداللہ بن زبیر نے اپنے زمانہ حکومت میں تعمیر قریش کو منہدم کرکے موافق منشا حدیث کے قواعد ابراہیم پر عمارت کو بحال کیا۔ مگر جب حجاج بن یوسف منجانب عبدالملک مروان کے ابن زبیر سے لڑا اور فتح پائی تو بحکم عبدالملک بنا ابن زبیر کو خراب کرکے اُسی طرح جیسے حیات آنحضرت میں تھی کردیا۔ ہارون رشید نے اپنی خلافت کے زمانہ میں چاہا کہ مطابق بنا زبیر کے اسکو درست کرادے اور امام مالک سے اس کی بابت مشورہ کیا بھی مگر انہوں نے بعد غور مشورہ دیا کہ اب ترمیم کرنا مصلحت نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اس میں اختلاف و نزاع کا اندیشہ ہے۔ لہذا اس امر میں خاموشی بہتر ہے چنانچہ وہ خاموش ہو رہا۔ (نوٹ) مگر یہ روایت و حدیث عائشہ صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اول تو تعمیر اول کا حضرت کی موجودگی اور شرکت سے ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اگر قواعد ابراہیم سے کچھ اختلاف ہوتا تو اسیوقت حضرت اصلاح فرمادیتے۔ ورنہ بعد فتح مکہ قوت و اختیار حاصل ہونے اپنی حیات و زمانہ میں ترمیم فرماسکتے تھے حضرت نے کوئی ترمیم نہ فرمائی نہ خلفا میں سے کسی نے اس حدیث کیطرف توجہ کی یہانتک کہ علی نے اپنے زمانہ خلافت و حکومت میں بھی اسکو ویسے ہی رہنے دیا۔

حدیث بروایت

اس سال مکہ میں قحط پڑا۔ حضرت ابو طالب پر بوجہ کثرت اولاد کے کچھ سختی تھی۔ حضرت کو باعث عقد خدیجہ فراغت ہوگئی تھی حضرت عباس بھی خوشحال تھے۔ ابو طالب کو البتہ ضرورت تھی کہ کوئی ہمدرد مددگار انکے بوجھ کو ہلکا کردے مگر غیور ابو طالب بغیر شکایت و اظہار بے اطمینانی کے سختی برداشت کرتے رہے یہانتک کہ حضور کے دردمند بہر ہمدردی سے دل و حلیہ رحم کے گہرے خیال نے اسکو نظر انداز نہ کیا اور حضرت عباس کے پاس تشریف لے گئے اور اُن سے کہا کہ چچا آپ مالدار ہیں اور میں بھی امداد دینے کے قابل ہوں۔ چچا ابو طالب قابل امداد ہیں۔ اُن کی اعانت کرنی ضرور ہے۔ حضرت عباس نے بھی رضامندی ظاہر کی چنانچہ انکو لیکر ابو طالب کے پاس گئے اور طے کیا کہ علیؑ حضرت کی سپرد ہوں جعفر عباس کے حوالے کئے جاویں عقیل ابو طالب کے پاس ہیں۔ اب علی بالکلیہ حضرت کی تعلیم و تربیت میں آگئے۔ اور یہ آیندہ معلوم ہوگا کہ رسول نے اس ننھا

سنہ ۵ عام الفیل

سال سی و چہار

قحط مکہ و تقسیم اولاد

علی حضرت کو

لڑکے کو کیسی تعلیم و تربیت دی۔ ابن ہشام و تنقید الکلام کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نے علی کو اپنا فرزند بنایا۔ کیا یہ اتفاقی قرعہ تھا کہ علی کا نام حضرت کیواسطے نکل آیا؟ نہیں یہ خوب غور و خوض کا انتخاب تھا۔ اس سبق آموز ... نے ابتدا سے کچھ آثار اس بچہ میں ایسے دیکھ لیے تھے جو اسکے اسرار قدسیہ سے بھرے ہوئے قلب کو اپنی طرف کھینچ چکے تھے۔ اسکو اپنے ان عظیم خیالات اور اعلیٰ مقاصد کے پورا کرنیکو جنپر غور و خوض کرتے ہوئے چونتیس پینتیس برس گذر چکے ہیں ایک مددگار کی ضرورت تھی مگر مددگار بھی ایسا ہی ہونا چاہیے جسکو خود اپنے اصول کیموافق تیار کیا گیا ہے۔ اور جس کی طبیعت پر کوئی اور نقش سوائے نقش مطلوب کے نہ پڑا ہو۔ یہی وجہ خاص اس انتخاب کی تھی ٭

عثمان بن حویرث ایک عرب نے دربار قسطنطنیہ میں دین مسیحی قبول کر کے قیصر سے روپیہ لیا تھا اور وعدہ کر کے آیا تھا کہ مکہ میں یونانیوں کی حکومت کرا دونگا۔ مگر حضرت کی قوت الہامی اور حسن سعی سے اسکا ارادہ ظاہر ہو گیا اور اسکو ناکامی ہوئی (ابن خلدون)۔ اور اسطرح حضرت نے اپنے مولد و وطن کو قیاصرہ کے ظلم سے بچا لیا اور یہ ایسا امر عظیم تھا کہ بنی آدم کی دائمی شکرگذاری کے قابل ہے (تنقید الکلام)

بعض کتب اہل تسنن میں ہے کہ ولادت باسعادت جناب فاطمہ زہرہ صلوٰۃ اللہ علیہا اس سال میں ہوئی مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اجماع مورخین اس پر ہے کہ آپ کی ولادت بعد بعثت حضرت سال پنجم بعثت میں ہوئی اور یہی صحیح ہے ٭

اب کمال روحانیت حضرت کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ انوار الٰہیہ آپ پر ایسے مستولی ہو گئے کہ ماسوائے اللہ جل شانہ کی یاد محو ہو گئی تھی۔ بہت زیادہ وقت کوہ حرا کے درّوں میں صرف ہوتا تھا جہاں آپ عشق و یاد الٰہی میں غرق رہتے۔ کبھی بضرورت حجرہ جناب خدیجہ میں چلے آتے تو بہت تھوڑی دیر ٹھہر کر بعد فراغت ضرورت پھر واپس جا کر مصروف یاد الٰہی ہو جاتے۔ یہانتک کہ ضمیر منیر حضرت مصدر و مورد آیات و انوار الٰہی و محل ودیعت اسرار لا متناہی ہو گیا۔ رات کو سوتے میں بھی رویائے صادقہ نظر آنے لگیں غیبی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں اور روشنیاں نظر آتی تھیں۔ روح القدس نے تمام رموز آسمانی و علوم لدنی کہ لوح محفوظ میں تھے لوح قلب حضرت پر منکشف و منجلی کر دیے تھے۔ تاکہ آفتاب نبوت و رسالت مطلع بطحا و جبل حرا سے طالع ہونے کے قابل ہو جائے اور حضرت کا منتخب کردہ شاگرد "علی" بھی بوجہ ازدیاد تعلق قلبی اپنے استاد و معلم کے ساتھ کوہ حرا کی گوشہ نشینیوں میں موجود رہتا تھا اور بعض آثار قدسیہ کو بچشم خود دیکھتا اور معلم کے نفس قدسی کا اپنے دل پر اثر لیتا۔ اور اس کی تعلیمات کو عملی حیثیت سے سمجھتا تھا۔ اور اخذ کرتا تھا۔ اور یہ تھا بھی ناممکن کہ ایک نفس عظیم بغیر دوسرے پر اپنا نقش جمائے گذر جائے ٭

سال چہل — اپنی مقدس عمر کے چالیس سال الٰہی ریاضتوں و تفکرات عمیقہ میں گذارنے کے بعد یہ قدرت آلہی کا دل کی آنکھوں سے دیکھنے والا ایک روز حسب عادت کوہ حرا کی گہری چٹان پر عبا میں لپٹا ہوا لیٹا ہے۔ اور اس پہاڑ کی خاموشی و فضا میں فطرت کی کل چیزوں کو بغور دیکھ رہا ہے اسکا صاف نفس ہر آسمانی نعمت کے قبول کرنے کے لیے کہلا ہوا ہے اور خیالات پر بہ صحیح گرفت سے حکومت کر رہا ہے دماغ اُن بڑے مسائل پر غور کر رہا ہے جو ہدایت خلق کے لیے اس کی زبان سے عنقریب جاری ہونے والے ہیں۔ آرزوئیں ہیں کہ قوم اور خلایق اچھی راہ پر لائی جائے کہ دفعتاً بڑی قوت سے اس پر ایک عالم طاری ہوتا ہے اور پہاڑ کی سنجیدہ خاموشی میں ایک آواز سنائی دیتی ہے کہ کوئی کہہ رہا ہے "یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ" اے وہ شخص جو چادر میں لپٹا ہوا ہے اُٹھ اور تنبیہ کر اور اپنے پروردگار کی بزرگی ظاہر کر۔ اس نئی قسم کی آواز نے کچھ اضطراب پیدا کیا تھا کہ اس دوسری آواز نے کہ "اضطراب کو دور کر اور بنی آدم کا فرض جو تجھ پر ہے ادا کر" تسکین دی۔ (تنقید الکلام)

روضۃ الصفا — اور بروایت روضۃ الصفا و حیات القلوب پہلی آواز یہ تھی کہ: "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ" (اپنے پروردگار کا نام لیکر پڑھ جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا انسان کو خون بستہ سے) جس کو جبرئیل امین پیک رب جلیل نے اس امین خلایق کے پاس بہ ہیئت اصلی آکر سنایا اور اپنا نام بتلایا اور منجانب اقدس الٰہی مبعوث و مامور بہ رسالت ظاہر کیا اور طریقہ عبادت سکھایا۔ اس گوشہ نشین پر اس مخاطبہ عظمت خداوندی کا رعب طاری ہوتا ہے یہ اپنے اس عالم محویت میں دیکھتا ہے کہ ملائکہ آسمان سے نازل ہو رہے ہیں اور ہر ذرہ نے زبان پیدا کی ہے اسکے ہر رونگٹے سے جلال خداوندی ظاہر ہو رہا ہے اسکو معلوم ہو رہا ہے کہ ناقابل روک نور کا سیلاب دنیا کے ہر مقام پر لہریں لے رہا ہے۔ یہ حلیم صاف باطن گوشہ نشین اسی عالم میں پہاڑ سے اترتا ہے کہ ہر شجر و حجر "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ" کہتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

یہ اسی عالم میں اپنی مونس و دلسوز خدیجہ کے پاس پہنچتا ہے زبان سے پہلے چہرہ مبارک کے آثار نے کچھ واقعہ خوانی کی ہے اتنا ہوتا ہے کہ سردی معلوم ہوتی ہے چادر اوڑھا دو۔ چادر لپیٹ کر لیٹے تھے کہ پھر وہی پہچانی ہوئی آواز کان میں آئی "یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ" اُٹھے اور کانوں میں انگلی دیکر فرمایا "اللّٰهُ اَكْبَرُ" تو معلوم ہوا کہ دنیا کی کل شئے نے اس فقرہ کا اعادہ کیا۔

تاریخ ولادت — یہ واقعہ تاریخ اسلام میں بعثت رسول کے مشہور نام سے پکارا جاتا ہے جو باتفاق و اجماع علماء شیعہ ۲۷ رجب کو ہوا علماء اہلسنت میں البتہ تاریخ میں اختلاف ہے بعض روز دوشنبہ ۱۷ رمضان و بعض ۱۸ و بعضے ۲۴ رمضان بتلاتے ہیں اور بعضوں نے ۱۲ ربیع الاول لکھا ہے۔ تصدیق — متحیر خدیجہ نے رسول کی زبانی کل حالات سنکر اول تو اس حالت سے متاثر قلب کی تسکین

کی اور پھر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو ایک ضعیف العمر مسیحی عالم تھے اور اُن سے جبرئیل کا حال پوچھا۔
ورقہ نے سنتے ہی پوچھا کہ ایسے ملک و زمانہ میں جہاں بجائے خدا کے بتوں کی پرستش ہو رہی ہے خدا کا نام لیوا بھی کوئی
نہیں تمہیں یہ نام کیسے معلوم ہوا۔ خدیجہ نے جواب دیا کہ محمدؐ بن عبداللہ نے بتلایا ہے کہ آج جبرئیل اُن پر نازل ہوئے ہیں یہ سنکر ورقہ
نے کہا کہ جبرئیل ایک فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ و عیسیٰ پر بجانب خدا وحی لاتا تھا۔ اور میں لوگوں میں محمدؐ سے زیادہ کسی کو پیغمبری
کے لائق نہیں پاتا۔ حضرت خدیجہ نے ایک ورراہب سے بھی اپنا اطمینان کیا جب اس نے بھی موافق قول ورقہ بتلایا تو واپس
آکر حضرت کے مبعوث برسالت ہونے کی تصدیق کی اور بہ تعلیم حضرت اقرار صادق اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه
وَاَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰه کا کیا۔

جو لوگ کسی ایسے وجود کے جسے فرشتہ کہنے میں قائل نہیں ہوتے اور انسان کے اور خدا کے درمیان کسی تیسری چیز کو پیغامبر
کی شکل میں قبول کرنا نہیں چاہتے حالانکہ واجب الوجود و ممکن الوجود دو متضاد وجود ہیں ان کے تعلقات کا بلا کسی درمیانی وجود
کے قایم رہنا محال عقلی ہے جیسے کہ آگ و پانی کا تعلق بلا کسی واسطہ کے ایک ہی کو دوسرے کے فنا کا باعث ہو جائیگا ان کی
تسکین کے لیئے الہام کی ایسی صورت موجود ہے جسے مکاشفہ روحانی کہا جاتا ہے اور جسکو اس معلم کے شاگرد علی نے سماع
باطنی کہا ہے اسکے قبول کرنے میں تو انکو غالباً عذر نہو گا۔ اگر اس میں بھی عذر ہو تو افسوس کے ساتھ کہا جائیگا کہ ہم قوت
نفس کو جاننا نہیں چاہتے اور نہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں خود تجربہ انسانی اس کی بین مثالیں و ثبوت پیش کر سکتا
ہے اکثر اوقات انسان کی کیفیت قلبی ایک ہونیوالی بات کا پتہ دیتی ہے یا بسا اوقات انسان بلا کسی پیشتر کے خیال
کے ایک تعبیر خیز خواب دیکھتا ہے اور ویسا ہی ظہور میں آجاتا ہے یہ نفس و دماغ معمولی انسان کی مخفی قوتیں ہیں اور معمولی انسان
و نبی کے نفس میں لازمی طور پر فرق ہونا چاہیئے جو مدتوں کی ریاضتوں میں ان قوتوں کو کامل ترقی دے چکا ہو اور تربیت
نفس و تذکیہ خیال کے تمام مدارج طے کر چکا ہو۔

تصدیق صدیقہ اولیٰ خدیجۃ الکبریٰ کے جو عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی تھیں حال کے بعد اب اُس شاگرد رشید کی
تصدیق کی کیفیت ملاحظہ ہو جو ابتدا سے اسکے واسطے تیار کیا گیا ہے اور جو ابتدائے تعقل سے اس معلم کے کمالات عقلی و جلالت
خیالی و تصورات خلق و عشق الہی کے نقوش کاملہ کا اپنے قلب صافی پر عکس لے رہا تھا اور اپنے استاد کی تمام ان تنہائی کی صحبتوں
میں جسکو اسکا تربیت دینے والا علت العلل کے دریافت کرنے و سمجھنے میں صرف کر رہا تھا شریک رہکر اُن آثار ترقیات روحانی و
اجلال الٰہی قدسیہ ربانی کو بچشم خود دیکھے ہوئے ہی نہیں بلکہ خود بھی فیض معلم سے ان میں کچھ حصہ لیئے ہوئے تھا اس معلم کے اعلان حکمت آمیز و
صدائے توحید پر فوراً لبیک روحی فداک کہکر اُس کی رسالت کی تصدیق کرتا ہے یہ اس شاگرد کی عمر کا دسواں سال تھا بعضوں نے

اور ۱۲ سال کی عمر بھی لکھی ہے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت کے اس شاگرد نے کبھی بت کو سجدہ نہیں کیا جس کی وجہ سے بقول اہلسنت کرم اللہ وجہہٗ کا معزز خطاب اسکو ملا یہ شرف اس معلم کے اور شاگردوں باہم جھتوں میں کسی کو حاصل نہیں ہوا ۔

اسکے بعد زید بن حارث جو غلام حضرت کے تھے مشرف باسلام ہوئے۔ بعد انکے ابوبکر جو ایک مالدار شخص تھا اور بوجہ انکے تمول و فیاضی کے لوگ انکو زیادہ مانتے تھے حضرت کو راستہ میں ملے اور حضرت سے دریافت کیا کہ کیا یہ بات سچ ہے جو میں نے سنی ہے کہ تم ہمارے خداؤں کو برا کہتے ہو اور ہمارے بزرگوں کو بیوقوف بتلاتے ہو حضرت نے فرمایا کہ قسم بخدا میں منجانب خدا مامور ہوا ہوں کہ شرک و بت پرستی کو چھوڑ کر وحدہ لاشریک واجب الوجود خدا کی توحید کیطرف لوگوں کو آمادہ کروں یہ بات بالکل سچ ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں اور چند آیات قرآنی جو نازل ہوئی تھیں سنائیں جس سے متاثر ہو کر ابوبکر ایمان لائے اور مشرف باسلام ہوئے سن و آزاد شخصوں میں یہ پہلے شخص تھے جو ایمان لائے ۔ (روضۃ الصفا)

اس مقام پر مسٹر گبن وادکلے کی عبارت کا جو انہوں نے اشخاص مذکورہ بالا کے ایمان لانے کے متعلق اپنی تاریخ ہسٹری آف سیرنس میں لکھی ہے ترجمہ بجنسہ درج کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا ۔

ترجمہ — تاہم خدیجہ نے اپنے شوہر کی بات کو یقین کیا اور اسکے اس عروج منزلت و شان کی اسکو دلی مسرت ہوئی حد درجہ کے مطیع و محبت کرنے والے زید کو امید آزادی نے اسطرف راغب کیا۔ مشہور و معروف علی بن ابوطالب نے اپنے چچازاد بھائی کے خیالات کو ایک نوجوان ہیرو (مرد میدان) جوش کیساتھ اخذ و قبول کیا۔ ابوبکر کے تمول انکسار اور صداقت و راستبازی نے دین رسول کی تقویت کی جسکا جانشین ہونا اس کی تقدیر میں تھا (ہسٹری آف سیرسینس مصنفہ مسٹر گبن وادکلے)

عظمت دین بعد تعلیم — یہ دن تاریخ عالم میں کوئی معمولی دن نہ تھا۔ یہ دنیا کے اعتقادات میں ایک تغیر عظیم ڈالنے والا دن تھا۔ اب وہ دور شروع ہوتا ہے کہ ملک عرب جو زندگی کو موت پر ختم ہو جانا تصور کئے ہوئے تھا اور سزا و جزا کا قائل نہ تھا جس کی وجہ سے اُسے نہ نیک کاموں سے کوئی امید بہتری تھی اور نہ بُرے کاموں سے کوئی وجہ احتراز۔ اب زندگی بعد الموت کے مسئلہ کو قوت سے ماننے لگا اور ماننے لگا کہ اسکے جسم کی فنا روح کی فنا نہیں ہے اور ہر نیک و بد عمل کیواسطے جزا و سزا ہے بعض کوتاہ بین اعتراض کر سکتے ہیں کہ یہ کوئی قابل تعریف درجہ نہیں ہے کیونکہ نیکی کسی امید سے کرنا اور بدی کسی خوف کیوجہ سے پرہیز کرنا قابل تعریف امر نہیں مگر ان کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ انسان ایک دم ارتقا کے اعلیٰ درجہ پر نہیں پہنچ سکتا اسلیئے ضرورت تھی کہ فوری یا تدریجی طور پر خباثتوں سے بچانے کے لیئے بڑا خوف دلایا جائے اور اچھائیوں کا راستہ دکھانے کو اور اس پر عمل کرانے کو کچھ اعلیٰ لالچ دیا جاوے

جائیں جسکے بعد فطرت اپنا عمل کرنے لگےگی اور پھر کسی خوف یا لالچ کی ضرورت ہی باقی نہ رہے گی محمد عربی کی تعلیم و طریقہ تعلیم پر غور کرنے والا دیکھ سکتا ہے کہ بعاج بڑے بڑے مشکل اصول کو سہل ترین طریقہ پر سمجھایا گیا ہے جس میں سب سے زیادہ قوی عنصر توحید کلمہ ہے اول اس کا اقرار لیکر بعض عادات قبیحہ و افعال شنیعہ کے ترک کا عہد لیا جاتا تھا۔ زبانی لن ترانیوں کیخلاف عمل پر زیادہ زور دیا گیا۔ جزا و سزا کی تصویر بہشت و دوزخ کے مرقع میں ایسی کھینچی کہ ہر اچھے کام پر دلکش حوروں کی ہوش ربا تصویریں مسکراتی اور چشم نیم وا سے اشارے کرتی نظر آئیں صاف و شفاف نہریں لہراتی معلوم ہوں اگر عذاب کا خوف دلا گیا تو اس طرح کہ دوزخ کی آگ کے دہکتے ہوئے شعلے اور نا قابل برداشت تکلیفیں جسم انسانی میں عشرہ الدین سزا و جزا کے فلسفہ کے سمجھنے کی ہر شخص میں قابلیت نہ تھی۔ عرب صحرائی کے واسطے ان باریک مسائل کا سمجھنا آسان نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی باتیں مادی شکل میں دکھائی گئی ہیں اور اس سے بہتر اور کوئی صورت ان صحرائیوں کے اصلاح کی نہیں ہو سکتی تھی اور یہ کچھ ہادی عرب کا ہی اصول نہ تھا بلکہ پیشتر کے مذاہب میں بھی ان سے بڑھکر مادی دلچسپیاں دکھلائی دیتی ہیں محمد عربی دماغ و خیال انسانی کو سیدھا راستہ بتلانے اور عمل کرانے کو آیا تھا۔ اسکے الفاظ میں وہ قوت تھی کہ خونی صحرا نشین اسکے سادہ نرم و سچائی میں ڈوبے ہوئے فقرے سنکر بچہ کیطرح رو دیتے تھے۔ اور جسکو ان نکات کے سمجھنے کی قابل پایا اسکو بتا ہی دیا دیکھو اسکے اسی شاگرد رشید کا یہ لاجواب فقرہ کیا بتلا رہا ہے۔ "ما عبدتک خوفاً من نارک ولا طمعاً فی جنتک ولکن وجدتک اھلاً للعبادۃ فعبدتک" میں نے تیری عبادت جہنم کے خوف یا بہشت کے لالچ سے نہیں کی بلکہ تجھے عبادت کی لائق پایا پس عبادت کی۔ یہ ارتقا کی عالی منزل ہے یہ اسی ہادی کی معجز نما ہدایت و تعلیم کا اثر تھا کہ وہ قوم جو بقول سر ولیم میور باعتبار روحانیت خدا جانے کس قدر مدت سے بے حس پڑی ہوئی تھی ان میں اس تھوڑی مدت میں کیسے کیسے لوگ پیدا کر دیئے کہ ان میں "لو کشف الغطاء لما ازددت یقیناً" کہنے والے بھی نظر آتے ہیں۔ عرب کی جنگجو طبیعتوں کا صلح سے مبدل کر دینا اور ان میں اخوت پیدا کر دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ بت پرست بدوی صحرائی عرب کی زبان پر وحدانی حالت میں خدائے برحق کی یکتائی قایم کرنے والا "لا الہ الا اللہ" کا مختصر جملہ جاری ہو گیا اور اس غریب بے سر و سامان نبی کی ذات اور اس کی تعلیم نہ صرف عرب بلکہ اس سے باہر بھی ان قوموں کی ہادی ہو گئی جو اس اصول میں عرصہ سے بھٹکتی پھرتی تھیں یہاں پر طبیعت چاہتی ہے کہ مسٹر کارلائل کے بعض خیالات جو اس نے حضرت کے متعلق اپنے مضمون "ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ" میں ظاہر کئے ہیں اور مسٹر مارس کی تحریر ناظرین کی مزید دلچسپی کے لیئے لکھ دوں۔ یہ مشہور محقق لکھتا ہے کہ "محمد کو ہم یہ ہرگز خیال نہیں کر سکتے کہ وہ صرف ایک شعبدہ باز اور تہی باطن شخص تھے نہ ہم ان کو ایک حقیر جاہ

عبادت
بہتر

ظلب ورد یدہ و دانستہ منصوبہ گانٹھنے والا کہہ سکتے ہیں جو حجت پیغام اسنے دیا بہرحال وہ ایک سچا اور حقیقی پیغام تہا اگرچہ وہ غیر مرتب کلام تہا (یہ قرآن کیخلاف نزول ترتیب کیوجہ سے اس محقق کو کہنا پڑا) مگر اسکا مخرج وہی ہستی ہے کہ جس کی تہاہ کسی نے نہیں پائی۔ اس شخص کے نہ اقوال ہی جہوٹے تھے نہ اعمال خالی از صداقت نہ کسی کی نقل و تقلید تھی۔ حیات ابدی کا ایک نورانی وجود تہا جو قدرت کے وسیع سینہ سے دنیا کو منور کرنے نکلا تہا اور بے شبہ امر ربانی نہ تہا

مسٹر مارس کا — مارس صاحب لکھتے ہیں کہ "کوئی چیز عیسائیان روم کو اس ضلالت و غوایت کے قید خانہ سے نہیں نکال سکتی تھی جس میں وہ گر پڑے تھے بجز اس آواز کے جو سرزمین عرب میں غار حرا سے آئی اس آواز نے اعلاء کلمۃ اللہ دنیا میں کیا۔ جس سے یونانی انکار کرتے جاتے تھے اور اس پیرایہ میں کیا جس سے بہتر ممکن نہ تہا"۔

ابوطالب کو حیرت — بعد بعثت ایک روز حضرت مع اپنے شاگرد علی وا پنی مونس و ہمراز خدیجہ کے ایک گوشہ میں اس مخصوص طریقہ پر جو اب تک نہیں ذریعہ روح القدس تعلیم دیا گیا تہا عبادت الہی بجا لا رہے تھے۔ کہ اتفاقاً حضرت ابوطالب مع اپنے دوسرے فرزند کے آگئے اور دیکھا کہ بھتیجے کے ساتھ انکا بیٹا بھی ایک ایسے عمل میں مصروف ہے جس سے محویت عجز و حمد خدا تو ظاہر ہوتی ہے۔ مگر چونکہ طریقہ عبادت کا نیا تہا اُن کی سمجھ میں نہ آیا فارغ ہونے کے بعد اپنے فرزند سے پوچھا کہ "تیرا کیا مذہب ہے اور یہ تم کیا کر رہے تھے۔ اس کمسن پیدائشی موحد نے بے تامل جواب دیا کہ "میں ایمان لایا ہوں۔ خدا اور اسکے سچے پیغمبر محمد مصطفیٰ پر اور میں اسیکا پیرو ہوں اور یہ عبادت الہی تھی جو ہم کر رہے تھے" ابوطالب جواب سے خوش ہوئے اور طریقہ کو پسند کیا اور اپنے بیٹے سے کہا کہ اے فرزند اسی کی اطاعت کر کہ وہ تجھے نیکی کی طرف ہدایت کریگا۔ (تنقید الکلام) اور دوسرے بیٹے جعفر کو بھی اجازت پیروی و اتباع حضرت کی دیدی کہ وہ بھی مسلمان ہوگئے۔ یہ امر حضرت ابوطالب کے موحد ہونے اور حضرت کو سچا نبی سمجھنے پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ ورنہ بلا اس کے اپنے دو بیٹوں کو ہدایت پیروی نہ کرتے۔

سال سوم — اسکے بعد چند آدمی مثل ابو عبیدہ جراح وغیرہ کے جو ابوبکر کے زیر اثر تھے ایمان لائے اور مشرف باسلام ہوئے مثل ابوسلمہ مخزومی، عثمان بن مظعون، ارقم بن الارقم، عثمان بن عفان۔ زبیر بن عوام، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبداللہ۔ تین سال تک بروایتے پانچ سال تک حضرت بخوف مشرکین خفیہ طور پر دعوت اسلام فرماتے رہے کہ جس سے صرف پندرہ اور آدمی عمر بن عقبہ۔ خالد بن سعید۔ عمار بن یاسر معہ والدین۔ عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب۔ سعد بن نفیل۔ عتیق بن حدامہ۔ عبداللہ بن جحش اسدی۔ بلال۔ صہیب۔ خباب بن الارت۔ عبداللہ مسعود و عامر اس عرصہ میں ایمان لائے کہ یہ آیۃ فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین (جس امر کا تمہیں حکم دیا گیا ہے

پانچ سال — پندرہ مسلم

اوسکو ذرا حکم کے سنادو اور مشرکوں کی طرف سے منہ پھیرلو، نازل ہوئی اب حضرت نے علانیہ دعوت و تبلیغ شروع کردی اور آپ کبھی کوہ صفا پر اور کبھی مسجد الحرام میں حجر اسمعیل پر کھڑے ہو کر گروہ قریش کو مخاطب کر کے فرماتے تھے کہ اے گروہ قریش و ساکنان عرب میں تمکو وحدانیت خدا اور اپنی رسالت کیطرف بلاتا ہوں۔ اور تم سے کہتا ہوں کہ بتوں کی پرستش چھوڑ دو جو تمہارے بنائے ہوئے ہیں اور خدا وحدہ لا شریک کی عبادت کرو جو خالق و مالک حقیقی اور واجب الوجود ہے قریش انکا مذاق اڑاتے اور ہجو کرتے ایکروز ابولہب نے آپ کو دعوت دینے پر تبا لک کہا اور لوگوں سے کہا کہ اسکی بات مت سنو یہ مجنون ہو گیا ہے کہ آیہ "ن والقلم وما یسطرون وما انت بنعمۃ ربک بمجنون" اور بقولے "تبت یدا ابی لہب" نازل ہوئی، سب لوگ حضرت کو برا بھلا کہہ کر چلدیتے تھے کوئی غور سے حضرت کی بات کا سننا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ یہانتک کہ آپ کو انذر عشیرتک الاقربین کا حکم پہنچا۔ تب آپ نے اپنے فرمانبردار شاگرد علی کو حکم دیا کہ ایک صاع گندم لیکر کھانا تیار کراؤ اور ایک پائے گوسفند بریاں کراؤ اور ایک پیالہ دودھ کا لاؤ اور سب اقربا یعنی بنی ہاشم کو دعوت دو چنانچہ اس مطیع شاگرد نے تعمیل کی اور سب اہل خاندان معہ ابولہب ابوطالب حمزہ وغیرہ کے جمع ہوئے طعام کی مقدار قلیل کو دیکھکر ابولہب نے بطریق استہزا کہا کہ یہ کیا کھانا ہے جو ایک آدمی کو بھی کافی نہوگا۔ حضرت نے اس میں بسم اللہ کہکر ہاتھ ڈالا اور سب سے فرمایا کہ بسم اللہ کہو۔ سب نے سیر ہو کر کھانا اور کھانا بیچ رہا۔ تب ابولہب نے قبل اسکے کہ حضرت کچھ فرمائیں کہا کہ محمد نے جادو کر دیا ہے حضرت نے اس غم و غصہ میں کچھ نہ فرمایا اور سب اٹھکر چلے گئے۔ دوبارہ پھر اسیطرح دعوت کی گئی۔ اس مرتبہ حضرت نے بعد حمد و ثنائے الہی کے فرمایا۔ "اے فرزندان ہاشم مجھے گمان نہیں کہ عرب میں کوئی اور اس سے بہتر چیز تمہارے واسطے لایا ہو جو میں لایا ہوں میں تمہارے واسطے دنیا و آخرت کی بھلائیاں لایا ہوں۔ جواب دو کہ اگر میں تم سے کہوں کہ صبح یا شام کو دشمن تمہارے سر پر آیا چاہتا ہے تو تم میری بات کا یقین کروگے یا نہیں؟ سب نے جواب دیا کہ "بیشک ہم تمکو سچا جانتے ہیں"۔ فرمایا۔ سنو، کسی کا خیرخواہ اس سے جھوٹ نہیں کہتا مجھے خدائے برحق نے تمام عالم پر نبی بنایا ہے اور حکم دیا ہے کہ سب سے پہلے اپنے عزیزوں کو عذاب آخرت سے ڈراؤں۔ جانو اے فرزندان عبدالمطلب کہ خدا نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر یہ کہ کسی کو اسکے قرابت داروں میں سے اسکا وصی اور وارث بنایا ہو پس تم میں سے جو کوئی سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائیگا وہ میری امت میں میرا بھائی وزیر وصی اور خلیفہ ہوگا۔ مجھ میں اور اس میں وہی نسبت ہوگی جو موسیٰ کو ہارون سے تھی، جو کوئی میری بیعت اور دشمنوں کے مقابلہ میں نصرت کریگا اسے میں وصی اور خلیفہ بناؤنگا کہ میری جانب سے تبلیغ رسالت کرے اور بعد میرے میرے قرض کو ادا کرے اور میرے وعدہ کو عمل میں لاوے" (حیات القلوب) جو شخص خیر کار بدات

میں مدد کریگا وہ میرا خلیفہ و وصی ہوگا" (ابو الفدا) تم میں کون ہے جو مجھ پر ایمان لاوے اور اس کام میں میری مدد کرے وہ میرا بھائی۔ وصی و وزیر ہوگا اور اسکا اتباع سب پر لازم ہوگا (روضۃ الصفا)

حیرت انگیز

اب وہ بہادر نوجوان اور ضعیف بنی ہاشم کا مجمع جس میں کم سے کم چالیس[۴۰] اور زیادہ سے زیادہ اسّی کی تعداد میں تھے اس سوال پر دم بخود ہے ایک غیر معمولی سناٹا ہے جو اس مجمع پر چھایا ہوا ہے عجب نہیں کہ ان میں سے بعض کی نظروں میں بڑے بتوں کی محبت اور خود انکے واہمہ جو جزو عادت ہو گئے تھے بصورت انحراف مہیب شکلیں دکھا کر انکے لبوں پر مہر سکوت لگائے ہوئے ہوں اور بعض اپنی وضعداری کے دفعتاً ترک کو غیر معمولی قربانی سمجھتے ہونگے۔ سوال بھی معمولی سوال نہ تھا۔ پرانے جمے ہوئے عقیدے کا یک لخت توڑ دینا آسان کام نہ تھا اس حیرت انگیز سکوت سے رسول کو غالباً مایوسی ہو گئی ہوگی کہ میرے عزیز اقارب میں سے کوئی میری مدد نہ کریگا۔

مگر نہیں! دیکھیے اس مجمع میں ایک پختہ رنگ میانہ قد نوجوان۔ بقول مسٹر گبن "اس حیرت و شک کی حقارت آمیز خاموشی کو برداشت نہ کر سکا"۔ اور اپنے مضبوط پیروں پر کھڑا ہو گیا۔ رسول کی آنکھیں اور کان اس ابھرنے والے چودہ[۱۴] یا سولہ[۱۶] برس کے نوجوان کی طرف پیارے اٹھیں جو بلا اثر رعب مجمع کے پُر جوش الفاظ میں کہتا ہے کہ:۔ "جس شرط سے آپ حکم دیں میں بیعت کرتا ہوں" (حیات القلوب) "یا رسول اللہ میں آپکے دشمنوں کو نیزہ سے جواب دونگا ان کی آنکھیں پھوڑ ڈالونگا (ابو الفدا) وڈ کلائیں اینڈ فال ... "ابھی کمسن تھا کہ اسنے نبی کے کام میں شرکت کر کے شہرت حاصل کی جس نے اسکے عوض میں اپنا ولیعہد بنایا اور بیٹی دی" (انسائیکلو پیڈیا) آخر یہ کون نوجوان تھا۔ یہ وہی پرورش و تربیت کیا ہوا شاگرد علی تھا۔ رسول کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں پیار سے پشت پہ ہاتھ پھیر کر ارشاد ہوتا ہے ٹھہرو شاید تم سے زیادہ عمر والے کھڑے ہوں۔ مگر تین مرتبہ یہی نوجوان کھڑا ہوتا ہے اب آخر میں رسول فرماتے ہیں۔ "ایھا الناس میرا وصی و خلیفہ ہے" (حیات القلوب) اب بھی مجمع بنی ہاشم خاموش ہے مگر پھر یہ نوجوان بڑھتا ہے اور کہتا ہے "اے نبی اللہ میں ان پر آپ کا وزیر ہونگا۔ اب رسول نے علی کی گردن پر ہاتھ رکھکر فرمایا تمہاری جماعت میں میرا بھائی اور وصی اور خلیفہ ہے اس کی بات مانو اور اسکی اطاعت واجب جانو (تمدن اسلام) مسٹر ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن میں یوں لکھا ہے:۔

مسٹر ڈیڈ

"تم میں سے کون میرے بوجھ کے اٹھانے میں مدد دیگا کون میرا وصی اور وزیر ہوگا جسطرح ہارون موسیٰ کے وصی تھے مجمع حیرت سے گونگا ہو گیا اور کسی نے اس خطرناک کام کے وعدہ کو قبول کرنے میں جرأت نہ کی یہانتک کہ نوجوان اور بہادر علی محمد کے ابن عم یہ کہتے ہوئے کھڑے ہوئے کہ یا رسول اللہ میں مدد کرونگا ... یا رسول اللہ اسکے اوپر میں آپ کا وزیر ہونگا

اس کریم النفس نوجوان کو بغلگیر کرکے اور سینے سے لگاکر محمدؐ نے کہا کہ میرے بھائی اور وزیر کو دیکھ لو"۔ (ڈیون پورٹ پالو جی ٹم)
یہ پہلا اعلان خلافت علیؑ کا تھا جو زبان رسالتؐ سے صادر ہوا۔ اس سے زیادہ اور کیا صاف صریح نص کی خلافت علیؑ کے
واسطے ضرورت رہتی ہے۔

مسٹر کارلائل کی عبارت بھی ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی جو لکھتے ہیں:۔ "سب کے شبہ اور خاموشی کے عالم میں نوجوان علیؑ جو اس وقت تک ۱۶ برس کا لڑکا تھا اس خاموشی سے بےچین ہو کر کھڑا ہوگیا اور سخت پُرجوش الفاظ میں کہا کہ ہم مدد کرینگے۔ وہ مجمع جس میں علیؑ کا باپ ابوطالب بھی تھا محمدؐ کا دشمن نہیں ہو سکتا تھا مگر تاہم سب لوگوں کو ایک ادھیڑ عمر کے ان پڑھ (امی) کا ترجمہ کیا ہے) آدمی اور ایک ۱۶ برس کے لڑکے کا فیصلہ کرنے کا منظر کہ وہ دونوں ملکر تمام دنیا کے خیالات کے برخلاف کوشش کرینگے ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی اور تمام مجمع قہقہہ لگاکر منتشر ہوگیا۔ مگر ثابت ہوگیا کہ یہ ہنسنے کی لائق بات نہ تھی بلکہ بہت گہری تھی۔ یہ نوجوان علیؑ ایسا شخص تھا کہ سبکو بجز اسکو پسند کرنے کے مفر نہیں ایک شریفانہ مزاج مخلوق جیسا کہ وہ اپنے کو اس وقت اور اسکے بعد دکھاتا ہے۔ محبت سے بھرا ہوا شجاعانہ شان والا شیر کا سا بہادر۔ مگر باوجود اسکے اس میں ایسی نرمی۔ سچائی اور محبت تھی جیسی ایک کرسچین نائیٹ کے شایان ہے یہاں دل چاہتا ہے کہ مسٹر گبن وادکلے کی اصل عبارت انگریزی کا ترجمہ ناظرین کی مزید دلچسپی کے لئے لکھدوں۔ جو حسب ذیل ہے:

محمدؐ نے مجمع سے کہا کہ۔ دوستو! اور عزیزو! میں تمہارے واسطے دنیا اور آخرت کے نہایت ہی بیش قیمت تحائف اور خزانے پیش کرتا ہوں اور میں ہی صرف آپکو پیش کر سکتا ہوں۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمکو اس کی عبادت کی طرف بلاؤں۔ تم میں کون میرے بوجھ کو سنبھالے گا (یعنی بٹائیگا)؟ تم میں کون میرا مصاحب اور میرا وزیر ہوگا؟ اسکا کچھ جواب کسی نے نہ دیا یہانتک کہ اس حیرت۔ بشبہ اور حقارت کی خاموشی کو آخر کار ایک چودہ سال کی عمر کے نوجوان علیؑ کی بیقرارانہ جرأت و بہادری نے توڑا۔ یا رسول اللہ میں وہ شخص ہوں کہ جو شخص آپ کے خلاف کھڑا ہوگا (مقابلہ کریگا) میں اسکے دانت توڑ ڈالونگا اس کی آنکھیں پھوڑ ڈالونگا۔ ٹانگیں توڑ ڈالونگا اور اسکا پیٹ پھوڑ ڈالونگا یا نبی اللہ میں آپکا وزیر آپ پر ہونگا محمدؐ نے اس ہدیہ کو نہایت درجہ کی خوشی کے ساتھ منظور کیا اور ابوطالب سے اپنے بیٹے کی اعلیٰ حکومت شان کا اتباع کرنے کا طعن آمیز مضحکہ کیا گیا (ڈیکلائن اینڈ فال آف رومن امپائر)

وہ لوگ جواب تک قالب بیجان بنے ہوئے بیٹھے تھے ہنستے ہوئے اور ابوطالب سے بطور استہزا یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ ابوطالب اپنے بیٹے کی باتیں سن اور اسکی اطاعت کر اب وہ تجھ پر حاکم ہوگا۔

اب کہاں ہیں وہ متعصب مورخ و مصنف جو اسلام کو ایک مذہب مادیت و شہوت پرست ساختہ محمدؐ بتلاتے ہیں۔ بغور

دیکھیں کہ کیا اس اصل دعوت و تبلیغ میں سوائے حقانیت و روحانیت کے اعلیٰ اصول کے کوئی شائبہ بھی دنیویت یا نفسانیت کا ہے؟ اور کیا ایسی تعلیم ایک ایسے بے یار و مددگار کیطرف سے جسکے خاص کنبہ اور گھر والے بھی اسکے ساتھی نہوں بلا عطاء ربانی و تعلیم الہامی کے ایسی فضا میں جہاں سوائے بت پرستی و شرک کے کوئی فرد بھی خدائے یگانہ کا نام لینے والی نہو ممکن ہو سکتی ہے؟

اور کہاں ہیں وہ محقق جو خوبی اصول اسلامی و تعلیم رسول یزدانی کے بالآخر قائل تو ہوئے مگر تعصب سے اسکو عیسائیت کی ایک شکل و بحیرا و دیگر مسیحی راہبوں کی تعلیم کا نتیجہ بتلا دیا وہ دیکھیں کہ کہاں موجودہ عیسائیت کی شرک آمیز تثلیث اور کہاں اسلام کی یکتا تعلیم وحدانیت۔ زمین و آسمان کا فرق ہے ایکو دایرہ شرک و کفر میں ایسی کامل وحدانیت و حقیقت کی تعلیم خود بتلاتی ہے کہ یہ براہ راست واجب الوجود وحدہ لاشریک کی بھیجی ہوئی ہے! اپنے مزید اطمینان کے واسطے وہ مسٹر کارلایل و مارس خود اپنے بیانئے محققین کی رائے و تحقیق کو دیکھ لیں جو پہلے درج ہو چکے ہیں؛

الغرض بر سر مطلب۔ بنی ہاشم کے اسطرح آنحضرت کے چلے جانے سے حضرت کو گونہ مایوسی ہوئی مگر بموجب حکم الٰہی بدستور علانیہ تبلیغ فرماتے رہے جس سے تمامی مشرکین کی حضرت سے دشمنی روز بروز زیادہ ہونے لگی؛

زمانہ گذرتا گیا کچھ لوگ مگر بہت قلیل تعداد میں حلقہ اسلام میں آتے گئے اور ساتھ ہی اسکے اسیقدر دشمنوں کی تعداد و سختی میں بھی اضافہ ہوتا گیا اشرار قریش بالخصوص ابولہب و عتبہ جو حضرت سے بے انتہا حسد و عداوت رکھنے لگے تھے بوجہ حمایت و رعب ابوطالب حضرت کو جانی نقصان تو پہنچانے کی ہمت نہ کر سکتے تھے مگر آپ کو اور جو لوگ مسلمان ہوتے تھے انکو طرح طرح کی جسمانی و روحانی تکالیف پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ اول ابوطالب کے پاس آ کر کہا گیا کہ محمد سے کہو کہ اگر اسکو روپیہ کی ضرورت ہو تو ہم اسکے واسطے آپس میں چندہ کر کے معقول دولت جمع کر دیں اگر کسی حسین عورت کی ضرورت ہو شریف سے شریف خاندان کی حسین لڑکی اسکو دلوا دیں اگر سرداری چاہتا ہو تو ہم سب اسکی اطاعت قبول کر لیں مگر وہ اپنے اس تبلیغ سے باز رہے! ابوطالب نے پیام قریش حضرت کو پہنچایا مگر یہ بے نفس ہادی ان تمام چیزوں کو حقارت کی نظر سے رد کرتا ہے اور اسوقت بھی انکو اطاعت خدا اور اقرار رسالت کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ چیزیں میری نظر میں کچھ وقعت نہیں رکھتیں میں جس کام پر منجانب اللہ مامور ہوا ہوں اسکو ترک نہیں کر سکتا؛

اب مشرکین نے جسمانی تکالیف پہنچانی شروع کر دیں آپ کو برا بھلا کہا جاتا ہے کہیں بچوں سے تالیاں پٹوائی جاتی ہیں راستہ چلتے پتھر مارے جاتے ہیں کوڑا و نجس اشیاء آپ کے سر و جسم پر ڈالدیا جاتا ہے راستہ میں کانٹے ڈالے جاتے ہیں مگر یہ خدا کا رسول ہر تکلیف پر شکر کرتا ہے اور صبر و تحمل سے سب کو برداشت کرتا ہے بجائے شکایت کے تکلیف پہنچانے والے کے واسطے دعا مانگی جاتی ہے کہ الٰہی یہ جاہل ہیں انکو راہ راست کی ہدایت کرنا۔ اپنی تکلیف و انکو ہدایت کے جوش میں بالکل

بھلا دیا ہے۔ آیات قرآنی امتحاناً حضرت سے سُنی جاتی ہیں خوبی کو تسلیم بھی کیا جاتا ہے مگر جادو بتلا کر رد کر دی جاتی ہیں معجزات طلب کئے جاتے ہیں۔ اور دیکھتے پر سحر کہکر رسول کے دلکو تکلیف دیجاتی ہے مگر یہ صابر و مستقل ہادی خلق کسی تکلیف و ناکامی سے مایوسی کو اپنے پاس آنے نہیں دیتا۔ وہ برابر تبلیغ دین الٰہی میں جسپر مامور ہوا ہے مصروف ہے ۔

اکثر تبہ ولید بن مغیرہ و عتبہ بن ربیعہ جو مشہور شعراء و سخن شناس تھے مرسلہ قریش خدمت حضور میں آتے ہیں آیات قرآنی کو سنکر عالم حیرت میں آجاتے ہیں مگر اسپر بھی ایمان نہیں لاتے ۔

اب اس پرورش کردۂ [illegible] علیؑ کی قوت روحانی کے ساتھ قوت جسمانی کا بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے جب اسکو طغیان قریش کی ایذا رسانی کی خبر ملی تو حضرت سے خواہش ظاہر کی کہ جب آپ گھر سے باہر جایا کریں تو مجھکو ساتھ لے لیا کریں چنانچہ ایک روز حضور کہیں تشریف لیجا رہے تھے علیؑ ساتھ تھے لڑکے حسب معمول سنگ افگنی کرنے لگے۔ علیؑ نے دو ایک کو زمین پر دے ٹپکا وہ یہ کہتے ہوئے بھاگے کہ قصم سنا علیؑ (ہمکو علیؑ نے زخمی کیا) اس روز سے علیؑ کا نام قصم ہو گیا اور اسیوجہ سے جنگ احد میں جب آپ مقابل طلحہ بن ابی طلحہ کے گئے تھے تو اُسنے کہا تھا کہ "میں تجھے پہچانتا ہوں اے قصم" ۔

عکاظ اور ذوالمجاز کے میلوں میں بھی آپ جا کر جوش ہدایت میں تبلیغ و وعظ فرمایا کرتے اکثر تبہ زمانہ حج میں کوہ صفا پر آپنے دین کیطرف لوگوں کو دعوت دی۔ گروہ نے دشمنی کیصورت اختیار کی یہاں سے مروہ پر تشریف لے گئے مگر مشرکین وہاں بھی پہنچے اور پتھروں سے حملہ کی نوبت آگئی روئے مبارک زخمی بھی ہو گیا۔ کوہ ابوقبیس پر چلے گئے وہاں بھی منغص ہوا اس کی خبر علیؑ کو ہوئی تو بیتابانہ دوڑے ہوئے گئے شام ہو گئی تھی تاریکی شب میں حضرت کو گھر کو لائے مشرکین کو معلوم ہوا گھر پر آکر ہجوم کیا اور گھر کے اندر پتھر برسانا شروع کئے یہاں بھی علیؑ سپر بنے ہوئے تھے آخر اس حلیم نبی نے اُنہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ اے قریش تمکو شرم نہیں آتی کہ نجیب بن عورت کے گھر پر پتھر پھینکتے ہو اسپر انکو شرم آئی اور واپس گئے ۔

بعض اصحاب نے حضرت سے کفار کے ظلم کی شکایت کر کے انکے واسطے بددعا کی درخواست کی مگر اس رحمۃ للعالمین نے اس درخواست پر اظہار ناراضی فرما کر ارشاد کیا "میں بددعا دینے اور عذاب نازل کرانے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ میں عالم کے لیے رحمت کر کے بھیجا گیا ہوں۔ یہ لوگ نادانی سے ایسا کرتے ہیں۔ تمکو بھی صبر کرنا چاہیئے ۔

جب کفار نے دیکھا کہ باوجود ان کی ایذا رسانیوں کے بھی آپ کار تبلیغ سے باز نہیں آتے اور کچھ نہ کچھ آدمی مسلمان ہوتے جاتے ہیں۔ تو جمع ہو کر ابوطالب کے پاس آئے اور کہا کہ محمدؐ ہمارے خداؤں اور بزرگوں کے علانیہ برا کہنے سے باز نہیں آتے انکو روکو ورنہ انکو ہمارے حوالے کر دو کہ انکو اپنے خداؤں کی جنکو وہ برا کہتے ہیں حوالہ کر دیں وہاں فیصلہ ہو جائیگا ابوطالب نے بوجہ تالیف قریش حضرت کو سمجھایا کہ اس سے باز رہیں مگر اس خدا پر بھروسہ کرنیوالے نے نہایت جزم و استقلال سے

جواب دیا کہ اگر آفتاب میرے ایک ہاتھ پر رکھدیا جائے اور ماہتاب دوسرے ہاتھ پر تو بھی میں اس کام سے جسکے واسطے مبعوث و مامور ہوا ہوں ہرگز باز نہ رہونگا۔ تب حضرت ابوطالبؑ نے اُن سے کہدیا کہ میں مجبور ہوں محمدؐ کسیطرح مانتا ہی نہیں اور یہ میں جانتا ہوں کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اسکو تمہارے حوالے کردوں جسپر وہ لوگ غصہ میں اُٹھ چلے گئے۔ یہ قول ابوطالب کا کہ محمدؐ اپنے دعوے میں جھوٹا نہیں کیا تصدیق رسالت نہیں ہے؟

اب کفار نے ایک دوسری صورت مشورہ کرکے نکالی کہ عمارہ پسر ولید کو جو نہایت حسین و جمیل تہا حضرت ابوطالب کے پاس بہیجا کہ اسکو بجائے محمدؐ کے اپنی پرورش میں رکہیں اور محمدؐ کو اُنکے حوالے کردیں۔ حضرت ابوطالبؑ نے جواب دیا کہ کیا خوب انصاف ہے کہ میں اپنے بیٹے کو تو تمکو دیدوں کہ تم اسکو قتل کر دو اور تمہارے بیٹے کو لیکر اسکی پرورش کروں یہ ہرگز نہیں ہوسکتا تب کفار نے حضرت کی ایذا رسانی میں اور شدت شروع کردی لیکن بوجہ حفاظت ابوطالبؑ کے کہ وہ حضرت کی حفاظت و حمایت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتے تھے مشرکین حضرت پر قابو نہیں پا سکتے تھے ۔

اس سچے ہمدردی نے جب دیکھا کہ اشرار مکہ کی زیادتیاں اور مظالم اُن پر اور انکے متبع اصحاب پر حد سے زیادہ بڑہتی جاتی ہیں اپنی جان کی زیادہ پرواہ نہ کرکے اصحاب کو حکم دیدیا کہ ایک ایک دو دو کرکے پوشیدہ طور پر مکہ سے حبشہ چلے جائیں جہاں کا بادشاہ اصحمہ بن ابجر نجاشی تہا جو نصفت و رحمدلی میں مشہور تہا چنانچہ گیارہ مرد اور چار عورتیں حسب ذیل ہجرت کرکے شاہ حبشہ کی پناہ میں چلے گئے۔ عثمان معہ زوجہ رقیہ۔ وزبیر بن عبداللہ پسران مسعود و عبدالرحمن بن عوف ابوحذیفہ معہ اپنی زوجہ سہلہ مصعب بن عمیر ابوسلمہ بن عبدالاسد معہ اپنی زوجہ ام سلمہ دختر ابوامیہ عثمان بن مظعون۔ عامر بن ربیعہ معہ زوجہ خود لیلہ بنت ابوخثیمہ۔ حاطب بن عمرو سہیل بن بیضا۔ یہ لوگ قریب دو ماہ شعبان و رمضان کے وہاں رہکر حبشہ سے مکہ واپس چلے آئے۔ مگر بخوف مشرکین انہیں سے ہر ایک نے مکہ میں ایک ایک واقف کار یا عزیز کی پناہ لیلی سوائے عبداللہ بن مسعود کے جو پھر حبشہ کو واپس چلے گئے ۔

لیکن مشرکین کے ظلم کی زیادتی ہوئی تو پھر حضرتؐ نے جعفر بن ابوطالب کے ہمراہ بہتر و بروایتے بیاسی مرد اور گیارہ عورتوں کا مجمع حبشہ کو بہیجدیا کہ تا اصلاح مشرکین یا حصول قوت کافی وہیں رہیں اسمرتبہ حضرتؐ نے شاہ حبشہ کے نام ایک خط دعوت اسلام اور ان لوگوں کو اپنے پناہ میں رکہنے کی سفارش کا بھی انہیں کے ہاتھ بہیجا تہا جس میں اپنے نئے دین کے متعلق جن جامع و صاف لفظوں میں دعوت دی تھی اور اس کی خوبیوں کا اظہار کیا تھا وہ اس ہادی کی کامل صداقت کا بہترین ثبوت تھا اسیکے ساتھ حضرت ابوطالب سردار قریش نے بھی سفارش میں ایک خط لکھ کر دیا تھا جسکا کل مضمون نہ مل سکا مگر حیات القلوب میں انکے چند اشعار کا ترجمہ خالی از دلچسپی نہیں ہے جس سے ابوطالبؑ کے عقیدہ پر کسیقدر روشنی

پڑتی ہے۔ ہمچو اشعار:۔ "جان تو اے شاہ حبشہ کہ محمد پیغمبر ہے مانند موسیٰ اور مسیح پسر مریم کے اور جانب خدا سے ہدایت لایا ہے جیسے وہ لائے تھے تم اسکا وصف اپنی کتابوں میں پاتے ہو گے پس برائے خدا شرک کو ترک کرو۔ راہ حق روشن ہے۔ تاریک نہیں ہے" اب وہ لوگ جو ابوطالب کے اسلام وایمان کے قائل نہیں دیکھیں کہ اس سے زیادہ اور کیا ایمان و اسلام ہو سکتا ہے؟ مہاجرین خط لیکر حبشہ گئے۔ نجاشی نے خط پڑھا اور ان لوگوں کو اپنی قلمرو میں قیام کی اجازت دیدی مضمون دعوت کے متعلق غور میں رہا۔ داخلہ دربار کیوقت جعفر سے حسب قاعدہ سلاطین سجدہ کرنے کو کہا گیا اس بہادر خاندان کے سچے پیرو اسلام نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ ہم لوگ مسلمان ہیں ہماری پیشانیاں سوائے خدائے یگانہ کے اور کسیکے واسطے سجدہ میں نہیں جھک سکتیں جس سے شاہ حبشہ کے دل میں بجائے تکدر عظمت اسلام قایم ہوگئی۔ اللہ رے ہادی برحق کی تعلیم کے بے نظیر اثر!!

بہر حال جب مشرکین کو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد انکے ہاتھ سے نکلکر حبشہ چلی گئی تو انہوں نے عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید کو شاہ حبشہ کے واسطے کچھ تحائف دیکر اسکے پاس بھیجا کہ مفرورین یعنی مہاجرین کو واپس دیدے عمرو بن عاص اپنی زوجہ کو بھی ساتھ لیگیا تھا عمارہ ایک حسین جوان تھا راستہ میں ان دونوں میں عمرو کی زوجہ کی بابت کشتی میں بحالت شراب خواری نزاع ہوا عمارہ نے عمرو عاص کو کشتی سے پھینک دیا مگر وہ کشتی کے تختہ کو پکڑ لینے اور اور آدمیوں کی امداد سے بچ گیا۔ یہ دونوں حبشہ پہنچکر دربار نجاشی میں حاضر ہوئے۔ اور تحائف پیش کئے اور عرض کیا کہ ہم میں سے ایک جماعت ہمارے دین سے باغی ہو کر تیری پناہ میں آ گئی ہے انکو ہمارے حوالے کر دے۔ نجاشی نے کہا کہ ٹھہرو میں انکو طلب کرتا ہوں ان سے دریافت کرونگا کہ وہ کیا کہتے ہیں کیونکہ نہیں ہو سکتا ہے کہ جو میری پناہ میں آگیا ہے اسکو بلا تحقیق نکالدوں۔ چنانچہ نجاشی نے مہاجرین کو طلب کیا۔ اور صورت حال ظاہر کی۔ گروہ مہاجرین میں سے مشہور باپ کے بیٹے جعفر بن ابوطالب سرگروہ قافلہ نے جو سب سے زیادہ فصیح تھے کہا کہ اے امیر ان سے دریافت کر کہ "کیا ہم لوگ غلام ہیں"؟ سفیران قریش نے فوراً کہا کہ "نہیں بلکہ بزرگان واشراف قریش سے ہیں" "تو پھر کیا ہم ان میں سے کسی کے قرضدار ہیں؟ جواب ملا کہ یہ امر بھی نہیں ہے۔ اب سوال فرمایا کہ آیا ہم نے کسی کا خون کیا ہے؟ عمرو نے کہا کہ "یہ بھی نہیں" اب جعفر نے کہا کہ اے امیر جب ان باتوں میں سے کوئی نہیں تو پھر کس استحقاق سے یہ ہمکو واپس لیجانیکے حقدار ہو سکتے ہیں۔ نجاشی اس معقول تقریر پر متاثر ہوا۔ سفیروں کیطرف سے کوئی جواب نہو سکا۔ نجاشی نے مہاجرین سے اصل وجہ دریافت کی حضرت جعفر نے کہا کہ ہم نے دین خدا اختیار کیا ہے اور پیغمبر آخر الزمان محمد مصطفےٰ کی رسالت پر ایمان لائے ہیں جنکا حکم ہے کہ کسی کو خدا کا شریک نہ سمجھو اور اسکو وحدہ لاشریک جانو اور اسی کی عبادت کرو۔ یہ لوگ

ہم پر ظلم کرتے ہیں جس سے بچنے کو ہم تیری پناہ میں آ گئے ہیں اور حضور پُر نور کے اوصاف و تعلیمات ایسے ولولہ خیز الفاظ میں بیان کئے کہ نجاشی کو قرآن منزل کے سننے کا اشتیاق ہوا اور خواہش کی جعفرؓ نے سورۂ ”کھیعص“ سنائی جس سے نجاشی اور اہل دربار بہت متاثر ہوئے اور سفیران قریش کے ہدایا واپس کر دیئے ۔

سفیران قریش کی چال

عمرو بن عاص و عمارہ نے یہ دیکھکر کہ اسطرح کامیابی نہوئی دوسری مکر کی چال اختیار کی کہ نجاشی کو برہم کرنیکو اس سے کہاکہ یہ لوگ تیرے دین کے بھی خلاف ہیں اور حضرت عیسےٰ کو بھی برا کہتے ہیں تاکہ وہ غضب میں آ کر انکی واپسی کا حکم دیدے نجاشی نے مسلمانوں سے دریافت کیا کہ حضرت عیسےٰ کی بابت تم کیا کہتے ہو؟ حضرت جعفرؓ نے کہاکہ ”ھو عبد اللہ و رسولہ و کلمۃ القھا الی مریم“ اور سورہ مریم نہایت خوش الحانی سے پڑھکر سنائی یہانتک کہ جب حضرت جعفرؓ اس مقام تک پہنچے کہ ”وھزی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیک رطبا جنیا فکلی واشربی وقری عینا“ تو نجاشی اور تمام اہل دربار پر حالت گریہ طاری ہوگئی اور بہت روئے۔ نجاشی کے زبان سے فوراً نکلا کہ مرحبا تمہارے اور تمہارے پیغمبر پر حضرت عیسےٰ کے متعلق اس سے بہتر کوئی عقیدہ صحیح نہیں ہو سکتا وہ ضرور پیغمبر آخر الزماں معلوم ہوتے ہیں جن کی بشارت حضرت عیسےٰ نے بھی دی ہے ۔

فرستادگان دربار سے نکالے گئے

فرستادگان قریش کو نہایت ذلت کے ساتھ دربار سے باہر کرا دیا اور مسلمانوں کو وعدہ امان و حفاظت کر کے رخصت کر دیا۔ یہ قافلہ مہاجرین بعد ہجرت حضور پُر نور و بعد صلح حدیبیہ کے حضرت کے بلانے پر مدینہ گیا تہا اور عین بعد فتح خیبر خدمت حضور میں پہنچا تہا۔ اثنا قیام حبشہ میں حضرت جعفرؓ کے یہاں بطن اسما بنت عمیس سے عبد اللہ بن جعفرؓ پیدا ہوئے اور عبید اللہ بن جحش کا حبشہ میں ہی انتقال ہوگیا جس کی زوجہ ام حبیبہ دختر ابو سفیان حضرت کے عقد میں آئیں جنکا ذکر آگے آئیگا۔

ولادت باسعادت ... بروز جمعہ ۲۰ ... سنہ پنجم

اسی سال یعنی سال پنجم بعثت میں بروز جمعہ ۲۰ جمادی الثانی کو جناب خدیجۃ الکبرےٰ کے بطن سے خلاصہ اولاد نبوی۔ سیدہ نساء العالمین۔ افتخار مریم و سارا بتول عذرا صدیقہ کبرےٰ جناب فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی ولادت باسعادت ہوئی جنکا وجود ذیجود دنیا و تاریخ اسلام کیا تاریخ عالم میں خاص خصوصیت رکھتا ہے کیونکہ اسی مخدومہ کے ذریعہ سے نسل پیغمبر آخر الزمان آجتک عالم میں موجود ہے۔ اسی طاہرہ و مطہرہ کی عصمت و طہارت۔ زہد و اتقا۔ سخاوت و عبادت۔ حلم و کرم۔ صبر و توکل کی بے انتہا نظیریں موجود ہیں۔ جزو کثیر قرآن پاک کا ان کی شان و اوصاف میں رطب اللسان ہے یہی وہ پیاری بیٹی رسول کی ہیں جس کی تعظیم کو خود رسول اللہ کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ اور یہی وہ لخت جگر حضرت کی ہے کہ جسکا عقد حضرت نے بحکم ربانی اپنے ابن عم شاگرد رشید علی ابن ابی طالب کے ساتھ کیا اسی مخدومہ کے صدف بطن سے دو گوہر آبدار رسالت جناب حسنؑ و حسینؑ علیہما السلام آفتاب و ماہتاب امامت ہو کر چمکے اور اسی کی نسل سے انوار امامت و ہدایت اب تک عالم اسلام کو روشن

دستور کرتے رہیں یہی وہ پارہ جگر رسول کی ہے جس کی نسبت ارشاد ہوتا تھا فاطمۃ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی" اور جسکے فرزند اصغر قدیہ راہ خدا حسین شہید کربلا نے اپنی اور اپنے کنبہ کی جانیں قربان کرکے کشتی دین اسلام کو ڈوبنے سے بچایا اور اپنے پیارے نانا کی زبان سے "حسین منی وانا من الحسین" کا تمغہ پایا جس کی وجہ سے اس معصومہ کی کنیت ام ابیہا یعنی باپ کی ماں ہوئی لیکن اسی سال یاسر پدر و سمیہ مادر عمار یاسر کو جو مسلمان ہو گئے تھے مشرکین مکہ نے شکنجہ میں کھینچ دیا تھا اور سخت تکلیف دیتے تھے۔ ابوجہل ملعون نے بضرب نیزہ انکو شہید کیا اور یہ اول شہید اسلام میں ہیں خود عمار سے بھی کفار نے زبردستی کچھ ایسے کلمات کہلا کر انکا پیچھا چھوڑا تھا جو کفر کے تھے جنکو عمار نے انکے مظالم سے مجبور ہوکر صرف زبان سے ادا کردیا تھا مگر دل انکا نور ایمان سے مملو تھا۔ بعد کو لوگوں نے عمار کے ان کلمات کے کہنے کی شکایت بھی کی مگر حضور نے فرمایا کہ عمار کا دل ایمان سے پر ہے اسکو اسحالت میں ایسا ہی کرنا چاہئے تھا کیا یہ تقیہ کی ہدایت نہ تھی؟!

ششم بعثت
حضرت حمزہ

اس سال حضرت حمزہ عم بزرگوار حضرت جو عرب میں پہلوان مشہور تھے ایمان لائے جنکا واقعہ بروایت روضۃ الصفا یہ ہوا کہ حضرت ایک روز نواح کوہ صفا میں بیٹھے تبلیغ فرماتے تھے کہ ابوجہل نے نہایت سخت کلمات ناشائستہ حضرت کی شان میں کہے حضرت نے حسب عادت صبر فرمایا۔ ایک کنیز عبداللہ بن عدنان کی ان باتوں کو سنتی تھی حضرت حمزہ شکار سے واپس آکر حسب عادت طواف خانہ کعبہ کو گئے تھے اس عورت نے از راہ تاسف ظلم ابوجہل و صبر حضرت کا واقعہ حمزہ سے بیان کیا۔ حمزہ کو بوجہ تعلق خونی و غیرت خاندانی جوش آیا اور اسی وقت بحالت غضب ابوجہل پر چڑھ گئے اور اس کی حرکت ناشائستہ پر سات ضرب ایسے ماریں کہ اسکا سر پھٹ گیا اور بروایت کلینی ابن شہر آشوب واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ باشارہ ابوجہل عقبہ بن ابی معد نے اونٹ کی اوجھ لاکر حضرت کی پیٹھ پر ڈالدی اس صابر نبی نے اسپر بھی صبر کیا اور بعد ختم نماز گھر کو واپس جارہے تھے۔ کہ اثناء راہ میں حضرت حمزہ ملے اور حضرت کے حال کو دیکھکر دریافت کیا تو کیا بیچین کرنے والا فقرہ ارشاد ہوتا ہے "اے چچا چھوڑ دو اس شخص کو جسکا نہ کوئی چچا ہے نہ ماں باپ ہیں نہ عزیز نہ قریب نہ کوئی یار نہ مددگار" حضرت حمزہ کے بہادر دل میں اس کلام سے ایسا جوش پیدا ہوا کہ غصہ میں تلوار لے کر گئے اور اور جاتے ہی ابوجہل کو پکڑ کے زمین پر دے مارا لوگ جمع ہو گئے اسکو چھڑا دیا اور اسپر حضرت حمزہ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا تم بھی دین محمد پر ہو گئے ہو حضرت حمزہ نے اسوقت تو غصہ میں کہدیا کہ "ہاں" اور بعد کو حضرت کے پاس آکر کلمۂ شہادت بصدق دل پڑھکر مشرف باسلام ہوئے۔ اور عیاشی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ نے اوجھ مذکور پشت مبارک سے علیحدہ کی تھی جس سے یہ واقعہ آخر سال قیام مکہ کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت فاطمہ کی پیدائش پانچویں سال بعثت کے ہوئی ہے بہرحال حضور کو اسلام حضرت حمزہ سے بیحد مسرت ہوئی کیونکہ وہ شجاع عرب مشہور تھے ان کی

بہادری کیوجہ سے کفار کے دل شکستہ ہوگئے اور حضرت کو بہت اطمینان اور اسلام کو بھی تقویت حاصل ہوئی۔

اسلام عمر

اسی سال عمر ابن خطاب مسلمان ہوئے یہ وہ بزرگ ہیں جن کی بدولت اسلام میں تغیر خیز کیفیات رونما ہوئیں اور جو اپنے تدبر سے بعد حضرت کے دوسرے نمبر کی حکومت اسلامی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے انکے اسلام لانے کی کیفیت بالکل تاریخ اہلسنت سے ہی ہدیہ ناظرین کیجاتی ہے تاکہ الزام تعصب سے بریت ہے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ عمر بن خطاب جو بعد ازاں فاروق مشہور ہوے ایک نہایت زشت خو اور تند مزاج مشہور تھے۔ ابوجہل نے انسے کہا کہ محمدؐ ہمارے خداؤں کو برا اور ہمارے بزرگوں کو دوزخی کہتے ہیں جو شخص انکو قتل کردے میں اسکو ایکہزار ناقہ احمر و ہزار اوقیہ سونا و بروایتے سو شتر و ہزار اوقیہ نقرہ اسکے صلہ میں دونگا عمر بن خطاب نے اس سے اس وعدہ کے ایفا کی قسم لی اور تلوار لیکر حضرت کے قتل کیواسطے چلدیئے۔ راستہ میں سعد ابن ابی وقاص نکلے اور پوچھا کہ کہاں جاتے ہو جواب دیا گیا کہ محمدؐ کے قتل کرنے کو سعد نے کہا کہ تم ہرگز انکے قتل پر قادر نہو سکوگے۔ یہ بزرگ اپنے غصہ میں ان کی طرف ہی متوجہ ہوگئے رد و قدح ہوئی سعد بھی آمادہ مقابلہ ہوگئے اور طعن سے کہا کہ اول اپنی بہن اور بہنوئی کو تو قتل کرو جو مسلمان ہوگئے ہیں۔ عمر نے کہا کہ اسکا کیا ثبوت ہے؟ سعد نے کہا ایک ثبوت تو یہی ہے کہ وہ تمہارے ہاتھ کا ذبیحہ ہرگز نہ کھاینگے عمر غصہ میں سعد کو چھوڑکر اپنی بہن کے گھر آئے جا جانچ پر قول سعد کی تصدیق ہوئی بہنوئی کو زمین پر پٹک کر سینہ پر چڑھ بیٹھے ان کی ہمشیر نے اپنے شوہر کو بچانا چاہا تو اسکے ایک ضرب ماری جس سے اس بیچاری کا سر پھٹ گیا خون نکل آیا اب اسکو بھی غصہ آگیا وہ بھی انہیں کی بہن تھی غصہ میں کہا کہ تو جو کچھ چاہے کر ہم ضرور مسلمان ہوگئے ہیں اور ہرگز اپنے دین سے نہ پھرینگے۔ عمر کو ہمشیر کا خون دیکھکر کچھ پشیمانی ہوئی اور انکو چھوڑکر حضرت کے قتل کے واسطے آئے یہاں حضرت کے حجرہ کا دروازہ بند تھا بعض اصحاب مثل حمزہ وغیرہ کے موجود تھے۔ زور سے دستک دی۔ دروازہ کہولا گیا۔ عمر کو دست بہ شمشیر دیکھکر حضرت حمزہ و دیگر اصحاب موجودین آمادہ مقابلہ ہوئے حضرت اقدس نبوی نے خود آنکھکر بازو عمر کا زور سے پکڑکر فرمایا کہ اگر تو براہ صلح آیا ہے تو کہہ کر تیرا ہاتھ چھوڑ دوں اور اگر براہ جنگ آیا ہے تو ابھی تیرا مغز نکال دونگا۔ گرفت حضرت سے جو نہایت سخت تھی مجبور ہوکر رسالت وارزاں کہا کہ مجھے چھوڑ دیجئے میں مسلمان ہوتا ہوں حضور نے چھوڑ دیا۔ اور کلمہ طیبہ تلقین فرمایا اور تکبیر کہی اور سب لوگ طواف خانہ کعبہ کو آئے (روضۃ الصفا) اسکے بعد باوجود ممانعت حضرت کے انکے بغرض شہرت اپنے اسلام کو ڈھنڈورہ ظاہر کرتے پھرنے اور قریش کے انپر نامہذب شدائد کرنے کے حالات پرلطف ہیں جو بنظر اختصار ترک کئے جاتے ہیں۔

قبولی اسلام پر سرسری نظر

اب ناظرین انکے اسلام و تصدیق کی نسبت خود رائے قایم فرمالیں کہ کہانتک یہ قبولی اسلام بالقلب ہوسکتی یا کہی جاسکتی ہے اور اسکو کہانتک استحکام کا درجہ حاصل ہوسکتا ہے؟ جبکی نظیریں و مزید حالات آئندہ آئینگے۔

سال ہفتم تا دہم بعثت محصوری حضرت بہ شعب ابوطالب

بعثت کو چھ سال سے زیادہ زمانہ گذر گیا۔ مشرکین قریش نے دیکھا کہ اب دین محمدؐ کو تقویت ہوتی جاتی ہے اور دائرہ اسلام وسیع ہوتا جاتا ہے انکی آتش بغض و عناد اور زیادہ مشتعل ہوئی اور مجموعی قوت سے ابوطالب کو چیلنج دیا کہ محمدؐ کو روکو یا ہمارے حوالہ کرو ورنہ محاربہ و مقابلہ کیواسطے آمادہ ہو جاؤ۔ ابوطالبؑ نے حضرت کو بلا کر پیغام قریش سنایا اور بطور صلاح حضرت کو رائے دی کہ علانیہ طعن و تشنیع معبودان قریش سے باز رہیں ایسا نہو کہ جہالت قریش سے کوئی حادثہ ہو جائے مگر اس اپنے ارادہ کے پختہ اور فرائض منصبی کی پابندی نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ "اے عم نامدار میں جو کچھ کرتا ہوں بحکم خدا کرتا ہوں اگر آپ کو میری حمایت میں کچھ اندیشہ یا پس و پیش ہو تو رہنے دیجیے میرا خدا میرا حافظ ہے" اور اسیکی حفاظت کافی ہے" ابوطالبؑ اس خدا کی ذات پر کامل بھروسہ کرنیوالے بھتیجہ کو جب ایسا استوار پایا تو آپ کو اطمینان دلایا کہ تم اپنا کام کئے جاؤ جب تک میں زندہ ہوں کسی کی مجال نہیں ہو سکتی کہ تمکو ضرر پہنچا سکے ۔:

جب کفار نے ابوطالب کی یہ حمایت دیکھی تو وہ تمام بنی ہاشم کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور باہم اتفاق کر لیا کہ بنی ہاشم سے تمام تعلقات مناکحت و معاشرت و تجارت ترک کر دیئے جائیں اور جسکو جہاں موقع ملے محمدؐ کو قتل کر دے حضرت ابوطالب کو ان اخبار کے سننے سے اپنے بھتیجے کی عزیز جان کا خطرہ ہو گیا۔ تو بنی مطلب کے قریب ۴۰ آدمیوں کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ رائے قرار پائی کہ سب بنی ہاشم معہ حضرت کے مکہ سے کچھ دنو کو ہٹ کر درہ شعب ابوطالب میں چلے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت کو لیجا کر شعب مذکور میں پوشیدہ رکھا گیا۔:

قریش نے یہ دیکھکر آپس میں ایک شیقہ تحریر کیا جسمیں مذکورہ بالا امور و عہد درج کر کے تمام اشراف مکہ کے دستخط کرا کر اسکو در کعبہ پر لٹکا دیا۔ اور ابوجہل و عاص بن وائل۔ نضر بن حارث و عقبہ بن ابی معد تمام دوکانداران و قوافل کو روکتے تھے کہ بنی ہاشم میں کسی کے ہاتھ کوئی خوردنی و پوشیدنی شے فروخت نہ کی جاوے اور ایسا معلوم ہونے پر اس دوکاندار کو بھی آزار پہونچایا جاتا تھا۔ بنی ہاشم شعب میں بطور محصورین کے تھے۔ بخوف جان شعب سے باہر نہ آسکتے تھے نہ کھانے پینے کی اشیا انکو دستیاب ہوتی تھیں ۔:

کیا ابوطالبؑ نے اس انتقال مقامی پر اپنے فرض حفاظت کو تمام کر دیا تھا۔ نہیں بلکہ اب پہلے سے بہت زیادہ احتیاط ملحوظ ہو گئی تھی۔ دن میں اپنی اولاد میں سے کسی نہ کسی کو حضرت کی حفاظت و نگرانی پر مامور رکھتے۔ رات کو ایک جگہ کبھی نہ سلاتے کچھ وقفہ کے بعد رسول کو اس جگہ سے جہاں تھوڑی دیر رہے تھے ہٹا کر اپنے فرزند علیؑ کو وہاں چھوڑ دیتے اور خود حضرت کی

قریش کی ... گفتگو

... تی ابوطالب

... ریش کی باہمی ...

... مہ قریش

... احتیاط

محافظت میں رہتے تاکہ اگر دشمن پہلی جگہ خبر پاکر پہنچ بھی جاوے تو بھتیجہ محفوظ رہے اور بیٹا قربان ہوجائے۔ (حیات القلوب)

لیکن ان سختیوں نے رسول کو اپنے فرض سے باز رکھا نہ ابوطالب بنی ہاشم کو رسول کی حفاظت سے۔ موسم عمرہ یعنی رجب و زمانہ حج یعنی ذی الحجہ میں جنہیں جدال و قتال بکریں زمانہ جاہلیت سے حرام سمجھا جاتا تھا۔ یہ بیچارے محصورین شعب سے نکلتے تھے اور چھپا چوری کچھ اشیا خوردنی وغیرہ لیجاتے تھے اور اسی زمانہ میں حضرت بھی باہر آکر دعوت اسلام دیتے تھے۔ مال خدیجہ سے کفالت ہوتی گر قلت اغذیہ سے سخت مصائب و تکالیف ان محصورین پر گذرے چار سال تک و بروایتے تین سال بقولے دو سال تک یہ مصائب رہے متواتر فاقوں کے مارے سب کی بُری حالت تھی۔ گویا قریب المرگ تھے ۔

بالآخر ہشام بن عمرو بن الحارث۔ زبیر بن امیہ مخزومی معطم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف ابوالبختری۔ بن اسود بن مطلب بن عبدالعزی۔ پانچ آدمیوں کو از روئے حمیت عرب محصورین کی حالت پر ترس آیا اور ان پانچوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ افسوس ہم تو آسائش سے بسر کریں اور ہمارے اعمام بنی ہاشم ایسی مصیبت میں رہیں اور طے کیا کہ اس پیمان کو توڑ دینا چاہیے کیونکہ ہم نے ایسے مظالم پر ہرگز رضامندی نہیں دی تھی اور وثیقہ کو چاک کردینا چاہیے اور یہ بھی طے کیا کہ صبحکو قریش کا جلسہ کرکے یہ امر ختم کرنا چاہیے ۔

یہاں شعب میں حضرت کو وحی ہوئی کہ وثیقہ میں بجز نام اللہ کے باقی تمام مضمون کو دیمک نے کھالیا ہے کچھ باقی نہیں رہا حضور نے یہ امر حضرت ابوطالب سے ظاہر کیا۔ صبحکو ابوطالب یہ خبر لیکر قریش کے پاس کو روانہ ہوئے۔ وہاں صبحکو اشخاص مذکورہ بالا نے قریش کا جلسہ جمع کیا تھا جس میں تقریر شروع ہوئی۔ زبیر نے ابتدا کی :-

زبیر" اے اہل مکہ کیا تم اسکو روا رکھتے ہو کہ تم سب چین سے رہو اور عیال و اطفال بنی ہاشم بھوک پیاس سے مرجائیں ہم نے ہرگز ایسے پیمان وثیقہ پر رضامندی کے دستخط نہیں کئے تھے اسکو اب چاک کردینا چاہیئے "

باقی چاروں اشخاص مذکورہ بالا نے زبیر کی تائید و موافقت کی۔ ابوجہل لعین البتہ مخالف ہوا کہ اتنے میں ابوطالب مع چند ہمراہیان کے پہنچے۔ سب نے جانا کہ شاید مصائب سے تنگ آکر محمد کو حوالہ کردینے پر آمادگی ظاہر کرنے آئے ہیں مگر حضرت ابوطالب نے پہنچکر سب کو مخاطب کرکے کہا کہ اے گروہ قریش محمد نے مجھے خبر دی ہے کہ اسکو بذریعہ وحی خبر دی گئی ہے کہ تمہارے وثیقہ کو دیمک کھاگئی اس میں سوائے اللہ کے نام کے اور کچھ باقی نہیں رہا ہے۔ تم اپنے وثیقہ کو دیکھو اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ محمد نے بیان کیا ہے تو تمکو درگذر کرنا چاہیئے اور اگر اس کی بات غلط ہوگی تو میں اسکو تمہارے حوالہ کردونگا (ابوطالب کو کسقدر یقین و اطمینان حضرت کی بات کے سچے ہونیکا تھا) سب نے کہا کہ یہ انصاف کی بات

سختیوں سے اثر

مشرکین کا جوش میں

شعب کا وحی

جلسہ زبیر

وحی رسول سچی نکلی

ہے چنانچہ وثیقہ اتار کر دیکھا گیا تو ویسا ہی پایا گیا جیسا کہ حضرت نے خبر دی تھی۔ یہ دیکھکر سب خاموش اور شرمندہ ہوئے مگر ابوجہل پھر بھی مخالف رہا۔ تب سب لوگ ایک مجمع کیساتھ جا کر حضرت ابوطالب حضرت کو معہ تمام محصورین کے شعب سے نکر میں لے آئے۔ یہ اخراج شعب سویں سال بعثت میں ہوا ۔

مجھے تعجب و حیرت ہے کہ ان مصائب رسول میں میری مشتاق آنکھوں کو تواریخ اہلسنت میں بھی کسی جگہ ان مخلص مصاحبین کا جو آگے چلکر مستحق خلافت رسول قرار پائے کہیں جلوہ دکہائی نہیں دیا کہ آیا وہ بزرگوار جو کو مشرف باسلام تو ہو چکے ہیں اور اُنہیں سے ایک سابق الاسلام بھی کہے جاتے ہیں آخر ہیں کہاں ؟ ہجرت حبشہ میں نہیں گئے محصوری شعب میں سوائے بنی ہاشم کے اور کسی کی شرکت نہیں معلوم ہوتی کسی اور موقع سخت و نازک میں ان کی حضرت کے ساتھ باوجود قول و قوت شرکت معیت نہیں پائی جاتی۔ ان مشکلات و خطروں میں بھی سوائے علی کے کوئی دوسرا شریک حال و سینہ سپر رسول کا نہیں پایا جاتا۔ تو پھر کیا منجاب مشرکین قریش ان بزرگواروں پر کچھ سختی و مصائب نہیں تھے ؟ اور کیوں نہیں تھے ؟ ناظرین خود تلاش کر لینگے۔ یہ امور ہماری حدود تالیف سے باہر ہیں۔ لہذا آگے بڑہتے ہیں ۔

یہ زمانہ رسولؐ و اصحاب رسول پر کیسا گذرا اور گذر رہا تہا اسکے متعلق سر ولیم میور کی عبارت ذیل قابل توجہ ہے :۔

پیغمبر اسلام اسطرح سے اعدا کے نرغہ میں گھرے ہوئے تھے اور فتح مبین کے منتظر تھے اور ظاہرا بے یار و مددگار تھے اور انکے اصحاب کا چھوٹا سا گروہ گویا شیر کے مُنہ میں تہا تاہم آپکو اُس قادر مطلق پر بھروسہ تہا جسکا رسول وہ اپنے تئیں سمجھتے تھے اور آپکے پائے ثبات میں یک سر مو لغزش نہ ہوتی تھی۔ غرض اس عالم مصیبت و تنہائی میں آپ ایسے عالی مرتبہ اور جلیل الشان معلوم ہوتے ہیں کہ کتب مقدسہ سماویہ میں آپ کا عدیل و نظیر کوئی نہیں دکھائی دیتا ۔

اسی سال میں عاص بن وائل سہمی، اسود بن المطلب، اسود بن یغوث، ولید بن مغیرہ، حارث بن قیس الطلاطلہ جو سخت دشمنان رسول تھے یکے بعد دیگرے ہلاک ہو گئے ۔

مخلصی شعب سے دو ماہ کے بعد اور بقول "تمدن اسلام" و "ابن خلدون" ہجرت نبوی سے تین برس قبل حضرت ابوطالب مرض سخت میں مبتلا ہوئے۔ آپ نے اپنی حالت مایوسی دیکھکر بنی ہاشم کو جمع کیا اور بہت سے نصائح و وصایا فرمائے بالخصوص آنحضرت کی بابت حسب عبارت روضۃ الصفا فرمایا کہ "وصیت میکنم شمارا بمتابعت و معاونت محمد کہ امین قریش و صدیق عرب است و وے بامرے آمدہ است کہ جنان قبول آن کردہ و قلب بصدق آں مایل شدہ و زبان بآں گواہی دادہ است" اب غور فرمائیے حضرات جو قائل ایمان ابوطالب نہیں ہیں کہ اس سے زیادہ اور کیا تصدیق بالقلب و اقرار باللسان ہو سکتا ہے ؟ قریب وقت نزع ابوطالب حضور پر نور سرہانے تشریف لے گئے اور انسے کلمات شہادت ادا کرنیکی فرمایش کی تو ابوطالب

...ثر کی تحقیق

...بز مطالعہ

...ہ رسول کی تعلق

...مورخ کا قول

...ن دشمنان اسلام

ابوطالب

ابوطالب کی

بعمر

نے کہا کہ قسم بخدا اگر اندیشہ ملامت و طعنۂ قریش کا نہ ہوتا جو یہ کہینگے کہ ابوطالب موت کے خوف سے ایمان لے آئے تو میں ضرور اسکو کہہ لیتا اُسوقت حال آپکا متغیر ہو گیا، زبان کو مُنہ میں حرکت دیتے تھے اور کچھ کہتے تھے حضرت عباس نے کان مُنہ کے پاس لگایا اور پیغمبرؐ جناب سے کہا کہ وہ وہی کلمہ کہہ رہے ہیں جسکا تُم نے حکم دیا تھا (روضۃ الصفا) اب ظاہر ہے کہ حضرت عباس اُسوقت تک ایمان نہ لائے تھے لہٰذا انکا اُسوقت کا یہ قول جو خود انکے اُسوقت کے عقائد کے خلاف پڑتا تھا کسیطرح غلط مانا نہیں جا سکتا کیونکہ وہ تو فطرتاً اپنے عقیدے کے خلاف بات سنکر اسکو مخفی کر دیتے نہ کہ بلا واقعہ ظاہر کرتے۔ علاوہ بریں محمد اسحٰق کہ اکابر مورخین و اہل سیر سے ہے اُسنے روایت کی ہے کہ جب رسولِ خدا نے تلقین کلمۂ شہادت کی کی تھی تو ابوطالبؑ نے اوّل تو بالاعلان کہنے کا اقرار کیا مگر آخر میں آہستہ کہا چنانچہ عباس نے سنا مگر باوجود اسکے اہلسنت والجماعت و بعضے معتزلہ کے نزدیک یہ قول مقبول نہیں کیونکہ اعتقاد انکے اکثر محدثین کا یہ ہے کہ آیۂ "ما کان للنبی ... الخ" ابوطالب کی نسبت نازل ہوئی اور بہت سے علماء اہلسنت کے روایات کے بھی خلاف ہے جو کہتے ہیں کہ آیۂ "انک لا تھدی ... الخ" شان میں ابوطالبؑ کے نازل ہوئی لیکن افسوس ہے اُن عقول پر جو منکر ایمان ابوطالب ہیں کیونکہ اوّل تو جب مسلمہ عقل و نقل ہے کہ نور رسالت سوائے اصلاب طاہرہ و ارحام مطہرہ کے اور کہیں نہیں رہ سکتا اور موافق فرمان رسول کہ "انا و علی من نور واحد" نور علیؑ کے واسطے بھی ویسے ہی طیب صلب میں رہنا لازمی ہوا۔ دوسرے حضرت ابوطالبؑ کا آخری اقرار اور اس سے قبل کے اقوال و قصائد کلامیہ و مدحیہ جو متعدد و مشہور ہیں۔ کمال معرفت و تصدیق آنحضرتؐ پر دلالت کرتے ہیں اور اکثر میں آپکے متعلق ایسی پیشین گوئیاں بھی ہیں جو بعد کو سچی ثابت ہوئیں کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ جو شخص اسطرح سے تصدیق کرے اور دوسروں کو یہاں تک کہ اپنی اولاد کو بھی اتباع کی ہدایت کرے، اپنی اولاد اور جان سے زیادہ عزیز رکھے آپ کی وجہ سے دشمنوں کے تیر کھائے خواب و خور اپنے اوپر حرام کرے مگر جاں نثاری سے باز نہ آئے۔ آپ کے دین کو خیر الادیان بتلائے اپنے بیٹوں کو مطیع و متبع بنائے وہ خود ایمان نہ لایا ہو۔ اور کیا ممکن ہے کہ حضرت ایک مشرک کیواسطے استغفار کرتے اور طلب جزائے خیر کرتے
(مزید تشفی کے لیے دیکھو اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب)

وفات ابوطالب

چنانچہ حضرت ابوطالبؑ اسی مرض میں بتاریخ ۲۶ رجب سنہ ۱۰ سال دہم بعثت کو بروایتے آخر سال دہم میں وفات پائی امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ نے بحکم و ہدایت رسول غسل و کفن کر کے دفن کیا حضور پرنور نے بقول روضۃ الصفا خود مشایعت جنازہ کی فرمائی اور انکے واسطے استغفار کیا اور دعا دی کہ آپنے میری حمایت و حفاظت میں صلہ رحم کیا خدا جزائے خیر دے۔ اس حامی و محافظ کے انتقال سے جو صدمہ حضرتؐ کو ہوا وہ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ ابوطالب کی جانفشانیوں اور محبت کو ہمیشہ یاد فرما کر آبدیدہ ہو جاتے تھے اور اپنی ہر مصیبت و عروج کیوقت ابوطالب کو یاد فرمایا کرتے تھے۔ یہ قول بعض مورخین اہلسنت کا کہ حضرتؐ نے وقت وفات ابوطالب کے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا کہ "لا تصل" یعنے نماز جنازہ نہ پڑھو قطعاً غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ نماز جنازہ

اسوقت تکہ واجب ہی نہوئی تھی پہر ممانعت کی کیا ضرورت ہوتی ۔

حضرت عبدالمطلب نے تو اپنے پوتے کو ابوطالب کی سپرد کیا تہا۔ کیا ابن امین رسول نے بہی آپکو کسی کے سپرد کیا ؟ کیا اور ضرور کیا اپنے دو بیٹوں کو آپ پر اپنی جان قربان کرنیکو چھوڑ دیا۔ علیؑ نے رسول کی حفاظت مین اپنے باپ کی سرگرمی دیکہی تھی۔ جانتے تھے کہ وہ ہمیں خطرہ کے موقع پر رسول کی حفاظت کے کام مین لاتے تھے۔ علیؑ اگرچہ خود ذاتی حقوق سے آپکی حفاظت پر مستعد تھے مگر اب باپ کے انتقال پر فطرتاً اور زیادہ سرگرمی کا خیال پیدا ہو گیا ہوگا۔ اور یہی وجہ تھی کہ ابوطالب کے اس فرزند نے ہر مشکل موقعہ پر رسول کا ساتھ دیا اور حفاظت کی ۔

خدیجہ
انتقال

وفات ابوطالب کے تین روز و بروایتے ۳۵ روز کے بعد ایک اور حادثۂ عظیم حضرت پر واقع ہوا کہ حضرت کی وہ پچیس سال کی مونس و رفیق بی بی جنابہ علیہ خدیجۃ الکبریٰ نے جسنے کہ اپنی تمام دولت حضرت پر قربان کردی اور حضرت کے تمام مصائب و تکالیف میں شریک و دلسوز رہی۔ جسنے اُسوقت حضرت کی امداد کی جب کوئی مدد کرنے والا نہ تہا۔ جسنے اسوقت تصدیق حضرت کی کی جب کوئی تصدیق کرنے والا نہ تہا اور جس نے حضرت کے عشق و محبت میں اپنی عیش کی زندگی کو خاک میں ملا دیا تہا۔ اپنی پیاری بیٹی فاطمہ کو جس کی عمر ابہی پانچ برس کی تھی حضرت کے کنار عاطفت میں بغرض پرورش چھوڑ کر دنیا سے رحلت فرمائی "انا للہ وانا الیہ راجعون"۔ ان دونوں حادثوں سے غم کا کوہ عظیم حضرت پر ٹوٹ پڑا۔ آپکے رنج و قلق کی یہ کیفیت تھی کہ باہر نکلنے کو حضرت کی طبیعت نہ چاہتی تھی۔ نکلنا کم کردیا تہا۔ کیونکہ یہی دونوں آپ کے سچے غمگسار مصائب کے شریک و تنہائی کے رفیق تھے اسی وجہ سے اس سال کو عام الحزن کہتے ہیں عمر شریف ان مرحومہ کی وقت رحلت ۶۵ سال کی ہوئی۔ اور حجون مکہ میں دفن ہوئیں۔ خود حضور نے حضرت خدیجہ کو قبر میں اُتارا اور دفن کیا۔ اب پرورش و تربیت حضرت فاطمہ زہرا کی بالکل حضور پر نور کے ذمہ ہو گئی ۔

سلام

بعد وفات ابوطالب کے شدت قریش حضرت پر بلائے عظیم ہو گئی اور سوا حضرت علیؑ کے جو ابہی نوعمر تھے کوئی ایسا یار و مددگار نہ تہا کہ مظالم قریش سے محفوظ رکہ سکتا۔ اندرون خانہ کی مونس تنہائی حضرت خدیجہ بہی ساتھ چھوڑ گئیں اب حضرت مکہ میں پنہاں بننے لگے۔ زیادہ تر درہ حرا میں مخفی رہتے یا وادی کوہ حجون میں۔ مکہ خاص میں بوجہ سخت مخالفت قریش امید کامیابی نہ دیکہکر حضرت نے بالآخر مضافات میں جاکر تبلیغ کرنیکا ارادہ کیا اور اپنے رفیق غلام زید کو ساتھ لیکر اول آپ قبیلہ بنی بکر وائل کے پاس گئے اور انکو دعوت اسلام دی کسی نے قبول اسلام نہ کیا وہاں سے ایک دوسرے قبیلہ کیطرف تشریف لے گئے اول تو وہ آپ کی نصرت پر آمادہ ہوئے مگر پہر منحرف ہو گئے۔ وہاں سے طائف تشریف لے گئے یہاں پر دس روز قیام کیا اور دعوت اسلام کی مگر بسبب شدت جہالت کسی نے اسلام قبول نہ کیا بلکہ قبیلہ ثقیف کے روساء میں سے تین بہائی عبد یالیل و

خبیب و مسعود پسران عمرو بن عمیر نے اشرار کو بہکا کر حضرت پر پتھر برسوائے جس سے زید کا تو سر پھٹ گیا اور حضرتؐ کے بھی ساق ہائے مبارک زخمی ہوئے۔ وہاں سے واپسی میں حضرت دم لینے کے طور پر ایک باغ میں جو عتبہ و شیبہ کا تھا جو دشمنان میں سے تھے بیٹھ گئے اور خدا سے دعائے نصرت فرماتے تھے۔ مالکان باغ بھی اتفاق سے اس روز موجود تھے۔ انہیں دیکھکر حضرت کو کسیقدر اندیشہ ہوا مگر انہوں نے یہ حال خستگی حضرت کا معلوم کر کے اپنے ایک غلام نصرانی عداس نامی کی معرفت کچھ انگور حضرت کے پاس بھجوائے حضرتؐ نے بسم اللہ کہکر تناول فرمانا شروع کیا۔ غلام مذکور بسم اللہ سنکر حضرتؐ سے دریافت کیا کہ یہ آپ نے کیا کہا۔ میں نے اس ملک میں سوائے تمہارے خدا کا نام کسی سے نہیں سنا۔ حضرتؐ بعد سمجھانے اصول عقاید اسلام کے اس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے اس نے کہا وہ نینوی نصرانی ہے حضرت نے فرمایا کہ تو بندہ صالح یونس بن متی کے قریہ کا رہنے والا ہے۔ اس نے استعجاب سے پوچھا کہ آپ یونس کو کیا جانیں تب حضرت نے فرمایا کہ وہ میرے بھائی تھے وہ بھی خدا کے پیغمبر تھے اور میں بھی خدا کا رسول ہوں۔ عداس یہ سنکر حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور ایمان لایا ؂

طایف سے واپس ہو کر حضور ایک شب وادی نخلہ میں مقیم رہے جہاں کے متعلق روایات ہیں کہ ایک گروہ جنوں کا مشرف باسلام ہوا۔ یہاں معلوم ہوا کہ اشرار مکہ پھر آمادہ آزار حضرت ہیں۔ حضرت نے کوہ حرا پر مقام کیا اور قریش میں سے ایک شخص کو جو مسلمان ہو گیا تھا اخنس بن شریک کے پاس بھیجا کہ وہ حضرت کو بغرض ادائے عمرہ اپنی پناہ میں لیلے مگر اسنے بوجہ مخالفت قریش اسکو منظور نہ کیا۔ پھر سہیل بن عمر کے پاس بھیجا اس نے بھی قبول نہ کیا پھر مطعم بن عدی کے پاس بھیجا اسنے محض زمانہ عمرہ کے واسطے منظور کر لیا چنانچہ حضرت اسکے یہاں مکہ میں آگئے اور بحفاظت ملازمان مطعم ارکان عمرہ بجالائے۔ ابوجہل نے اس پر بھی حضرت کو ہلاک کرنا چاہا تھا مگر محافظان مطعم نے باز رکھا۔ اسموقعہ پر بھی حضرتؐ نے تبلیغ کو نہ چھوڑا مگر بوجہ مخالفت اہل مکہ کوئی کامیابی نہ ہوئی ؂

اسی سال حسب رائے خولہ بنت اسد حضرتؐ نے عائشہ بنت ابوبکر سے عقد کیا جو اسوقت صرف ۶ سال کی تھیں بوجہ صغر سنی زفاف موقوف رہا اور تین سال بعد مدینہ پہنچکر ہوا۔ حضرتؐ نے سودہ دختر زمعہ کے ساتھ عقد کر کے زفاف کیا یہ سودہ پیشتر زوجہ سکران بن عمر کی تھی جو مسلمان ہو کر حبشہ ہجرت کر گئے تھے اور وہاں انکے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس عمر میں عائشہ کے عقد کے اسباب و روایات پر لطف ہیں مگر میرے موضوع کے خلاف ہیں تاہم تاریخ آیندہ تبلائے گی کہ اس عقد میں کیا پولیٹکل مصلحت تھی ورنہ جبیر ابن مطعم کے لڑکے سے منگنی چھڑا کر یہاں نہ کی جاتی۔ انکا مہر بھی خلاف دیگر ازواج رسول کے صرف اسباب خانہ داری پر جو قیمتی پچاس درہم مساوی بارہ روپیہ سکہ انگریزی کے ہوتا ہے مقرر ہوا تھا جس کمی مہر کی وجہ سے اس عقد پر عقد متعہ کا شبہ کیا جاتا ہے۔ بوجہ لال گون رنگ رخسار انکا لقب حمیرا مشہور ہوا ؂

واپسی کوہ طائف

عقد حضرتؐ با عائشہ

سال یازدہم بعثت معراج شریف

۱۷ رمضان سال یازدہم بعثت میں واقعہ معراج حضرت کا ہوا۔ یہ واقعہ بھی مثل نزول وحی و معجزات وغیرہ کے اسکل اختلافی ہو گیا ہے اور بظاہر عقول مادی و اسبابی کے لیئے یہ بھی حیرت انگیز کہ ایک انسان جسم مادی کیساتھ کسطرح عالم ملکوت یا لاہوت کیطرف صعود کر سکتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اسلام میں بھی بعض مادہ پرست فرقے اپنی کج عقلی کیوجہ سے حضرت کی محض روحانی معراج کے ہی قائل ہو کر رہ گئے اور معراج جسمانی سے انکار کر گئے۔ حالانکہ اگر وہ ذرا اس بات پر غور کر لیتے کہ آپکا جسم اطہر مادی تہا یا نوری تو یہ دشواری حل ہو جاتی۔ علاوہ ثبوت نقلی کے جو حضور کے اقوال "اول ما خلق اللہ نوری" یا "انا و علی من نور واحد" یا اسی قسم کی اور بہت سی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے ایک بین ثبوت جو سب کے مشاہدہ میں آیا ہوا تہا یہ تہا کہ آپکے جسم کا سایہ نہ تہا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جسم مبارک کو مادہ کثیفہ سے کچھ تعلق و علاقہ نہ تہا۔ ورنہ ضرور حاجب انوار ہو کر مستلزم سایہ کا ہوتا۔ سایہ نہونا کافی دلیل نورانیت کی ہے جس کے صعود میں کوئی محل اشتباہ نہیں رہتا۔ جو لوگ الفاظ "مثلکم" یا "منکم" یا اسی قسم کے اور الفاظ سے آپ کے جسم کو مادیت کا خلعت پنہاتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ کیونکہ ان سے مراد صورت ہے نہ کہ خلقت یا حقیقت۔

دوسرے رسائی قرب قدس الہی جو مقصود معراج ہے اسکے واسطے صعود کی کیا ضرورت تھی اسکے واسطے بلندی و پستی مقامی کیسی۔ پہر فلسفہ و ہیئت قدیمہ کے لحاظ سے بھی بوجود گی قاسر ہر شے اپنے حیز کو چہوڑ سکتی ہے اور یہاں قاسر براق موجود تہا۔ فلسفہ جدیدہ کی رو سے کشش کی کمی و زیادتی ایک مادہ کی دوسرے مادہ کیطرف نقل و حرکت و جذب کا باعث ہوتی ہے پس اگر عالم لاہوت کی روح مجرد کی کشش نے آپ کی روح کو اپنی طرف کہینچ لیا اور روح جسم کو بہی چاہے وہ مادہ ہی کا کیوں نہو اپنے ساتھ لے گئی تو تعجب کی کیا بات ہے کیونکہ ہم روزمرہ دیکھتے ہیں کہ ذرا سی برقی یا دخانی قوت ہزاروں مادی اشیا کو اپنے ساتھ کہینچ لیجاتی ہے اس پر تو اتنا تعجب نہیں ہوتا اور حضرت کی قوت روحانی کے جو در اصل ایک قوت برقی ہی ہے جسم کو اپنے ساتھ لیجانے میں شکوک پیدا ہوتے ہیں حالانکہ وہ جسم جسم مادی بھی نہیں ہے ایسی عقول و انکی کمزوریاں قابل افسوس ہیں۔

فلسفہ جدیدہ کے ماننے والے حضرت عیسیٰ و حضرت ادریس کے صعود جسمانی سے اول منکر ہوں تب انکو آنحضرت کے صعود سے بھی انکار کا موقعہ ملسکتا ہے۔ تعجب ہے کہ عقیدہ اہل ہنود میں محض ریاضت کنندگان کا زندہ عالم قدس میں پہنچ جانا اور اعتقاد یہود و نصاریٰ میں حضرت ادریس و عیسیٰ کا زندہ عالم بالا میں جانا۔ مذہب مجوس میں زردشت کو معراج جسمانی

ہونا خلاف قیاس نہو مگر حضرت کی معراج جسمانی خلاف قیاس سمجھی جاوے۔ باوجودیکہ زمانہ موجودہ کے محققین پر پورے
طور سے روشن ہے کہ انسان میں جو قوت برقی یعنی روح ہے اسکے تزکیہ و ترقی دینے سے انسان صدہا ایسے کام کرنے پر قادر
ہوجاتا ہے کہ جو مادیت سے قطعی ناممکن معلوم ہوتے ہیں لہذا ان مسلمانوں پر افسوس ہے جو آنحضرت کے کمال تزکیہ روحانی و خلقت
نورانی کے قائل ہوتے ہوئے بھی آپ کی معراج جسمانی کو خلاف قیاس سمجھکر اسکے منکر ہوتے ہیں اب میں استدلالی راستہ کو
چھوڑکر جو میرا مطمع نظر نہیں تھا مگر ذکر آجانے پر مختصر سی روشنی ڈالدینی پڑی۔ واقعات پر جو میرا مقصود اصلی ہے آتا ہوں ؛

تاریخ و
معراج حضرت کے تعین اوقات و مقام میں بھی بہت سے اختلافات ہیں بعض شب شنبہ ۱۷ رمضان و بعضے ۲۷ رمضان
سال یازدہم بعثت میں بتلاتے ہیں بعض کا قول ہے کہ چھ ماہ قبل از ہجرت مدینہ ہوئی بعض کہتے ہیں کہ ماہ ربیع الاول
سال اول بعثت میں بعض کے نزدیک ۲۷ رجب سنہ ۲ میں اور بعض سال دوازدہم از بعثت بتلاتے ہیں بعض نے کہا ہے
کہ حضرت کو دو مرتبہ معراج ہوئی بعض روایات سے اس سے بھی زیادہ مرتبہ معراج کا ہونا ظاہر ہوتا ہے اتفاق اس پر ہوا
ہے کہ گیارہویں سال بعثت یعنی ابتدا اسلام انصار میں معراج ہوئی جس کی مفصل کیفیت مبسوط کتب اسلامی میں موجود ہے

کیفیت
مختصراً اس طور پر ہے کہ عظمت الہی کا دل کی آنکھوں سے دیکھنے والا ایکروز مکان ام ہانی خواہر علی ابن ابیطالب بروایتے
شعب ابیطالب میں رات کی تنہائی و سناٹا ہے اور اپنے معبود حقیقی کی یاد میں مصروف اور عشق الہی میں محو ہے اور اس
متصوفانہ عالم میں اسکا دماغ و خیال یک روحانی عالم کی سیر کر رہا ہے اسکا نفس اپنی فطری شان سے کام کر رہا ہے اور
کوئی اسکے آزادانہ عمل میں حارج نہیں اس پر ایک عجب حالت محویت طاری ہے کہ وہ افکار و اذیتیں جو اس عالم مادی میں
تکلیف دہ تھیں ان کی یاد بالکل محو ہوکر ایک غیر معمولی اطمینان و راحت محسوس ہو رہی ہے۔ بھول گیا ہے کہ ہم اسکے علاوہ بھی
کوئی چیز ہیں۔ اب نفس مادہ پر غالب ہے کہ روح کی اسکے مرکز اصلی کیطرف سے کشش شروع ہوتی ہے اور روح القدس
پیک رب جلیل یعنی جبرئیل امین پیام لاتے ہیں کہ یا نبی اللہ تیار رہیے منشا خالق حقیقی ہے کہ اب آپکو اپنی آیات کبریٰ
اور آپکے منازل ارتقا کی سیر کرائی جائے یہ ہر آواز غیبی الہامی پر لبیک کہنے والا نبی اپنے عالم محویت میں فوراً تیار ہو جاتا ہے
اور برہبری روح القدس روانہ ہوکر درمیان صفا و مروہ پہنچتا ہے۔ جہاں پر اسکو ایک ایسا مرکب نورانی نظر آتا ہے جو ان
مرکب آلات کے مثل نہیں ہے جس کو عالم مادی میں کام میں لایا جاتا ہے جسکو اسکے عنصر نوری و قوت برقی کے لحاظ سے
براق کہا گیا ہے جسکے ذریعہ سے مسجد الحرام سے آن واحد میں مدینہ منورہ پہنچگیا جہاں حسب ہدایت روح القدس دو رکعت نماز
ادا کی گئی پھر اسی ذریعہ سے طور سینا پھر بیت اللحم مولد حضرت مسیح پر پہنچکر دو رکعت نماز ادا کی گئی جہاں سے بیت المقدس
ویرانے مسجد اقصیٰ پر پہونچے یہ وہ منزل ہے جہاں تک پہنچنے پر انبیاء سابق کو علی قدر استعداد مدارج ارتقا عطا ہوتے تھے

جسکے دروازہ کو باب المعراج کہتے ہیں۔ یہاں بھی دو رکعت نماز خالق متعال ادا کی گئی بخبس میں آپ کو معلوم ہوا کہ بعض انبیاء سابق نے جن کی حد ارتقا یہیں تک محدود تھی آپ کی اقتدا کی۔ اب اس سے زیادہ عروج شان کا آغاز ہوتا ہے اور طبقات سماویہ و عوالم روحانیہ کی سیر شروع ہوتی ہے اب یہ آثار الہیہ کا مشاہدہ کرنے والا نفس آپ کو اس عالم میں پاتا ہے کہ مادہ و مادیت سے بالکل نکلکر وہ بلا کسی ذریعہ کے ایک غیر مادی وحدت و عظمت کیطرف بڑھ رہا ہے اس متین طلبند روئی کے ادراک نے ایک غیر معمولی خود فراموشی کی حالت پیدا کر دی ہے۔ یہ دیکھ رہا ہے کہ ہم ان آلات سے نہیں بڑھ رہے ہیں جنہیں ہم عالم مادی میں کام میں لاتے ہیں اور اس وقت کی سیر کا کروڑواں حصہ بھی ہمارے اعضاء و آلات مادی طے نہیں کر سکتے بمنازل ارتقا انبیاء اولوالعزم بھی پیچھے رہ گئے روح القدس نے بھی اپنی حد سدرۃ المنتہے پر پہنچکر اور یہ کہکر کہ اگر یک سر موئے برتر پرم ٭ فروغ تجلی بسوزد پرم ٭ ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ ایک کشش ہے کہ اس نفس قدسی کو اس بڑے اور نامتناہی خزانہ کیطرف لئے جا رہی ہے جسکا یہ خود ایک مختصر سا نمونہ ہے۔ یہانتک کہ "قاب قوسین او ادنی" کی وہ منزل آتی ہے جسکے بعد "نفس خود کے جزو قدرت لامحدود ہو کر اور اپنے مرکز اصلی میں جذب ہو کر فنا ہونیکا اندیشہ ہوتا ہے یہاں پہنچکر اس لامحدود نور مجرد کی شعاع نے اس نفس خالص کو براہ راست منور کر دیا اور منزل "دنی فتدلی" سے تمامی مراحل راہ مستقیم و منازل تسلیم طے ہوئے اور پھر یہ نفس قدسی بغرض ہدایت و اصلاح خلق اسی عالم مادی کیطرف واپس کیا گیا ٭

ناظرین اس ذات مقدس کے کمال ارتقا کی حد کو کوئی کیا تصور کر سکتا ہے جسکے شاگرد رشید علی بن ابیطالب کی جسکے قلب صافی پر اسی نور مجرد سے منور روشن دل کا پورا انعکاس ہوا ہے منازل ارتقا کے ادراک میں عقول بشری عاجز ہیں۔ جسکا مشہور مقولہ ہے اَنَا الَّذِی نَظَرتُ فِی عَالَمِ المَلَکُوتِ فَلَم اَجِد شَیئاً غَیرِی قَد غَاب (میں وہ شخص ہوں ہوں جس نے عالم ملکوت کیطرف نظر کی یعنی اپنے تصور کو معروف کیا پس اپنے سوا کسی کو نہ پایا یہ تحقیق کہ غیر غایت تھا) مقتضی مرتضوی ہے جسکو حضرات صوفیہ غلطی سے وحدت وجود "انا الحق" کیطرف لے گئے اور اور لوگوں نے نہ معلوم کیا کیا سمجھا ٭

واپس آکر حضرت نے جسکو وہ سب واقعات و مشاہدات علی قدر ضرورت لوگوں سے بیان اور بعض مشاہدات رستے میں جو اثنائے راہ میں ہوئے تھے ظاہر کئے جو صحیح و سچے ثابت ہوئے مگر باوجود اسکے بھی مشرکین نے حضرت کا استہزا کیا اور جھٹلایا اس سال ماہ رجب میں بزمانہ عمرہ و تبلیغ حضرت سے چھ آدمی باشندگان مدینہ جو قبیلہ خزرج سے تھے مسلمان ہوئے جنکے نام یہ ہیں۔ اسعد بن زرارہ۔ عوف بن الحرث بن عفرا۔ رافع بن مالک بن عجلان۔ قطبہ بن عامر بن حدیدہ۔ عقبہ بن عامر بن نابی۔ جابر بن عبد اللہ بن رباب۔ مگر بعض تواریخ میں صرف دو اشخاص اسعد بن زرارہ و ذکوان بن قیس کی اول مسلمان ہونیکی نسبت لکھا ہے جسکی کیفیت یہ ہے کہ مدینہ کے دو قبیلوں اوس اور بنی خزرج میں ایک جنگ ہوئی تھی جس میں قبیلہ اوس

غالب آیا تھا۔ بنی خزرج میں سے دو شخص اسعد بن زرارہ و ذکوان بن عبد قیس بزمانہ عمرہ بغرض طلب امداد اہل مکہ آئے تھے اور یہ عتبہ بن ربیعہ کے یہاں مقیم ہو کر طالب امداد ہوئے۔ عتبہ نے جواب دیا کہ آجکل یہاں خود لوگ پریشان ہیں ہم میں سے ایک شخص محمد دعوی پیغمبری کر رہا ہے اور ہمارے خداؤں اور بزرگوں کو برا کہتا ہے ہم میں خود نزاعات در پیش ہیں اسکی زبانی بعثت و تبلیغ حضور کا حال سنکر اسکو اشتیاق ملاقات حضرت کا ہوا اور باوجود ممانعت عتبہ کے اسعد خفیہ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مستفسر عقائد و تعلیمات حضرت کا ہوا حضرت نے عقائد اسلامی و ہدایات ربانی اس سے بیان فرمائے اور چند آیات قرآنی تلاوت فرمائیں جنسے متاثر ہو کر وہ بصدق دل ایمان لایا اور اسکے بعد ذکوان بھی ایمان لایا۔ ان لوگوں نے مدینہ میں جا کر سب حال حضور کی بعثت اور تعلیمات کا بیان کیا اور عقائد اسلامی کی خوبیاں ظاہر کیں جسکی مدینہ میں شہرت ہوگئی بعضوں نے یہ واقعہ زمانہ محصوری شعب ابیطالب کا بیان کیا ہے اور ممکن ہے کہ اسعد و ذکوان اسوقت مسلمان ہو گئے ہوں اور اس سال پانچ آدمی اور اسعد کے ساتھ آکر مشرف باسلام ہوئے ہوں اور یہی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے ؎

سال دوازدہم بعثت بیعت عقبہ اولیٰ

بیعت عقبہ

اس سال بارہ آدمی مدینہ سے بغرض حج و طواف خانہ کعبہ مکہ میں آئے جو یہ تھے۔ سعد بن عبادہ۔ اسعد بن زرارہ۔ عوف و معاذ پسران عفراء۔ رافع بن مالک۔ منذر بن صامت۔ یزید بن ثعلبہ۔ عتبہ بن عامر۔ قطبہ بن عامر بن حدیدہ۔ ابوالہیثم بن التیہان۔ عویم بن ساعدہ۔ عقبہ بن رافع۔ ان میں سے علاوہ ان لوگوں کے جو پہلے مسلمان ہو چکے تھے باقی بھی حاضر خدمت حضور ہو کر حسب ہدایت و تعلیم حضرت مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت نے ان سب کو مشرکین قریش سے مخفی طور پر مقام عقبہ میں جمع کیا اور یہاں پر سب سے عہد و پیمان لیے کہ دین اسلام پر مضبوطی سے قائم رہیں گے اور ہر امر میں حضرت کے حکم و ہدایت پر عمل کرینگے اور جو لوگ مسلمان ہوں انکی اور حضرت کی ہر طرح پر اعانت و حفاظت کرینگے چنانچہ سب نے دست حق پرست حضرت پر عہد و پیمان کر کے بیعت کی یہ پہلی بیعت یعنی عہد و پیمان متابعت و معاونت تھی جو اسلام میں ہوئی اور اسکو بیعت عقبہ اولیٰ کہتے ہیں۔

ان لوگوں نے مشرکین مکہ کے مظالم سنکر اور حضرت کی تنہائی دیکھکر حضرت سے استدعا کی کہ حضرت انکے ہمراہ مدینہ تشریف لیچلیں وہ ہر طرح پر حضرت کی حمایت و حفاظت کرینگے اور اشاعت دین اسلام میں سعی کرینگے مگر یہ مطیع ربانی جو اپنے تمام امور کو مالک حقیقی کی سپرد کر چکا تھا منتظر حکم الہی تھا۔ علاوہ اسکے اسکی دور اندیش طبیعت نے بھی ابھی اپنے آپ کو غیر کفو لوگوں کے قابو میں دیدینا مناسب نہ سمجھا کیونکہ اگرچہ وہ مسلمان ہو چکے تھے اور بیعت بھی کر چکے تھے مگر عملی طور پر ابھی کوئی تجربہ انکے قیام عہد کا نہ ہوا تھا اور جواب میں فرمایا کہ ابھی مجھے ہجرت کا حکم پروردگار عالم کیجانب سے نہیں ہوا ہے مگر ساتھ ہی اسکے ان لوگوں

کی دلشکنی کے خیال سے ان کی خواہش کی بموجب مصعب بن عمیرہ کو جو شعب میں بھی حضرت کیساتھہ رہے تھے اور جنکے اعزہ بوجہ قبولی اسلام کے انپر طرح طرح کے مظالم کرتے تھے امتحاناً ان لوگونکے ساتھہ بغرض تعلیم و تلقین و تبلیغ روانہ فرمایا تاکہ انکو ان مظالم سے بھی نجات ہوگی اور اہل مدینہ کیحالات و طرز عمل کا بھی تجربہ ہوجائیگا۔ یہ امر حضرت کے اعلیٰ درجہ کے تدبر پر روشنی ڈالتاہے۔ مصعب ان لوگوں کیساتھہ مدینہ گئے اور اسعد بن زرارہ کے یہاں مقیم ہوئے اور دعوت اسلام شروع کی چونکہ طبائع مردمان مدینہ کی بمقابلہ اہل مکہ کے جو ضدی جاہل تھے کسیقدر نرم و معقول پسند تہیں تعلیمات اسلامی سے جن میں معقولیت و حقانیت کی روشنی نمایاں تھی وہانکے لوگ مسلمان ہونے لگے اور مصعب کیساتھ اہل مدینہ نے اپنے عہد و پیمان کی پوری پابندی کا اظہار کیا۔ مصعب قبیلہ در قبیلہ آزادی سے جاتے تھے اور دعوت اسلام کرتے تھے قبیلہ بنی ظفر اور بنی الاشہل میں اکثر آدمی مسلمان ہوئے۔ اسعد بن زرارہ کی خالہ کے بیٹے سعد بن معاذ کو جو یہ خبر ہوئی تو وہ غضبناک ہوا اور اسید بن حضیر کو مبلغ اسلام مصعب کی سرکوبی کو روانہ کیا جو تلوار لیکر مصعب کے پاس آیا مگر جب مصعب سے آیات قرآنی اور تعلیمات دین الہی سنے تو وہ فوراً مسلمان ہوگیا۔ سعد اسپر خود غضب میں بھرا ہوا آیا مگر اسکو بھی حقانیت اسلام کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا اور وہ بھی مسلمان ہوگیا اور اس نے اپنے تمام قبیلہ کو باظہار محاسن اسلام مسلمان کیا۔ پہر تو یہاں جوق جوق لوگ مسلمان ہونے لگے مصعب یہ تمام اخبار ترقی اسلام حضرت کو پہنچاتے رہے تھے اور پہر خود بھی بشوق زیارت حضرت مدینہ سے آکر قدم بوس حضرت ہوئے ۔

ہجرت ہو گئی

اخبار و حالات اہل مدینہ سن کر حضرت کو بیحد مسرت ہوتی تہی کہ مکہ میں جو جو مسلمان اور ہوئے تھے اور اہل قبیلہ کیطرف سے انپر سختی تہی حضرت نے انکو بھی حکم دیدیا تھا کہ وہ متفرق طور پر مدینہ چلے جائیں۔ چنانچہ یہاں کے سب آدمی مدینہ چلے گئے جو مسلمان مکہ سے مدینہ جاتے تھے بنی خزرج نہایت فراخدلی سے انکو اپنے یہاں جگہ دیتے تھے اور ہر طرح کے شرائط مہمانداری ادا کرتے تھے ۔

قربان الفت اخلاق محمدی کہ اپنی جان کی جو ہر وقت مشرکین مکہ کے ہجوم ظلم و طغیان میں معرض خطر میں تہی کہ علانیہ طور پر رہ بھی نہ سکتے تہے کچھ پرواہ نہیں کیجاتی اور محافظت امت کو مقدم سمجھکر انکو بلا لحاظ اس امر کے کہ آپ بالکل تنہا رہجائینگے اجازت ہجرت عطا فرمادیجاتی ہے جو بغیر وجدان حقیقی و کمال ایقان وعدہ ہائے لم یزلی ممکن نہیں ۔

مدینہ میں جہاں اشاعت اسلام شروع ہوکر روبہ ترقی تہی ایک بنیاد مخالفت کی بھی قایم ہوگئی جس کی وجہ یہ تہی کہ بعد مصالحت قبائل اوس و خزرج کے بنی خزرج میں سے عبد اللہ بن ابی سلول کی نسبت جو سردار قبیلہ خزرج تہا دونوں قبائل کی سرداری کی رائے تہی جسکے واسطے ایک تاج امارت بھی تیار کرایا گیا تہا جو ابھی ناتمام تہا لیکن اب جبکہ تبلیغ اسلام شروع ہوگئی اور حضرت سے بیعت ہوگئی تو معاملہ اس کی امارت کا التوا میں پڑ گیا۔ اسوجہ سے عبد اللہ بن ابی سلول کو مخالفت قلبی

پیدا ہوگئی جسکے نتایج و آثار آیندہ ظاہر ہوں گے ؛

سال سیزدہم بعثت بیعت عقبہ ثانیہ

سال؛ اس سال بہت سے مسلمان و مشرکین مدینہ طواف خانہ کعبہ کو آئے جو قریب ۷۰ آدمیوں کے قبیلہ اوس و خزرج سے تھے۔ عبداللہ بن ابی سلول بھی اُن میں تہا۔ ایک رات کو انمیں سے جو مسلمان ہوگئے تھے پہر شعب عقبہ میں جمع ہوئے حضور بھی معہ اپنے چچا عباس کے جو اسوقت تک مسلمان نہوئے تھے تشریف لائے۔ اہل مدینہ نے پہر حضرت سے اصرار کیا کہ حضور مدینہ تشریف لیچلیں

بیعت عقبہ حضرت عباس سے بوجہ الفت خونی خاموش نرہا گیا اور جوش محبت میں کہا کہ "اے اہل مدینہ محمد یہاں تو اپنے شہر و اعمام میں ہیں اور تم انکو اپنے یہاں مدعو کرتے ہو جہاں پر یہود جو انکے سخت دشمن ہیں، موجود ہیں اگر تم مستحکم عہد و میثاق کرو کہ ہر طرح جان و مال سے اُن کی حفاظت کروگے اور ہر امر دینی اور دنیوی میں آپ کا اتباع کروگے اور اپنے عہد پر قایم رہوگے تو البتہ ہم محمد کو تمہارے یہاں بہیج سکتے ہیں۔" یہ تقریر حضرت عباس نے ممکن ہے کہ تو مسلمین مدینہ کے قلوب پر اس ہادی برحق کے اثر تعلیم و ہدایت کے جانچنے کیوجہ سے کی ہو یا محض بتقاضائے فطری ہو بہر حال اسعد بن زرارہ نے اس کی جوابی تقریر نہایت پر جوش الفاظ میں کی اور منجانب عام مسلمانان مدینہ جملہ امور پیش کردہ کا نہایت جزم و استحکام کیساتھ اقرار کیا اور دونوں ہادی کے دست حق پرست پر از سر نو بیعت کی جس کی ابتدا اسعد بن زرارہ و بروایتے ابوالہاشم بن التیہان نے کی حضور نے ارشاد فرمایا "قال الدم الدم والهدم الهدم انتم منی وانا منکم احارب من حاربتم واسلم من سالمتم"۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہے! اور یہ لوگ انصار کے نام سے نامزد ہوئے ؛

تقرر نقباء اسکے بعد بروایت روضۃ الصفا اس بانی اسلام نے ان میں بارہ نقبا حسب ذیل منتخب کئے نو قبیلہ خزرج میں سے اور تین قبیلہ اوس میں سے بنی خزرج میں سے :۔ اسعد بن زرارہ۔ براء بن معرور۔ رافع بن خضیر بن مالک بن عجلان۔ سعد بن عبادہ سعد بن ربیع۔ عبادہ بن صامت بن عبداللہ۔ عمرو یا عبداللہ بن رواحہ۔ عبداللہ بن حرام۔ منذر بن عمیر بن جیس۔ بنی اوس میں سے :۔ ابوالہیثم بن التیہان۔ اسید بن خضیر رفیع۔ سعد بن خیثمہ۔ ان سب کو مثل حواریان حضرت عیسے کفیل و وکیل دین کا مقرر کیا جنہوں نے کفالت مذکور منظور کی ؛

قریش کا؛ حضرت بحکم؛ متفرق ہوئے قریش کو بھی اس اجتماع و بیعت کی خبر لگ گئی وہ تلواریں لیکر چڑھ آئے۔ انکی آمد کی خبر پاکر انصار نے حضرت سے اجازت مقابلہ و جنگ کی چاہی مگر اس متبع احکام الٰہی اور رؤف و رحیم نبی نے ارشاد فرمایا کہ ابھی ہمکو حکم جہاد بالسیف کا نہیں ہوا ہے تم لوگ سب قبل انکے پہنچنے کے مخفی طور پر متفرق ہوجاؤ چنانچہ سب متفرق ہوگئے۔ مشرکین پہنچے اور کسیکو نہ پایا تو واپس

چلے گئے علاوہ اس مصلح بنی کی سبق آموز ہدایت ورائے تھی وہ دکھلانا چاہتا تھا کہ وہ بغیر حکم الٰہی کچھ نہیں کریگا۔ دوسرے یہ کہ غرض بعثت اس کی ہدایت خلق واجماع دین اناس ہے نہ مقابلہ وجنگ تیسرے یہ کہ جہاد بالنفس اوّل منزل اسلام کی ہے اسکے طے کرنیکے بعد جہاد بالسیف کی قابل ہوسکتا ہے دنیاوی وسیاسی نقطۂ نظر سے بھی ایسی حالت وقوع پر جبکہ تعداد موافق کی اسقدر قلیل ودرحالت بالکل ابتدائی ہو اس سے بہتر کوئی تدبیر در آئے نہیں ہوسکتی تھی اسوقت میں مقابلہ جنگ سے نہ صرف نقصان عظیم بلکہ اسلام کے خاتمہ کا باعث ہوجاتا ۞

بانی عزیز

جبکو جو مشرکین کو اس بیعت کی کچھ زیادہ تحقیق مدنظر ہوئی تو صنادید قریش بنی خزرج کے پاس گئے اور کہا کہ ہمنے سنا ہے کہ تمنے محمدؐ سے بیعت کی ہے اور عہد کیا ہے کہ محمدؐ کو ہمارے درمیان سے اپنے یہاں لیجاؤ اور پھر ہم سے جنگ کرو۔ بنی خزرج میں سے جو لوگ ابھی مسلمان نہوئے تھے اور اس حال سے بیخبر تھے انہوں نے قسم کھائی کہ ہمکو اس واقعہ کی خبر تک نہیں۔ تب وہ عبداللہ بن ابی سلول کے پاس جو سردار قبیلہ تھا گئے چونکہ وہ بھی شریک بیعت نہ کیا گیا تھا اسنے کہا کہ مجھے یقین نہیں ہوتا کہ میری قوم میرے مشورہ بغیر ایسا کرتی۔ چنانچہ قریش مطمئن ہوکر واپس چلے گئے۔ اور سب لوگ بعد فراغت حج واپس متفرق ہوگئے ۞

دوسرے روز قریش کو اس خبر کی پوری تصدیق ہوگئی اُن کی جبلی خباثت نے اُبھارا کہ انصار کے تعاقب میں چلے سعد بن عبادہ ومنذر بن عمرؓ انکے ہاتھ آگئے جنکو پکڑ کر وہ لوگ مکہ لے گئے اور ارادہ قتل کا کیا مگر بعض عقلا نے روکا اور کہا کہ ہماری تجارت کا بڑا تعلق مدینہ سے ہے مصلحت یہی ہے کہ انکو چھوڑ دو ورنہ بڑا فتنہ پھیلیگا۔ تب انکو چھوڑ دیا گیا ۞

اب کفار قریش اور زیادہ درپے آزار حضرتؐ و مسلمانوں کے ہوگئے۔ تب حضرتؐ نے باقی ماندہ مسلمانوں کو بھی حکم دیدیا کہ وہ مدینہ کو چلے جائیں چنانچہ یکے بعد دیگرے روانہ ہونے شروع ہوگئے۔ اب سب سے اوّل جسنے ہجرت کی وہ مصعب بن عمیرؓ تھے جو مدینہ سے واپس آگئے تھے اور بقول بعض ابوسلمہ بن عبدالاسد تھے جو حبشہ سے واپس آگئے تھے ۞

سال چہاردہم بعثت یعنی ۱ھ سنہ

ہجرت نبوی از مکہ بجانب مدینہ علیؑ بستر رسولؐ پر

مابعد بند

حضرتؐ نے ایک روز خواب دیکھا تھا کہ آپ نے مکہ سے ایک نخلستان کو ہجرت کی ہے جو درمیان دو سنگستان کے ہے جبکو حضرتؐ نے مسلمانوں سے بیان کردیا تھا۔ اب بعد ہجرت مسلمانوں کے مکہ میں مخصوصین حضرتؐ میں بقول روضۃ الصفا سوائے حضرت علیؑ اور ابوبکر کے کوئی نہیں رہا تھا۔ اس امر کی کوئی خاص وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ابوبکر کیوں رہگئے تھے ممکن ہے کہ کفار قریش بوجہ

انکے تمول کے یا کسی اور وجہ سے انکے درپے آزاد نہوتے ہوں۔ روضۃ الصفا نے ایکی ایک وجہ لکھی ہے کہ انکا بھی قصد سفر مدینہ کا تہا مگر حضرت نے اپنا بھی قصد ظاہر کرکے انکو توقف کی ہدایت فرمائی تہی لیکن یہ وجہ اس سبب سے صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ حضرت بغیر نزول وحی کے کوئی قصد نہیں فرماتے تھے جیسا کہ حضرت کے ہر قول و فعل سے اب تک ظاہر ہوا پس حضرت قبل نزول وحی کے کیسے قصد فرما لیتے اور اظہار قصد کرتے اور تعجب ہے کہ حضرت فاروق اکبر کیوں نہ روکے گئے جنکا تاریخ کچھ پتہ نہیں دیتی کہ آخر وہ رہیں کہاں؟

ابوبکر کا خریدنا اونٹ
صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ ابوبکر نے ہتیہ سفر میں دو[2] اونٹ خریدے تھے ایک چار سو درم کو حضرت کیواسطے جو بروقت ہجرت بقول انکے ہی آٹھ سو درم میں حضرت کو دیا گیا) دوسرا اپنے واسطے اور انکو غذا وغیرہ دیکر تیار کیا گیا تہا (غالباً اسیوجہ سے دوچند قیمت ہوگئی ہو)

مشورہ قریش قتل رسول
غرض قریش نے جب یہ دیکہا کہ دین محمد دن بدن ترقی کرنے لگا اور اصحاب حضرت رفتہ رفتہ سب مدینہ چلے گئے اور عجب نہیں کہ وہ بھی چلے جاویں اور مسلمانوں سے ملکر با مداد اہل مدینہ مجموعی قوت سے ہمپر ہجوم کریں تو بنی امیہ میں سے عتبہ و شیبہ و ابوسفیان و بنی نوفل میں سے طعیمہ بن عدی و جبیر بن مطعم و حارث بن عامر و بنی عبد الدار سے نضر بن حارث و بنی مخزوم میں سے ابوجہل بنی سہم میں سے نبیہ و منبہ دو[2] پسران حجاج اور بنی ہاشم میں سے ابولہب اور بہت سے آدمی مقام دارالندوہ میں جمع ہوئے اور مشورہ کیا ہشام بن عمر نے رائے دی کہ محمد کو گہر کے اندر محصور کرکے غذا وغیرہ کا سلسلہ بند کردیا جاوے بوجہ قلت غذا ہلاک ہوجاینگے ابوالبختری نے مشورہ دیا کہ مکہ سے بدر کردیا جاوے مگر ابوجہل نے رائے دی کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی جوان منتخب کیا جاوے جو ایک ایک تلوار لیکر رات میں حضرت کے گہر کے اندر داخل ہوکر سب یکدم وار کریں اور قتل کردیں تاکہ انکا خون تمام قبائل پر منقسم ہوجاوے۔ بنی عبد مناف تمام قبائل سے مقابلہ تو کر نہ سکیں گے خون بہا لینے پر راضی ہوجاینگے جو حصہ رسد ادا کردیا جائیگا۔ یہ رائے مقبول اور منظور ہوکر جلسہ شوریٰ برخاست ہوا بنی ہاشم میں سے ابولہب آمادہ ہوا جس کی خبر آیۃ: "و اذ یمکر بک... خیر الماکرین" میں دی گئی ہے۔

رسول کو خبر ہوگئی
کفار سمجھ رہے تھے کہ انکے ان خیالات اور ارادوں سے رسول بیخبر ہونگے۔ وہ قانون الٰہی کو نہیں جانتے تھے جو رسول کا محرم قوت بادی تہا اور نہ انہیں رسول کے خیال کی قوت اور نفس کی اثر پذیری کی خبر تہی جسکو رسول نے اس قابل بنالیا تہا کہ وہ دوسروں کے خیالات کا صحیح انعکاس اسپر ہوجایا کرے یہ اسباب تھے جنہوں نے رسول کو بچی حالتوں کے امتیاز کی قابل بنا دیا تہا اور وہ مختلف اثرات کو انکی اصلی ہیئت میں دیکھتے اور سمجھ سکتے تھے عام اس سے کہ کوئی واقف کار انکو مطلع کرے یا نہ کرے علاوہ اسکے قوت الہامی بھی انکی مؤید تہی+

ابن خلدون" و دیگر مورخین یہی لکھتے ہیں کہ رسول اپنے متعلق حکم باری کا انتظار کر رہے تھے کہ پیک ربانی نے آکر بعد اظہار مشورہ قریش حکم سنایا کہ اب آپ جانب مدینہ ہجرت کریں۔ خدا آپ کی حفاظت کریگا۔

رات کو ہم آدمی حسب مشورہ خود مکان رسول پر جمع ہوگئے کہ داخل خانہ ہو کر کام تمام کر دیں رائے یہ ہوئی تھی کہ رات میں ہی داخل خانہ ہوں مگر ابولہب نے بوجہ حمیت عرب غیرت خاندانی کہ گھر میں عورتیں بھی تھیں اسکو گوارہ نہ کیا اور ہمراہیان سے کہا کہ رات بھر مکو حفاظت کرنی چاہیئے اور صبح کو داخل خانہ ہونا چاہیئے تاکہ بنی ہاشم کو معلوم ہو جاوے کہ سب نے بقوت مجموعی یہ کام کیا ہے! در ہمت انتقام نہو چنانچہ اردگرد مکان کے سب جمع رہے۔ یہ شب اوّل ماہ ربیع الاول کا واقعہ ہے۔

اب جب رسول نے دیکھا کہ سازش نے عملی جامہ پہن لیا اور اب انکا اپنے عزیز وطن میں رہنا جہاں حکم ربانی کے پہلے رہ گئے تھے اور اس خاک پر کمر سیدھی کرنا جہاں نشو و نما پائی تھی نا ممکن ہے تو بحکم الہامی آمادہ ہوئے مگر اب غور طلب یہ امر تھا کہ کس طریقہ پر دشمنوں میں سے ایسے نکلجائیں کہ انکو خبر نہو اور وہ تعاقب نہ کرسکیں (بروایت روضۃ الصفا) اب اپنے اس وفادار شاگرد علی کو پاس بلایا اور ارشاد کیا یا علی آج رات میں مشرکین میرے قتل کا ارادہ کر کے گرد خانہ جمع ہوگئے ہیں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تمکو اپنی جگہ بستر پر سلا کر میں ہجرت کروں۔ لہذا تم میری سبز چادر اوڑھکر میرے بستر پر سو رہو خدا تمہاری محافظت کریگا۔ تاکہ دشمنوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ میں نہیں ہوں" یہ وفادار شاگرد اپنی جان کے محفوظی کے ذرائع یا اسباب کے متعلق کچھ اطمینان کرنا نہیں چاہتا بلکہ سوال کرتا ہے تو کیا میرے ایسا کرنے سے آپ کی جان بچ جائیگی؟ جسکا جواب اثبات میں پاکر مطمئن ہوتا ہے کہ اسکے جان سے زیادہ عزیز مربی کو اسکی قربانی محفوظ رکھ سکتی ہے اور نہایت اطمینان اور مسرت کیساتھ چادر اوڑھکر بستر رسول پر لیٹ کر سو رہتا ہے اور بقول ابن خلدون" جناب موصوف حکم باری سے علی ابن ابیطالب کو اپنی خوابگاہ میں سلا کر مکان کے باہر آئے۔" شاگرد اس مخدوش موقع پر رسول کا حکم بجا لا رہا ہے اور رسول اسطرح کھڑکی سے نکل گئے جسطرح حضرت داؤد (تنقید الکلام)

واقعاً یہ نہایت نازک اور سخت امتحان کا وقت تھا۔ ایسی حالت میں جبکہ دشمن تلواریں لیے جمع ہیں اور یہ بالکل قابل یقین ہے کہ کفار رسول کے دھوکہ میں یا اسکے بھاگ نکلجانے کے غصہ میں علی کو ہی قتل کر دیں اور پھر ایسی حالت میں جب کہ کوئی یار و مددگار بھی موجود نہیں جو وقت پر بچا سکے یا کچھ مدد دے سکے۔ ایسی نازک حالت میں اپنی جان کو رسول کے اوپر اسطرح جان بوجھکر قربان کرنے پر آمادہ ہو جانا علی جیسے بہادر کے قلب مطمئنہ کا ہی کام تھا اور یہی سرفروشی دیکھکر پروردگار عالم نے بقول روضۃ الصفا "ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ" کا مرصع تاج مقبولیت علی کیواسطے عطا فرمایا۔

اب رسول رحمۃ للعالمین رسول بجائے غم و غصہ کے لوگوں کی حالت پر افسوس کرتا ہوا اس سرزمین کو لا معلوم مدت کیلئے وداع

کرتا ہے جسکے راہ راست پر لانیکے واسطے اُسنے اپنی زندگی کو وقف اور اپنی راحتوں کو قربان کر دیا تھا۔ یہ دیکھنے کی بات ہے کہ اس زمانہ میں بھی کفار قریش باوجودیکہ اعتقادی صورت میں دشمن جانی تھے مگر پھر بھی اپنی امانتیں رسول کے پاس رکھ جایا کرتے تھے۔ اور یہ ہادی خلق باوجود اسکے انہیں کے ظلم و جور سے وہ اپنے عزیز وطن کو چھوڑ رہا ہے مگر اپنے فرض امانت کو نہیں بھولتا اور اپنے معتمد شاگرد کو وہ امانتیں سپرد کر کے انکے واپس کرنے کی ہدایت فرماتا ہے۔

ہجرت رسولؐ

رسول اپنے پاک قادر مطلق پر بھروسہ کئے ہوئے سورۂ یٰس کی آیہ "وجعلنا من بین ایدیھم سداً ومن خلفھم سداً فاغشیناھم فھم لا یبصرون" کی تلاوت فرماتے ہوئے کھڑکی کی راہ سے دشمنوں کے درمیان ایسے نکل گئے کہ کسیکو بقدرت الہٰی معلوم نہ ہوا مگر اُسی اثنا میں کسی نے اُن لوگوں سے کہا یا اُنکو کچھ شبہ ہو گیا کہ محمدؐ تو نکل گئے۔ سب نے دیواروں پر جو قد آدم تھیں جہانککر دیکھا تو بستر رسالت پر انہیں کی سبز چادر اوڑھے ہوئے ایک شخص کو سوتا ہوا پایا جس سے انکو رسول کی موجودگی کا یقین ہو گیا۔

مشرکین کا گھیرنا
علی کا اطمینان

علی الصباح مشرکین باشمشیرہائے برہنہ بارادہ قتل حضرت نبوی داخلخانہ ہوگئے جنکا پیشرو خالد بن ولید تھا۔ خوش تھے کہ آج امیدیں برآئینگی لیکن دفعتاً اُن کی امیدیں استعجاب و یاس سے بدل گئیں جب انہوں نے دیکھا کہ بجائے رسول کے ایک نوجوان چادر سے منہ کھولکر نہایت اطمینان کیساتھ دیکھ رہا ہے پوچھا گیا کہ "محمدؐ کہاں ہیں" فوراً جواب ملا "تمنے میری سپردگی نہیں کیا تھا جو مجھ سے طلب کرتے ہو" ناتجربہ کاروں کے لیئے یہ دہشتناک وقت تھا جس میں ہر طرف خونی چہرے ننگی تلواریں دکھائی دیتی تھیں یہ موقعہ کسیطرح اُس اطمینان کی اُمید نہیں لا سکتا تھا جو علیؑ سے ظاہر ہوا۔

قصد گرفتاری

مشرکین نے بروایت حیات القلوب و روضۃ الصفا انفعال آمیز غصہ میں ارادہ کیا کہ اس نوجوان کو گرفتار کرلیں مگر اس شیر بیشۂ شجاعت نے فوراً خالد پر ایکدم جھپٹ کر اسکی تلوار چھین لی اور مقابلہ پر آمادہ ہو گیا۔ ابولہب نے جب دیکھا کہ اب علیؑ کے پاس تلوار آگئی اب یہ آسانی سے قابو میں آنے والا نہیں اور محمدؐ نکل ہی گئے تو سب کو روکا اور کہا کہ ہمکو آپ سے کچھ مطلب نہیں اور سب واپس چلے گئے۔ علیؑ نے بھی چونکہ انکو اجازت جہاد کی نہ تھی تعاقب نہ کیا مگر اپنے اس ادائے فرض اور اسکی پوری تکمیل کی جو مسرت ان کو ہوئی ہوگی وہ ظاہر ہے۔

مسٹر ڈیون پورٹ
متعلق واقعہ

اسموقع کے متعلق مسٹر ڈیون پورٹ کی عبارت جو اُنے اپنی مشہور کتاب "اپالوجی فار محمدؐ" میں لکھی ہے خالی از دلچسپی نہوگی جو یہ ہے "رسول نے علیؑ کو اپنی جگہ سونے اور مشہور سبز چادر اوڑھنے کا حکم دیا۔ دیوار قد آدم اونچی تھی مشرکین اکثر دیکھتے تھے اور ایک شخص کو چادر اوڑھے ہوئے لیٹا دیکھکر سمجھتے تھے کہ رسول آرام کر رہے ہیں وہ اکثر پتھر بھی پھینکتے تھے جو علی پر جا گرتے تھے۔ گھیرے محاصرہ کے بعد قاتل دروازہ گھر میں داخل ہوئے لیکن بجائے اپنے شکار کے نوجوان علیؑ کو متانت اور تسلیم رضا سے اُس موت کا منتظر

دیکھا جو آپکے سردار کے لیئے تجویز کی گئی تھی۔ اس قدر اظہار اخلاص نے ان خونیوں میں رحم پیدا کیا اور علیؑ سے تعرض نہ کیا گیا۔ اسموقعہ کا علیؑ کا اطمینان و ایثار نفسی واقعی کچھ انکا ہی حصہ تھا جسکا نقشہ انہوں نے خود اپنے اشعار میں کھینچا ہے جو ناظرین کی مزید دلچسپی کے لیئے اعجاز التنزیل سے ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں ؛

وقیت بنفسی خیر من وطی الحصی — ومن طاف بالبیت العتیق وبالحجر

(میں نے اپنی جان کیعوض اُس عالی منزلت شخص کو بچایا جو پاؤں سے پتھر ریزے روندنے والوں اور خدا کے پرانے گھر اور حجر کا طواف کرنیوالوں میں سب سے افضل ہے)

رسول اللہ الخلق اذ مکروا بہ — فنجاہ ذو الطول الکریم من المکر

(خدا کے رسول کے ساتھ جب دشمنوں نے مکر کیا تو اوسی نے جو بڑا قدرت والا ہے اور صاحب فضل و کرامت ہے اسکو ان کے شر سے بچا لیا)

فبات رسول اللہ فی الغار آمنا — موقی وفی حفظ الالہ وفی ستر

(پس رسول خدا نے اسطرح غار میں امن سے رات کاٹی کہ دشمنوں سے محفوظ اور خدا کی حفاظت اور اسکے حجاب قدرت میں رہے)

اقام ثلاثا ثم زمت قلائص — قلائص یفرین الحصی این مایفری

(تین دن وہاں ٹھہرے پھر ناقوں کو مہاریں دیگئیں جو ایسے تیز رفتار تھے کہ جسطرف حضرت چلتے یہی پتھر اور کنکر کو روندتے چلے جاتے تھے)

وبت اراعیھم متی ینشروننی — فقد وطنت نفسی علی القتل والاسر

(اور میں نے دشمنوں کے انتظار میں رات کاٹی کہ کب وہ مجھ پر حملہ کرتے ہیں اور مجھے زخمی یا گرفتار کرتے کیونکہ بے شبہ قتل و قید سے نہ ڈرنا میری جبلی عادت ہے)

اردت بہ نصر الالہ تبتلا — واضمرتہ حتی اوسد فی قبر

(میں نے ہر چیز سے قطع نظر کر کے محض خدا کے دین کی امداد کی نیت سے کیا اور آئندہ بھی یہی ٹھان لی ہے جب تک کہ قبر میں تکیہ لگا کر نہ لیٹوں)

اشعار مذکورہ بالا میں واقعہ کی نقاشی، فضل و کرامت والے خدا کے تشکر اور اپنی جبلی شجاعت ظاہر کرنیکے علاوہ آخر کا شعر جسکے اور اشعار مقدمہ تھے مصنف کے ناقابل مثال ایثار پر روشنی ڈالتا ہے جس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ "میں نے کسی غرض سے اپنے کو فدیہ نہیں بنایا تھا بلکہ میری نیت محض دین خدا کی حمایت تھی" ایک ہادی برحق کے لیئے سامان ہلاکت دیکھکر اپنے کو قربان کیا تھا کہ وہ خلائق کی رہبری کیواسطے زندہ رہے اور صرف یہیں پر اس عمل خیر کی انتہا نہیں ہو جاتی بلکہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ "آئندہ بھی یہی ٹھان لی ہے جب تک قبر میں تکیہ لگا کر نہ لیٹوں" کیا یہ محض شاعرانہ مبالغہ و تخیلات تھے؟ نہیں بلکہ ناظرین دیکھیں گے کہ اس مجاہد کی عمر کا ہر لحظہ اسکا پورا ثبوت دیتا ہے ؛

بروایت حیات القلوب۔ رسول مشرکین سے بچکر پیدل جانب مدینہ روانہ ہوئے۔ بروقت روانگی راستہ میں اتفاق سے ابوبکر مل گئے اور مستفسر ہوئے کہ رات میں آپ کہاں جاتے ہیں وقت نازک تھا افشاء راز میں اندیشہ تھا بمصلحت انکو بھی ساتھ لے لیا

گیا اور بروایتے ہند بن ابی ہالہ بھی راستہ میں ملا تھا وہ بھی ساتھ لے لیا گیا تھا۔ غار ثور پر پہنچکر ابوبکر کو رسول نے غار کے اندر ساتھ لے لیا اور ہند کو بغرض انجام دہی چند امور ضروری لوٹا دیا رجو غالباً اسی معتمد کے پاس بغرض انتظام سواری وغیرہ بھیجا گیا ہوگا جسکو بستر پر چھوڑ آگیا تھا)

اس مقام کا حال صاحب روضۃ الصفا نے حضرت عائشہ کی روایت سے لکھا ہے جنکی عمر اُسوقت میں ۸ یا ۹ سال کی ہی تھی جیسے کہ قرطاس والی روایت حضرت ابن عباس کی مولنا شبلی کے نزدیک سو جہ سے غیر معتبر ہو کہ انکی عمر اسوقت ۱۴ سال کی تھی اور حضرت عائشہ کی ۸ سال کی عمر کی روایت ایسی معتبر ہوجائے کہ تاریخ میں سند لیجاوے جو یہ ہے کہ آنحضرت اس رات کو میرے باپ کے گھر آئے اور سب حال تہیہ قریش و حکم ہجرت وغیرہ کا بیان کیا۔ ابوبکر نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلونگا۔ ان دونوں اونٹوں میں سے ایک آپ قبول فرمالیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں بقیمت لے سکتا ہوں (یہاں پر صاحب روضۃ الصفا نے ایک ٹکڑا دوسروں کی روایت کا بھی درج کر دیا ہے کہ بعضوں نے کہا ہے کہ ابوبکر نے آٹھ سو درم کو اونٹ خریدا تھا) چنانچہ آٹھ سو درم حضرت نے ادا کئے۔ اور دونوں سوار ہو کر چلدیئے اور غار ثور پر پہونچے۔ ابوبکر نے غار کے اندر جا کر سوراخ کپڑے سے بند کئے ایک سوراخ رہگیا تھا اس پر اپنے پیر کا انگوٹھا رکھدیا وہاں سانپ تھا جسنے ابوبکر کے کاٹ لیا۔ حضرت نے اپنا لعاب دہن لگا دیا جس سے زہر کا اثر نہ ہوا۔ تب حضرت بھی غار میں پہونچگئے اونٹ عبداللہ بن اریقط لیثی کو اجرت پر چرانے کو دیدیئے اور اس سے کہدیا کہ تیسرے روز صبح کو اونٹ لے آنا۔ تین رات وہاں مقیم رہے عبداللہ بن ابی رواحہ بوقت شب جا کر تمام اخبار قریش کے پہنچا آتا تھا اور عامر بن فہیرہ چرواہا و آزاد کردہ ابوبکر جو مسلمان ہوگیا تھا دودھ وغیرہ کی غذا پہنچا آتا تھا اور بروایت شیخ طوسی و طبرسی حضرت علی آپ کو کھانا وغیرہ مخفی طور پر پہنچاتے تھے اور تیسرے روز اونٹ اور راہبر بھی انہوں نے ہی مہیا کر کے پہنچائے تھے۔ حضرت عائشہ والی روایت میں حسب ذیل امور قابل غور ہیں:۔

اوّل یہ کہ آٹھ نو برس کی لڑکی کو بیرون خانہ کی باتیں اس تفصیل سے کیسے معلوم و محفوظ ہیں اگر ذریعہ علم باپ تھے تو روایت اُن سے ہی کیوں نہ منسوب ہوئی۔ دوسرے یہ قیاس میں نہیں آتا کہ رسول اللہ اسطرح مخفی طور پر تو دشمنوں سے نکلیں جو اُنکے قتل پر آمادہ تھے اور پھر آبادی کو ابوبکر کے گھر جائیں۔ جہاں جانے میں سخت احتمال تھا کہ راستہ میں کوئی ملجاتا اور مخالفین کو خبر دیدیتا۔

تیسرے مکان ابوبکر میں اتنی دیر قیام کہ واقعات بیان کئے گئے۔ ابوبکر نے تہیہ سفر کا کیا۔ اونٹوں کی خرید کی گفتگو ہوئی۔ قیمت آٹھ سو درم ادا کئے گئے (گویا رسول اللہ گھر سے مال دولت یا رقم کثیر ساتھ لیکر نکلے تھے کہ فوراً آٹھ سو درہم قیمت ادا کر دی گئی) ایسے نازک وقت میں یہ سب قیام و باتیں کیسی پر خطر و خلاف دور اندیشی ہیں۔ یہ بھی خلاف قیاس ہے

کہ ابوبکر چار سَو خرید کردہ اونٹ بروایت روضۃ الصفا آٹھ سَو مین حضرت کو دیتے ✤

چوتھے۔ ایک یا دو شخصوں کا پیدل مخفی طور پر نکلجانا تو زیادہ دشوار نہیں ہے۔ البتہ دو دو آدمیوں کا اونٹوں پر سوار ہو کر آبادی میں سے اسطرح نکلنا کہ کسی کو خبر نہو ایک دشوار امر ہے ✤

پانچویں۔ اگر فی الواقع اُسی وقت اونٹوں کی سواریاں موجود تھین اور وہ بھی ایسی کہ آٹھ آٹھ سو درم کی قیمت کی جو یقینی تیز رفتار بھی ہونگی پس ایسے سواریوں کے ہوتے ہوے غار ثور میں دشمنوں سے اتنے نزدیک چھپنے کی کیا ضرورت تھی رات ہی رات مین ایسے اونٹوں پر بہت دور پہنچ سکتے تھے ✤

چھٹے۔ عبداللہ بن اریقط کہاں سے پیدا ہو گیا کہ اونٹ اسکی سپرد کردیئے گئے اور پھر ایسے شخص پر جو اسوقت تک مسلمان بھی نہ ہوا تھا کیسے اطمینان کر کے اسکو اپنا مقام اور زمانہ قیام بھی تبلادیا گیا کہ مخالفین کو خبر دیدے ✤

ساتوین۔ تین روز کا قیام غار کا کیسے پہلے سے تجویز کرلیا گیا اور کیوں تجویز کیا گیا جبکہ بوجہ قرب دشمن ہر وقت اندیشہ سراغ چل جانیکا ہو سکتا ہے اور کیوں نہ اسی رات مین یا دوسرے روز ہی جلد از جلد مقام مخدوش سے نکل گئے ✤

آٹھویں۔ عبداللہ بن ابی بکر و عامر بن فہیرہ کو کس ذریعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت یہاں پوشیدہ ہیں کہ وہ کھانا و اخبار پہنچا آتے تھے کیونکہ رسول اللہ و ابوبکر جو ساتھ آئے تھے بدستور غار میں رہے اور کوئی ساتھ نہ تھا۔ اور ایسے لڑکوں اور کم حیثیت اشخاص کو ایسے راز سے مطلع کرنا جس میں دو جانوں کا اور وہ بھی کیسی جانیں خطرہ ہو۔ دور اندیشی کے خلاف ہے جو ذراسی سختی والالچ سے افشار راز پر مجبور ہو سکتے تھے ✤

نوین۔ سانپ کے کاٹنے اور لعاب دہن لگانیکا قصہ بھی قیاس میں نہیں آتا کہ ایک نبی مُرسل کے جو بحکم الٰہی غار میں مخفی ہو رہا ہو اور جس کی حفاظت کیواسطے مکڑی جالا تن دے پرند گھونسلہ رکھکر انڈے دیدے غار میں داخل کیوقت سانپ اس پر رہجائے اور اسکے ساتھی کو کاٹ لے جس کی چیخ پکار سے دشمنوں کو خبر ہوجانیکا اندیشہ اور رسول کی جان کی ہلاکت کا خطرہ ہو اور رسول کیا بلکہ خدا کو لاتحزن کہنے کی ضرورت پڑے۔ نہیں معلوم ہوتا کہ اس سانپ کے کٹوانے سے خدا کی کیا مصلحت تھی عجب نہیں کہ تمہید لاتحزن کے واسطے عذر پیدا کرنے یا آشوب چشم کے موقعہ پر لعاب دہن لگانیکے جواب کے واسطے یہ قصہ وضع کیا گیا ہو ✤

بہرحال ان جملہ امور پر غور کرکے صحیح رائے قایم کرنا ناظرین کا کام ہے۔ تاریخی بے تعصبانہ نگاہ تبلاتی ہے کہ ضرورت نہایت نازک وقت رسول کیواسطے تھا اسوقت کی ذراسی غفلت یا بے احتیاطی رسول کی جان کو خطرۂ ہلاکت میں ڈال سکتی تھی حضرت نے نہایت دور اندیشی و احتیاط سے کام لیا ہوگا۔ قرین قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت بوجہ پیدل ہونیکے

کہ جس میں بحالت تعاقب دشمن کی گرفت کا اندیشہ تہا حضرت غار میں مخفی ہوئے اور ہند بن ابی ہالہ کے ذریعہ سے علی کو اپنے جائے قیام سے اطلاع دیکر سواریوں کے بندوبست کو کہلا بہیجا ہوگا اور واقعی اسکے واسطے علی جیسے مستحکم و مضبوط رازدار کی ہی ضرورت تہی کیونکہ خفیہ طور پر سواریوں کا اور رہبر کا بندوبست کرنا اور موقعہ تک اسطرح بہیجنا کہ دشمنوں کو خبر نہو کوئی معمولی کام نہ تہا کہ کسی غیر معتمد آدمی کی سپرد کردیا جاتا اسیوجہ سے اسمیں تین روز لگ گئے اور تین روز غار میں حضرت کو مجبوراً قیام کرنا پڑا معلوم ہونے پر غذا وغیرہ کا پہونچانا بہی علی کو فرض ہوا ہوگا جیسا کہ بروایت طبری انہوں نے ہی اسکو پورا کیا ؛

بہرکیف رسول اللہ معہ ابوبکر کے غار میں مخفی ہوگئے اور ایسی احتیاط سے غار کے اندر داخل ہوئے کہ دہانہ غار پر جو درخت مغیلاں تہا اور جہاڑیاں جن میں کسی پرند کا آشیانہ تہا اور جس میں اسکے انڈے رکہے تہے اور مکڑی کا جالا تنا ہوا تہا اس میں کچھ تغیر پیدا نہ ہوا جس کی نسبت روایات فریقین سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعد داخلہ حضرت کے بذریعہ اعجاز بسبب دعاے حضرت کے بحکم خدا یہ کوائف پیدا ہوئے اور یہ بہی ممکن ہے کہ بعد داخلہ ہی یہ کیفیتیں پیدا ہوگئی ہوں کیونکہ مکڑی بہت جلد جالا تن لیتی ہے اور پرند بہی بعض ایسے ہوتے ہیں کہ انڈے دینے سے کچھ قبل ہی کچھ تنکے وغیرہ رکہکر انڈا دیدیتے ہیں ؛

اب مشرکین نے رسول کو بستر پر نہ پاکر اپنی کوششیں ختم نہیں کیں بلکہ اس ناکامی سے اور زیادہ مشتعل ہوکر ہر چہار جانب تلاش شروع کی ابوجہل نے سو شتر کا انعام مشتہر کیا کہ جو شخص محمدؐ کو قتل کریگا اسکو دیا جائے گا جو کوئی معمولی انعام نہ تہا اور ایک شخص ابوکرز نامی کو جو بذریعہ نقش قدم کہوج لگانا جانتا تہا ساتھ لیکر کچھ لوگ یہ پتہ لگانے چلے ۔ابوکرز کہوج پر در غار تک لے آیا جس کے آگے نقش قدم اسکو نہ ملا تو اس نے بتلادیا کہ تمہارا مطلوب یہاں سے آگے نہیں گیا ۔یہیں غار میں ہوگا (بروایت روضۃ الصفا) ابوبکر نے اندر غار سے یہ باتیں سنکر بخوف دشمنان رونا شروع کیا (جسکو بسبب اندیشہ جان حضرت ظاہر کیا گیا ہے) جس پر رسول کو بموجب حکم الٰہی تہدیداً کہنا پڑا کہ "لاتحزن ان اللہ معنا" (رنج مت کرو خدا ہمارے ساتھ ہے) قریش نے جو درخت سر غار پر آشیانہ و بیضہ مرغ اور مکڑی کا جالا ثابت دیکہا تو اس خیال سے کہ اگر کوئی غار کے اندر جاتا تو جالا ضرور ٹوٹ جاتا اور بیضہ مرغ گرجاتا ابوکرز کی بات کا یقین نہیں کیا اور بلا غار کے اندر تلاش کئے واپس چلے گئے ؛

تیسرے روز و بروایتے چوتہے روز اسی معتمد شاگرد نے بندوبست کرکے تین اونٹ سواری کے ایک رسول اللہ کے لئے ایک ابوبکر کے واسطے اور ایک راہبر کیواسطے بہجوائے اور ایک شخص عبداللہ بن ارلیقط راہبر بہم پہنچایا جو گو اسوقت تک مسلمان نہوا تہا مگر اب رسول اللہ کے آثار و اخلاق دیکہکر مسلمان ہوگیا ؛

رسول اللہ معہ ابوبکر و راہبر کے ۴ ربیع الاول کو اونٹوں پر سوار ہوکر بہ رہبری راہبر بہ نظر احتیاط غیر متعارف راستہ سے روانہ مدینہ ہوگئے ۔بوجہ مشتہری انعام ابوجہل لوگ تلاش میں تہے اتفاق سے بروقت روانگی کے سراقہ بن مالک بن جعشم نے دیکہ لیا

وہ بطمع انعام فوراً گھر آیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر تعاقب میں روانہ ہوا جب وہ تلوار لیئے قریب قافلہ رسول پہنچا تو دوبارہ حضرت ابوبکر چلائے کہ اب ہم قتل ہوئے۔ رسول نے فرمایا ڈرتے کیوں جاتے ہو خدا ہمکو بچائیگا" (تنقید الکلام)

(مولف) یہ دوسرا موقعہ کمزوری قلب ابوبکر کا ہے جو کتب اہلسنت سے ثابت ہے اور یہ بعد نزول اس سکینہ کے ہے جسپر بڑا فخر کیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ نزول "سکینہ" نے بھی جو در اصل رسول کیواسطے تہا کوئی اطمینان قلب حضرت ابوبکر کا نہیں کیا) سراقہ سر پر آگیا مگر اتفاقاً یا باعجاز رسول اسکے گھوڑے کے دو پیر زمین میں دہنس گئے۔ ہر چند اسنے کوشش کی نہ نکلے۔ رسول کی قوت نفس نے اسکو دو دیکہا جس سے اسپر ہیبت رسول طاری ہوئی اور حضرت سے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ کسی کو اس حال سے آگاہ نکریگا۔ بہت آسان تہا کہ مرعوب دشمن ہلاک کر دیا جاتا مگر رسول انتقام کے لیے نہیں پیدا ہوئے تھے مجسم رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے شان کریمی دکھانے کی عہد قبول کر لیا گیا۔ دعا کی گئی گھوڑے کے پیر زمین سے نکل آئے اسکو ایک امان نامہ بھی دیدیا گیا۔ اور آپ آگے کو روانہ ہوئے سراقہ واپس مکان آیا۔ اور بعدہٗ غزوہ حنین بمقام جعرانہ حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوا +

دو واقعہ اور اثنائے سفر میں گذرے جنکو تاریخ سے کسیقدر تعلق ہے وہ حسب ذیل ہیں :-

پہلا

اثنائے راہ میں خیمہ ام معبد پر پہنچکر حضرت کو کچھ خواہش آب و طعام کی ہوئے اُس سے بقیمت طلب کیا گیا۔ کچھ موجود نہ تہا پشت خیمہ بکری لاغر بندہی تہی جو دودھ نہیں دیتی تہی حضرت نے باجازت اُس کی بکری کو دوہا تو دودھ کافی نکل آیا جس سے حضرت سیر ہو گئے اور کچھ بچ رہا حضرتؐ وہاں سے روانہ ہو گئے جسکے بعد اسکا شوہر جنگل سے واپس آیا اور زوجہ کی زبانی یہ عجیب انگیز حال سنکر متمنی زیارت حضرت کا ہوا۔ یہ دونوں زن و شوہر مدینہ آکر مشرف باسلام ہوئے ام معبد کی روایت ہے کہ وہ بکری اٹہارہ سال تک زندہ رہی اور برابر دودھ دیتی رہی بزمانہ خلافت عمرؓ بن خطاب مری ∴ معجزہ

دوسرا

دوسرا واقعہ بریدہ بن الحصیب الاسلمی کا ہے کہ وہ بہی اخبار ہجرت رسول و انعام قریش سنکر بطمع انعام ۷۰ آدمیوں کی جماعت سے تلاش میں نکلا تہا۔ مگر حضرت سے ملاقات ہونے پر حضرت کے اخلاق کریمہ دیکھکر اور کلام ربانی و عقاید اسلامی سنکر معہ ہمراہیان مسلمان ہو گیا اور اپنی دستار کو پہاڑکر اور نیزہ پر باندہکر بطور علم ہاتہہ میں لیئے ہوئے حضور کے آگے آگے چلکر مدینہ تک آیا +

یہ سال بوجہ ہجرت رسول آغاز سنہ ہجری کا موسوم ہوا جو اس سال کے ابتدا محرم سے شمار کیا گیا +

ورود حضرت بمدینہ علیؑ کا انتظار

جس روز سے خبر ہجرت رسول مشہور ہوئی تہی مسلمانان مدینہ ہر روز بیرون مدینہ برائے استقبال آتے تہے اور واپس جاتے تہے ہر جگہ چرچے تشریف آوری ہادی برحق کے تہے مسلمانوں کے اشتیاق کی کوئی حد نہ تہی کہ بروز دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱

سواری رسول نزدیک مدینہ پہنچی خبر پاکر مجمع کثیر جوان و مسن و اطفال کا مسلح ہوکر بغرض استقبال رسول اللہ کے پہنچا اور بالائے کوہ بہی مشرف بہ زیارت و قدمبوسی ہوا عجب طرح کی مسرت اہل مدینہ کو تھی اطفال مارے خوشی کے دف بجا بجا کر کہتے تھے

"طلع البدر علینا من ثنیات الوداع * وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع * ایہا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع" = ہر قبیلہ تمنی و ملتجی تہا کہ شرف قیام اسکو عطا ہو گر یہ قدردان رسول کیسے اپنے اوپر اپنی جان فدا کرنے والے کے بغیر جسکو دشمنوں کی تلوار میں اپنے بستر پر چھوڑ آیا تہا جس کی خیریت سے تو وہ مطمئن ہو چکا تہا۔ اس شاندار داخلہ و جلوس استقبال کی مسرت اٹھاتا اور کیسے بلا اپنی جان سے پیاری بیٹی فاطمہ کے جسکو مجبوراً چھوڑنا پڑا تہا بخیریت اپنے پاس پہونچے ہوئے کوئی مسرت اسکو معلوم ہوتی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ "جب تک علیؑ فاطمہ کو لے کے نہ آجائینگے میں داخل شہر مدینہ نہ ہونگا" جن کی طلب کیواسطے رسول قبل پہنچنے نواح مدینہ کے معرفت ابو واقد لیثی کے خط روانہ فرما چکے تھے جس میں سخت تاکید تعجیل تحریر فرمادی تھی۔ اہل مدینہ تو اس معقول عذر پر خاموش رہے مگر بقول روضۃ الصفا ابوبکر نے عرض کیا کہ "مردمان مدینہ بہت مشتاق ہیں حضور داخل مدینہ ہوں علی بھی آجائینگے" لیکن رسول نے اس پر کچھ توجہ نہ کی اور قبول نہ فرمایا اور دہنی جانب کو جسطرف محلہ قبا بیرون آبادی مدینہ آباد تہا رخ فرمایا اور مکان کلثوم یا کلثوم بن الہدی یا ہدم میں فروکش ہوگئے اور بقول بعض منزل ابو سعید خیثمہ میں فروکش ہوئے بعض نے بخانہ عمرو بن عوف بھی لکھا ہے مگر متاخرین کی تحقیق وہی ہے جو اول ظاہر کی گئی لیکن نشست حضرت کی محل سرائے ابو سعید خیثمہ میں رہتی تھی مگر ابوبکر حضرت سے علیحدہ ہوکر مدینہ میں چلے گئے (روضۃ الصفا) اور مقام سخ کے قبیلہ بنی حارث میں مکان حبیب بن اساف پر مقیم ہوئے (یہ پہلا تخلف ابوبکر کا رسول کیساتھ ہوا)

چندروز جب تک رسول محلہ قبا میں مقیم رہے بنیاد مسجد قبا کی ڈالی اور اس کی تعمیر کا اہتمام کیا اور یہ اول مسجد ہے جو مدینہ میں تعمیر ہوئی جسکے وصف میں خداوند عالم فرماتا ہے "مسجد اسس بنیانہ علی التقوی الآیہ"۔ یہاں پر حضور کے پاس مسلمانان مدینہ کا ہر وقت ہجوم رہتا تہا۔ قبائل بنی خزرج و اوس کے بت اکثر تو نقبائ مقرر شدہ نے آکر توڑ دیئے تھے اب حضرت کی تشریف آوری پر سعد بن ربیعہ و عبداللہ بن رواح نے گشت کر کے تمام بت جو انکو کہیں پر بھی ملے توڑ دیئے +

رسول کی روانگی غار سے تین روز کے اندر علی نے حسب ہدایت رسول تمام امانات مردمان مکہ کی ادا کیں کہ ابو واقد فرستادہ رسول خط طلب لیکر پہنچا۔ علیؑ نے جو ایک دو مسلمانوں میں سے مکہ میں رہ گئے تھے ان کو بھی ہجرت کرنے اور مقام ذی طوی میں جمع ہونیکو کہا اور خود مع جناب فاطمہ زہرا دختر رسولؐ و فاطمہ بنت اسد مادر خود و فاطمہ دختر زبیر بن عبدالمطلبؑ و ایمن پسر ام ایمن و ابو واقد قاصد رسول کے مکہ سے باہر آئے عورات کو محملوں میں اونٹوں پر سوار کرایا خود پیادہ روانہ ہوئے ابو واقد نے دشمنوں کے خوف سے اونٹوں کو تیز ہانکا علیؑ نے کہا "اے ابو واقد عورتوں پر رحم کرو اونٹوں کو آہستہ لیچل وہ کمزور ہوتی ہیں" ہموار راستوں سے اونٹوں کو لیچلے

رسول کا پہنچنا و علی کا انتظار کرنا

بنیاد مسجد قبا و مدینہ

علی کا مع خطوط امانتیں ادا کر کے مدینہ کو روانہ

علی حمد خدا کرتے اور رجز پڑھتے جاتے تھے۔ قریش کو معلوم ہوا تو آٹھ آدمی مسلح ہو کر انکے تعاقب میں روکنے کیلئے پہونچے جنکا سردار جناح پہلوان غلام حارث بن اُمیہ تھا جو مقام صجنان پر قریب قافلہ علی کے پہنچکر سدراہ ہوئے۔ بہادر علی نے اونٹ رکوا دیئے اور تلوار لیکر دشمنوں کے مقابل آ کھڑے ہوئے۔ جناح نے علی پر تلوار کا وار کیا جسکو علی نے خالی دیکر اس پر وار کیا جس سے اسکا شانہ کٹ گیا اور پھر دوبارہ حملہ کیا وہ سب بھاگ گئے۔ اب اس شیر غضبناک نے اپنے جلال میں پکار کر اُنسے کہدیا کہ اور جس کسی کو اپنی جان عزیز نہ ہو وہ آکر ذریت رسول کو روکے۔ اور اپنی جوش شجاعت میں اسی مقام صجنان میں قیام کر دیا۔ پھر کسی کی ہمت نہ ہوئی اور یہ قافلہ منزل بمنزل قیام کرتے اور نمازیں پڑھتے قریب مدینہ پہنچے۔ انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ ہجرت کے بعد تین دن علی مکہ میں رہے کہ جو چیزیں رسول کے پاس امانت رکھی تھیں انہیں واپس کر دیں۔ علی خود فرماتے ہیں کہ میں آپکی راہ میں رسول کی تلاش میں روانہ ہوا۔ ایک ایک منزل میں آپ کی خبر دریافت کرتا تھا کہ منزل عرج میں آپ کو پالیا (ترجمہ نہج البلاغہ)

اب یہ مشتاق زیارت رسول جسکو اپنے پالنے والے سے شاید اپنی عمر میں پہلی مرتبہ کئی روز کیلئے جدا ہونیکا موقعہ ملا تھا۔ قبا میں جہاں حضرت مقیم تھے سو قافلہ لے گیا۔ چھالے پڑے پیروں کو بہمت سے آگے بڑھایا۔ رسول کو اس قافلہ کی آمد کی خبر پا کر جس قدر خوشی ہوئی وہ اس سے ظاہر ہے کہ رسول خبر پا کر خود استقبال کو بڑھے تھے قریب پہنچنے پر اپنے فدائی کو گلے لگا لیا۔ رسول کے دست شفقت نے اس کی تمام تکلیفیں بھلا دیں۔ بقول روضۃ الصفا پیروں کے زخموں پر دست مبارک پھیرا اور دعا فرمائی شفا ہو گئی۔ اپنی لخت جگر فاطمہ کو جو مفارقت پدر میں بے چین تھی سینہ سے لگایا۔ حضرت کے پہونچنے سے ۱۲ روز و بقولے ۱۴ روز بعد یہ قافلہ مدینہ پہنچا تھا۔

داخلہ حضورؐ در شہر مدینہ

اب اس قافلہ کے پہنچنے کے بعد رسول نے بروز جمعہ اندرون مدینہ داخلہ کا قصد فرمایا جسکا اعلان ہونے پر ایک ہجوم مسلمانوں کا جمع ہو گیا۔ عجب یوم مسرت اہل مدینہ کا تھا۔ رسول معہ اپنے جانثار شاگرد علیؑ کے ناقہ پر سوار تھے۔ اہل مدینہ فوج فوج جلو میں تھے صغیر و کبیر جوش مسرت میں گاتے جاتے تھے کہ "نحن جوار من بنی النجار و من حبذا محمد من جار"
ہر شخص مہار ناقہ حضور کی کھینچ لیتا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ حضور اسکے یہاں مقیم ہوں مگر واہ رے فیصلہ کرنے والے رسول!! ارشاد ہوتا ہے کہ مہار ناقہ کی سب چھوڑ دو وہ منجانب اللہ مامور ہے۔ جہاں خدا کا حکم ہے بیٹھ جائیگا۔ یہ فیصلہ ایسا تھا کہ کسی کو قدرت و منشائے الٰہی پر راضی ہونیکے سوا چارہ نہ تھا۔ مہار ناقہ چھوڑ دی گئی۔ ناقہ حضور اول دروازہ مسجد بنی سالم بن عوف پر رکا جو انہوں نے پہلے سے تعمیر کرائی تھی یہاں اتر کر رسول نے نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ پڑھا۔ پھر سوار ہوئے تو ناقہ حضور اس مقام پر رکا جہاں اب مسجد نبوی ہے اور حضور نے فرمایا کہ یہ میرا مقام ہے۔ پھر وہاں سے چلکر ایک مقام پر جا کر رک گئی۔ جہاں سے مکان خالد بن زید عرف ابوایوب انصاری کا قریب تھا۔ ابوایوب نے خوش ہو کر اسباب حضرت کا اپنے گھر میں اتارا اور حضور کو فروکش کیا

ناقہ حضرت کو باجازت حضرت سعد بن زرارہ اپنے یہاں لے گئے چنانچہ حضرت مع علی و فاطمہ وغیرہ مکان ابوایوب انصاری میں مقیم ہوئے اور سات مہینے وہاں قیام کیا ❊

تعمیر مسجد — وہ مقام جہاں دوسری مرتبہ ناقہ رسولؐ کا بیٹھا وہ بنی نجار کے دو یتیموں سہل و سہیل کی ملکیت تھی جو بروایت سعد بن زرارہ و بروایتے معاذ بن عفرا کے تحت میں تھے حضرتؐ نے بقیمت دس اشرفی خرید کر ہموار کرائی اور مسجد تعمیر کرائی جس کی تعمیر میں تمام صحابہ اور سب سے زیادہ عمار یاسر اینٹ مصالحہ لاتے تھے اور اسکے قریب ہی حضرتؐ نے اپنے واسطے مکان تعمیر کرایا اور اپنے مکان کے پہلو میں اپنے شاگرد علی بن ابیطالب کا مکان تعمیر کرایا۔ دیگر مہاجرین کے مکانات بھی گرداگرد مسجد مذکور تعمیر ہوئے جنکے دروازے مسجد میں کو بھی رکھے گئے تھے جو بعد کو بموجب وحی الٰہی سوائے دروازہ علیؑ کے سب بند کرا دیئے گئے تھے ❊

سودہ وغیرہ بلوانا — اسکے بعد حضرت نے زید بن حارث و ابو رافع کو مکہ بھیجکر اپنی زوجہ سودہ بنت زمعہ کو بلوالیا اور عبداللہ بن ابی بکر بھی اپنی ماں و ہمشیرگان عائشہ و اسماء کو مدینہ میں لے آئے اسماء کے بطن سے اسی سال عبداللہ بن زبیر مدینہ آکر پیدا ہوئے ❊

اسلام — گروہ یہودیان مدینہ میں سے بعض نے حاضر خدمت ہو کر کچھ سوالات حضرت سے کئے جنکے جوابات شافی دیئے گئے۔ عبداللہ بن سلیم یا سلام جو علمائے یہود سے تھا جوابات حضرت سے معقول ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ اور اب دائرہ اسلام دن بدن بڑھنے لگا متفرق لوگ خدمت رسول میں حاضر ہوتے تھے اور تعلیمات و ہدایت حضرت سے مسلمان ہوتے تھے اور اب ایک شان حکومت اسلامی قایم ہو گئی ❊

صلحنامہ — یہودیان بنی قریظہ۔ بنی نظیر۔ بنی قینقاع و غطفان نے یہ روز افزوں ترقی اسلام دیکھکر حاضر خدمت ہو کر حضرت سے اس امر پر مصالحت کر لی کہ وہ لوگ حضرت و اصحاب و انصار حضرت سے اور جو اور مسلمان ہوں انسے کچھ متعرض یا انکے درپے آزار نہونگے اور حضرت انکے درپے آزار نہوں۔ جو فریق اس سے انحراف کرے دوسرے پر اسکا خون اہل و عیال مال و اسباب سب حلال ہے چنانچہ صلحنامہ تحریر ہوا اور بنی نظیر میں سے حی بن اخطب۔ بنی قریظہ سے کعب بن اسعد بن قریظہ۔ بنی قینقاع میں سے مخریق کے دستخط ثبت ہوئے ❊

فرمان — اب رسول نے ایک فرمان جاری کیا کہ "یہود جو ہماری بلاد اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں تمام ذلتوں اور اذیتوں سے بچائے جائینگے اور ہماری امت کیساتھ مساوی استحقاق انکو ہماری نصرت و حمایت و حسن سلوک کا حاصل رہیگا۔۔۔ سب ساکنان یثرب مسلمانوں کے ساتھ ملکر قوم سمجھے جائینگے اور وہ اپنے اعمال مذہبی کو ویسی ہی آزادی کے ساتھ بجالائینگے جیسے مسلمان اپنے رسوم دینی کو بجالاتے ہیں۔۔۔ سب سچے مسلمان اس شخص سے بیزار رہیں گے جو کسی گناہ یا ناانصافی یا ظلم یا شقاوت کا مرتکب ہوگا اور کوئی شخص کسی مجرم کی حمایت نہ کریگا۔ گو اسکا کیسا ہی عزیز قریب ہو" (تنقید الکلام)

اسلام — سلمان فارسی جو ابتداءً فارسی النسل آتش پرست تھے۔ پھر عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ مدت دراز تک عیسائی علماء کی خدمت

ہیں تھے ایک قافلہ کے ساتھ عرب کو آئے تھے اہل قافلہ نے انکو قریب مدینہ ایک شخص کے ہاتھ بطور غلام فروخت کردیا تھا۔ خدمت حضور میں حاضر ہوکر سلمان ہوئے جو حضرت نے معاوضہ ادا کرکے انکو اس کی غلامی سے آزاد کرایا تب سے یہ بلا زر خدمت حضور میں حاضر رہے یہ ایسے صادق جانثار حضرت کے تھے کہ حضرت انکی نسبت فرماتے تھے کہ "سلمان منا اہل البیت"۔

عقد مواخاۃ علیؑ کو رسول نے اپنا بھائی قرار دیا انتخاب پہ گہری نظر

اب آپس میں اخلاص و تعلقات قوی کرنے اور ایک صورت اتحادی و تنظیمی قائم کرنیکی غرض سے۔ حضرت نے مہاجرین و انصار میں باہم عقد مواخات قائم فرمایا یعنی ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ مہاجرین کا مہاجرین کیساتھ اور انصار کا انصار سے۔ چنانچہ مہاجرین میں:۔ ابوبکر کا عمر بن خطاب سے۔ طلحہ کا زبیر سے۔ عبدالرحمٰن بن عوف کا عثمان بن عفان سے۔ ابوعبیدہ جراح کا سعد بن معاذ سے انصار میں:۔ ابوبکر کا خارجہ بن زید سے۔ عمار بن بشیر کا ثابت قیس خزرجی سے۔ زبیر یا زید بن عوام کا سلمہ سے۔ طلحہ بن عبداللہ کا کعب بن مالک سے۔ مصعب بن عمیر کا ابوایوب سے۔ ابوحذیفہ بن عتبہ کا عمار بن یاسر سے۔ عبداللہ بن حجش کا عاصم بن ثابت سے۔ ارقم بن ارقم کا ابی طلحہ سے عثمان بن مظعون کا ابوالہیثم بن التیہان سے۔ سلمان فارسی کا ابودرداء سے۔ غرض قریب کل مہاجرین و ہم انصار کے درمیان یہ عقد مواخاۃ باندھا گیا کہ ایک دوسرے کی ہر طرح امداد کریں اور ایک دوسرے کی میراث بھی پائیں مگر میراث پانے کا حکم بقول روضۃ الصفا بعد غزوہ بدر کے آیۃ "اولوالارحام ... الخ" سے منسوخ ہوگیا۔ لیکن دیکھنے کی بات یہ ہوئی کہ علیؑ کو کسی کا بھائی نہ بنایا تھا۔ موقعہ علیؑ کے سوچنے کا تھا کہ کیا وجہ کہ رسول نے اسموقعہ پر جبکہ وہ اسلامی مفاد کیواسطے ایک فعل جماعت کے قوی کرنے اور باہم خوشگوار تعلقات قایم کرنیکو کر رہے ہیں ان کو کیوں نظر انداز کیا گیا؟ اسپر افسردہ ہونا علیؑ کی سچی اسلامی محبت کیواسطے فطری امر تھا۔ طبیعت شناس نبی نے دیکھ لیا۔ اور مسکرا کر علیؑ سے سبب افسردگی دریافت کیا۔ مطیع شاگرد نے گردن جھکا کر جواب دیا "یا رسول اللہ کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ کسیکا بھائی بنایا جاؤں"؟ اب اس استفسار کا راز کھلتا ہے۔ رسول فرماتے ہیں "یا علی تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے" (تاریخ الاسلام حصہ ...) اب غالباً اس افسردگی کے عوض علیؑ سے زیادہ خوش ہونیوالا کوئی نہ ہوگا۔ دعوت عشیرہ کے روز کا لفظی اعلان اور اسوقت کا عملی اظہار بلکہ دنیا کے علاوہ آخرت کی ترقی کیساتھ تعلقات و محبت کی گہری جڑ کا پتہ دیتے ہیں۔ کیا یہ رسول کا سطحی نظر کا عمل تھا یا اتفاقی قرعہ تھا کہ جسکا جسکے نام کیساتھ آگیا بھائی بنا دیا گیا؟ نہیں یہ طبیعت شناس رسول کا مناسبتیں دیکھکر انتخاب تھا۔ کون تھا جسکو رسول سے مناسبت ہوتی بجز اس شاگرد کے جسے گہوارے سے اپنا مثل بنایا جا رہا تھا۔ ابھی تو اسکی وجہ بظاہر نہیں معلوم ہوتی کہ کیوں رسول نے ابوبکر کو عمر بن خطاب یعنی ابا عائشہ کو ابا حفصہ کا ہی بھائی بنایا اور عبدالرحمٰن بن عوف کو عثمان بن عفان کا۔ لیکن رسول کے بعد کا زمانہ آئیگا جسمیں اس امر کا تصفیہ آسان ہوگا کہ رسول نے طبایع کے

واخاۃ

بھائی بنانے کے نکتہ پر گہری نظر

مسلمان کی کس قدر صحیح گرفت کی تھی جب رسول کی رحلت کے بعد علی تنہا دکھائی دینگے۔ اور عمر ابوبکر کی خلافت کے واسطے سب سے پہلے ہاتھ بڑہا ئینگے! و یا ابوبکر اپنے بعد کیواسطے ذریعہ تحریر عمر کو خلیفہ مقرر کرینگے اور جلسہ شوریٰ میں عبدالرحمٰن بن عوف درہم کی چالاکی سے تاج خلافت عثمانؓ کے سر پر رکھہ دینگے! اسوقت رسول کی طبیعت شناسی کا اندازہ ہوگا کہ ایک ایک رنگ کی طبیعت کو کسطرح علیحدہ علیحدہ کر کے دکہا دیا تہا۔

اس سال نماز شب میں دو رکعت کا اضافہ ہوا۔ صبح و شام کی بدستور دو رکعت رہی منصب موذنی بلال کو عطا ہوا۔ طریقہ اذان مقرر ہوا۔ اوّل صرف یہ کلمہ تہا "الصلوٰۃ جامعہ" پہر بذریعہ وحی کلمات اذان تعلیم ہوگئے اور روز جمعہ جسکو پہلے عروبہ کہتے تھے روز عبادت عام مقرر کیا گیا جس کو اس اجتماع کیوجہ سے جمعہ کہنے لگے۔ اسی سال زکوٰۃ واجب ہوئی۔ (مقرر بعض)

اسی سال مکہ میں ولید بن مغیرہ عم ابوجہل۔ عاص بن وائل سہمی جو دشمنان رسول تھے ہلاک ہوئے اور اصحاب حضرت میں سے سعد بن زرارہ انصاری و براء بن معرور انصاری نقباء اسلام و کلثوم بن الہدم انصاری جنکے یہاں حضرت آکر مقیم ہوئے تھے بقضائے الہی فوت ہوئے۔ ان لوگوں کی نماز جنازہ حضرت نے پڑہائی۔ (انتقال و — و بعض صحا)

اسی سال بماہ شوال سنہ ۱ حضرت نے عائشہ دختر ابوبکر منکوحہ خود سے نو سال کی عمر میں حسب خواہش انکے باپ کے رخصت کرا کر زفاف کیا۔ یہ رخصتی نہایت خاموشی کے ساتھ ہوئی دعوت ولیمہ بھی کسیکو نہیں دی گئی تھی۔ یہ نہایت مشہور و معروف زوجہ رسول ہیں جن سے آئندہ تاریخ کو بہت کچھ تعلق ہوگا۔ یہ بعد رسول تک زندہ رہیں اور زمانہ خلافت علی میں ان سے جنگ جمل میں اونٹ پر سوار ہو کر لڑیں۔ اور بعد رسول اپنے والد کے حصول خلافت کا پورا ذریعہ ہوئیں۔ یہی پولٹیکل راز انکے عقد کا تہا۔ (زفاف)

اسی سال سے قبیلہ بنی اوس و خزرج میں ایک جماعت منافقین کی قایم ہوگئی جسکا سرغنہ عبداللہ بن ابی سلول خزرجی تہا جس کی امارت حضرت کی تشریف آوری کیوجہ سے جاتی رہی تہی اور اسعد بن قیس خزرجی و بنی اوس میں حرث بن سہل و عباد بن حنیف تھے جو بظاہر مسلمان ہوگئے تھے مگر باطن میں انکے نفاق تہا۔ اور یہود میں سے بن جحش و زید بن اصب وغیرہ بہی بظاہر مسلمان ہوگئے تھے مگر یہ باطن کافر تھے اور یہ بات کچھ اسلام کیواسطے ہی نہیں تہی کیونکہ ہر مذہب و دین کے قبول کرنے والے کل ایسے نہیں ہوتے جو خلوص سے قبول کرتے ہیں۔ بلکہ بعض ایسے بہی ہوتے ہیں کہ خاص اغراض کے لالچ یا اثرات سے مرعوب ہوکر بظاہر مذہب قبول کر لیتے ہیں۔ یہ باطن مخالف ہوتے ہیں۔ (آغاز جماعت)

سنہ ۲ ہجری تنظیم اسلام و نزول آیہ جہاد معہ اسباب

اس سال سے مرقع اسلام کے ایک دوسرے رخ کے نمایاں ہونے کا آغاز ہوتا ہے اب تک تبلیغ و اشاعت اسلام بوجہ ابتدائی

حالت قلت تعداد کے محض زبانی بذریعہ تعلیمات قرآنی و پند و نصائح و اخلاق نبوی و اعمال پیروان اسلام مثل نماز و روزہ و دیگر امور خیر کے ہوئی تھی جس سے بعد ورود حضرت بمدینہ معتد بہ ترقی در روز افزوں عروج دین نبوی کا ہونے لگا اور ایک کثیر جماعت اہل مدینہ و مضافات مدینہ کی دائرہ اسلام میں آکر تعلقات مستحکم باہمی اتحاد و اتفاق و اخوت کے قایم ہوگئے تھے یہ اخبار ترقی اسلام کے کفار مکہ کو پہنچا کئے اور نیز یہودیان مدینہ کے زیادتی حسد و بغض کا باعث ہوئے جو کسی طرح ایک ایسے دین کی ترقی کو جو اُنکے معبودوں یعنی بتوں کی بیخ کنی کرتا ہو ٹھنڈے دل سے دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ کفار مکہ کو اس بات کا اور زیادہ غصہ و غم تھا کہ محمد کو ہمارے ہاتھوں سے نکل کر مدینہ میں ایسا عروج کیوں حاصل ہو گیا۔ اُنکے قافلے شام وغیرہ کو بہ سلسلہ تجارت کثیر تعداد میں مسلح ہو کر نواح مدینہ کیطرف سے آجایا کرتے تھے اور وہ اپنے ان سفروں میں یہودیان مدینہ سے ملکر طرح طرح کی سازشیں و ترغیب مخالفت حضرت رسول و پیروان رسول کی کیا کرتے تھے جس سے ہر وقت اندیشہ حضرت و پیروان حضرت کے نقصان جان و مال کا رہتا تھا۔ اب چونکہ تعداد اہل اسلام بھی معقول ہو گئی تھی۔ لہذا ضرورت ہوئی کہ بغرض محافظت خود و مدافعت دشمن کوئی صورت تنظیمی قایم کی جاوے اور یہ بلا کسی قوت اتحادی و سیاسی و غلبہ و استیلا کے ممکن نہ تھا۔ قیام قوت اتحادی کے واسطے حضرت نے پہلے ہی اصول اخوت قایم فرما دیا تھا اور طریقہ بیعت سے جس میں عہد و پیمان متابعت و محافظت حضرت کے لیے جاتے تھے۔ اقتدار سیاسی بھی حضرت کا قایم ہو چکا تھا۔ ہر شخص ہر امر مصالحت و منازعت میں مطیع و منقاد حضرت کا تھا۔ حضرت کے اصول مساوات سے ہر مسلمان بلا لحاظ قومیت و حیثیت غلام ہو یا آزاد ایک دوسرے کو مثل اپنے بھائی کے تصور کرتا تھا اور امداد و اعانت کو فرض سمجھتا تھا۔ اب رہی محافظت و مدافعت یہ بلا قیام و اظہار قوت جنگی و فوجی کے ہو نہیں سکتی کیونکہ جب تک یہ قوت موجود نہ ہو مدافعت ناممکن اور جب تک اسکا اظہار مخالفین پر نہ ہو قیام و محافظت دشوار ہے یہی اعلیٰ درجہ کا سیاسی نقطہ نظر تھا جو اب تک بوجہ قلت تعداد التوا میں تھا۔ اب کافی تعداد ہونے پر بموجب حکم الٰہی "اذن للذین یقاتلون فی سبیل اللہ بانھم ظلموا و ان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر" اور "یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم" جو بغرض مدافعت جہاد بالسیف پر دال تھے۔ ابتداء جہاد اور اظہار قوت مقابلہ و مقاتلہ کی بنیاد پڑی جو ایک نہایت ضروری و لازمی شے تھی۔

اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا وہ دیکھیں کہ اسوقت تک کہ چودہ سال آغاز تبلیغ اسلام کو گذر چکے ہیں حضرت یا پیروان حضرت میں سے کسی نے تلوار تو کیا چاقو تک بھی کسی پر بغرض تبلیغ اسلام نہیں اٹھایا تھا اور بہ حسب تحقیق مسٹر گبن و اوسکلے پندرہ سو آدمی دائرہ اسلام میں آ چکے تھے۔ باوجود اسکے کہ طرح طرح کے ناقابل برداشت مظالم و سختیاں کفار یگانہ و بیگانہ

کیطرف سے رسولؐ و پیروانِ رسول پر ہوئیں مگر سب کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا کسی سے مقابلہ یا مقاتلہ نہ کیا یہ محض رسول کی روحانیت اور اس کی تعلیم کی حقانیت ہی تھی کہ جس نے ایک ایسے جاہل اور سخت ملک میں دین حضرت کو اتنی ترقی اور عروج پر پہنچا دیا کہ اب اظہار قوت کی قابل ہوگئے۔ اور یہ ایک ظاہر بات ہے کہ جب اول تلوار اٹھانیکے قابل ہوگئے۔ تب تو تلوار اٹھائی۔ ورنہ اتنی مخالفتوں کے درمیان چیونٹی کی طرح پیس کر رکھ دیئے جاتے پس صاف ظاہر ہے کہ اسلام کو ہرگز بغرض تبلیغ و اشاعت تلوار اٹھانے کی ضرورت نہیں ہوئی بلکہ صرف بوجہ محافظت و مدافعت ہوئی اور وہ بھی ظالمانہ نہیں بلکہ منصفانہ و رحمانہ و اخلاقی اصول کے ساتھ جنکی اپنے بقاء و تدبر کے لحاظ سے اشد ضرورت تھی ورنہ بقول مسٹر کارلائل یہ کلیہ ہے کہ تلوار ملک پر قبضہ کر سکتی ہے دل پر قبضہ نہیں کر سکتی ۔

تردید اعتراض عیسائیان ذریعہ تحریرات عیسائی مؤرخین

اب مجھے اُن عیسائی متعصب مؤرخین کی جو اسلام کو ایک ظالم و جابرانہ مذہب اور اسکی اشاعت کو بزور شمشیر بتلاتے ہیں خود انکے یہاں کے اقوال و حالات سے تردید کرنی ہے۔ نہایت افسوس ہے کہ ایسا مذہب جسکا دامن اصولاً و عملاً لوث مظالم وحشیانہ سے پُر ہو وہ اسلام جیسے پر امن صلح پسند و منصفانہ مذہب پر نکتہ چینی کر کے اپنے مُنہ کی خاک دھونا چاہے۔ ذرا ملاحظہ ہو۔

انکوئزیشن کروسیڈ "انکوئزیشن کروسیڈ میں درج ہے کہ جسوقت عیسائی جروسلم میں داخل ہوئے تو انہوں نے کمسن لڑکوں کے دماغ پاش پاش کر دیئے۔ بچوں کو پٹک دیا عورتوں کی عصمت دری کی، آدمیوں کو جلایا یہودیوں کو انکے عبادت خانوں میں لیجا کر جلایا غرضکہ ستر ہزار مرد عورت اور بچے بیرحمی سے قتل کئے گئے" کیا رسول اسلام کی کسی ایک جنگ یا فتح میں بھی کوئی ایک ایسا بیرحمی کا عمل دکھا سکتے ہیں؟

چیمبرز انسائیکلوپیڈیا: برخلاف اسکے چیمبرز انسائیکلوپیڈیا" میں عیسائی مصنف سپین کی فتح اسلام کیوقت مسلمانوں کے عمدہ برتاؤ کی تعریف کرتا ہے

مسٹر گاڈ فری ہیگنس کی تحقیق مسٹر گاڈ فری ہیگنس جو انیسویں صدی کا عیسائی مورخ ہے لکھتا ہے کہ "اسلام پر عیسائیوں کا تعصب مذہبی۔ حرارت افزا اعتقاد۔ اور جبر کا الزام لگانا بالکل غلط ہے حالانکہ وہ اپنے عمل کو دیکھیں کہ اسپین سے مارسکو قوم کو انہوں نے اسوجہ سے نکالدیا کہ وہ عیسائی نہ ہوتے تھے میکسیکو اور پیرو کے لاکھوں آدمیوں کو اسیوجہ سے قتل کیا اور غلام بنایا۔ مگر اسلام نے باوجود فتح کے یونان میں صدیوں تک عیسائیوں کو باطمینان اپنے مملوکات پر قابض رہنے دیا۔"

مسٹر ہیگنس کا بیان مسٹر ہیگنس کا بیان ہے کہ تاریخ اسلام میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جو بدنامی میں "انکوئزیشن" کی رسوائی کے نصف بھی ہو کیونکہ اسلام میں کوئی شخص بوجہ نہ قبول کرنے اسلام کے جلایا نہیں گیا "انکوئزیشن" بارہویں صدی میں رومن کیتھولک چرچ نے ایک محکمہ قایم کیا تھا جس میں معلوم ہونے پر ان لوگوں کو جو فرقہ مذکور کے مخالف ہوتے تھے سخت سخت ظالمانہ ایذائیں دیجاتی تھیں۔

ڈاکٹر سپیرڈکس کی تحریر ڈاکٹر سپیرڈکس کی تحریر بحوالہ فقرہ ۵۰ ۳ چٹی گاڈ فری ہیگنس میں درج ہے کہ "یہ سوال یہ ہوتا ہے کہ اس مذہب اسلام میں

آخر کیا بات ہے جسکا اثر یہ ہو بجز بحث و شیریں کلامی کے اور کوئی سلاح مستعمل نہیں ہوتا پس عیسائی اس تبدیل مذہب کو بزور شمشیر نہیں کہہ سکتے ✤

بائبل کی خونریزیوں کے اذکار و اسلام کے اصول جنگ

اب بائبل کے خونریزیوں کے اذکار و احکام کو دیکھیے اور احکام و واقعات اسلامی سے مقابلہ کیجیے تو زمین آسمان کا فرق نظر آئیگا۔ پیدائش ۳۴ ۲۵ "سکم اور حمور اکس فریب و دھوکے سے قتل کئے گئے" گنتی ۳۱ ب "انہوں نے مدیانوں سے لڑائی کی جیسا خداوند نے موسیٰ سے فرمایا اور سارے مردوں کو قتل کیا۔ آوی۔ رقم۔ صور۔ حور۔ رابع پانچ بادشاہان مدیانوں کو جان سے مارا۔ عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا۔ مال اسباب لوٹا۔ شہر و قلعے پھونک دیئے۔ موسیٰ ان پر خفا ہوئے کہ عورتوں کو کیوں جیتا چھوڑا"۔ پھر گنتی ۳۳۔ ۵۵۔ "پھر اگر اسکے باشندوں کو اپنے آگے سے دفع نہ کرو گے تو یوں ہوگا کہ جنہیں تم رہنے دو گے تمہاری آنکھوں میں خار ہونگے اور کانٹوں کی مانند تمہارے پہلوؤں میں چبھیں گے"۔

استثنا ۲۔ ۳۴ "مردوں عورتوں اور بچوں کو حرم کیا"۔ ۱۲ ت ۳۰۲ "انکے بتوں کو توڑ ڈالیو۔ گھنے باغوں کو آگ لگائیو"۔

✤ ۲۰ ت "اگر دشمن اپنا ملک پر حوالہ نہ کرے تو اسکا محاصرہ کرو اور جب قبضہ ہو جائے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو قتل کرو عورتوں لڑکوں مواشی مال اسباب کو لوٹ لو اور لوٹ کا مال خوب کھاؤ اور کسی سانس لینے والی چیز کو جیتا مت چھوڑو"۔

یشوع ۶ ت ۲۵۔ ۸ ت ۱۸۔ ۱۰ ت ۲۹۔ ۱۰ ت ۲۴ "سنگسار کر کے جلانا پھر اسپر پتھراؤ کرنا۔ بادشاہوں کو فنا کرنا۔ بلکہ خدا کے حکم سے کوئی ذی روح باقی نہ رکھنا۔ ایک بادشاہ بھاگ کر یاعیل کے خیمہ میں آیا اسنے قریب سے اسکے سر میں میخ گاڑ دی" ✤

استثنا ۶ ت ۲۱ "الٰہی فرشتہ یسوع کا لشکر ہو کر آیا تب اسنے لوگوں کو جو شہر میں تھے کیا مرد کیا عورت کیا جوان کیا بوڑھا کیا بیل کیا بھیڑ اور گدھا سب کو یک لخت ہلاک کیا تیغ کیا" ✤

قاضی ۵ ت ۳۰ "داؤد نے کنواریوں کو سپاہیوں کے لیے رکھا"۔ ۹ ت ۴۹ "سکم کے برج میں آگ لگا کر لوگوں کو جلا دیا"۔

۲ سموئیل ۱۲ ت ۳۱ "داؤد نے ربہ کے بادشاہ کا تاج اتار اپنے سر پر رکھا۔ لوگوں کو آروں اور کلہاڑوں اور لوہے کی گاڑیوں کے نیچے کیا۔ اور انیٹوں کے جلتے پزاوے میں جلا دیا" ✤

۱۱۔ تاریخ ۲ ت ۲۰۔ سلاطین ۱۵ ت ۱۶ "مناحم نے تمام حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑ ڈالے" ۲۳ ت ۱۶ "قبروں سے ہڈیاں منگا کر حکم الٰہی جلا دیں"۔

کیا ایسے مذہب کے پیرو اسلام یا بانیٔ اسلام پر کوئی اعتراض کرنیکا حق رکھ سکتے ہیں۔ کیا بانی اسلام کے جہاد یا فتح کے وقت ایسے مظالم کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی نظیر بھی پیش کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! ✤

اب ذرا اسلام کے اصول جنگ و جہاد ملاحظہ ہوں جنگی ہدایات قرآن و سپاہیان فوج کو دیجاتی تھیں جن کی خلاف ورزی کبھی

بیانات و احکام

مسودہ احکام

بھی سخت باز پرس ہوتی تھی :- (۱) تقوے و پرہیزگاری سے کام کرنا (۲) خدا سے طالب مدد رہنا محض قربۃ الی اللہ جنگ کرنا (۳) اوّل تین باتیں پیش کرنا یعنی اسلام قبول کر دیا جزیہ دینا منظور کرو ورنہ جنگ پر آمادہ ہو (۴) دشمن سے مکر نہ کرنا (۵) مال غنیمت میں چوری نہ کرنا (۶) بعد زیر کرنے کے ظلم نہ کرنا نہ بعد قتل کے اعضا بدن کاٹنا (۷) بڈہے اطفال اور عورتوں کو قتل نہ کرنا (۸) درختان و زراعت کو تباہ و برباد نہ کرنا (۹) حیوانات کو بلا وجہ ہلاک یا پے نہ کرنا (۱۰) راہبان صومعہ نشین کو آزار نہ دینا (۱۱) جس کو امان دو اس سے وفاء عہد کرنا (۱۲) بستی کو پانی میں غرق نہ کرنا نہ آگ میں اسکو جلانا (۱۳) دشمن خواستگار صلح ہو تو صلح کر لینا۔ (۱۴) اسیروں سے حسن سلوک کرنا ؛

بانیٔ اسلام کا اعلیٰ مخبری وجاسوسی

قبل اسکے کہ میں یہ دکھلاؤں کہ جہاد کی ابتدا کیسے اور کیوں ہوئی۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بغرض محافظت و مدافعت یہ امر بھی نہایت ضروری تہا کہ اپنے گرد و پیش قریب و بعید کے دشمنوں کے حالات و خیالات و ارادوں سے پورے طور پر واقفیت ہو تاکہ دفع ضرر کی مناسب تدابیر عمل میں لائی جا سکیں اسکے واسطے حضرت نے ایسے عمدہ ذرائع خبر رسانی و جاسوسی کے اختیار کئے تھے کہ ادہر دشمنوں کے کسی گروہ یا قبیلہ میں کوئی مشورہ خلاف ہوا ادہر فوراً حضرت کے پاس خبر آگئی اور حضرت نے فوراً تدبیر مدافعت کر لی یا حسب اصول قتل الموذی قبل الایذا اسکی سرکوبی کر دی اور حملہ یا مضرت سے اہل اسلام کو بچا لیا۔ اس خبر رسانی کے تین ذریعہ تہے۔ ایک تو حضرت کی ذاتی قوت نفس و ادراک و فراست۔ دوسرا الہامی بذریعہ روح القدس تیسرا ذریعہ جاسوسان اس شعبہ کو حضرت نے ایسا مکمل کیا تہا کہ دشمن تو دشمن دوستوں کے بھی تمام حالات و معاملات کی حضرت کو خبر ہو جاتی تہی اور اسی خوف سے کوئی شخص حضرت کے سامنے کسی واقعہ سے انکار یا غلط بیانی کی جرأت نہیں کر سکتا تہا۔

بعض اصطلاحات جنگ تشریح

یہاں پر یہ امر بھی ظاہر کر دینے کے قابل ہے جو آئندہ واقعہ کے سمجھنے میں امداد دیگا کہ اصطلاح تاریخ اسلام میں :- غزوہ اس جنگ یا فوج کشی کو کہتے ہیں جس میں رسولؐ خود بہ نفس شریک رہے ہوں اور جب کسی دوسرے شخص کو امیر یا سردار لشکر کر کے فوج یا حصہ فوج کو بہیجا گیا ہو اسکو سریہ یا بعث کہتے ہیں جنگ میں جو ایک دوسرے کے مقابل ہو انکو مبارز۔ جو گرفتار ہوں انکو اسیر جنگ اور مال جو ہاتھ آئے اسکو غنیمت کہتے ہیں ؛

اسباب آغاز جنگ

آغاز جنگ کا

اس سال آغاز جنگ کے اسباب یہ ہوئے کہ جو اکا دوکا مسلمان جو مکہ میں رہ گئے تہے انکا اور نیز ان مسلمانوں کے ساتھ جو بغرض ادائے حج یا عمرہ یا کسی اور ضرورت سے مکہ جاتے تہے۔ کفار مکہ نہایت ظالمانہ طور پر پیش آتے تہے جس کی شکایات آکر حضرت کے پاس آتی تہیں مگر بوجہ نہ ہونے اذن جہاد کے حضرت خاموش رہتے تہے۔ ابوجہل نے حضرت کے پاس ایک خط بہیجا کہ تمہاری نخوت نے تمکو گہر سے نکالکر مدینہ پہنچایا اور اقارب سے چہڑایا اب بھی تم اپنے خیال سے باز آؤ ورنہ یہ سمجھنا کہ مدینہ پہنچکر تم ہمارے ہاتھ سے بچ گئے ہم

ابوجہل کا خط

اہل مکہ میں بیٹھکر تمکو اور تمہارے اصحاب کو قتل و تباہ کردینگے۔ اسکا جواب اگرچہ حضرتؐ نے تسکی دیدیا تہا۔ مگر اہل مکہ کی کنیہ وری طبیعتوں اور انکی یہودیان مدینہ کیساتھ ریشہ دوانیوں سے ہر وقت اندیشہ ہتا تہا کہ نہ معلوم کسوقت وہ لوگ چڑہ آئیں اور مدینہ پر تاخت کریں کہ آیہ جہاد متذکرہ صدر نازل ہوئی اور حضرت کو تنظیم مذکورہ بالا کی ضرورت ہوئی ؎

(۱) غزوہ ابواء

سریہ ابواء

اب ماہ صفر ۲ھ میں حضرت کو خبر ملی کہ قریش مکہ بنی ضمرہ سے سازش کرکے تہیہ میں ہیں کہ مدینہ پر حملہ آور ہوں اور مسلمانوں سے جنگ کریں اور اس غرض کیواسطے ابوجہل معہ ایک گروہ قریش و بنی ضمرہ کے بحیلہ تجارت روانہ ہوا ہے کہ جانب شام سے مدینہ پر حملہ کرے اور ابوسفیان معہ کچھ گروہ کے بیرون مکہ آگیا ہے اور مزید لشکر بغرض امداد ابوجہل فراہم کر رہا ہے۔ چنانچہ اول حضرتؐ نے جناب حمزہ بن عبدالمطلب اپنے عم نامدار کو امیر لشکر کرکے اور ایک علم سفید مرتب کرکے معہ ۳۰ آدمیوں کی جماعت کے اسطرف کو روانہ کیا جسطرف سے قافلہ ابوجہل کے آنے کا خیال تہا۔ اور خود حضرت مدینہ میں سعد بن عبادہؓ کو خلیفہ مقرر کرکے معہ ایک جماعت اصحاب کے خاص منازل بنی ضمرہ کیطرف روانہ ہوئے کہ انکی یہاں سرکوبی کر دیجائے اور عبیدہ بن الحارث کو جو شیخ المہاجرین کہے جاتے تہے معہ ایک گروہ ۶۰ یا ۸۰ مہاجرین کے جنکے ساتہ کوئی انصار میں سے نہیں تہا بمقابلہ جماعت ابوسفیان روانہ کیا۔ انکے ساتہ ایک علم سیاہ کیا گیا تہا جو مسطح بن اثاثہ کی سپرد تہا اور یہ علم اور حضرت حمزہ کا علم دونوں سب سے اول علم تہے جو اسلام مین تیار و بلند ہوئے اور یہ پہلا غزوہ اسلام کا تہا ؎

ابواء عرف غزوہ ودان (۲) صفر ۲ھ

حضرت معہ اپنی جماعت کے جب منزل ابواء پر پہنچے تہے جسکو ودان بہی کہتے ہیں اور بنی ضمرہ کو خبر خروج حضرت کی ملی تو مخشی بن عمر سردار قبیلہ نے جسکے زیادہ آدمی ہمراہ ابوجہل چلے گئے تہے اور بہت تہوڑے سے مکانوں پر رہگئے تہے اور وہ بہی بے سر و سامان یہ دیکہکر کہ اگر ایسی حالت مین جنگ ہوئی تو انکو شکست ہوجائے گی حضرتؐ کے پاس آکر صلح کرلی۔ حضرتؐ نے بہی صلح کو منظور فرما لیا۔ اور اسطرح پر ان کی مزید امداد کو روکدیا۔ اس غزوہ کو غزوہ ابواء عرف ودان کہتے ہیں۔

سریہ حمزہ صفر ۲ھ

سریہ حضرت حمزہ مین جو معہ ۳۰ آدمیوں کے بجانب سیف البحر روانہ ہوئے تہے انکا اور قافلہ ابوجہل کا جسکے ساتہ ۳۰۰ آدمی تہے مقابلہ ہوا دونوں جانب سے آمادگی جنگ کی ہوگئی کہ مجدی بن عمر جہنی جو حضرتؐ اور قریش دونوں فریق کا ہم عہد تہا خبر مقابلہ پاکر موقعہ پر پہنچ گیا اور درمیان میں پڑکر انمیں صلح کرادی اور ابوجہل مع اپنے گروہ کے بلا جنگ مکہ کو واپس گیا حضرت حمزہ بہی معہ اپنی جماعت کے بلا جنگ واپس آئے اسطرح ابوجہل کے حملہ کے خطرہ سے نجات ملی ؎

سریہ عبیدہ ربیع الاول ۲ھ

عبیدہ بن الحارث معہ اپنی جماعت کے جس میں سعد بن وقاص بہی تہے مسطح علمدار لشکر تہا۔ مقام احیاء پر پہنچے تو ابوسفیان کی جماعت سے انکا مقابلہ ہوا۔ جانبین سے تیر اندازی بہی ہوئی۔ اول تیر سعد بن وقاص کا چلا تہا۔ مشرکین قریش میں زیادہ آدمی مجروح ہوگئے

اور مہاجرین کی تیراندازی کے سامنے وہ ٹہر نہ سکے مغلوب ہوکر کو بھاگ گئے یہ گروہ مسلمانان مظفر واپس آیا۔

نتیجہ غزوہ ابواء

(نوٹ) اس جنگ اول میں اگرچہ کوئی بڑی جنگ نہیں ہوئی مگر تاہم مسلمانوں کو کامیابی ہوئی۔ بنی ضمرہ نے داب میں آکر صلح کرلی ابوجہل اپنے ارادوں میں ناکام رہا ابوسفیان کو شکست کھاکر بھاگنا پڑا جسکی کیفیت ابوجہل کو بعد واپسی تکملی لہذا دونوں یعنی ابوجہل و ابوسفیان کو اس ناکامیابی کیوجہ سے اور زیادہ کاوش بڑھ گئی۔ مگر ساتھہ ہی اسکے اس غزوہ و سریات سے حضرت کی بہترین تدبیر جنگ کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت نے کسطرح پر دشمن کی تین مختلف مقامات پر خبر لیلی کہ انکو موقع ایک دوسرے کی امداد کا یا حملہ آور ہونے کا نہ دیا اگر کسی ایک ہی مقام پر جنگ کیجاتی تو ممکن تہا کہ دوسرے مقام سے دشمن کو امداد پہونچ جاتی اور مسلمانوں کو بوجہ قلت تعداد بجز شکست چارہ نہوتا اور اس پہلی شکست سے اسلام آئندہ کیواسطے ختم ہوجاتا اس کامیابی سے مسلمانوں کی ہمت و جوش میں اضافہ ہوگیا اور دشمنان اسلام کو معلوم ہوگیا کہ اب مسلمان بہی کچھ اپنے پیروں پر کہڑے ہونے کی قابل ہوگئے ہیں ۔

(۲) غزوہ عشیرہ

غزوہ عشیرہ
آخر جمادی الاول

قریش کی اس ناکامیابی کے بعد چونکہ عرب میں مادہ انتقامی اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے فطرتاً انکو اسکے بدلہ لینیکی فکر ہوگئی ہوگی آخر ماہ جمادی الاولی میں حضرت کو خبر ملی کہ ایک بڑا قافلہ قریش کا جسکے ساتھہ اکثر اونٹ اور بہت سامان ہے آرہا ہے بمقتضائے دوراندیشی کہ حسب تحریر ابوجہل و اخبار قریش ہروقت اندیشہ حملہ قریش کا رہتا تہا حضرت تحفظ اور دشمن کے روکنے کے خیال سے بنفس نفیس معہ ۱۵۰ نفر اصحاب کے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو خلیفہ مدینہ مقرر کیا اور علم لشکر حضرت حمزہ کی سپرد کیا۔ مقام عشیرہ پر جو درمیان ینبع و مدینہ کے ہے پہنچکر حضرت کو معلوم ہوا کہ قافلہ مذکور بغرض تجارت شام گیا ہے اور عشیرہ سے گذر گیا۔ یہاں پہنچکر حضرت نے بنظر احتیاط بخیال اسکے کہ شاید وہ ہوکہ دیکر حملہ نہو چند روز قیام کیا اس قیام کے دوران میں قبیلہ بنی مدلج سے جنکی منزل اسموقعہ کے قریب تہی اور جو حلفاء بنی ضمرہ تہے۔ جنسے حضرت نے غزوہ ابوا میں صلح ہوچکی تہی ان سے بہی صلح ہوگئی۔ اسی غزوہ میں علیؑ معہ عمار یاسر چند دیگر اشخاص کے خفیہ طور پر قافلہ قریش کے حالات معلوم کرنے اور قبیلہ بنی مدلج کے خیالات کے تجسس و تحقیق پر مامور کئے گئے تہے کہ ایک روز معہ عمار یاسر کے بطرف جاسوس چشمہ بنی مدلج پر گئے تہے جہاں ایک درخت کے نیچے زمین پر لیٹ گئے اور بوجہ خستگی سو گئے عمار محافظ رہے۔ رسول نے علیؑ کو طلب فرمایا لشکر میں نہ ملنے پر ایسا اضطراب ہوا کہ حضرت خود تلاش علیؑ کو نکلے اور کنارہ چشمہ پر علیؑ کو زمین پر خسار رکھے سوتا پایا۔ فرمایا "قم یا ابا تراب"۔ اور بروایت طبری اسی وقت یہ بہی فرمایا کہ "بدترین شخص وہ ہے۔ جو تجھے دشمن رکھے" تب سے علیؑ اس لقب ابوتراب سے مشہور ہوئے۔ ابن خلدون کے موافق رسولخدا مخالفین یعنی بنی مدلج سے عہد لیکر واپس

علی کو لقب ابوتراب ملتا ہے

آئے۔ شروع جمادی الثانی میں واپسی ہوئی۔

(نوٹ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کی نیت جارحانہ تھی بلکہ مدافعانہ براہ دوراندیشی تھی ورنہ قافلہ قریش کا پیچھا کیا جاتا۔

(۳) غزوہ بدر اولیٰ معہ سریہ عبداللہ بن جحش

غزوہ بدر اولی جمادی الثانی

غزوہ عشیرہ کی واپسی کے دس روز بعد ہی یہ واقعہ ہوا کہ کرز بن جابر فہری باشارہ ابوسفیان معہ کچھ آدمیوں کے نواح مدینہ میں آیا اور حضرت کے اونٹ جو ایک چرواہا چرا رہا تھا ہانک لے گیا۔ چرواہے نے آکر حضرت کو خبر کی تو حضرت زید بن حارث کو خلافت مدینہ پر مامور کر کے اور علم لشکر سپرد حضرت علی کر کے خود معہ ... مہاجرین کے تعاقب کرز میں روانہ ہوئے۔ اور وادی صفوان تک جو نواح بدر میں ہے تشریف لے گئے مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔ حضرت واپس مدینہ آئے اور عبداللہ بن جحش کو بنا بر تلاش و تعاقب مزید روانہ فرمایا۔

سریہ عبداللہ بن جحش جمادی الثانی شروع رجب

عبداللہ بن جحش اسدی جو عمہ حضرت کے لڑکے تھے معہ بارہ نفر اشخاص کے جنمیں سعد بن وقاص عکاشہ بن ابی جحش اسدی۔ ابو حدیفہ بن عتبہ و عتبہ بن غزوان بھی تھے بنا بر تعاقب کرز مامور کر کے روانہ کئے گئے تھے۔ اور تحقیق حال قافلہ قریش کی بھی جسکی آمد کی خبر معلوم ہوئی تھی ہدایت کی گئی تھی۔ اس قافلہ کو حکم جنگ نہ دیا گیا تھا۔ بلکہ انکو ایک ہدایت نامہ دیا گیا تھا کہ بعد دو روز کے اسکو دیکھنا اور جیسا تحریر ہو اسپر عمل کرنا۔ جس میں لکھا تھا کہ بطن نخلہ تک جا کر شتران حضرت ور قافلہ قریش کی خبر لو اور جو بخوشی جائے اسکو ساتھ لینا کسیکو مجبور نہ کرنا۔ اثنا راہ میں سعد بن وقاص و عتبہ بن غزوان کے سواری کے اونٹ ایک منزل سے گم ہو گئے وہ دونوں باجازت سردار لشکر انکی تلاش میں چلے گئے جب یہ قافلہ بطن نخلہ میں پہنچا تو قافلہ قریش بھی جسکے تفحص حال کیواسطے انکو ہدایت ہوئی تھی جس میں عمرو بن الحضرمی حکم بن کیسان عثمان و مغیرہ و پسران عبداللہ مخزومی و نوفل بن عبداللہ تھے وہاں پہنچا جو طائف سے مویز و اشیا خوردنی خرید کر لئے جاتے تھے۔ قافلہ قریش گروہ مسلمانان کو دیکھکر متردد ہوا اور وہاں سے روانگی میں تعجیل کرنے لگے عبداللہ بن جحش نے اپنے ہمراہیان سے مشورہ کیا کہ قریش مشوش معلوم ہوتے ہیں انکو کیا کرنا چاہئے شکار سامنے تھا۔ مدت سے کفار کے ہاتھوں آزار اٹھائی ہوئی طبیعتوں میں جوش انتقام کی لہر آئی۔ رائے ہوئی کہ شکار ہاتھ سے نکلکر جانا نہ چاہئے انمیں سے ایک نے اپنا سر منڈا لیا کہ قریش کو یقین ہو جائے کہ یہ لوگ عمرہ کو جاتے ہیں کوئی جنگی جماعت نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ لوگ مطمئن ہو گئے اور اپنے اونٹ کھولکر سامان خورد و نوش میں مصروف ہو گئے ان لوگوں نے موقعہ پا کر قریش پر یکدم حملہ کر دیا عمرو بن الحضرمی سردار قافلہ قریش واقد بن عبداللہ کے تیر سے ہلاک ہو گیا عثمان بن عبداللہ و حکم بن کیسان گرفتار کر لئے گئے۔ نوفل و دو لوگ بھاگ گئے۔ تمام مال اسباب قافلہ قریش کا مسلمانوں کے ہاتھ آیا یہ پہلی تاریخ رجب کی تھی یہ جماعت مسلمانان معہ مال غنیمت فتحیاب واپس مدینہ آیا۔ مگر حضرت ان سے بوجہ خلاف حکم جنگ کرنیکے اور بالخصوص ماہ رجب میں جو ماہ حرام مانا جاتا

تہا ناخوش ہوئے اور مال غنیمت کو تقسیم نہ کیا بدستور رکہوادیا۔ کفار مکہ نے حضرت کو لکہا کہ آپنے خلاف دستور ماہ رجب میں جنگ کی یہ جنگ کیسی ہی حضرت کو اس جنگ کا قلبی افسوس تہا اور مجاہدین بہی نادم تھے کہ آیہ یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر من القتل (ترجمہ) قتال ماہ حرام کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ اے محمد کہدے کہ اسمیں قتال گناہ کبیرہ ہے مگر راہ خدا میں ہارج ہونا اور اسکے اور مسجد الحرام کیساتہہ کفر کرنا اور اسکے اہل کو نکالدینا جو تمنے کیا خدا کے نزدیک اس سے زیادہ گناہ کبیرہ ہے اور فتنہ جو تم اوٹہاتے ہو قتل سے زیادہ گناہ عظیم ہے، نازل ہوئی تب وہ مجاہدین مسرور ہوئے۔ اور مال غنیمت باجازت حضرت تقسیم کیا گیا۔ اسیران جنگ کی بابت قریش کے قاصد آئے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہمارے بہی دو آدمی سعد بن وقاص و عتبہ تلاش شتران میں گئے ہوئے ہیں جو ابہی تک واپس نہیں آئے ہیں جب تک وہ بخیریت واپس نہ آجائینگے اسیر واپس کئے جائینگے۔ چنانچہ جب سعد و عتبہ بخیریت واپس آگئے تو اسیران قریش کو دعوت اسلام دی گئی حکم بن کیسان تو مسلمان ہو گئے۔ عثمان کو واپس کردیا گیا۔

قیام حضرت ماہ رجب و شعبان میں رسول اللہ مدینہ میں مقیم رہے۔ سعد بن نعمان و سلمہ بن ہشام و عیاش بن ابی ربیعہ مسلمان بغرض ادائے عمرہ مکہ گئے تھے۔ کفار قریش نے انکو گرفتار کرلیا جس کی بابت اسوقت توبوجہ ماہ حرام ہونے کے کوئی فوری کاروائی نہیں کی گئی۔ مگر بعد ان دونوں مہینوں کے یہ امر ایک بڑی جنگ کا باعث ہوا۔

عقد فاطمہ

عقد فاطمہؑ زہراؑ

رجب سنہ ۲ھ کا یہی وہ مبارک مہینہ رجب کا ہے جس میں رسول نے اپنی پارہ جگر یادگار خدیجۃ الکبریٰ جناب فاطمہ زہرا کا جنکے صد القاب میں ذکیہ طاہرہ معصومہ صدیقہ بہی ہیں! وراولاد حضرت میں یہی ایک اکلوتی بیٹی تہی۔ کیونکہ پسران حضرت کا صغیر السنی میں انتقال ہوگیا تہا۔ عقد اپنی گود کے پالے تربیت کردہ شاگرد علی کے ساتہہ کیا جس کی جانفروشی روز ہجرت رسول سب پر ظاہر ہوچکی تہی یہ وہ فخر تہا جسکے واسطے بڑے بڑے حوصلہ مندوں کی نگاہیں اسطرف لگی ہوئی تہیں۔ قبل ازیں چند مرتبہ ابوبکر نے

دیگر خواستگاری حضرت سے خواستگاری کی جواب دیا گیا کہ وحی کا انتظار ہے۔ بدوں حکم الہی کچھ جواب نہیں دیا جاسکتا۔ بہ تحریک ابوبکر عمر نے بہی قسمت آزمائی کی۔ لیکن انکو بہی یہی جواب ملا۔ ان دونوں کے ضمنی انکار پر اور کسی کی ہمت تو نہوئی مگر ہر شخص کے دل میں بلحاظ شرف یہ خیال ضرور تہا کہ دیکہیے یہ فخر کس کی قسمت کا حصہ ہے۔ اسکی آزمائش کیواسطے اپنی ناکامی کے بعد علی سے کہا گیا کہ "تم کیوں نہیں فاطمہ کی استدعا کرتے؟" علی اپنے اسباب ظاہری کی کمی محسوس کرکے تامل کرتے ہیں۔ مگر انکا اصرار مجبور کرتا ہے اور علی حاضر خدمت ہوتے ہیں مگر شرم و حجاب مانع اظہار مطلب ہوتا ہے اور واپس چلے آتے ہیں

دو مرتبہ اسیطرح ہوا تیسری مرتبہ کے اصرار پر اظہار مطلب کے مصمم ارادے سے علی جاتے ہیں رسول سوقت خانہ ام سلمہ میں تشریف فرما ہیں۔ علی آج کچھ زیادہ شرمائے ہوئے ہیں صورت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ مگر خاموش ہیں۔ لیکن خاموشی کچھ کہہ رہی ہے جسکو رسول سمجھ رہے ہیں اور مسکراتے ہیں اپنے باحیا شاگرد کا یہ حجابانہ تغیر دیکھکر ارشاد ہوتا ہے "علی کیا کچھ کہنا چاہتے ہو کہو" جواب میں اول سے آخر تک اپنے پرورش کرنے والے کے عنایات و الطاف کی داستان سنائی جاتی ہے مگر عرض مدعا پر پہنچکر پھر سانس بھاری ہوجاتی ہے اس رتبہ دان شاگرد کے اس حسن طلب پر جس کو رسول سمجھ رہے تھے اسکا جواب بلاکر انکو خود ہی سوال کیا جاتا ہے کیا تم فاطمہ کی خواستگاری کو آئے ہو؟ سر جھکاکر جواب ہوتا ہے "ہاں" گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ اب جو کلمہ فوراً زبان رسالت پر جاری ہو وہ مرحبا و اھلاً تھا۔ ریاض النضرۃ الصفا۔ اور صحاب اعلام الوری میں جناب ابن مالک لکھتے ہیں کہ رسول نے جناب آسمان کی نگاہ کی وحی ہوئی۔ "ان اللہ یامرک ان تزوج فاطمہ من علیؑ"۔

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جسوقت علی نے خطبہ فاطمہ کی التجا کی رسول کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں ہوئے اور سوال کیا "یا علیؑ تمہارے پاس ضروریات کے لئے کیا ہے؟" عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس تو ایک تلوار ایک زرہ اور ایک اونٹ ہے اور بس۔ ارشاد رسول ہوتا ہے کہ تلوار مرد کا جوہر ہے۔ کفار سے جہاد کے واسطے ضروری ہے۔ اونٹ باربرداری و سواری کے واسطے لازمی ہے زرہ کی البتہ تم جیسے شجاع کے لئے ضرورت نہیں اسکو فروخت کر دو۔ علی تعمیل کے واسطے اٹھ آئے۔ رسول کی اس عزت افزائی کی جسقدر خوشی علی کو اور خفت پہلے خواستگاران کو ہوئی ہوگی اسکی قلم فطرت ہی کچھ صفحۂ قلب پر اچھی طرح مصوری کر سکتا ہے۔ یہ دوسری وجہ علی سے حسد کی پیدا ہوگئی۔

بہرحال علی آئے اور زرہ کو فروخت کیا جسکو بحکم خداوند جلیل جبرئیل نے پانچسو درہم میں خرید اور زرہ بھی رسول خدا کی خدمت میں حاضر کی علی نے قیمت رسول کے سامنے لاکر رکھ دی۔ ضروری اشیا کا خریدنا اصحاب کی سپرد ہوا۔ آراستگی عروس کی خدمت ام سلمہ کی سپرد کی گئی۔ بلال موذن کو اصحاب کی طلبی کا حکم دیا گیا۔ لوگ جمع ہوئے۔ اور خطبہ علی کے بعد رسول نے خطبہ ارشاد فرمایا اور عقد فاطمہ کا بہ تعیین پانچسو درہم جسکے تخمیناً ایک سو سات روپے ہوتے ہیں مہر علی کے ساتھ کر دیا اور فرمایا کہ "جمع اللہ شملکما واسعد جدکما وبارک علیکما واخرج منکما کثیرا طیبا" خدا تمہاری پریشانیوں کو جمع کرے سعادت تمہاری یاوری کرے تمہیں برکت ہو اور تم سے بہت سی پاک اولادیں پیدا ہوں؟

بعد عقد کے اصحاب کو خرمے تقسیم کئے گئے۔ رسول گھر میں تشریف لے گئے دوبارہ زن و شوہر اخلاص کی دعا کی۔ فاطمہ کو ام سلمہ کے ساتھ خانہ علی میں بھیجدیا گیا۔ اصحاب کی دعوت ہوئی جہیز فاطمہ دختر رسول کا جا سوقت علاوہ مسلمانوں کے دینی پیشوا اور حاکم ہونے کے مدینہ کی چھوٹی سی حکومت کے دنیاوی فرمانروا بھی تھے۔ ایک عجیب سبق آموز جہیز تھا جسمیں ایک لطیفہ تھا۔

دعا خطبہ
ہنوری
تزویج
جہیز فاطمہ

جس سے پورا جسم بھی نہیں چھپتا تھا۔ ایک چکی۔ ایک توا۔ دو مشک۔ دو تکیے جنمیں ایک روئی کا دوسرا لیف خرما کا اور دو دلبستر تھے بعضوں نے دو جوڑے کپڑے بھی لکھے ہیں اور بس۔ اور واقعی ان دنیا سے دل برداشتہ لوگوں کیواسطے اس سے زیادہ ضرورت ہی کس چیز کی تھی، شام کو رسول اللہ خانہ علی میں تشریف لے گئے۔ اور ایک کوزہ آب لیکر اس میں سے کچھ خود پیا اور دعا پڑھکر کے فاطمہ اور علی کے سر و سینہ پر چھڑکا اور دعا دیکر واپس ہوئے۔ فاطمہ مفارقت باپ پر رونے لگیں۔ ارشاد ہوا اے فاطمہ کیوں روتی ہو میں نے تمکو بہترین اہلبیت اور سردار اہل دنیا و آخرت کی زوجیت میں دیا ہے"۔ (روضۃ الصفا)

علی بہترین مردین عقد کا

صاحب تنقید الکلام لکھتے ہیں کہ آپ در رسول اللہ کے بیٹے صغیر السن مر گئے مگر حضرت علی کی محبت میں فرزندوں کے غم بھول گئے اور انکا عقد اپنی دختر نیک اختر فاطمہ سے کر دیا جس سے محبت جاں نثاری کا سلسلہ طرفین سے خوب مضبوط و مستحکم ہو گیا۔

فاطمہ انسائیکلوپیڈیا کا طرح

انسائیکلو پیڈیا برٹانکا میں ہے کہ فاطمہ ان چار خواتین میں سے ہیں جنکو رسول کامل سمجھتے تھے۔ ولادت ۶۰۶ء میں ہوئی اور ۶۲۲ء میں علی سے عقد ہوا جنھوں نے ان کی حیات میں دوسرے سے عقد نہیں کیا"۔

روایت

روضۃ الصفا میں عائشہ کا مقولہ ہے کہ حرکات سکنات۔ سیرت۔ اخلاق و اوصاف میں میں نے فاطمہ سے زیادہ مشابہ رسول کا کسیکو نہ پایا پس ایسی صفات کی لڑکی کیواسطے اس سے بہتر یا اسی کی مثل شوہر تلاش کرنا فطرتاً رسول کا مقدم خیال ہونا چاہیے تھا کون تھا جو ان تمام صفات میں رسول کا مشابہ و مثل ہو سکتا سوائے اسکے کہ جسکو رسول نے روز ولادت سے اپنی مثل بنایا ہو شرف حسب و نسب میں بھی گویا ایک درخت کی دو شاخیں تھیں پس ان تمام سوشل و اخلاقی حیثیتوں میں علی کے مقابل تمام اہل اسلام میں نہ کوئی ٹھہرا ہو سکتا تھا نہ رسول کسی اور کو منتخب کر سکتے تھے جسکی تائید رسول کی اس

ترجیح علی بہ کفو نہ

حدیث سے جو فردوس الاخبار میں درج ہے ہوتی ہے کہ قال النبی لولم یخلق اللہ علیاً فما کان لفاطمۃ کفواً (اگر خدا علی کو نہ پیدا کرتا تو فاطمہ کے واسطے کوئی کفو نہ ہوتا)

تاریخ عقد

تاریخ و ماہ عقد میں روایات مختلف ہیں بعض کا قول ہے کہ آخر ماہ صفر میں عقد ہوا اور ذی الحجہ میں زفاف یعنی رخصتی ہوئی بعض کہتے ہیں کہ رجب میں عقد ہوا اور بعد فراغت جنگ بدر زفاف ہوا بعض کے نزدیک عقد و زفاف ربیع الاول میں ہوا مگر زیادہ مشہور ماہ رجب ہے۔

تحویل قبلہ

قریب نصف ماہ رجب کے تحویل قبلہ بجانب خانہ کعبہ ہوئی۔ اب تک بجانب بیت المقدس رخ کر کے نماز ادا کیجاتی تھی۔ اور بقولے مکہ میں حضرت بجانب کعبہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ مگر جب سے مدینہ تشریف لائے تھے۔ بغرض تالیف یہود بیت المقدس کی سمت رخ کر کے نماز ادا فرماتے تھے جب یہود طعن کرنے لگے کہ محمد ہمارے معبد کیطرف نماز ادا کرتے ہیں تو حضرت کو خیال تحویل قبلہ کا ہوا اور متردد تھے کہ کسطرف قبلہ قرار دیا جاوے کہ ایک روز حضرت مسجد بنی سلمہ میں نماز ظہر پڑھا رہے تھے کہ وحی نازل ہوئی "قد نری

تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضاها فول وجهك شطر المسجد الحرام (اے رسول قبلہ بدلنے کے واسطے بار بار تمہارا آسمان کی طرف رخ کرنا ہم دیکھ رہے ہیں ہم ضرور تمکو ایسے قبلہ کی طرف پھیر دینگے کہ تم خوش ہو جاؤ اچھا تم مسجد الحرام کی طرف منہ کر لو) حضرت رکعت دوم میں تھے کہ بعد نزول وحی فوراً رخ اپنا جانب کعبہ کر لیا اور باقی نماز جانب کعبہ رخ کر کے تمام کی اسیوجہ سے اس مسجد کو ذو قبلتین کہتے ہیں اسکے بعد حضرت نے مسجد قبا کی دیواریں از سر نو ترمیم کرا کر سمت قبلہ درست کی بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تحویل قبلہ بعد جنگ بدر ہوئی +

روزۂ رمضان ونماز عید

اس سال ماہ شعبان میں روزہ ہاے ماہ رمضان فرض ہوے اور صدقہ فطرہ واجب ہوا اور نماز جماعت عید الفطر واجب ہوئی پس حضرت نے صحرا میں جا کر نماز عید بجماعت پڑہائی +

(۴) غزوہ بدر کبریٰ ۔ ۱۹ رمضان سنہ ۲ھ فتح اسلام ۔ علی کی پہلی جنگ و بہادری

بدر کبریٰ جنگ

اسی سال ماہ رمضان میں درمیان مشرکین مکہ اور مسلمانوں کے ایک جنگ عظیم نواح مدینہ میں مقام بدر پر ہوئی جو غزوہ بدر کے نام سے موسوم ہے ۔ بدر ایک چاہ کا نام ہے جو اس شخص کے نام سے مشہور ہوا جس نے اسکو بنایا تھا ۔ واقعات و اسباب اس جنگ کے یہ ہیں کہ مشرکین مکہ برابر درپے تاراجی و ایذا رسانی مسلمانوں کے تھے اور مدینہ تک تاخت سے باز نہ آتے تھے چنانچہ ماہ جمادی الثانی میں حضرت کے اونٹ نواح مدینہ سے ہانک لیگئے ماہ رجب میں تین مسلمانوں کو گرفتار کر کے قید کر لیا جیسا کہ بیان اوپر ہو چکا وہ لوگ مسلمانوں کی قلت تعداد اور اپنی کثرت کی وجہ سے چاہتے تھے کہ اسلام کو تباہ کر دیں ۔ لہذا اسلام کو بھی ضرور ہوا کہ اپنا وجود قایم رکھنے کیواسطے ایک فیصلہ کن جنگ کیجاوے ۔ اس دوران میں خبر ملی کہ وہ بڑا قافلہ قریش کا جو بسرگروہی ابو سفیان بن حرب جانب شام گیا تھا جسکے مقابلہ کے واسطے غزوہ عشیرہ ہوا تھا اور بوجہ گذر جانے قافلہ مذکور کے بلا جنگ واپسی ہوئی تھی اب وہ قافلہ شام سے واپس آرہا ہے یہ بھی اندیشہ تھا کہ عجب نہیں کہ یہ لوگ بہنگام واپسی کوئی تاخت مسلمانوں پر کریں حضرت نے بعد واپسی عشیرہ طلحہ بن ابی طلحہ وسعد بن زید بن نفیل کو مخبری پر مامور کیا تھا کہ قافلہ مذکور کی واپسی اور ارادوں کی خبر لائیں ۔ یہ دونوں جاسوس مقام نجار پر پہنچکر مکان کشد جہنی پر مقیم ہوے ۔ جب قافلہ ابو سفیان و عمرو عاص کا یہاں پہنچا تو ان مخبروں نے فوراً واپس آکر حضرت کو خبر دی کہ حضرت ۱۲ رمضان کو اس خبر پر معہ ایک جماعت کے جس میں اول قریب ۷۰ مہاجرین اور ۹۰ انصار کے تھے ۔ بتعجیل تمام مدینہ سے روانہ ہوے اور مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ وہ مقام بقیع پر پہونچکر جو بیوت السقیا کے نام سے مشہور تھا جمع ہوں ۔

لشکر اسلام

چنانچہ مقام اجتماع پر پہونچکر بذریعہ قیس بن صعصعہ شمار کرایا گیا تو کل تعداد لشکر اسلام کی ۳۱۳ و بقولے ۳۱۵ ہوئی ۔ عثمان بن عفان بوجہ بیماری زوجہ خود نہیں گئے تھے مدینہ میں رہگئے تھے ۔ اس مختصر لشکر اسلام میں صرف ۷۰ اونٹ تھے اور دو گھوڑے اور بروایتے صرف ایک ہی گھوڑا تھا کل آٹھ زرہ اور آٹھ تلواریں تھیں ایک ایک اونٹ پر دو دو و تین تین آدمی

سوار ہوتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ و علیؑ و زید بن حارث ایک اونٹ پر سوار تھے۔ ابو لبابہ کو یہاں سے خلافت مدینہ پر مامور کرکے واپس کر دیا گیا تھا ۞

قافلہ ابوسفیان آ گذر گیا تو لشکر ذرایعۂ صدا لطا

بقیع سے روانگی کیوقت لیث بن عمرو عدی بن ابو کو خدمت جاسوسی پر بغرض دریافت حال قافلہ مذکور کو روانہ کیا گیا جنکو قریہ بدر پہنچکر دو عورتوں کی بات چیت سے جو کنوئیں پر آپس میں گفتگو کر رہی تہیں معلوم ہوا کہ کل قافلہ قریش وہاں پہونچیگا انہوں نے فوراً آکر حضرت کو خبر دی جاسوسوں کی واپسی سے دوسرے روز قافلہ ابوسفیان وہاں پہنچا۔ ابوسفیان نے جو اس منزل پر نشانات قدم اونٹوں کے اور لید پڑی دیکھی جو فضلہ خرما کی تہی جو اہل مدینہ اپنے اونٹوں کو کہلاتے تھے وہ سمجھ گیا کہ محمدؐ کے جاسوسوں کے نشانات ہیں وہ فوراً معہ قافلہ کے وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اور بخوف سید بادات چہوڑکر براہ ساحل مکہ کو روانہ ہو گیا۔ چونکہ اسکو بروقت واپسی شام ہی خبر مل چکی تہی کہ محمدؐ معہ اصحاب کے اسکے قافلہ کے مقابلہ کو آئے تھے اور قافلہ کے گذر جانے کی وجہ سے واپس چلے گئے تھے اور اب اسکی واپسی کے منتظر ہیں۔ اسنے وہیں سے ایک شخص ضمضم نامی کو بیس مثقال اجرت دیکر مکہ کو بہیجدیا تہا کہ قریش کو خبر دیکر قافلہ کی امداد کیواسطے آدمی روانہ کرے ۞

خواب عاتکہ

یہاں مکہ میں عاتکہ بنت عبد المطلب نے ایک خوفناک خواب دیکہا تہا کہ ایک شتر سوار آیا ہے اور بام کعبہ پر بلند کرتا ہے کہ اے قوم قتل ہونیکو آمادہ ہو جاؤ۔ جو وہاں سے ابو قبیس پر گیا اور ایک پتھر وہاں سے اٹھا کر پہینکا جس سے چنگاریاں نکلیں اور مکہ کے ہر گہر میں سوا بنی ہاشم کے پہنچیں۔ عاتکہ نے اس خواب کو عباس سے بیان کیا انہوں نے ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے اور اسنے اپنے باپ سے کہا۔ ابو جہل نے سنا تو جلکر کہا کہ اب تو بنی ہاشم کی عورتیں بھی پیغمبر ہو گئیں یہ طعن بنی ہاشم کو ناگوار ہوئی ۞

قاصد ابوسفیان پہنچا

اس سے تیسرے روز ضمضم قاصد ابوسفیان مکہ میں پہنچا اور اسنے حسب ہدایت ابوسفیان اپنے اونٹ کے کان کاٹ دیے تھے جنسے خون نکلتا تہا اور اسی حالت سے آکر اسنے فریاد کی کہ اے قریش کیا چین سے بیٹھے ہو تمہارے قافلہ پر محمدؐ نے تاخت کی ہے اسکی خبر لو اور محمدؐ کی دست برد سے اسکو بچاؤ اگر دیر کروگے تو قافلہ کا نشان نہ پاؤگے اس خبر سے عاتکہ کے خواب کی تصدیق ہوئی اور فوراً سہیل بن عمرو صفوان بن امیہ۔ ربیعہ بن الاسود۔ ابو جہل۔ عقبہ بن ابی معیط۔ ابو البختری بن ہشام وغیرہ روسار قریش نے مردان مکہ کو ترغیب غیرت دلاکر آمادہ کیا۔ کچھ لوگ مثل عتبہ و شیبہ وغیرہ کے خواب عاتکہ کے انجام بد کے خوف سے متامل بھی ہوئے مگر ابو جہل نے حمیت ملی کی غیرت دلاکر انکو بھی آمادہ کر لیا۔ عتبہ و شیبہ نے بت ہبل کے پاس آکر روانگی کی بابت ازلام (استخارہ جاہلیت) کیا تو منع آیا۔ ہم ربیعہ بن الاسود نے بعد خروج مکہ تیروں سے ازلام کیا اسکو بھی نہی آئی۔ مگر اسپر اعتنا نہ کیا گیا۔ اور ایک مجمع کثیر بکوشش و اغوا ابو جہل جمع ہو گیا جس میں ۹۵۰ مردان جنگی تھے اور ۷۰۰ اونٹ اور ۱۰۰ گھوڑے تھے۔ تمام سامان عیش و نشاط بھی ساتھ لیے گئے تھے عباس اور دیگر بنی ہاشم کو بھی چلنے پر مجبور کیا گیا جو باکراہ ساتھ ہو گئے تھے۔ روسار مکہ میں سے نو آدمی جو متمول تھے یعنی عباس بن

کثیر لشکر قریش ہو کر چلا تعداد ۹۵۰ تہی

عبدالمطلب. عتبہ بن ربیعہ. امیہ بن خلف. حکیم بن خزام. نضیر بن حارث. ابوجہل بن ہشام. سہیل بن عمر. شیبہ و منبہ پسران حجاج لشکر کے کہانے وغیرہ کے متکفل و منتظم کئے گئے تھے. عتبہ و شیبہ کو اکثر خواب عاتکہ کی بنا پر خیال مراجعت پیدا ہوتا تہا. مگر ابوجہل جس نے قسم کھائی تہی کہ جب تک بدر نہ پہونچیگا. شراب نہ پئے گا. غیرت دلاکر آمادہ کر دیتا تہا جب یہ لشکر عظیم قریب مقام جحفہ پہنچا تو جہیم بن صلت بن مطلب نے خواب دیکہا کہ عتبہ و ربیعہ و امیہ و ابوالبختری و ابوجہل و نوفل فنا ہو گئے سہیل اسیر ہو گیا. خواب سنکر ابوجہل نے کہا کہ ایک اور پیغمبر پیدا ہوا اور سب کو ورغلا کر مستعد کر دیا. یہ تعجیل تمام چلے جاتے تہے ؛

ابوسفیان کا قاصد لشکر قریش کے پاس

یہاں قافلہ ابوسفیان جب مقام مخدوش سے بخیریت گذر گیا تہا اور قریب مکہ پہنچا اور اسکو روانگی قریش کا حال معلوم ہوا تو اسنے قیس بن امرا القیس کو لشکر قریش کے پاس بہیجا کہ ہمارا قافلہ بخیریت واپس آ گیا اور سب واپس چلے آئیں اور محمد و اہل یثرب کے درپے نہوں. یہ قاصد مقام جحفہ پر پہنچا اور قریش سے پیغام ابوسفیان کہا تو عتبہ فوراً واپسی پر آمادہ ہوا مگر ابوجہل نے پہر قسم کہائی کہ جب تک بدر پہنچکر تین روز قیام کر کے محمد و اہل یثرب کو نہ دکہلا دینگے کہ قافلہ قریش پر تاخت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے ہرگز واپس نہونگے اس قاصد نے واپس آ کر ابوسفیان سے کیفیت بیان کی تو اسنے کہا کہ افسوس ہے ابوجہل کی عقل پر اور باوجود اسکے اپنے قافلہ کو مکہ پہنچا کر اور اسباب وغیرہ رکہا کر خود فوراً روانہ ہو کر سپاہ قریش سے آ ملا اور جنگ میں شریک ہوا ؛

بنی زہرہ کی واپسی

اخنس بن شریق بن زہرہ کو جب معلوم ہوا کہ قافلہ قریش بہی بخیریت مکہ پہنچگیا اور مخرمہ بن نوفل بہی قید مسلمانان سے آزاد ہو گیا اس لشکر سے کہا کہ اب تم لوگ جنگ محمد سے باز آؤ اور اسکے درپے تباہی نہو کر وہ بہی تمہارا برادر زادہ ہے بہتر ہے کہ واپس چلو ابوجہل کی بات پر عمل نکرو کہ وہ قوم کو ہلاک کرنا چاہتا ہے. بنو زہرہ اسکی نصیحت پر آمادہ ہوئے اور راستہ سے اخنس اونٹ سے گر کر سانپ کے کاٹنے کے حیلہ سے واپس ہو گیا اور سب بنی زہرہ بہی اسکے ساتہ واپس ہو گئے جس پر ابوجہل نے سخت نفرین کی ؛

یہودی لشکر اسلام کے ساتہ

اسطرف نواح مدینہ میں جب حضرت مقام روحا پر پہنچے تو وہاں نماز عشا پڑہی اور رہائی سلمہ بن ہشام و عباس بن ابی ربیعہ کی جو کفار مکہ کی قید میں تہے دعا فرمائی. حبیب بن یساف قیس بن محرث جو مشرک تہے بطمع غنیمت لشکر اسلام کے ساتہ ہو لئے تہے معلوم ہونے پر حضرت نے انکی واپسی کا حکم دیا جس پر حبیب تو مسلمان ہو گیا اور ساتہ رہا قیس لوٹ گیا. یہ بہی رسول کی فراست کی دلیل ہے کیونکہ ایسے نازک موقعہ پر مخالف کی شرکت خالی از خطرہ نہیں ہوتی ؛

سنکر لشکر عظیم قریش کی خبر و تنبیہ رسول

وادی صفرا پر پہنچکر رسول اللہ کو اس عظیم لشکر قریش کی آمد کی خبر ملی و اپنی جماعت کی قلت تعداد و سامان کو دیکہکر رسول کو گونہ تشویش ہوئی لیکن اب قریش کے سیلاب سے مرعوب ہو کر واپس ہونا بہی گویا اپنی ہستی کو مٹانا اور کفار کو خاص مدینہ پر حملہ آور ہونیکا موقعہ دینا تہا. لہذا رسول نے دل میں ٹہان لی کہ اب بجز اسکے چارہ نہیں کہ اسلام کی آئندہ قسمت کا فیصلہ کر لیا جاوے. جب دونوں صورتوں میں تباہی کی ہیبت شکلیں نظر آتی ہیں تو اس سے بہتر ہے کہ اگر فنا بہی ہوں تو مردانہ طریقہ پر اور تاریخ عالم میں یادگار چہوڑ کر. لہذا رسول نے مصمم

اصحاب سے مشورہ — ارادہ کرلیا کہ ہرچہ بادا باد مردانہ مقابلہ کیا جاوے مگر امتحاناً اپنے ہمراہیان کا ایما لیا۔ بقول حیات القلوب ابوبکرؓ و عمرؓ نے کہا کہ ہم ایسے
جنگ عظیم کے قصد سے ہرگز نہیں نکلے تھے اس لشکر عظیم کے مقابلہ میں کیا سرسبز ہوسکیں گے مناسب ہے کہ جنگ سے باز رہیں واپس چلیں نیز
بعض انصار نے بھی جنکے دلوں میں کچھ نفاق کی جھلک تھی اور محبت اسلام انکے قلوب میں مستحکم نہوئی تھی کہا کہ ہم لوگوں نے مدینہ کے اندر رسول کی
حفاظت کا عہد کیا ہے نہ کہ بیرون مدینہ۔ رسول کو یہ جوابات پسند نہ آئے اور طبع اقدس پر گونہ ملال ہوا۔ لیکن مہاجرین میں سے علیؓ و حمزہؓ
و مقدادؓ نے اور انصار کیطرف سے سعد بن معاذ نے پرزور الفاظ میں رسول کو اطمینان دلایا کہ ہم لوگ ہرگز اطاعت سے باز نہ رہینگے اور آپکے
حکم پر اپنی جانیں نثار کردینگے۔ تب حضرت کو اطمینان ہوا اور دعا دی اور فرمایا کہ سنو مجھے خبر دیگئی تھی کہ یا تو قافلہ ابوسفیان سے یا
لشکر قریش سے ضرور مقابلہ ہوگا اور خدا ہماری مدد کریگا۔ تب حضرت نے معہ اس لشکر مختصر کے روانہ ہوکر کنارہ سراب جسکو غدوہ شامیہ
رسول خود جاسوسی کرتے ہیں — کہتے ہیں مقام کیا اور خود معہ قتادہ بن نعمان و معاذ بن جبل بعد فروکش ہونے لشکر کے بطور تفریح روانہ ہوکر ایک بڈھے سے جسکا نام
سفیان ضمیری تھا اخبار لشکر قریش دریافت فرمائے جسنے بتلایا کہ فلاں روز قافلہ روانہ ہوا ہے اور آج فلاں مقام میں ہوگا۔

علی کے متعلق گو… جماعت گرفتار دو سقہ — ۱۷ رمضان کو علی بن ابیطالب کو معہ زبیر بن عوام و سعد بن وقاص چند دیگر ہمراہیان مامور کیا گیا کہ وہ نواح بدر میں دشمن کی خبر لیں
اور ایک کنوئیں کو مرکز قرار دیں۔ جانثار اصحاب اس ہونہار افسر کی ماتحتی میں چلے مقام ماموره پر پہنچے۔ دشمن کی ایک جماعت
آب کشی کو جو پانی لینے آئی تھی دیکھا جو سب جماعت مسلمانان کو دیکھکر بھاگے۔ اسلم و عریض دو غلام ہونکو اس افسر نے گرفتار کرلیا
اور خدمت رسول میں بھیجدیا۔ ان سے دریافت پر معلوم ہوا کہ وہ سقایان لشکر قریش میں سے ہیں اور لشکر قریش سامنے والے
ٹیلے کے پیچھے اس مقام پر جسکو عدوۃ قصوی و کثیب عقنقل کہتے ہیں فروکش ہیں۔ تعداد لشکر دریافت کرنے پر انہوں نے کہا کہ شمار انکو معلوم
نہیں رسول نے پوچھا کہ کسقدر اونٹ پانی کے روزانہ لاتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ نو یا دس۔ تو رسول نے اسیوقت بتلادیا کہ ہزار سے
کم اور نو سو سے زیادہ ہیں۔ ان سے ہی صنادید قریش کے نام جو ہمراہ لشکر آئے تھے معلوم ہوئے۔

مقام لشکر اسلام مشورہ — حضرت نے قیام لشکر اسلام کی بابتہ مشورہ کیا حباب بن منذر نے جو اس نواح کے تمام مواقع سے واقف تھا کہا یہ مقام مناسب نہیں ہے یہاں سے
کوچ کرنا چاہئیے اور بدر کے آخری چاہ پر اترنا چاہئیے۔ وہاں پہنچکر ہم ایک حوض کھودکر اسکو پانی سے پر کرلینگے۔ تاکہ پانی کی
ہمکو تکلیف نہو رائے منذر پسند ہوئی اور یہاں سے کوچ کردیا گیا۔

قیام لشکر اسلام ریگستان میں — ادھر سقایان قریش جو بھاگ کر گئے اور قریش کو دو کی گرفتاری کی خبر ہوئی تو انکو کچھ اضطراب پیدا ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ مسلمان
انکی کثرت سے مرعوب نہیں ہیں بلکہ مقابلہ پر آمادہ ہیں اور اب انکو خوف ہوا کہ مقابلہ سخت ہوگا مگر ابوجہل انکو ہمت دلاتا رہا لشکر
اسلام قریب بدر بالکل ریگستانی حصہ میں اترا تھا جس میں گھٹنوں تک پیر دھنسے جاتے تھے قریش کی قیام گاہ نشیب میں سخت
زمین پر تھی اتفاق سے بفضل ایزدی خوب بارش ہوگئی جس سے قیام گاہ لشکر اسلام کا ریت جم کر زمین چلنے کی قابل ہوگئی

اور منزل قریش پر کیچڑ اور پانی ہو گیا ۔

(ی جاسوسی) یہاں پھر حضرت نے بوقت شب عمار یاسر و عبداللہ مسعود کو بخدمت جاسوسی تفحص حال قریش کیواسطے مامور کیا جنہوں نے آکر خبر دی کہ قریش خایف معلوم ہوتے ہیں مگر ہوشیار ہیں جسکے نقش قدم مجکو لشکر قریش میں دیکھے اور پہچانے گئے اور قریش سمجھے کہ جاسوسان محمد تھے اور اپنے گروہ کو متوجہ کرکے جنگ کی ترغیب تحریص کی ۔

(عریش بہر حضرت) اب حضرت نے اپنے مختصر لشکر کے صفوف قایم کئے ۔ سعد بن معاذ نے عرض کیا کہ ہم حضور کیواسطے ایک عریش تیار کرتے ہیں حضور وہاں تشریف فرما رہیں اور اپنے جانثاروں کی جنگ کا معائنہ فرماتے رہیں حضرت نے اجازت دی اور سعد کو دعا دی چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ۔ اسی اثنا میں لشکر قریش بھی سامنے سے نمودار ہوا سب آگے ربیع بن الاسود گھوڑے پر سوار تھا ۔ اسکا لڑکا ۔ اسکے پیچھے تھا حضرت نے لشکر قریش کو دیکھا اور خدا تعالیٰ سے مسلمانوں کی فتح اور دشمن کی شکست کی دعا کی ۔

(بعض کی کوشش صلح) اعیان بن رخصہ یہودی نے جو قریش کا ہم عہد تھا دس اونٹ امداد قریش میں بھیجے تھے اور خود بھی آنیکا وعدہ کیا تھا ۔ اسکا لڑکا خفاف ناقل ہے کہ اسکا باپ جنگ سے صلح کو زیادہ پسند کرتا تھا ۔ وہ آیا اور عتبہ سے جو قریش میں کسیقدر مایل صلح تھا ملا تو اسنے کہا کہ جنگ سے صلح بہتر ہے اگر تمکو عمرو بن حضرمی کی دیت و مال جو بطن نخلہ میں مسلمانوں نے لیا تھا انسے ملجاوے تو میرے نزدیک صلح کر لینی چاہیے ۔ قتال مناسب نہیں عتبہ نے راضی تھا اور ابوالبختری کے ذریعے ابوجہل سے کہلوایا بھی مگر ابوجہل نہ مانا اور جنگ کا مُصِر ہوا ۔

(... متخاصمین ... حجت) ۱۷ رمضان کو فریقین کے لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئے رسول اللہ نے اول اپنے اصول کیموافق قریش کے پاس پیغام بھیجا کہ بہتر ہے کہ وہ جنگ سے درگذر کریں اور واپس جائیں ہمارا مقصود ہرگز جنگ کا نہیں نہ ہم جنگ کو پسند کرتے ہیں حکیم ابن حزام نے پیغام حضرت سنکر قریش سے کہا کہ محمد نے انصاف کی بات کہی ہے مگر ابوجہل جو اپنی کثرت سے اس غرور میں تھا کہ اب ہم مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینگے نہ مانا اور کہلا بھیجا کہ تمکو نصیحت کی ضرورت نہیں ہے ہم بغیر کافی انتقام لیے ہرگز واپس نہ ہونگے ۔

(...کا جان توڑ لڑائی) اب مسلمان بھی پچھلی گذری ہوئی سختیوں ۔ جلاوطنی ۔ تو ہین اور سب سے زیادہ دشمن کی کثیر جماعت سے جان بچانیکی وجہ آمادہ ہو گئے کہ اب ایک جان توڑ لڑائی لڑیجاوے ۔ اب تک کوئی بڑی لڑائی نہوئی تھی جسکی فتح و شکست پر اسلام کی قسمت کا فیصلہ کیا جاسکتا یہ بڑے پیمانہ پر تھی اور اپنا وجود باقی رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ اسی میں موت و زندگی کا فیصلہ کر لیا جاوے ۔

(دشمنوں کو پانی ... اجازت دینا) اسی اثنا میں کچھ قریش پانی لینے اس حوض کیطرف بڑھے جو سب سے پہلے رسول اللہ کیلئے تیار کیا گیا تھا ۔ تو مسلمان روکنے پر آمادہ ہوئے مگر حکم رسول رحمۃ للعالمین ہوا کہ پانی سے نہ روکو پینے دو چنانچہ حکم رسول کی تعمیل کی گئی اور قریش نے پانی پیا دشمن کیساتھ یہ سلوک سوائے آل رسول اور اسکی اولاد و خاندان کے اور کسی میں نہ ملیگا کفار قریش نے پانی پینے کے بعد شرارت و خباثت سے چاہا کہ حوض کو گندہ و نجس کر دیں حضرت حمزہ انکے اس ارادہ سے مطلع ہو کر تلوار کھینچکر ہو گئے اور اسود بن عبدالاسد مخزومی کو جو ایسا کرنا

چاہتا تھا فوراً قتل کر دیا ❖

بعض سرداران قریش کی کوشش صلح

قریش میں سے اب بھی عمرو بن وہب و حکیم بن حزامی و عتبہ نے ہرچند کوشش کی کہ جنگ نہو بلکہ عتبہ نے تو دیت عمرو الحضرمی کی ادائگی بھی اپنے ذمہ لے لی تھی جس پر اکثر قریش بلا جنگ کئے واپسی پر رضامند بھی ہو گئے تھے مگر ابوجہل نے یہ دیکھکر کہ اگر اس حالت میں واپسی سب کی ہو گئی تو عتبہ کی بات بڑھ جاوے گی اور اسکو مقبولیت عامہ حاصل ہو جاویگی جسکو وہ کسیطرح گوارا نکر سکتا تھا یہ چال چلی کہ عمرو الحضرمی کے بھائی عامر کو بہکایا کہ عتبہ یہ چاہتا ہے کہ تمہارے بھائی کے خون کی دیت لیلیجاوے اور انتقام نہ لیا جاوے تم تمام قریش کے سامنے فریاد کرو۔ چنانچہ یہ تدبیر کارگر ہوئی۔ عامر نے اپنا سر برہنہ کر کے واعمراہ! واغیاثاہ! کی فریاد کی قریش میں جنمیں عنصر اشتعال کا پہلے سے زیادہ ہوتا اُس فریاد سے جوش و اشتعال پیدا ہو گیا اور جنگ چھڑ گئی ❖

آمادگی جنگ

لشکر قریش میں تین بڑے علم تھے ایک طلحہ بن ابی طلحہ کے پاس دوسرا ابی عزیز بن عمیر کے پاس تیسرا نضر بن الحارث کے پاس تھا جب دونوں لشکر آمادہ بجنگ ہوئے حضرت نے خود صف لشکر درست کی اور خود عریش پر تشریف فرما ہوئے ابوبکر بھی عریش پر تھے جس کی وجہ ناظرین خود قیاس کر لینگے۔ حضرت نے منہ طرف آسمان کر کے پھر دعا نصرت الٰہی کی۔ تناسب تعداد لشکر سے مسلمانوں کی قلیل جماعت کا ایسے کثیر لشکر کے مقابل میں ٹھہر رہنا تعجب کی بات معلوم ہوتی ہو مگر اصول جنگ سابقہ کے لحاظ سے کہ ایک کی ایک کے ساتھ دست بدست جنگ ہوا کرتی تھی اور رسول اللہ کے عزم و استقلال پر نظر کرتے ہوئے زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے ❖

عتبہ بزدلی کے طعنہ سے بگڑ رہا

پر جوش دشمنوں میں سے عتبہ بن ربیعہ پہلا شخص تھا جو صف لشکر سے نکلا کیونکہ ابوجہل نے عتبہ کی سعی صلح پر اسکو بزدلی کا طعنہ دیا تھا۔ جو ایک عرب کے بہادر کیواسطے بہت کچھ تھا اسکے ساتھ ہی اسکا بھائی شیبہ اور لڑکا ولید نکلے۔ ابوجہل ایک گھوڑے پر سوار تھا عتبہ نے اُس طعن کی سوزش میں ابوجہل کے گھوڑے کو پے کر دیا کہ سوار ہو کر میدان جنگ میں آنا مردانگی نہیں۔ ابوجہل گر گیا۔ قریب تھا کہ ان دونوں میں آپس ہی میں جنگ ہو جاے مگر اور اہل لشکر نے بچا دیا ❖

آغاز جنگ

عتبہ و شیبہ و ولید نے میدان میں آکر مبارز طلب کیا لشکر اسلام سے۔ معاذ و معوذ و عوف انکے مقابلہ کو بڑھے۔ قریش کی جاہلانہ حمیت کے بہادروں نے یہ دیکھکر کہ مقابل انکے نسب میں کم درجہ کے ہیں انکو واپس کر دیا اور رسول سے اپنے ہم کفو کے بھیجے جانیکے خواستگار ہوئے رسول خدا نے اپنے چچا حمزہ و بھائی و داماد علیؑ و چچازاد بھائی عبیدہ بن الحارث کو بھیجا تاکہ مہاجرین و انصار میں کسیکو یہ خیال پیدا ہو کہ اپنے عزیزوں کو بچاتے ہیں بلکہ اوروں کو بھی اُس سے جوش و ولولہ پیدا ہو ❖

حمزہ، علی و عبیدہ مقابل عتبہ، شیبہ و ولید بھیجے گئے

اسمیں کسیقدر اختلاف ہے کہ کون کس کے مقابل ہوا مگر زیادہ صحیح اور اجماعی یہ ہے کہ عتبہ کے مقابل حمزہ و شیبہ کے مقابل عبیدہ اور ولید کے مقابل علی ہوئے اور ان تین صاحبان نسب لوگوں کی لڑائی دین اور کفر کے قائم کرنیکو شروع ہو گئی۔ عرب کے مشہور بہادر حمزہ نے اپنے مقابل کو خون میں نہلا دیا۔ لیکن عبیدہ شیبہ کے ہاتھ سے زخمی ہوئے علی نے بھی ولید یعنی معاویہ کے خالو کو قتل

کردیا۔ اور عبیدہ کو زخمی پاکر وہی تلوار جسنے ولید کا کام تمام کیا تھا شیبہ پر بھی چمکی اور اسکو خاک کا ڈھیر کردیا۔ علی کو اپنی اظہار شجاعت اور شرکت جنگ کا یہ پہلا موقعہ تھا۔ عبیدہ زخمی کو علی اٹھا لائے اور اسی زخم سے بعد اختتام جنگ وقت واپسی انکا انتقال ہوگیا۔ لشکر قریش سے ان تین بڑے بہادروں کے قتل ہونیکے بعد بنی مخزوم گرد ابوجہل کے جمع ہوگئے اور زرہ ابوجہل کو عبداللہ بن منذر کو پہناکر میدان جنگ میں بھیجا۔ علی بن ابیطالب نے اسکو ابوجہل سمجھکر اسپر حملہ کیا اور ضرب شمشیر سے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ اور دوسری سمت مصروف جنگ ہوگئے۔ پھر وہی زرہ پہنکر ابو قیس آیا حضرت حمزہ نے اسکو قتل کیا۔ پھر حرملہ بن عمر اسی زرہ کو پہنکر آیا۔ حیدر کرار نے مقابل ہوکر اسکو بھی جہنم واصل کیا۔ اب جنگ مغلوبہ ہونے لگی دشمن اس فکر میں تھا کہ اپنی کثرت کے سیلاب سے اسلام کی قلیل جماعت کو فنا کردے اور مسلمان اپنی آیندہ کی بقا کیواسطے جان توڑ کوشش سے اپنی حیات و ممات کا فیصلہ کرلینے پر تلے ہوئے تھے عرب کے مشہور مبارز حمزہ اور شیر بیشہ شجاعت علی کی جہاں سوز تلواریں صفوف دشمن کیواسطے برق خرمن کا کام کر رہی تھیں۔ اسی جنگ میں ابوجہل معاذ و معوذ کے ہاتھ سے زخمی ہوکر گرا معاذ بھی زخمی ہوگئے عبداللہ بن مسعود نے ابوجہل کا سر جدا کیا اور حضرت کے پاس لائے جسپر حضرت نے شکر ادا کیا۔ اسی جنگ مغلوبہ کے دوران میں علی تین مرتبہ رسول کی خبر کیواسطے عریش تک آئے اور بخیریت پاکر واپس گئے۔ مشرکین میں انکے چند بڑے بڑے نامور انکے مارے جانے سے کچھ بددلی پیدا ہونے لگی تو عاصم بن ابی عوف السہمی نے قریش کو ہمت دلائی اور وہ جوش دلا ہی رہا تھا کہ ابودجانہ انصاری نے ضرب شمشیر سے اسکا کام تمام کردیا۔ معبد بن وہب نے ابودجانہ پر تلوار چلائی مگر وہ خود گر گیا اور ابودجانہ نے اسکو بھی واصل جہنم کیا۔ نوفل بن خویلد بھی جو بڑا بہادر تھا قریش کو تحریص دلا کر ابھار رہا تھا کہ علی نے پہنچکر ایک وار میں اسکا کام تمام کردیا۔ رسول عریش پر سے یہ سب کیفیت ملاحظہ فرما رہے تھے اس بڑے دشمن اسلام کے اپنے شاگرد کے ہاتھ سے قتل ہونے پر رسول نے نعرہ تکبیر بلند کیا جس سے مسلمانوں میں اور زیادہ جوش پیدا ہوگیا اسی جوش جنگ میں علی جنکو اپنی شجاعت دکھلانیکا یہ پہلا موقعہ ملا تھا مثل شیر غرّان کے صفوف دشمن پر حملہ کرتے تھے اور انکو قتل و پراگندہ کرتے تھے۔ بقول مولف تاریخ الاسلام "علی کے اوسط بدن دبلا قد اور چستی پر لوگ عش عش کرتے تھے" اور بقول مصنف تمدن اسلام "اس جنگ میں سب سے زیادہ پرجوش کوشش کرنیوالے صرف دو تھے ایک علی بن ابیطالب رسول کے چچیرے بھائی دوسرے حمزہ بن عبدالمطلب" انتہائی جوش جنگ میں تند ہونے دشمن کو خوف زدہ و پریشان کیا۔ مسلمان تائید ایزدی سمجھکر دوچند جوش سے حملہ کیا۔ کہ قریش کے پیر اکھڑ گئے۔ ابوجہل قتل ہوچکا تھا عتبہ و نوفل اور بڑے بڑے رؤسا قریش مارے جاچکے تھے۔ قریش معہ ابوسفیان کے بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں کو بہ تائید الہی باوجود اس قلت کے فتح عظیم نصیب ہوئی اور بہت مال غنیمت ہاتھ آیا۔ دشمن کے ۷۰ وبروایتے ۴۹ آدمی قتل ہوئے جنمیں باختلاف روایات ۲۶ آدمی اور ۲۴ میں تو قطعی اختلاف نہیں تنہا علی کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اور اسطرح فتحیابی کا سہرا اسی پرجوش

علی کے ہاتھ سے مقتولین قریش

نوجوان مبارز علی کے سر رہا جو لوگ علی کے ہاتھ سے قتل ہوئے وہ کوئی معمولی آدمی نہ تھے وہ ایسے تھے جنکے قتل ہو جانے نے کفار کے پیر باوجود کثرت کے میدان سے اکھاڑ دیے جنکے نام یہ ہیں: ربیعہ بن الاسود۔ حارث بن ربیعہ عمر بن عثمان بن کعب عم طلحہ بن عبداللہ عثمان بن مالک برادران طلحہ۔ ولید بن عتبہ حنظلہ بن ابوسفیان برادر معاویہ طعیمہ بن عدی۔ عاص بن سعد منبہ بن الحجاج السہمی نوفل بن خالد وغیرہ۔ ستر مقتولین قریش میں ۳۶ آدمی مشاہیر قریش سے تھے باقی معمولی درجہ کے تھے۔ ستر آدمی اسیر ہوئے جنمیں عباس بن عبدالمطلب عم رسول و عقیل بن ابیطالب برادر علی۔ ابوالعاص بن ربیع۔ ابوالعزیز بن عمر۔ ولید بن الولید بن مغیرہ۔ ابو عزہ عمرو بن عبد الجمحی سہیل بن عمر عقبہ بن ابی معیط۔ نضر بن الحارث تھے جنمیں سے عقبہ و نضر قتل کر دیے گئے ۔

شہدائے اسلام

مسلمانوں میں سے ۱۴ اور بروایتے کل ۱۹ آدمی شہید ہوئے۔ ۶ مہاجرین سے اور ۸ انصار میں سے جنکے نام حسب ذیل ہیں۔ مہاجرین میں سے ابوعبیدہ بن حارث۔ عمرو بن ابی وقاص۔ عمرو بن عبدود۔ عاقل بن ابی بکر مہجع آزاد کردہ عمر صفوان بن بیضا۔ انصار میں سے سعد بن عبدالمنذر سعد بن خثیمہ۔ حارث بن سراقہ۔ عوف و معوق پسران عفرا۔ عمیر بن حمام۔ رافع بن معلے۔ یزید بن حارث اور معاذ بن ماعص و عبید بن سکن مجروح ہوئے تھے کہ یہ بھی بعد کو فوت ہو گئے ۔

بیادری غارہ

اثنائے جنگ میں حضرت نے حکم دیا تھا کہ بنی ہاشم کو جو جبر لائے گئے تھے و نیز ابوالبختری و حارث بن نوفل کو قتل نہ کیا جاوے مگر ابوحذیفہ بن عتبہ نے اپنے باپ بھائی کے غم میں کہا تھا کہ ابوالبختری کو میں ضرور قتل کرونگا حضرت فاروق اعظم نے قول ابوحذیفہ سنکر حضرت سے شکایت کی کہ اس گستاخی پر ابوحذیفہ کو سزائے قتل دینی چاہیے مگر حضرت نے فرمایا کہ نہیں اسنے باپ و بھائی کے غم میں ایسا کہا ہوگا۔ جسپر ابوحذیفہ خود نادم ہوا اور حضرت سے معذرت کی۔ ابوالبختری و حارث جنگ میں قتل ہو گئے تھے ۔

نوٹ مؤلف

(نوٹ) تواریخ اہلسنت میں بھی ابوبکر کی موجودگی تو اس جنگ میں عریش پر معلوم ہوئی تھی مگر حضرت عمر کے لیے نگاہیں متلاشی تھیں کہ آخر وہ کہیں کہا ہے بحمداللہ نظر تو آئے چاہے ایک مسلمان کو قتل کرانیکو ہی سہی جنگ میں تو کسی دشمن سے مقابلہ میں کوئی کارروائی کرنیکا کہیں ذکر تاریخ میں نہیں پایا جاتا ۔

کشتگان دشمن دفن کرائے گئے

حضرت نے کشتگان قریش کو بھی گڑھا کھودکر اسمیں دفن کرادیا مگر امیہ بن خلف کو جس مقام پر وہ مارا گیا تھا وہیں دفن کرا دیا۔ دشمن کے ساتھ یہ سلوک بھی خاص حضرت کا ہی حصہ تھا ۔

تقسیم مال غنیمت

اب حضرت نے مال غنیمت مساوی طور پر اہل لشکر پر تقسیم کر دیا اور ان لوگوں کو بھی حصہ دیا جو بحکم رسول کسی خدمت پر مامور تھے یا بوجہ کسی مجبوری کے شریک جنگ نہو سکے تھے۔ شمشیر منبہ بن الحجاج و بروایتے عاص بن منبہ جسکو ذوالفقار کہتے تھے بطور تمغہ ظفر علی کو دی گئی شتر ابوجہل حضرت نے اپنے پاس رکھا۔ سعد بن عبادہ بوجہ اتفاقیہ مارگزیدگی کے و عثمان بوجہ علالت زوجہ خود شریک جنگ نہو سکے تھے طلحہ بن عبداللہ و سعد بن نفیل جو جاسوسی پر مامور تھے۔ اور ابوالبابہ جو خلافت مدینہ پر و عاصم بن عدی جو خلافت قبا پر

ماموور تھے، حارث بن حاطب جو ایک خاص کام پر بھیجے گئے تھے وخباب بن جبیر وحارث بن صمہ جو اونٹ سے گر کر مجروح ہو گئے تھے۔ ان لوگوں کو بھی حصہ دیا گیا ۔

وفات حضرت رقیہ

عبد اللہ بن رواحہ و زید بن حارث کو اپنے ناقہ قصواء پر سوار کر کے بطور نقیب پہلے اس فتح کی خوشخبری کیواسطے مدینہ کو روانہ کیا اور سفیران غلام کو محافظت اسیران پر ماموور کر کے رسول اللہ خود مدینہ تشریف لائے۔ تمام اہل اسلام میں اس فتح کی بڑی خوشی منائی گئی اسی اثنا میں رقیہ زوجہ عثمان کا انتقال ہو گیا جسکے سبب انتقال کی بابت جو روایات ہیں انکو اپنے موضوع کیخلاف پاکر ترک کرتا ہوں

اسیر بعد فدیہ کے چھوڑے گئے

اسیران جنگ کی بابت حضرت نے اصحاب سے مشورہ کیا ابوبکر کی رائے ہوئی کہ فدیہ لیکر انکو رہا کر دیا جاوے عمر کی رائے تھی کہ سب کو قتل کیا جاوے بلکہ یہانتک رائے دی کہ علی کو حکم دیا جاوے کہ اپنے بھائی عقیل کو قتل کریں۔ زیادہ اصحاب نے رائے ابوبکر کو پسند کیا اور حضرت نے بھی اسکو مناسب خیال فرمایا اور ایسا ہی کیا گیا۔ وہ لوگ جو فدیہ دینے کے قابل نہ تھے بلا فدیہ لئے رہا کر دیئے گئے حضرت عباس و عقیل مسلمان ہو گئے۔ عمرو پسر ابوسفیان کو بمعاوضہ سعد بن نعمان رہا کیا گیا۔ ابو العاص بن ربیع بن عبد العزی بن عبد شمس شوہر زینب دختر جبیرہ رسول کے فدیہ میں زینب نے اپنا قلادہ بھیجا تھا یعنی ہار عقیق یمن کا جو خدیجہ نے شادی میں دیا تھا جسکو دیکھکر حضرت کو گونہ ملال ہوا اصحاب نے بپاس خاطر حضرت کے ابو العاص کو بلا فدیہ لیئے رہا کرا دیا۔ اور قلادہ بھی واپس کرا دیا۔ حکیم بن حزام جو جنگ سے بھاگ گیا تھا اسی سال مسلمان ہو گیا اور بمحبت خدا و رسول میں اسنے سو غلام آزاد کئے۔ انکی عمر اسوقت ۶۰ سال کی تھی۔ ۶۰ سال اور زندہ رہے ۔

واپسی ہزیمت یافتگان و ہلاکت ابولہب

مفرورین بدر میں سے سب سے پہلے حیسمان خزاعی نے مکہ پہنچکر شکست قریش کی خبر دی مگر لوگوں نے یقین نہ کیا کہ ابوسفیان نے پہنچکر اسکی تصدیق کی۔ ابولہب جو جنگ کو نہ گیا تھا بلکہ اپنا عوض بھیجدیا تھا اسے ابوسفیان سے مکان عباس پر بیٹھکر مفصل واقعہ دریافت کیا کہ کیسے قریش کے اتنے بڑے لشکر کو شکست ہوئی۔ ابو رافع غلام حضرت عباس جو مسلمان ہو گیا تھا بول اٹھا کہ ملائکہ نے حضرت کی مدد کی ہو گی۔ ابولہب نے غصہ میں اسکو مارا۔ ام الفضل زوجہ عباس نے کہ وہ بھی مسلمان ہو چکی تھیں ایک لکڑی ابولہب کے ماری جس سے اسکا سر پھٹ گیا اور وہ زخم سڑ گیا اور اسی میں وہ مر گیا ۔

نتیجہ جنگ

یہ پہلی فتح عظیم تھی جو مسلمانوں کو حاصل ہوئی جس سے نہ صرف انکی ہستی باقی رہگئی بلکہ مسلمانوں کی دہاک تمامی مشرکین و کفار پر بیٹھ گئی اور انکی تعداد و قوت میں روز افزوں اضافہ ہونے لگا مگر قریش کا جوش انتقام و کینہ اور زیادہ ہو گیا ۔

صفوان کا قتل حضرت کی مہم پر نامزد کرنا عمیر کو اور اسکا اسلام لانا

اس شکست کے بعد صفوان نے عمیر بن وہب جمحی کو کہ جو بڑا شجاع مکہ میں سے تھا اور وہ بھی جنگ بدر سے بھاگ آیا تھا اور اسکا لڑکا اسیر ہو گیا تھا خفیہ طور سے اجرت پر بغرض قتل حضرت ماموور کر کے روانہ کیا۔ اور اپنی تیغ زہر آلود کر کے اسکے حوالہ کی اور خود اسکے عیال کا متکفل ہوا۔ اور اسکے تمام دینوں کی ادائگی اپنے ذمہ لی۔ عمیر مدینہ آیا حضرت مع چند اصحاب کے تشریف فرما تھے۔

اوسنے حضرت تک پہونچنے کا قصد کیا اصحاب نے روکا مگر حضرتؐ نے فرمایا کہ آنے دو چنانچہ اسکی تلوار پکڑ کر حاضر کیا گیا حضرت نے اُس سے دریافت کیا کس غرض سے آیا ہے اُسنے اصلیت کو چھپایا اور ظاہر کیا کہ اپنے لڑکے کی رہائی کی درخواست کو آیا ہے مگر اس طبیعت شناس نبی نے اسکے چہرہ سے اسکی اندرونی کیفیت معلوم کر لی تھی اس سے کہا کہ سچ کہہ ورنہ میں جس واسطے تو بھیجا گیا ہے اور جس نے بھیجا ہے اور جن شرائط پر بھیجا ہے سب بتلا سکتا ہوں یہ سنکر اُسنے اقرار کیا اور فوراً مسلمان ہو گیا اسکے لڑکے کو بھی رہائی دی گئی۔ وہ پھر باجازت مکہ آیا اور اکثر آدمی اسکی ترغیب سے مسلمان ہوئے اس سے قریش کو اور زیادہ کاوش بڑھی ۔

(۵) غزوہ کدر۔ رمضان ۲ھ

غزوہ کدر ۲ھ

بعض تواریخ میں ہے کہ مراجعت جنگ بدر سے سات روز کے بعد حضرت کو خبر معلوم ہوئی کہ قبیلہ بنی سلیم بغرض جنگ مسلمانان ایک چشمہ پر جسکو کدر کہتے ہیں جمع ہوئے ہیں حضرت خود معہ ایک جماعت کے انکے مقابلہ کیواسطے تشریف لے گئے وہ لوگ بھاگ گئے کوئی جنگ نہوئی مال غنیمت بہت سا ہاتھ آیا اور مدینہ کو واپس ہوئے (ابن خلدون و حیات القلوب) اگرچہ روضۃ الصفا میں اسکا تذکرہ نہیں

(۶) غزوہ بنی قینقاع ۱۲ شوال ۲ھ

غزوہ بنی قینقاع ۱۵ ابریل

یہودان بنی قینقاع نے حضرت سے ۱ھ میں عہدنامہ ہو گیا تھا بعد واقعہ بدر کے جو شہرت فتح مسلمانان کی ہوئی تو ان یہودیوں نے جنکو بالطبع عروج اسلام ناگوار تھا کہا کہ محمدؐ نے ایسی جماعت سے لڑائی کر کے فتح حاصل کر لی جو فن جنگ سے ناواقف تھی اگر ہم سے جنگ کرتے تو حقیقت کھلجاتی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ نقض معاہدہ پر آمادہ ہیں تو حضرتؐ نے روسائے بنی قینقاع کو بلا کر دعوت اسلام دی انہوں نے انکار کیا اور اسی قسم کے کلمات طنزیہ کہے کہ ہم مثل قریش کے نہیں ہیں اور چلے گئے جس سے حضرت کو اس خبر کی تصدیق ہوئی اور آیہ "اما تخافن من قوم خیانة ..... الخ" نازل ہوئی حضرتؐ نے انکی سرکوبی کا قصد کیا اور گیارہ روز کے بعد ابو لبابہ کو خلافت مدینہ پر مامور کر کے اور علم لشکر حضرت حمزہ و بروایتے حضرت علی کی سپرد کر کے حضرت معہ ایک جماعت کے مدینہ سے روانہ ہوئے اور پہنچکر انکا محاصرہ کر لیا۔ چند روز محاصرہ رہا جب بنی قینقاع محاصرہ سے تنگ آگئے تو حضرت کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمکو اجازت دیجاوے کہ ہم حصار سے نکلکر کہیں چلے جاویں۔ حضرتؐ نے حکم دیا کہ سب کے ہاتھ پشت سے باندھکر جلاوطن کیا جاوے تاکہ انکو معلوم ہو کہ نقض عہد کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ عبد اللہ بن ابی سلول کو جو یہ معلوم ہوا تو وہ چونکہ یہودیوں کا ہمیشہ طرفدار رہتا تھا حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت خوشامد کی اور حضرت کے گلے میں باہیں ڈالدیں اور اسوقت تک نہ چھوڑا جبتک ہاتھ باندھنے کی معافی نہ کرا لی۔ حضور نے تین روز کی مہلت انکو دی کہ اسکے بعد وہ وطن چھوڑ دیں اور عبادہ بن صامت کو مامور کیا کہ وہ اس جماعت کو جلاوطن کر کے واپس آئیں۔ چنانچہ وہ اُن سب کو جو تعداد میں ۷۰۰ نفر تھے کوہ ذباب تک جا کر جانب شام بدرکہ کے واپس آئے جو ایک ماہ تک وادی القریٰ میں مقیم رہکر شام کو چلے گئے۔ مال و اسباب

انکا مسلمانوں کے قبضہ میں آیا جس میں تین کمان ۳ زرہ و ۳ نیزے بھی تھے۔ ایک زرہ محمد مسلمہ کو ایک سعد بن معاذ کو دی
گئی بقیہ مال میں سے خمس نکالکر باقی اصحاب پر تقسیم کردیا گیا +

(۷) غزوہ سویق

ابوسفیان نے معرکہ بدر سے بھاگ کر قسم کھائی اور نذر کی تھی کہ روغن جسم پر نہ ملیگا اور اپنی عورت سے مباشرت نہ کریگا جب تک کہ غزوہ سویق
محمد اور انکے اصحاب سے انتقام بدر کا نہ لیگا چنانچہ کچھ دنوں کے بعد ہی ۲۰۰ وبروایتے ۱۰۰ سو سوار ساتھ لیکر مکہ سے روانہ ہوا
اور مسکن بنی النضیر پر پہنچا اوّل حالات حضرت کے معلوم کرنے اور اس قبیلہ کو ہم رائے کرنے کی غرض سے حی بن اخطب کے
پاس گیا مگر حی سمجھ گیا اور اسکی ملاقات سے انکار کردیا تو وہ سلام بن مشکم کے پاس گیا۔ سلام نے اسکو اپنے یہاں ٹھرایا
اور دعوت کی۔ اس سے ہم مشورہ ہوکر امداد پر آمادہ کیا اور وعدہ لے کر وہاں سے چلکر بارادہ تاخت مسلمانان مقام
عریض تک جو مدینہ سے ایک فرسخ ہے آیا اور ایک یا دو مسلمانان مدینہ کو جو اپنے کار زراعت میں مصروف تھے۔
قتل کرکے اور ایفائے نذر کے لیے چند درختان خرما کو جلاکر بخوف مسلمانان فوراً واپس ہوگیا۔ اسکی خبر جب حضرت
کو مدینہ میں ہوئی تو ابولبابہ کو خلافت مدینہ پر چھوڑ کر مع ۲۰۰ آدمیوں کے حضرت تعاقب ابوسفیان میں روانہ ہوئے
ابوسفیان نے جو حضرت کے تعاقب کی خبر پائی تو ایک جماعت کو جسکے پاس سویق (ستو) تھا اور یہ لوگ اسکے ساتھ طمع غنیمت
ہوگئے تھے۔ راستہ میں چھوڑ کر بتعجیل تمام بھاگ گیا حضرت جب قرقرۃ الکدر پہنچے تو یہ جماعت مسلمانوں کے ہاتھ پڑگئی جو پکڑلے گئی سویق
کو مسلمانوں نے اچھی قیمت میں بازار میں فروخت کیا اور قیمت تقسیم کرلی۔ اسی وجہ سے اسکو غزوہ سویق کہتے ہیں۔ بعض
اہل تاریخ نے اس واقعہ کو سال ۳ سنہ ھ میں بیان کیا ہے +

اسی سال بماہ ذی الحجہ عثمان بن مظعون صحابی رسول جو بہت بڑے عابد و زاہد تھے انکا انتقال ہوا اور بقیع میں دفن ہوئے عثمان بن مظعون

واقعات ۳ سنہ ہجری سنہ ۳ھ

(۸) غزوہ قرقرۃ الکدر صفر سنہ ۳ھ غزوہ قرقرۃ الکدر

ماہ محرم میں حضرت مدینہ میں مقیم رہے۔ ماہ صفر میں مطابق روضۃ الصفا حضرت کو خبر ملی کہ ایک گروہ قبیلہ بنی سلیم و غطفان صفر سنہ ۳ھ
کا موضع قرقرۃ الکدر میں مجتمع ہوا ہے کہ مدینہ پر تاخت کرے۔ حضرت مع ایک جماعت انصار کے اس گروہ کی سرکوبی کو روانہ
ہوئے۔ وہاں پہنچے تو کسیکو نہ پایا ایک جماعت اصحاب کو وادی مذکور کی بلندی پر بنا بر تلاش مخالفین روانہ کیا اور خود مع
بقیہ جماعت کے بطن وادی کو روانہ ہوئے دیکھا کہ چند ارنٹ والے مخالفین کے اونٹ چرا رہے ہیں جنمیں ایک غلام یسار نامی

تہا اوس سے بنی سلیم وغیرہ کا حال و پتہ دریافت کیا گیا انہوں نے کوئی ٹھیک حال نہ بتایا لہذا وہ گرفتار کر لیئے گئے اور حضرت نے حکمدیا کہ انکو مدینہ لیجاؤ۔ صبحکو نماز کے وقت دیکھا گیا کہ یسار غلام بھی مسلمانوں کے ساتھ شریک نماز ہے دریافت پر ظاہر کیا کہ وہ مسلمان ہو گیا۔ لہذا وہ آزاد کر دیا گیا۔ اور حضرت بلا جنگ واپس مدینہ تشریف لائے اونٹ بعد نکالنے خمس کے تقسیم کر دیئے گئے ہر مجاہد کے حصہ میں تین اونٹ آئے بعض مورخین نے بنی سلیم کے مقابل فوج کشی کو غزوہ کدر کے نام سے سنہ ۲ھ میں لکھا ہے۔

(۹) غزوہ بنی ثعلبہ عرف غزوہ غطفان صفر سنہ ۳ ہجری

غزوہ بنی ثعلبہ صفر سنہ ۳ اسکے بعد حضرت کو خبر ملی کہ ایک بڑا گروہ بنی ثعلبہ وغطفان کا مقام ذی امر یا ذوامر میں جو نجد کا ایک قریہ ہے بغرض لوٹ مار حوالی مدینہ کے جمع ہوا ہے جنکا سردار دعثور یا عوث بن الحارث ہے۔ حضرت معہ چار سو پچاس نفر کے بغرض سرکوبی گروہ مذکور کو روانہ ہوئے۔ قریب موقعہ پہنچنے پر گروہ مخالفین میں سے ایک شخص کو لوگ پکڑکر حضرت کے پاس لائے جب دریافت پر معلوم ہوا کہ گروہ مخالف خبر آمد لشکر اسلام پاکر بالائے کوہ قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا ہے۔ اسی اثنا میں بارش بکثرت ہوئی کہ کپڑے حضرت کے بہیگ گئے۔ حضرت لشکر سے علیحدہ ہوکر اور وادی میں جاکر کپڑے اتار کر خشک ہونیکو پھیلا دیئے اور خود ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ کفار نے بالائے کوہ سے حضرت کو تنہا لشکر سے علیحدہ لیٹا دیکھکر اپنے سردار کو خبر دی کہ اسوقت موقعہ محمد پر قابو پانے کا اچھا ہے۔ دعثور یا عورث تنہا تلوار لیکر آہستہ آہستہ اترکر حضرت کے قریب تک پہنچگیا اور کہا کہ اب کون آپکو میرے ہاتھ سے بچا سکتا ہے۔ حضرت نہایت بیپرواہی سے یہ فرماتے ہوئے کہڑے ہو گئے کہ "خدا" اور اسکے سینہ پر ایک ہاتھ مارا کہ وہ پیچھے کو گر گیا (روایت میں ہے کہ جبرئیل نے اسکے سینہ پر ہاتھ مارا تہا) حضرت نے فوراً اس کی تلوار چھین لی اور اسکے سر پر کہڑے ہو گئے اور اس سے ارشاد فرمایا کہ "اب تو بتلا کہ تیرا کیا حشر ہوگا"۔ اسنے فوراً قدم مبارک پر سر رکھدیا اور کلمہ "اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ" زبان پر جاری کیا اور مسلمان ہو گیا اور واپس جاکر اپنے سب قبیلہ والوں کو مسلمان کیا (روضۃ الصفا۔ حیات القلوب)

نوٹ مولف نوٹ۔ تواریخ اسلامی کے عدم تسلسل و ترتیب واقعات و عدم تعیین تاریخ و زمانہ و اختلاف روایات سے یقین کیساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ آیا غزوہ کدر جو سنہ ۲ھ میں درج ہوا ہے۔ اور غزوہ قرقرۃ الکدر و غزوہ ثعلبہ وغطفان در اصل ایک ہی غزوہ ہے جو تین ناموں سے مشہور ہو گیا ہے یا تین جداگانہ غزوات ہیں۔ کیونکہ سنہ ۲ھ والا غزوہ کدر بھی بمقابلہ بنی سلیم تحریر ہوا اور سنہ ۳ھ والا غزوہ قرقرۃ الکدر بھی بمقابلہ بنی سلیم وغطفان تحریر ہے اور غزوہ بنی ثعلبہ عرف غطفان بمقابلہ غطفان و بنی ثعلبہ درج ہے اور جنگ بھی انمیں سے کسی میں نہیں ہوئی ہے مگر بعض جزوی واقعات مختلف ہیں بہت ممکن ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ کے جزو ہوں اور جس مورخ کو اسمیں جسقدر بات تحقیق ہوئی ہو وہ لکھدی ہو بعض تواریخ میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ غزوہ کدر قبل غزوہ بدر

کرنے کے ہوا ابن خلدون، بہرحال بوجہ اختلاف جزئیات کے علیحدہ علیحدہ درج کردیئے گئے ہیں ؃

ربیع الاول ۳ھ

ماہ ربیع الاول ۳ھ میں حضرت کو خبر ملی کہ ابوسفیان بروایتے صفوان بن امیہ شاہیر قریش کی ایک جماعت کے ساتھ براہ عراق بغرض تجارت شام کو جارہا ہے کیونکہ بعد جنگ بدر کے اہل مکہ نے بخوف مسلمانان مدینہ براہ حجاز شام کا سفر ترک کردیا تھا چونکہ سال گذشتہ میں صفوان نے حضرت کے قتل کی تدبیر کی تھی اور ابوسفیان مدینہ تک تاخت کرکے انصار رسول میں سے دو شخصوں کو بلاوجہ قتل کرگیا تھا۔ لہذا حضرت نے بھی اب اسکی تلافی میں زید بن الحارث کو سو سوار دنکی جمعیت کے ساتھ انپر تاخت کیواسطے روانہ کیا۔ زید معہ ہمراہیان تعجیل تمام پہنچا۔ اہل قافلہ قریش بخوف جان مال و اسباب چھوڑکر بھاگ گئے جو سب مالیت میں قریب ایک سو ہزار درم کے تھا۔ وہ سب مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور دو شخص اسیر ہوئے جنمیں سے ایک فرات بن حیان مسلمان ہوگیا۔ مال غنیمت بعد نکالنے خمس کے تقسیم کردیا گیا ؃

قتل کعب و ابورافع یہودیان اور انپر تنقیدی نظر

کعب بن الاشرف

ربیع الاول

کعب بن الاشرف جو عظمائے یہودیان مدینہ میں سے تھا بعد فتح بدر کے چونکہ مسلمانوں کا عروج دن بدن زیادہ ہونے لگا جو اسکو ناگوار تھا۔ لہذا یہ بحیلہ عذرخواہی و تعزیت کشتگان بدر مکہ گیا اور اہل مکہ کو مشتعل کرنے اور رسول اللہ سے جنگ پر آمادہ کرنیکی غرض سے اس نے ان کشتگان بدر کے مرثیے لکھکر مجمعوں میں پڑھے۔ قریش جو ابتک بخیال شماتت مسلمانان اپنے کشتگان پر روتے نہ تھے اب ایسے مرثیے سنکر بہت روئے اور ایکماہ تک مجالس عزا انکی برپا رہیں جس سے قریش کی آتش انتقام شعلہ ور ہوگئی۔ کعب یہ آگ بھڑکا کر مدینہ واپس چلا آیا۔ یہ خبر حضرت کو ملی تو حضرت نے اپنے اصحاب سے دریافت کیا کہ کون ایسا ہے کہ اس مفسد دشمن خدا و رسول کو قتل کردے تاکہ آئندہ اسکے شر سے محفوظی اسلام ہو۔ محمد بن مسلمہ نے جو کعب کا رضاعی بھائی تھا اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور چونکہ یہ کام آسان نہ تھا لہذا اس نے ابونائلہ و سلکان کو کہ وہ بھی کعب کے رضاعی بھائی تھے اور ان سے اسکا میل بھی تھا اور عباد بن بشر و حارث بن معاذ و ابوعبس بن جبیر کو بھی اپنا شریک و معین بنایا اور متفق ہوکر یہ چال چلی کہ ابونائلہ اول تنہا کعب کے گھر گیا اور اس سے کہا کہ محمد عربی کیوجہ سے ہمارے اوپر سخت مصیبت آئی ہے مکہ سے تجارت و آمدورفت بند ہوگئی ہمارے اہل و عیال ضایع ہوتے دن کی جنگ مچی ہے کہانے تک کو ہمارے پاس نہیں، انکو کہاں سے لائیں کعب نے کہا کہ ہم تو تم لوگوں سے پہلے ہی کہتے تھے کہ محمد کے کہنے میں نہ آؤ۔ ابونائلہ نے کہا کہ میں نے ایک جماعت کو اپنی موافق کرلیا ہے کہ کسیطرح اس سے نجات پائیں مگر ہمکو خورد و نوش کیواسطے کچھ روپیہ کی ضرورت ہے اگر تم بطور قرض دیدو تو جو کچھ کہو تمہارے اطمینان کیواسطے گرو کردیں اور اسطرف سے مطمئن ہوکر اپنا کام کریں کعب نے کہا کہ اپنی عورتوں کو گرو کردو اس نے کہا کہ یہ تو بڑی بدنامی کی بات ہوگی۔ تب اس نے کہا کہ اچھا اپنے لڑکوں کو گرو کردو۔ ابونائلہ نے کہا کہ یہ بھی بڑی بے حمیتی کی بات ہے البتہ اگر تو راضی ہو تو ہم اپنے ہتیار رات کیوقت لاکر تیرے پاس

رہن رکھہ جائیں کہ کسی کو خبر نہو وہ راضی ہوگیا۔ و۔ غرض یہ پانچوں آدمی اپنے ہتیار لیکر رات کیوقت قلعہ کعب پر گئے اور آواز دی۔ باوجودیکہ اسکی زوجہ نے بوجہ شبہ کے روکا مگر وہ باطمینان قلعہ سے باہر آگیا۔ یہ لوگ پہر اس سے اسی معاملہ کے متعلق گفتگو کرنے لگے اور چونکہ ۱۴ ربیع الاول کی رات تہی یعنی شب ماہ تہی باتیں کرتے ہوئے قلعہ سے کچھ فاصلہ پر شعب عجوز تک لیگئے جہاں پہنچکر ابونائلہ نے اسکے بالوں کے تیل کی خوشبو سونگہنے کے حیلہ سے اسکے بال پکڑ لئے اور باشارہ بقیہ نے تلواروں کے وار اسپر کئے جو بوجہ شب کے کوئی کارگر نہوا۔ محمد بن مسلمہ نے ایک خنجر اسکے پیٹ میں مارا اور سینہ چاک کردیا۔ کعب زور سے چلایا۔ مگر یہ لوگ فوراً اسکا سر کاٹ کر چلدیئے۔ اس مقابلہ میں حارث کے ایک تلوار کا زخم آگیا اسکو بھی اٹھالائے۔ ملازمان و متوسلین کعب اسکے شور پر قلعہ سے نکلکر پہنچے تو قاتلوں میں کسیکا نشان نہ پایا۔ محمد بن مسلمہ نے اسکا سر لاکر حضرت کے سامنے پیش کیا۔ حضرت کو بہت خوشی ہوئی اور اس موذی مفسد کے جہنم واصل ہونے پر شکر خدا بجالائے۔ حارث کا زخم بہی بعد کو اچھا ہوگیا۔

قتل ابو رافع

ابورافع عرف سلام بن ابی الحقیق برادر کنانہ شوہر صفیہ جو علاقہ حجاز میں نواح خیبر میں رہتا تہا جہاں پر اسکا ایک قلعہ تہا۔ یہ مشرکوں کو جو حضرت سے جنگ کرتے تہے۔ مال و رسد سے امداد دیا کرتا تہا۔ بعد قتل کعب کے جو مرداں قبیلہ اوس کے ہاتھ سے ہوا۔ بنی خزرج کو جنکو بنی اوس سے کسیقدر رقابت تہی خیال پیدا ہوا کہ ہم بہی کسی بڑے مخالف دشمن سلام کو قتل کر کے خوشنودی حضرت کی حاصل کریں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خیال میں ابورافع کو منتخب کیا۔ اور عبداللہ بن عتیک عبداللہ بن انیس ابوقتادہ اور عبداللہ بن عتبہ اسکام پر مستعد ہوئے اور بلا اطلاع حضرت جانب خیبر روانہ ہوگئے۔ عین غروب آفتاب کے وقت قریب قلعہ کے پہونچگئے۔ عبداللہ بن عتیک نے ہمراہیوں کو ایک مقام پر چہوڑ کر تنہا قریب دروازہ حصار کے اپنی عبا سر پر ڈالکر بطریق رفع حاجت کے بیٹھ گیا۔ جب اور ملازمان قلعہ بعد رفع حاجت وغیرہ اندر قلعہ کے چلے گئے۔ اور یہ بیٹھا تو دربان قلعہ نے اسکو بہی قلعہ والوں میں سے تصور کر کے آواز دی کہ جلد آؤ دروازہ بند ہوتا ہے تب یہ خاموشی کے ساتھ اندر چلا گیا اور ایکطرف پوشیدہ ہوکر دیکھتا رہا کہ دربان قفل بند کر کے کنجی کہاں رکہتا ہے دربان نے دروازہ مقفل کر کے کنجی ایک کہونٹی میں لٹکادی جب دربان و اہل قلعہ سو گئے تو عبداللہ نے کنجی اتار دروازہ کہولدیا ابورافع بالاخانہ پر سوتا تہا یہ بالاخانہ پر چڑہ گیا اور چونکہ وہاں اسکے اہل و عیال بہی سوتے تہے یہ شناخت نہوئی کہ ابورافع کونسا ہے تو اسنے اسکا نام لیکر پکارا وہ ایکدم سوتے سے اٹہا تو عبداللہ نے اسکا کام تمام کردیا۔ یہ وہاں سے بہاگا تو زینہ سے گر گیا جس سے پانوں میں سخت چوٹ آئی کہ پیر کو عمامہ سے باندہکر ایک ٹانگ سے ہی چلکر جلدی سے باہر نکل گیا اور ہمراہیوں نے جا لیا جو اسکو اٹہالائے اور واپس آکر اسکے قتل کی حضرت کو خبر دی۔ حضرت سنکر خوش ہوئے کہ اس دشمن سے بہی نجات ہوئی۔ اور عبداللہ کے پیر پر ہاتھ پہیرا تو اچہا ہوگیا

واقعات مذکورہ پر تنقیدی نظر

واقعات مذکورہ بالا کو ممکن ہے کہ بعض طبائع خلاف اخلاق و انصاف تصور کر کے معترض ہوں۔ تو اول اسکا الزام آنحضرت کی ذات پر نہیں آسکتا۔ کیونکہ واقعہ اولے میں حضرت نے یہ حکم نہیں دیا تہا کہ کس طریقہ پر اسکو انجام دینا۔ بلکہ حضرت کے تو دفعیہ دشمن

کیواسطے مامور کیا تھا اور یہ ایک فطری بات ہے ہر شخص اپنے دشمن سے خلاصی حاصل کرنیکو ہر ممکن کوشش سے سعی کرتا ہے۔ یہ کام کرنیوالے کی ذاتی عقل و فہم کی بات ہے کہ وہ اسکو کسطریقہ پر کیے۔ بحالت جنگ تو ہر قسم کی چالاکی یہانتک کہ دہوکہ بھی جائز و مستحسن ہوتا ہے۔ اور ہرگز کسی قانون تمدن و اخلاق و شریعت میں مذموم و معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ اصول سیاست میں بھی پولٹیکل مخالفین کے دفعیہ و مغلوب کرنیکو ہر ممکن جائز و ناجائز طریقوں کو کوشش کیجاتی ہے۔ کوئی سلطنت و حکومت خواہ کسی مذہب و عقیدہ کی پابند ہو ایسے نقصانات سے بری نظر نہ آئیگی۔ علاوہ بریں اس قسم کے طریقہ کا آغاز بھی اول مشرکین و مخالفین اسلام کیطرف سے ہی ہوا۔ اکثر دفعہ تو شب ہجرت ہی حضرت کے گھر کے اندر رات کو گھس کر جان لینے کی کوشش کی گئی تھی جو کامیاب نہوئی۔ پھر بعد واقعہ بدر کے مدینہ میں بھی عمیر بن وہب کی خفیہ ماموری کے ذریعہ سے حضرت کی ہلاکت کی تدبیر کی گئی وہ بھی ناکام رہی۔ پس اگر جوابا ایسی ہی کوئی کارروائی کسی دشمن کے مقابلہ میں ایسی کی گئی تو خلاف انصاف و اخلاق نہیں کہی جاسکتی ایسے مفسد اشخاص جنکی ذات سے بحالت علانیہ جنگ ہونیکے صدہا بندگان خدا کے اتلاف جان کا اندیشہ ہو انکی مثل موذی جانور کے ہر طرح پر ختم کردینا کچھ بیجا نہیں ہوسکتا اور واقعہ ثانیہ کا تو علم بھی حضرت کو بعد واقعہ ہوا جس پر حضور اصول مذکورہ کی بنا پر خاموش رہے اور دفع دشمن پر اظہار مسرت کیا۔

عقد حضرت با حفصہ بنت عمر و زینب بنت خزیمہ

حفصہ عمر بارسول اللہ

ماہ شعبان ۳ھ میں حفصہ دختر عمر بن الخطاب کا عقد حضرت کے ساتھ ہوا جسکا شوہر خنیس بن عبداللہ رضی اللہ عنہما جسکو حضرت نے شاہ عجم کے پاس بھیجا تھا اُس سفر میں فوت ہوگیا تھا۔ یہ عقد جس طریق پر ہوا اسکی مفصل کیفیت تو بخیال طوالت و اختلاف روایات ترک کیجاتی ہے لیکن جیسا کہ تاریخ نے آگے چلکر ثابت کیا یہ عقد مثل عقد عائشہ دختر ابوبکر کے کوئی اتفاقی یا پسند کا امر نہ تھا بلکہ یہ دو نوں عقد بہت گہرے دور بینی کے اور سیاسی عقد تھے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ کو مدینہ میں تو اقتدار ملکی حاصل ہو ہی چکا تھا جسکا میدان آئندہ اور زیادہ وسیع نظر آتا تھا۔ امیدواران عقد فاطمہ دختر رسول کی نگاہ اسطرف ضرور گئی ہوگی اور واقعات کی پیچیدگی نے آئندہ ثابت بھی کردیا کہ اس ناکامی کے بعد دوسری تجویز کا ویسا ہی پرقوت اقدام انہیں امیدواروں کیطرف سے ہوا کہ اگر رسول نے اس شرف سے ممتاز نہ کیا جو حصول حقوق ملکی کا ذریعہ ہوتا تو اپنی لڑکیاں رسول کے عقد میں دیکر آئندہ امید کی بنیاد قائم کیجائے اگرچہ یہ سوچی ہوئی امیدیں انہیں نتائج سے پوری ہوئیں۔ لیکن نہ اسطرح پر کہ اسکو اخلاقی جواز کا وہ شرف حاصل ہوتا جو پہلی صورت میں ممکن تھا بہرحال یہ دو اندرونی انجنٹ تھے۔ جو خلوت رسول میں چھوڑے گئے تھے! اور جلوت میں خود تھے جس کا فایدہ و نتایج آئندہ ظاہر ہونگے۔

زینب دختر خزیمہ ام المساکین

۶ ماہ رمضان میں حضرت نے زینب دختر خزیمہ ہلالیہ سے جو بیوہ عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب تھیں جو جنگ بدر میں شہید ہوگئے تھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ آپکے بھائی طفیل کی بیوہ تھیں۔ عقد کیا انکو بوجہ انکے سخاوت کے ام المساکین کہتے تھے اور حضرت کی حیا

میں ہی انکا انتقال ہوگیا۔ اسی سال حضرت کی دوسری دختر یعنی ام کلثوم کا عثمان بن عفان سے عقد ہوا۔

زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم۔ دختران ربیبہ رسول کے متعلق معقولی تحقیق

زینب و دختران:

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مختصر سا حال زینب۔ رقیہ و ام کلثوم دختران خدیجہ کا بھی جنمیں سے دو کا عقد عثمان کے ساتھ ہوا ظاہر کردوں۔ ان تینوں کو جمہور علماء اہلسنت تو صلب رسالت سے کہتے ہیں مگر محققین علماء شیعہ انکو دختران ربیبہ حضرت کی صلب شوہران اولی خدیجہ سے بتلاتے ہیں۔ اور اس قول آخر کی کسیقدر تائید تو قول ابن ہشام سے ہوتی ہے جو متقدمین اہل سیر اہلسنت سے ہیں جو لکھتے ہیں کہ خدیجہ کا اول عقد عتیق سے ہوا تھا جس سے عبد اللہ لڑکا اور ایک لڑکی (جسکا نام نہیں معلوم جو ربیبہ لکھا ہے) پیدا ہوئے۔ اسکے بعد دوسرا عقد ابو ہالہ سے ہوا جس سے ہند لڑکا اور زینب لڑکی پیدا ہوئی (ابن ہشام مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۰۰۱) اب اس قول سے زینب کا تو بالیقین صلب ابو ہالہ سے ہونا ثابت ہوگیا کیونکہ کسی مورخ کے قول سے خدیجہ کی دو بیٹیوں کا نام زینب نہیں پایا جاتا جنمیں سے ایک کو بنت رسول کہا جاسکے۔ اب جس لڑکی نامعلوم الاسم کا ذکر ابن ہشام نے از صلب عتیق کیا ہے عجب نہیں کہ دوسرے مورخین نے اسیکا نام رقیہ لکھا ہو۔ علاوہ اسکے ایک زبردست وجہ یہ بھی مؤید اس قول کی معلوم ہوتی ہے کہ اگر یہ لڑکیاں صلب رسالت سے ہوتیں تو قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کسی وقت میں بھی قبل بعثت یا بعد بعثت کافرہ ہونگی۔ پھر حضرت کا انکو اول کافروں کے عقد میں دینا شان رسالت سے بالکل بعید معلوم ہوتا ہے۔ زینب کا عقد حیات خدیجہ میں انکے حقیقی بھانجے ابو العاص کے ساتھ ہوا تھا جو نہ صرف کافر و مشرک تھے بلکہ انوار رسالت کے بجھا دینے کو جو آندھیاں ابو سفیان اور ابولہب کی صورت میں آئیں ان میں ابو العاص بھی ایک عنصر تھا چنانچہ وہ جنگ بدر میں گرفتار ہوا جس کی رہائی زینب کے گلوبند عطیہ خدیجہ بھیجنے پر اس شرط پر ہوئی تھی کہ وہ زینب کو جو مسلمان ہو چکی تھیں فوراً مدینہ کو بھیجدے چنانچہ اسکی تعمیل ہوئی اور زینب مدینہ پہنچنے کے بعد شوہر سے بوجہ اسکے مشرک ہونیکے اسوقت تک علیحدہ رہی گئیں جب تک وہ مسلمان نہوا (طبقات ابن سعد و سیرت ابن ہشام) اور رقیہ کا عقد اولی عتبہ بن ابولہب سے ہوا تھا بعد نزول سورہ تبت یدا ابی لہب عتبہ کی ماں ام جمیل نے جو ابو سفیان کی بہن تھی اپنے بیٹے سے جبریہ رقیہ کو طلاق دلوادی جسکے بعد عثمان سے عقد ہوا۔ ام کلثوم کا بھی پہلا عقد ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا اسکو بھی طلاق دلوادی گئی تھی (اسد الغابہ و طبقات) یہاں پر یہ بھی واضح ہے کہ ان لڑکیوں کے عقد کیوقت علی قابل نکاح موجود تھے مگر ان میں سے کسیکا عقد انکے ساتھ نہیں کیا گیا۔ دوسرے تاریخ میں کسی جگہ پر ان لڑکیوں کی پیدائش، رضاعت، پرورش وغیرہ کے کوئی حالات یا فضائل مثل حالات اولاد کار فاطمہ کے نہیں ملتے یہاں تک کہ وفات خدیجہ کے وقت بھی ان میں سے کسیکا کوئی تذکرہ شرکت عزا میں نہیں پایا جاتا تیسرے جب آیۂ "وآت ذی القربی حقہ" نازل ہوئی اور رسول نے جبرئیل سے سوال کیا کہ یہ ذوی القربیٰ کون ہیں تو جبرئیل نے صرف فاطمہ کا ہی نام بتلایا ان میں سے کسیکا نام نہیں لیا اگر یہ صلب رسالت سے ہوتیں تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ حق یا شرف ذوی القربیٰ سے محروم کی جاتیں۔ چوتھے رسول نے

باوجودیکہ وہ مسلمان بھی ہو گئی تہیں انکو کبھی اپنے اہلبیت میں ہونے کے شرف مین شامل نہیں فرمایا۔ نہ انمیں سے کسی کی اولاد کو اپنی اولاد بنایا پس ایک تاریخ بین نگاہ ان واقعات سے یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوتی ہے کہ یہ تینوں لڑکیاں صلب رسالت سے نہ تہیں بلکہ بوجہ پرورش دختران رسول مشہور ہو گئیں اور علماء اہلسنت نے عثمان کو مثل علی کے شرف دینے کی غرض سے اسپر اور زیادہ زور دیدیا ہے (واللہ اعلم بالصواب)

ولادت امام حسنؑ ۔ ۱۵ رمضان سنہ ۳ھ

بسعادت حضرت حسن ۱۵ رمضان سنہ ۳ھ

۱۵ رمضان سنہ ۳ھ کو دختر رسول بتول عذرا فاطمہ زہرا کے بطن سے علی کا وہ پہلا فرزند پیدا ہوا جو خلق و حلم میں اپنے نانا رسول کریم کا اور علم و فضل و زہد و سخا میں اپنے باپ علی مرتضیٰ کا پورا نمونہ تہا۔ خلق حسن اب تک مشہور انام اور دستر خوان کرم انکا زبان زد خاص و عام ہے اس نور دیدہ رسول کی امن پسندی نے زمانہ کو ایک بڑا سبق سکہایا مگر باوجود اسکے بہی وہ ظالم زمانہ کی بدولت منافقین کے ہی ہاتہوں زہر کے جام تلخ سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اور بعد شہادت جنازہ بہی انکا تیروں کی بوچہاڑ سے نہ بچ سکا تاکہ یہ اپنے شفیق نانا کے پہلو میں دفن نہ ہو سکیں کیونکہ نانا اور نواسے کی قبر ایک جگہ دیکہکر زمانہ کو انکی قربت و قرابت کا خیال پیدا ہوگا جسکو وہ لوگ جو نبوت اور خلافت کو ایک خاندان میں رکہنا نہ چاہتے تہے کسیطرح گوارا نہ کر سکتے تھے اسم مبارک آپ کا حسنؑ تہا اور شبر بہی کہے جاتے تھے مگر بوجہ شہادت ذریعہ زہر کے سبز قبا کے لقب سے مشہور ہوئے یہ باعتقاد اہلسنت بعد علی کے برائے چندے پانچویں خلیفہ قرار دیئے گئے اور بہ عقیدہ اہل تشیع بہ سلسلہ امامت اثنا عشریہ میں دوسرے امام معصوم و منصوص و جائز خلیفہ و جانشین رسول مانے گئے اور زبان رسول سے سید شباب اہل جنت کہلائے گئے۔

(۱۰) غزوہ اُحد شوال سنہ ۳ھ لشکر اسلام کا فرار حضرت حمزہ کی شہادت علی کی بہت بے نظیر ثابت قدمی جنگ غیر فیصل

احد شوال سنہ ۳ھ قریش کی تیاری

اس سال ابوسفیان نے پہلے سے بہت بڑے پیمانہ پر حضرت سے جنگ کا سامان درست کیا۔ بعد شکست و فرار بدر کے اسنے اور اسود بن عبد المطلب و خویلط بن عبد العزیٰ و صفوان بن امیہ و عکرمہ بن ابوجہل وغیرہ نے جو رؤسا مکہ تہے آپس میں مشورہ کیا کہ جنگ بدر کا انتقام محمدؐ و اصحاب محمدؐ سے لیا جاوے اور اُس مال تجارت میں سے جو قافلہ ابوسفیان کیساتہ گیا تہا جو قیمت میں برابر پچاس ہزار مثقال سونیکے تہا اور ایکہزار شتر تہے اصل رقم مالکان کو واپس دیکر نفع کی رقم سے ایک لشکر جرار فراہم کیا جاوے چنانچہ بعد مشورہ دیگر اشراف قریش یہ رائے مختتم ہو گئی اور چار شخص عمرو بن العاص و ہبیرہ ابولہب ابن البختری و ابو عزہ جمحی متعین کئے گئے کہ قبائل عرب میں گشت کرکے سب کو آمادہ پیکار کریں اور لشکر فراہم کریں۔ ابو عزہ اول آمادہ نہوتا تہا مگر جبیر بن مطعم کے اصرار سے راضی ہو گیا۔ چنانچہ ایک لشکر عظیم فراہم کیا گیا جو شمار کرنے پر تین ہزار مردان جنگی و بروایتے تین ہزار سوار و دو ہزار پیادہ تہے جنمیں سات سو زرہ پوش تہے اور تین ہزار اونٹ اور دو سو گہوڑے تھے اور پندرہ ہودج عورات کیواسطے تہے جنمیں ہندہ مادر معاویہ زوجہ

قریش کا حملہ

ابوسفیان و ہند بن ربیعہ و سعد بن وہب و صفوان بن امیہ و عمرو بن العاص و عکرمہ بن ابوجہل و طلحہ و ہشام وغیرہ کی عورتین تہین جو مردوں کو غیرت و تحریص دلانیکی غرض سے ساتھ لی گئی تہین۔ ابوعامر راہب بہی معہ اپنے پچاس آدمیونکے ساتھ تہا۔

عباس نے رسول کو اطلاع دی

عباس بن عبدالمطلب عم نامدار رسول نے جو اسزمانہ مین مکہ واپس چلے آئے تہے بنی غفار مین سے ایک شخص کو اجرت دیکر انکی معرفت ایک خط رسول کے پاس مدینہ بہیجا اور تاکید کی کہ تین یوم مین تک اُنکے پاس پہونچا دے اور اُسمیں تمام کیفیت ارادہ و تہیہ قریش و تعداد انکے لشکر کی لکہہ بہیجی۔ نامہ عباس جب رسول کے پاس پہنچا جسکو حضرت نے خود ہی پڑہا اصحاب میں سے کسیکو انکی اس وقت خبر نہ کی بجز ابی بن کعب و سعد بن ربیع کے۔ اور دو شخص مونس و انیس نامی کو اور بعدازاں حباب بن منذر کو جاسوسی پر مامور کیا کہ مفصل و صحیح خبر لشکر قریش کی لادین۔ چنانچہ یہ لوگ گئے تو عباس کی تحریر کی پوری پوری تصدیق ہوئی ٭

مشورہ حضرت با اصحاب

اب حضرت نے اصحاب کو جمع کرکے مشورہ کیا اور مقابلہ و مدافعت کی رائے اور آمادگی ہوئی۔ عبداللہ بن ابی سلول کی رائے ہوئی کہ باہر نکلکر میدان میں مقابلہ نہ کیا جاوے بلکہ حصار و کوچہ ہائے مدینہ مین رہکر مدافعت کیجاوے۔ حضرت بہی اسکو مناسب خیال فرماتے تہے مگر سعد بن عبادہ و بعض دیگر اصحاب کی رائے ہوئی کہ نہیں باہر میدان میں مقابلہ کرنا چاہیئے ورنہ ہماری کمزوری ظاہر ہوکر دشمن کی زیادہ جرأت کا باعث ہوگا اور محصور رہنے مین ذرائع رسد وغیرہ بہی بند ہوجاینگے اور عورتوں بچونکے اتلاف کا اندیشہ ہے۔ جو لوگ جنگ بدر میں شریک نہوئے تہے انکو جوش زیادہ تہا کثرت رائے سعد کی موافق ہوئی تو حضرت بہی بکراہت اسپر آمادہ ہوگئے ٭

روانگی رسول جانب اُحد

چنانچہ بروز جمعہ بعد نماز جمعہ رسول گہر میں گئے اور زرہ و خود و اسلحہ سے مسلح ہوکر برامد ہوئے۔ اصحاب بہی جمع تہے اسی روز مالک بن عمر کا انتقال ہوا تہا اسکا جنازہ بغرض نماز آگیا رسول نماز جنازہ پڑہاکر بیرون مدینہ روانہ ہوئے۔ اور تین نیزے منگاکر تین علم بنائے قبیلہ اوس کا علم سعد بن عبادہ کو وبنی خزرج کا علم حباب بن منذر کو عنایت فرمایا۔ لوائے مہاجرین جنگ بدر کے ہیرو و فاتح علی بن ابیطالب کی سپرد فرمایا۔ اور عبداللہ بن ام مکتوم کو مدینہ کا خلیفہ مقرر فرماکر جانب اُحد روانہ ہوئے ٭

شمار و درستی لشکر

منزل شیخین پر پہنچکر لشکر درست و شمار کیا گیا جس کی کل تعداد ایکہزار کی ہوئی۔ رات کو منزل مذکور پر محمد بن مسلمہ کو معہ پچاس آدمیونکے محافظت لشکر پر مامور کیا گیا۔ بہت تڑکے وہاں سے روانہ ہوکر مقام احیار پر پہنچکر نماز صبح ادا کی گئی اور حضرت نے دوسری زرہ بالائے زرہ زیب تن فرمائی۔ یہاں سے عبداللہ بن ابی سلول منافق معہ اپنے ہمراہی تین سو آدمیونکے اس بات پر ناخوش ہوکر اس کی رائے پر عمل نہ کیا گیا۔ لشکر اسلام سے علیحدہ ہوکر مدینہ واپس چلا آیا۔ عبداللہ بن عمیر نے اسکو ہرچند سمجہایا اور روکا مگر نہ رکا۔ اتنی بڑی جماعت کے علیحدہ ہوجانے سے ایک کمزوری و بددلی لشکر اسلام میں پیدا ہوگئی اور یہ پہلا علانیہ تخلف و نفاق عبداللہ بن ابی سلول و اسکی جماعت کا رسول در اہل اسلام پر ظاہر ہوا۔

لشکر اسلام میں صرف سات سو آدمی اب

اب تعداد لشکر اسلام کی قریب سات سو کے رہگئی۔ رسول نے پہر بقیہ لوگوں سے بغرض اطمینان دریافت فرمایا کہ اگر تم لوگوں کی رائے دشمن کی مدافعت کی نہو تو واپس چلو جو

کچھ حشر ہوگا ظاہر ہے تعبیر نے بحکم وعدے قیام جنگ کے لیے چنانچہ حضرت نے سب سے مکرر عہد و پیمان و بیعت لی کہ جنگ سے منہ نہ موڑینگے سب نے مضبوطی سے بیعت کی ؛

۱۴ شوال کو لشکر اسلام نواح احد میں پہنچگیا۔ لشکر قریش ۱۲ شوال کو احد پہنچگیا تھا اور اپنے لشکر گاہ کیواسطے عمدہ جگہ پسند کرکے فروکش ہوگیا تھا۔ رسول نے ۱۵ شوال کو صفوف لشکر درست کئے اور نہایت دور اندیشی سے عبداللہ بن جبیر کو معہ پچاس تیر اندازوں کے پشت کی ایک گھاٹی پر تعینات کیا جسطرف سے دشمن کے حملہ کرنیکا اندیشہ تھا جس سے لشکر اسلام کا عقب کمزور ہو جاتا اور حکم دیا تھا کہ اسطرف سے دشمن کے حملہ کو روکے رہے اور مسلمانوں کی خواہ فتح ہو یا شکست وہ کسی حالت میں بلا حکم اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ عکاشہ بن محصن اسدی کو میمنہ پر اور ابو سلمہ بن عبداللہ مخزومی کو میسرہ پر اور ابو عبیدہ جراح و سعد بن وقاص کو مقدمہ لشکر پر تعینات کیا گیا ؛

قریش نے بھی اپنے لشکر کی صف بندی کی طلحہ بن ابی طلحہ کو علم لشکر دیکر میمنہ پر و عکرمہ بن ابو جہل کو میسرہ پر مامور کیا۔ عبداللہ بن ربیعہ کو سو تیر اندازوں کا سردار کیا۔ خالد بن ولید نامی افسر کو معہ ۲۰۰ سواروں کے کمین گاہ میں متعین کیا تھا کہ موقعہ پاکر پہاڑی کیطرف سے حملہ کرے ؛

جب جانبین سے صفوف لشکر درست ہوگئیں تو جنگ شروع ہوگئی۔ اوّل ابو عامر نے معہ پچاس تیر اندازوں کے لشکر اسلام پر تیر چلائے اسطرف سے بھی جواب تیروں سے دیا گیا کہ ابو عامر پیچھے ہٹ گیا قریش کی ہمراہی عورتیں صفوں کے آگے آکر کشتگان بدر کے ذکر کرکے اشتعال دلاتی تہیں جس سے قریش میں جوش عظیم تھا ؛

دشمنوں کی فوج کا نامی علمدار طلحہ بن ابی طلحہ جسکو کبش کتیبہ بھی کہتے تھے انتہائی جوش میں میدان میں آکر مبارز طلب ہوا ادہر سے اسکے مقابلے رسول کا نامی علمدار علی بن ابیطالب آیا۔ رد و بدل ہوئی تھوڑی دیر میں اسلام کے بہادر مبارز نے ایک شمشیر ایسی لگائی کہ مقابل کے دونوں پیر رانوں سے کٹ کر علیحدہ ہوگئے اور طلحہ زمین پر خون میں غلطاں نظر آیا۔ دشمن ابھی تمام نہ ہوا تھا کہ علی صف لشکر میں واپس چلے آئے۔ سبب پوچھا گیا تو کہا کہ دشمن پا شکستہ ہوگیا تھا اسنے مغلوب ہوکر امان چاہی تھی اسلیے اسکو قتل نہ کیا۔ رسول نے یہ سنکر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ ایک دو مسلمان نے پہونچکر اسکا سر جدا کر دیا (روضۃ الاحباب) اور طبری میں آیا ہے کہ طلحہ بن عبداللہ علمدار لشکر کفار جو نہایت مرد شجاع تھا حضرت علی بن ابیطالب کے سامنے آگیا اور شمشیر آبدار کو گھما کر کہنے لگا کہ تم مسلمان کہتے ہو کہ ہمارے مقتولین جہنم میں جائینگے اور تمہارے مقتولین بہشت میں دیکھو میں اب تمہیں بہشت میں پہنچے دیتا ہوں۔ علی نے جواب دیا کہ قسم بخدا ایسا ہی ہوگا۔ دونوں میں تلوار چلی طلحہ گرا اور کہنے لگا "اے میرے چچا کے بیٹے اب میرے حال پر رحم کر" علی نے جواب دیا اچھا میں تجہپر رحم کرونگا اور تجھے جہنم میں بہیجونگا (تنقید الکلام)

لشکر اسلام بمقام احد ۱۴ شوال و آمد قریش ۱۳ شوال

صف آرائی لشکر قریش

جنگ شروع ہوگئی

علمداروں کی جنگ اور دشمن پر رحم

علی کا سچا عاشق لطیفہ

دیگر علمداران مرا، ومبارزان، کی جنگ

بعد طلحہ کے علم لشکر قریش اسکے بہائی عثمان نے لیا اور میدان میں آیا اسکو بہادر حمزہ نے قتل کیا اسکے بعد اسکا دوسرا بہائی اس شورش میں آیا اسکو بہی علی نے جہنم واصل کیا۔ پہر مسافع بن طلحہ علم لیکر آیا عاصم بن ثابت نے ایک تیر اسکے مارا جو کارگر ہوا علی نے بضرب شمشیر اسکا بہی کام تمام کیا بعد اسکے اسکا بہائی حارث بن طلحہ نکلا وہ بہی علی کی تلوار سے راہی عدم ہوا پہر کلاب بن طلحہ آیا جو زبیر بن العوام کے ہاتہہ سے مارا گیا۔ پہر جدش بن طلحہ بڑہا اسکو طلحہ بن عبدﷲ نے قتل کیا۔ اسکے بعد ارطاۃ بن شرحبیل نے دعوے کے ساتھ علم لیا اسکو بہی علی نے داصل جہنم کیا۔ پہر شریح بن قاصد آیا وہ بہی علی کے ہاتہہ سے مارا گیا (روضۃ الصفا) غرضکہ قریش کے بہادر سپاہی جہلا جہلا کر علم لیکر آتے تھے اور مبارزان اسلام کے ہاتہہ سے قتل ہوتے تھے جنمیں زیادہ مرد میدان علی کے ہاتہہ سے جہنم واصل ہوتے تھے چنانچہ بروایت شیخ مفید علیہ الرحمۃ نو نفر علمداران قریش تنہا علی کے ہاتہہ سے

فوج کی شکست

مارے گئے۔ اب لشکر دشمن میں کمزوری آنے لگی مسلمان نہایت بہادری سے داد مردانگی دے رہے تھے انکے پرجوش حملوں سے صفوف مشرکین میں ابتری پڑ گئی اور وہ اسباب وغیرہ چہوڑ کر پیچھے ہٹنے لگا۔ مسلمان دشمن کو منہزم دیکہکر لوٹ مین پڑ گئے اور اخذ غنیمت میں مصروف ہوگئے انکو دیکہکر تیراندازان ابن جبیر بہی جو حفاظت درہ پر مامور تھے حکم رسول بہول گئے اور اپنی جگہ چہوڑ کر لوٹ مین مشغول ہوگئے ہرچند ابن جبیر نے منع کیا اور روکا نہ رکے۔ کل بارہ آدمی و بروایتے اس سے بہی کم ابن جبیر کے پاس رہگئے خالد بن ولید جو کمین گاہ میں تہا اور پیشتر چند مرتبہ اسطرف سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی سعی کرچکا تہا اور کامیاب نہوا تہا آنے موقعہ خالی دیکہکر معہ عکرمہ بن ابوجہل اور اپنے ہمراہیوں کے فوراً عقب سے حملہ کر دیا۔ ابن جبیر نے معہ باقی ماندہ چند ہمراہیوں کے روکا مگر بوجہ قلت ہمراہیان کے دشمن کے اس سیلاب کو نہ روک سکا اور شہید ہوگیا۔

رسول کے پاس آدمی رگئے اور باقی بہاگ نکلے

اس وقت عقب کے شدید حملے نے غافل مسلمانوں کو گہبرا دیا اور ابتر کردیا انکے پیر اکہڑ گئے اور خوف زدہ ہوکر رسول کو چہوڑ کر بہاگ نکلے۔ رسول ﷲ نے ایک ایک کا نام لیکر پکارا اور روکنا چاہا مگر کچھ کارگر نہ ہوا۔ دشمنوں کے متواتر حملوں میں بہادر حمزہ شیر انہ مقابلہ کی حالت میں ذوکر کے شہید ہوگئے۔ بروایت روضۃ الصفا صرف چودہ آدمی رسول کے پاس رہگئے تھے۔ جنکے نام یہ ہیں:- علی بن ابیطالب۔ ابوبکر بن قحافہ۔ عبدالرحمن بن عوف۔ سعد وقاص۔ زبیر بن عوام۔ طلحہ بن عبدﷲ۔ ابوعبیدہ جراح مہاجرین میں سے:- اور ابودجانہ۔ عاصم بن ثابت۔ حارث بن صمہ۔ سہل بن حنیف۔ سعد بن عبادہ۔ محمد بن مسلمہ انصار میں سے جو حملہ کفار کو حضرت سے دفع کرتے تھے باقی سب بہاگ گئے تھے۔ (روضۃ الصفا) (عثمان اور عمر پہلے ہی فرار کرگئے تھے)

آٹھہ آدمی

جب مسلمانوں کی قلیل جماعت کو دیکہکر دشمن کے حوصلے بڑہے اور لڑائی نے اور زور پکڑا تو ان چودہ آدمیوں میں سے بعض کے ثبات میں لغزش آئی اور اب صرف آٹھہ آدمی رہگئے جو حسب ذیل ہیں:- طلحہ۔ زبیر۔ ابودجانہ۔ حارث۔ حباب۔ عاصم۔ سہل اور علی۔ ان جانبازوں نے قسم کہائی تہی کہ ہم ہرگز نہ بہاگیں گے۔ دشمن

کے بڑے بڑے حوصلے مقابل یہ مختصر جماعت قابل شمار نہ تھی لیکن یہ ضرور تھا کہ اسلام کی قطعی شکست کو روکے ہوئے تھی۔ رسولؐ خود بھی مصروف جنگ تھے ؛

(مسعودی بیان)

جب دشمن کا چاروں طرف سے اور زیادہ دباؤ پڑا تو ان کی ہمتوں میں بھی لغزش پیدا ہوئی اور انمیں سے بھی کچھ ہٹنے لگے۔ بہادر ابودجانہ کو زخمی ہوجانے کے باعث علی میدان جنگ سے اٹھا لائے اور رسول کے پاس ڈالدیا۔ اس عالم میں جبکہ ہر طرف سے قتل کے لیے تلواریں بلند تھیں، دیکھنے والا کہہ سکتا تھا کہ آج ضرور ہادی اسلام کا خاتمہ ہوجائے گا۔ اور دشمنوں نے باواز بلند شور بھی کردیا کہ محمدؐ شہید ہوگئے۔ اب سوائے تین آدمیوں کے حضرت کے پاس اور کوئی نہ رہگیا تھا۔ ایک ابودجانہ خود زخمی تھے۔ دوسرے سہل تیسرے کرار غیر فرار علی ابن ابیطالب "روضۃ الصفا" کی ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا ہی میں حضرت کے پاس سوائے ان تین آدمیوں کے اور کوئی نہ رہا تھا جناب امیر حملہ وجنگ کرکے دشمنوں کو حضرت سے دفع کرتے تھے اور ابودجانہ وسہل حضرت کی حفاظت کرتے تھے اسکے بعد بھاگے ہوئوں میں چودہ آدمی واپس آگئے"۔ اور

(روایت ابن مسعود)

بروایت ابن مسعود سوائے علی کے سب بھاگ گئے تھے۔ ابودجانہ اور سہل البتہ فوراً ہی واپس آگئے تھے۔ اور بروایت سیف ابن سلمہ سوائے علیؑ وابودجانہ کے اور کوئی نہ رہا تھا۔ اور جمہور اہل خبر بھی ان اشخاص مذکورہ بالا کا ہی ثابت قدم رہنا تسلیم کرتے ہیں ؛

(رسول کا نازک موقعہ اور علیؑ)

بہرحال موقعہ رسول اللہ کے واسطے نہایت خطرناک تھا۔ چاروں طرف نظر ڈالکر دیکھتے ہونگے کہ صرف ایک فرد واحد کی خون میں ڈوبی ہوئی تلوار اس قیامت خیز فوج دشمن کو روکے ہوئے ہے کوئی امید نہ تھی کہ اسلام آج باقی رہجائیگا ایک تھکا ہوا ہاتھ کب تک روک سکتا ہے مگر تائید ایزدی اس میں ہر لحظہ پھرتی اور قوت پیدا کرتی جاتی تھی ؛

(رسول اور علیؑ کا سوال وجواب)

بروایت علیؑ و بقول مولف تاریخ الاسلام" جب اس طوفان جنگ میں علی کو رسول کی تنہائی کا خیال ہوا اور رسول نظر نہ پڑے تو غصہ میں غلاف شمشیر کو توڑ کر پھینکدیا اور مثل شیر غضبناک دشمن پر حملہ کیا اور انکو پراگندہ کرکے رسول کے پاس آتے ہیں۔ رسول اس عالم تنہائی ومایوسی میں علی کو دیکھکر فرماتے ہیں" یا علیؑ تم اپنے بھائیوں کے ساتھ کیوں نہ بھاگے۔ یہ اکیلا اور پکا مسلمان جواب دیتا ہے کہ" یا رسول اللہ کیا ایمان لانے کے بعد کافر ہوجاتا۔ واللہ قدم پیچھے نہ رکھوں گا۔ جب تک فتح نہ ہوجائے۔ یا مارا نہ جاؤں" (تاریخ الاسلام)۔ و بقول صاحب قرۃ العیون فرمایا کہ" یا رسول مجھکو آپ سے اقتدا ہے نہ کہ بھائیوں سے" ؛

(رسول کے خیالات)

علی کے اس پرجوش جواب نے رسول کے دلپر کیا اثر کیا ہوگا۔ کیا اسوقت اس بے مثل جرأت نمائی پر علی کی کچھ محبت رسول کے قلب میں پیدا نہوئی ہوگی۔ کیا کچھ رسول کو فاطمہ کا خیال نہ آیا ہوگا ؟ اللہ رے ہادی اسلام تیرا استقلال اور تیرے جانباز

علمبردار کا اثبات اسوقت رسول کو خیال آتا ہوگا کہیں یہ تنہا ہاتھ جو نصرت اسلام کے لیئے اٹھا ہوا ہے زخمی نہ ہوجائے اور یہ مستحکم قدم جو ثبات دین کیلیے میخ آہنی بنے ہوئے ہیں قلم نہ ہوجائیں۔ وہ سینہ جو حفاظت حق کا گنجینہ ہے کہیں نیزے سے چھید نہ جائے

دشمن کا دستہ

اسی اثناء میں دشمن کا ایک دستہ جسکا سردار ہشام بن امیہ تھا۔ رسول کیطرف بڑھا۔ اس تنہا محافظ اسلام یعنی علی نے جھپٹ کر

علی کی مد

ہشام کا ایک ضرب شمشیر سے کام تمام کردیا۔ اور دستہ پر حملہ کیا جو پیچھے ہٹ گیا۔ دوسرا دستہ عمر بن عبداللہ جمحی کی ماتحتی میں بڑھا۔ علی کے تلوار نے اسکا بھی کام تمام کیا اور اسکے ہمراہیونکو بھگا دیا۔ اسی دوران میں علی کی تلوار ٹوٹ گئی کہ حضور نے فوراً اپنی ذوالفقار علی کو عنایت فرمادی۔ پھر بشیر بن مالک عامری بڑھا اس جانباز بہادر نے اسکا بھی خاتمہ کردیا اسکے ساتھی بھاگ گئے۔ پھر کسیکو علی کی پرغضب نگاہ اور خون آلود بے پناہ تلوار کے آگے قدم بڑھانے اور رسول پر حملہ کرنیکی جرأت

علی کا صف

ہوئی۔ اب طوفان جنگ کو تھما ہوا دیکھکر علی رسول کے قریب آگئے ہیں رسول فرماتے ہیں "یا علی کیا تم بھی سن رہے ہو کہ تمہاری جنگ اور حملوں میں فرشتے کہہ رہے تھے "لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار" (صحاح ستہ) یہ سنکر اس بہادر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور زبان سے کلمہ شکر جاری ہوا۔ مسلمانوں کی اسوقت کی حالت ذیل کی عبارت مورخین سے ظاہر ہوگی:

ارکین اسلا

صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ زید یا اسید بن وہب نے بعد جنگ عبداللہ بن مسعود سے دریافت کیا کہ ہمنے سنا ہے کہ احد میں سوائے

کہاں کتب

علی و ابودجانہ و سہل کے حضرت کو چھوڑ کر سب بھاگ گئے تھے کیا یہ خبر صحیح ہے اُسنے کہا کہ بالکل صحیح ہے ابن وہب نے پوچھا کہ

قول عبداللہ

ابوبکر و عمر کہاں تھے اونے کہا کہ وہ بھی ایک طرف کو چلے گئے تھے اور بعد تین روز کے خدمت نبوی میں حاضر آئے تھے۔ اور بعض اخبار میں ہے کہ عثمان بھی معہ [illegible] جنگ گاہ سے باہر جاکر راستہ بھول گئے اور عریض پر پہونچ گئے تھے تیسرے روز واپس آئے تھے"

مولانا شبلی کا

اس کی تصدیق مولوی شبلی صاحب کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ "قاضی ابو یوسف نے خود حضرت عمر کی زبانی نقل کیا ہے کہ انس بن نضر میرے پاس گذرے اور پوچھا کہ رسول اللہ پر کیا گذری میں نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ شہید ہوگئے" اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر میدان جنگ سے اتنے فاصلہ پر تھے کہ صحیح حال نہ دیکھ سکتے تھے۔ اور نہ یقین حاصل کرسکتے تھے بلکہ قیاس سے کام لیتے ہیں اور وہ بھی غلط۔

علامہ بلاذ

اور پھر مولانا موصوف یہ بھی لکھتے ہیں کہ "علامہ بلاذری کے نزدیک حضرت عمر ان لوگوں میں تھے جو احد کے دن بھاگ گئے تھے لیکن خدا نے انہیں معاف کردیا" (مولف) نہیں معلوم ہوتا کہ پروانہ معافی مولانا موصوف کی نظر سے کہاں گذرا ہے جو خدا کے پاس سے آیا تھا۔ مولانا موصوف نے اگر حضرت عمر کے اس قول کو بھی دیکھ لیتے کہ "ہم پہاڑی بکری کی طرح پہاڑ پر چڑھ جارہے تھے۔ تو غالباً ان کو

علامہ سیوطی

مزید تلاش کی ضرورت نہوتی" علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ "الہشام بن کلیب اپنی مسند میں لکھتا ہے کہ ابوبکر کہتے تھے کہ احد کے دن سب نے رسول کو چھوڑ دیا اور واپس آنے والوں میں سب سے پہلا میں تھا" یعنی اپنا بھاگنا تسلیم ہے

تنقید الکلام

اسموقعہ پر واقعات اُحد کے متعلق صاحب تنقید الکلام کی حسب ذیل عبارت قابل توجہ ہے کہ "اب چند ہی اصحاب آپ (رسول) کے گرد

گئے تھے اور تب لشکر سے آپ بالکل جدا ہو گئے تھے۔ پس کفار نے متواتر حملے آپ پر شروع کئے۔ احباب وفادار جلد جلد شہید ہو کر آپکے سامنے گرتے جاتے تھے گو آپ کے زخموں سے خون برابر جاری تہا مگر ان جان نثار ونکو اس عالم میں بھی آپ نہیں بھولے اور اس وفادار کو زمام نہیں لکھتے؛ ہوا خیر دی جسنے آپ کی پیشانی مبارک سے خون کو پاک کیا۔ لیکن خدا نے فضل کیا کہ حضرت علیؑ چند بہادروں کو لئے ہوئے اس عالم ہراس میں قلب لشکر میں لڑ رہے تھے...... جب انہوں نے دیکھا کہ ہمارے بہائی بند میدان کے دوسری سمت ابتک لڑ رہے ہیں تو وہ قلب لشکر کفار میں گھس گئے۔ جہاں پر بعض مجاہدین جانباز اب تک آپ کو کفار کے حملوں سے بچا رہے تھے۔ آنحضرت کو زندہ دیکھکر ان کی جان میں جان آئی اور بڑی جانبازی کر کے وہ آپ کو احد کے اوپر چڑھا لے گئے اور وہاں پہنچکر دم لیا۔ حضرت علی اپنی سپر میں ایک جہیل سے پانی لائے اور ان حضرت کے روئے مبارک پر اور زخموں پر چھڑکا اور آپ نے اصحاب کو نماز ظہر بیٹھے بیٹھے پڑہائی ؛

پہر بعبارت روضۃ الصفا معلوم ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں کو جو جنگ گاہ کے قریب تھے یہ معلوم ہوا کہ رسول جنکی خبر شہادت مشہور ہو گئی تہی زندہ ہیں تو وہ پہر مجتمع ہونے لگے مسلمانوں کے دوبارہ اجتماع کو اور رسول کو زندہ دیکھکر ابوسفیان آئندہ سال کے وعدہ جنگ پر لشکر قریش کے واپس چلا گیا۔ اور یہ بھی تحریر ہے کہ حضرت کو جو زخمی ہو گئے تھے بالائے کوہ دیکھ لیئے قریش نے جنکو آنحضرت کی شہادت کا یقین ہو گیا تہا اب میدان جنگ سے واپسی کا قصد کیا اور ابوسفیان نے مسلمانوں کو آواز دیکر پوچھا کہ تم میں محمد ہیں اور بعض دیگر اصحاب کا نام لیکر بھی پوچھا اور جواب نہ ملنے پر اسنے اپنی قوم سے کہا کہ وہ سب قتل ہو گئے جسپر علی نے بآواز بلند فرمایا کہ تو جھوٹا ہے وہ زندہ ہیں اور انشاء اللہ سال آئندہ پر مقابلہ ہوگا ؛

روایات اہل تشیع آنحضرت کے کوہ احد پر لیجانے کی تصدیق نہیں کرتیں اور انکی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے ایک قدم بھی میدان جنگ سے نہیں ہٹایا۔ اور یہ بھی خلاف قیاس کہ اس شعلہ افزا جنگ میں علی کو اتنا موقعہ ملتا کہ وہ حضرت کو احد پر لیجاتے اور پہر تنہا چھوڑ کر کسی جہیل سے سپر میں پانی لاتے اور زخم دہلاتے اور استقلال رسول سے بھی یہ امر بعید ہے۔ ممکن ہے کہ بعد چلے جانے لشکر قریش کے ایسا ہوا ہو

بہر حال تمام روایات کے ملانے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے اور واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب علی کے جی توڑ حملوں سے رسول کی جان محفوظ رہی اور بچ گئی۔ تو بعض مسلمان مفرورین کا جو قریب میں ہونگے رسول کو زندہ دیکھکر اور علی کی جانبازی و وفاداری سے شرما کر ضرور رسول کے پاس اجتماع شروع ہو گیا ہوگا۔ ابوسفیان کو جسکو بظاہر فتح و غلبہ حاصل ہو گیا تہا۔ اور رسول کی شہادت کی خبر بھی اڑ چکی تہی اب رسول کے زندہ ہونے اور مسلمانوں کے دوبارہ اجتماع سے اندیشہ ہوا کہ اب مسلمانوں کے جوش انتقامی سے یہ غلبہ شکست سے مبدل نہ ہو جائے اسی وجہ سے اُسنے جلدی سے اپنے لشکر کے میدان جنگ سے چلدینے کی ٹہرا دی اور آئندہ سال کے مقابلہ کا اعلان کر کے چلدیا تاکہ یہ فتح اُسی کی قایم رہے ؛

روایات | شہید ہونا | نہیں

روایت روضۃ الصفا اور دیگر مورخین اہلسنت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابن قمیہ و بروایت بعض عتبہ بن ابی وقاص کی سنگ باری سے رسول کے دو دندان مبارک شہید ہو گئے تھے مگر روایات اہل تشیع اس کی تصدیق نہیں کرتیں اور ائمہ کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی دانت حضرت کا شکستہ نہ ہوا تھا اور وقت آخر تک حضرت کے سب دانت ثابت برقرار تھے۔ ممکن ہے کہ شکستہ نہ ہوے ہوں بصدمہ ضرب ہلگئے ہوں یا خون نکل آیا ہو۔

فاطمہ رسول کے

رسول کی شہادت اور مسلمانوں کے فرار کی اخبار مدینہ میں پہنچی تھیں۔ انہوں نے رسول کی پیاری بیٹی فاطمہ زہرا کے قلب کے ساتھ جو کچھ اثر کیا ہو گا وہ اس سے ظاہر ہے کہ وہ مخدومہ بیتاب ہو کر مدینہ سے جلدی اور حضرت کے پاس تک آپ کو پہنچایا۔ یہ وقت تھا کہ لشکر قریش میدان سے چلا گیا تھا۔ فاطمہ نے آکر دیکھا کہ رسول زخمی ہیں اور خون پیشانی اقدس کا بند نہیں ہوتا تو پارچہ زرہ بیا کر جلا کر زخم حضرت میں بہرا جس سے خون بند ہوا۔ پیارے باپ کے آگے اپنے جانباز و شیر دل شوہر کی طرف اسوقت تک توجہ نہیں کی جب تک علی خود اپنی تلوار صاف کرنے کی کوشش نہیں کرتے کہ "اے فاطمہ یہ لو یہ ناپاک نہیں ہے اور نہ میں بزدل ہوں میں نے رسول خدا کی نصرت اور خدا کریم کی خوشنودی میں دشمنوں کے خون سے اسے لال کیا ہے۔" اور جب تک رسول کی زبان سے یہ کلمات نہیں ہوئے کہ "اے فاطمہ یہ تلوار لیلو تمہارے شوہر نے تمام حقوق رفاقت جان نثاری کے ادا کر دیئے۔ اور خدا نے صنادید قریش کو اسکے ہاتھ سے قتل کرایا (مدارج النبوۃ و حیات القلوب) اسکی اسی کیلی تلوار نے میری جان و اسلام کی آبرو بچائی" ان کلمات رسول نے فاطمہ کی آنکھوں کو لبریز کر کے سرکو فوراً سجدہ شکر کیواسطے زمین پر جھکا دیا۔

محمد اسحق

محمد اسحق سے روایت ہے کہ اس جنگ میں تنہا علی کے ہاتھ سے۔ طلحہ بن ابی طلحہ و اسکا لڑکا ابو سعید و بھائی خالد و ابن اخنس و ولید بن ابی حذیفہ و اسکا بھائی امیہ و ارطاۃ بن شرحبیل۔ ہشام بن امیہ۔ عمرو بن عبداللہ جمحی۔ بشیر بن مالک۔ صواب غلام عبدالدار۔ ابو محمد بن العزیز و بروایت دیگر پسران صفوان و خالد و ابو العباد و ابو الحکم اور چھ شخص اولاد ابو سفیان سے قتل ہوئے کل مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ علی نے کل مسلمانوں سے زیادہ جرات دکھائی۔

علی کے | تعداد مقتو | شہادت حضرت حمزہ

علی بھی بہت زخمی ہو گئے تھے انکے اس جنگ میں سولہ اور بروایتے نوے زخم آئے تھے جنمیں سے بعض ایسے تھے کہ انمیں تیہ بہری جاتی تھی لشکر قریش سے اس جنگ میں ۲۸ سے ۳۰ آدمی مارے گئے۔ جنمیں سے قریب نصف کے تنہا علی کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور لشکر اسلام سے ساٹھ و بروایتے ۷۰ آدمی شہید ہوئے جنمیں سب سے زیادہ اثر خیز شہادت حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی تھی جو دہوکے سے مارے گئے۔ یہ وہ بہادر پہلوان تھے جنکے اسلام لانے کے بعد قریش کو تشویش ہو گئی تھی۔ انکی شہادت اسطرح پر ہوئی کہ یہ [illegible] عظیم دشمن میں مانند شیر مست حملہ کرتے تھے اور صفوف دشمن کو درہم برہم کرتے تھے کہ سباع بن عبدالعزی خزاعی دوران جنگ میں انکے مقابل آیا انہوں نے اسکو بضرب شمشیر ہلاک کیا۔ اور پھر صف لشکر پر حملہ کیا۔ ایک غلام حبشی نام کو ہندہ بنت حارث بن عامر بن

نوفل نے جسکے باپ کو حضرت حمزہ نے جنگ بدر مین قتل کیا تھا ان کی تاک مین ایک وحشی غلام کو کمین گاہ مین بٹھایا جب حضرت حمزہ لڑتے ہوئے اودہر کو گئے وحشی نے کمین سے ایک ضرب نیزہ لگائی جو نات کے پشت کیطرف توڑ کر نکل گیا۔ اور خود بہاگ گیا۔ حضرت حمزہ گر گئے اور بوجہ زخم کاری کے شہید ہو گئے وہ پہر لوٹ کر آیا اور حمزہ کا شکم مبارک چاک کرکے جگر نکالکر ہندہ کے پاس لیگیا جس خونخوار نے جگر حمزہ کو منہ میں لیکر چبا ڈالا جسکی وجہ سے اسکو اکلۃ الاکباد کہتے ہین پہر ہندہ نے نعش حمزہ پر آکر اور اعضا کاٹ لیے بعد فرو ہونے جنگ و واپسی لشکر قریش کے رسول اللہ خود نعش حضرت حمزہ پر تشریف لائے اور روئے اور دامن مبارک اپنی اڑہائی اور بہت گریہ فرمایا اور نماز جنازہ پڑہی۔ پہر نعش ہائے دیگر شہدا اسلام کی تلاش کرائی ایک ایک نعش آتی تہی اور نعش حمزہ کے پاس رکہا کر حضرت

بہت نمازیں

نماز جنازہ پڑہاتے تھے اسطرح پر حضرت حمزہ کے جنازہ پر ستر نمازین پڑہی گئین حضرت نے سب کو دفن کرایا۔

تحفہ حمزہ

صاحب مناقب مرتضوی نے شاہ عبدالحق دہلوی کے جذب القلوب سے نقل کیا ہے کہ ایکروز رسول شہدائے احد کو سلام کر رہے تہے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ ہین جنکی صحابیت پر قیامت تک میں گواہی دونگا۔ اس پر ابن قحافہ نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم صحابی نہیں ہیں۔ فرمایا ہو لیکن مجھے یہ نہیں معلوم کہ میرے بعد کیا کروگے۔ روشن ضمیر رسول کا عجب معنی خیز جملہ تہا جسکو ناظرین واقعات آئندہ سے خود غور فرمالین گے۔ اب حضرت نے مدینہ کی واپسی کا قصد فرمایا مگر قبل واپسی چونکہ اندیشہ تہا کہ ایسا نہو کہ قریش یہاں سے جھکر دوسری

پیاد رسول

طرف سے مدینہ پر تاخت کرین رسول نے باوجود زخمی ہونے کے علی کو جنکہ اور کوئی آمادہ نہوا عقب دشمنان میں مامور کیا کہ دیکہیں اور تحقیق کرین کہ لشکر قریش کسطرف کو جاتا ہے اور کیا قصد ہے یہ بہی ارشاد ہوا تہا کہ یہ دیکہنا کہ آیا اونٹوں پر سوار ہیں اور گھوڑے کوتل ہین یا گہوڑوں پر سوار ہیں اونٹ کوتل لیجاتے ہیں۔ کیونکہ گہوڑوں پر سوار ہونیکی حالت میں ارادہ حملہ کا ظاہر ہوتا ہے چنانچہ علی نے جنکے دلکو خلاق فطرت نا ترس تم کے خوف و ہراس سے بری بنایا تہا۔ بلا لحاظ کثرت زخموں کے فوراً تعمیل حکم کی اور دشمن کے پیچھے جاکر دیکھا تو انکو اونٹوں پر سوار اور گہوڑے کوتل لیئے جاتے دیکہا جس سے معلوم ہوا کہ مکہ کو ہی واپس جاتے ہین چنانچہ رسول کو مطلع کیا یہ رسول کی اعلیٰ درجہ کی دور اندیشی و احتیاط کی دلیل ہے۔

سابقہ مدینہ

بعد اس اطمینان کے حضرت مدینہ کو واپس آئے۔ رسول کی زندہ واپسی پر مدینہ کے راسخ العقیدہ و دیندار مرد و عورتوں کو جنکو خبر شہادت رسول نے صدمہ پہنچایا تہا بیحد مسرت ہتی مفرورین جنگ کو البتہ بے انتہا ندامت ہتی جنکی عرصہ تک معذرتین ہوتی رہین۔ شہدائے احد کے سیاپا ماتم برپا تہا۔ مگر رسول کو افسوس تہا کہ حمزہ کا کوئی رونے والا نہین تو انصار نے بسبب ملال طبع حضرت معلوم کرکے اپنی عورات کو خانہ حمزہ مین ان پر گریہ کرنے کو بہیجدیا جنہون نے حمزہ کی صف ماتم برپا کی جس سے حضرت خوش ہوئے۔

جنگ

اس جنگ مین گو قریش کو کامل الیقینی فتح نصیب نہوئی اور بوجہ بے مثل شجاعت علی کے اور بخیال اجتماع مفرورین بخوف آمد اہل مدینہ انکو جلدی سے میدان چھوڑنا پڑا اور فیصلہ کن جنگ کیواسطے سال آئندہ تک ملتوا کرنا پڑا۔ تاہم مسلمانوں کو ضرور ایک

نکبت و ذلت عظیم کا موجب ہوگیا۔ اور منافقین کے نفاق اور مفرورین جنگ کے ایمان و حسن عقیدت و محبت رسول اور تنہا علی کی ثابت قدمی و شجاعت و جان نثاری کی کھلی ہوئی تصویریں رسول اور سب کے پیش نظر ہوگئیں اور اب رسول کو بہت زیادہ تدبر اور احتیاط کی ضرورت پڑ گئی اور پیشتر کے اس خیال کے خلاف کہ متمسکان اسلام حضرت کے ادنی اشارہ پر جان و مال قربان کر دینے میں ہرگز دریغ نہ کرینگے۔ اب اس جنگ میں رسول کے نام لیکر پکارنے اور اپنی برحق رسالت کے یقین دلانے اور وعید خدا سے ڈرانے کے ان پر بے سود ہونے نے رسول کو یقین دلا دیا کہ اہل اسلام اپنی جان کے خوف سے رسول کو باوجود بیعت کرکے دشمنوں کی خون آلود تلواروں میں تنہا چھوڑ جا سکتے ہیں ٭

غزوہ حمرا الاسد رمضان سنہ ۳ھ

غزوہ
لشکر قریش کا
حملہ کا ارادہ

بعد واپسی احد راستہ میں مقام روحا پہنچکر قریش کو افسوس ہوا کہ ہمنے یہ کیا کیا بغیر جنگ کا آخری کامل فیصلہ کئے کیوں واپس آئے محمد زندہ رہگئے اور جس غرض کیواسطے اسقدر زحمت اٹھائی وہ حاصل نہ ہوئی رائے ہوئی کہ ابھی تو مسلمان خستہ ہیں لوٹ چلو اور محمد اور انکے اصحاب کا قلع قمع و قتل کرکے اور مدینہ کو لوٹ کر اور انکی عورتوں اور لڑکیوں کو اسیر کرکے واپس جائینگے۔ صفوان بن امیہ نے اسکی مخالفت کی اور کہا کہ یاد رکھو اس ہزیمت سے مسلمانوں کو غصہ و جوش ہوگا۔ اگر اب تم لوٹے اور وہ اس اشتعال میں جو لوگ کہ واپس ہوگئے تھے اور جو نہیں آئے تھے سب جمع ہوگئے تو تمہاری یہ فتح شکست سے مبدل ہوجائیگی مگر جاہل قریش نے چنداں اس رائے کی پرواہ نہ کی اور روحا پر اس ارادہ سے ٹھہر گئے ٭

جب اس ارادہ قریش کی خبر رسول کے کان میں پہنچی تو حضرت پھر فوراً مقابلہ و مدافعت دشمن کیواسطے آمادہ ہوئے اور بلال کے ذریعہ سے منادی کرادی کہ جو لوگ جنگ میں شریک تھے اور زخمی ہوئے ہیں پھر مقابلہ دشمن پر آمادہ ہو جاویں اور روانہ ہوں کیونکہ دشمن دوبارہ حملہ کرنا چاہتا ہے اگرچہ جو لوگ بھاگ گئے تھے انکو میں ساتھ لیجانا نہیں چاہتا چنانچہ وہی ثابت قدم مسلمان جو زخمی ہوگئے تھے باوجود زخموں کے اپنے اشتعال میں پھر حضرت کے ساتھ روانہ ہوئے علم لشکر علی کی سپرد ہوا جو باوجود سخت زخمی ہونیکے پیرویت رسول کو بخوشی آمادہ ہوگئے یہ مختصر لشکر اسلام جو اس شکست کی ذلت سے لڑکر مرجانا بہتر خیال کرتا تھا ہمراہ رسول روانہ ہوکر مقام حمراء الاسد تک گیا ٭

لشکر قریش
روانگی مکہ
بلا جنگ

معبد خزاعی یہودی جو مکہ کو جا رہا تھا اور جس نے اس لشکر اسلام کو آتے ہوئے دیکھا تھا اثنائے راہ میں لشکر ابو سفیان سے ملا۔ انہوں نے بابت اہل اسلام کا حال پوچھا تو اسنے کہدیا کہ وہ بقصد انتقام مع لشکر روانہ ہوئے ہیں۔ میں نے انکو مقام حمراء الاسد پر چھوڑا ہے اس خبر سے قریش کو خوف و اندیشہ ہوا اور صفوان اور ابوسفیان نے کہا کہ جو ہم سمجھتے تھے وہی ہوا۔ اب بہتر ہے کہ یہاں سے جلد کوچ کر چلیں ایسا نہو کہ بعد غلبہ کے مغلوب ہو جاویں چنانچہ اب سب بتعجیل تمام مکہ کو روانہ ہوگئے۔ معبد نے روانگی قریش کی حضرت

سریہ ابن حجش

بھی خبر بھیجدی۔ لہذا حضرت بھی اس مقام سے مع ہمراہیان واپس مدینہ چلے آئے۔ مخالفین میں کے دو شخص جو کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئے ایک ابو عزہ جمحی شاعر جو جنگ بدر میں فدیہ لیکر چھوڑ دیا گیا تھا اور جنگ احد میں اسنے اعضا حضرت حمزہ قطع کیے تھے۔ یہ فوراً قتل کرا دیا گیا۔ دوسرا معاویہ بن مغیرہ تھا جو حراست میں رکھا گیا تھا ؛

معاویہ عم مسلم کو عثمان نے پناہ دی

یہ معاویہ بن مغیرہ کسی طرح نکل بھاگا۔ اور مدینہ میں جسکر عثمان بن عفان کے گھر میں پناہ لی عثمان نے اسکو اپنے گھر میں چھپا لیا اور حضرت سے سفارش کا وعدہ کیا۔ رسول نے اسکی گرفتاری و قتل کا حکم دیدیا تھا کہ حضرت کو خبر ملی کہ وہ عثمان کے گھر میں چھپا ہوا ہے حضرت نے عمار یاسر کو اسکی گرفتاری کو بھیجا۔ عمار جو عثمان کے گھر پہونچے تو ام کلثوم زوجہ عثمان نے بتلا دیا عمار اسکو پکڑ لائے۔ مگر عثمان نے اسکی حضرت سے بجد سفارش کی جسپر حضرت نے حکمدیا کہ تین روز کے اندر مدینہ سے چلا جاوے ورنہ بعد اس مدت کے اگر ملا تو قتل کیاجاویگا عثمان نے اسکے واسطے سواری وغیرہ کا بندوبست کیا مگر اتفاق سے وہ تین روز کے اندر مدینہ سے باہر نہو سکا۔ تین روز کے بعد اسکو مدینہ میں پاکر زید بن حارث و عمار یاسر نے بحکم حضرت اسکو قتل کر دیا شیعہ کہتے ہیں کہ اسی کدورت سے عثمان نے اپنی زوجہ ام کلثوم کو شہید کر دیا اور اپنے زمانہ خلافت میں عمار یاسر سے بھی اسکا بدلہ لیا (حیات القلوب)

قتل عصماء

قبیلہ بنی خطمہ میں سوائے عمیر بن عدی کے اور کوئی مسلمان نہ ہوا تھا۔ اس قبیلہ کی ایک عورت عصماء نامی وقت جنگ احد سے حضرت کی ہجو کیا کرتی تھی اور اور آدمیوں کو بھی حضرت سے جنگ کرنیکی تحریص کیا کرتی تھی حضرت کی حمراء الاسد واپسی سے دوسرے روز عمیر نے اسکو قتل کر دیا۔ اور بعد کو حضرت کو خبر دی۔ حضرت اسکے جوش ایمانی پر خوش ہوئے۔ اور کوئی واقعہ قابل تذکرہ اس سال میں نہیں ہوا۔

سنہ ۴

واقعات سنہ ۴ ہجری

سریہ ابو سلمہ

سریہ ابو سلمہ بمقابلہ بنی اسد

شروع سال ہذا میں رسول اللہ کو خبر ملی کہ طلحہ و سلمہ پسران اسد اپنے متبعین کو مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں لہذا حضرت نے ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی کو معہ ایکسو پچاس آدمیوں کی جماعت کے جنمیں ابو عبیدہ جراح و سعد بن وقاص و اسید بن خضیر بھی تھے۔ ان کی سرکوبی کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ جہاں انکو اتنا موقعہ دیئے کہ وہ مستعد جنگ ہوں پہنچکر حملہ کر دیں۔ یہ لوگ حسب ہدایت غیر متعارف راستے سے چلکر چشمہ ہائے بنی اسرائیل میں سے ایک چشمہ پر پہنچے اس موقعہ پر دشمن کے کچھ آدمی معہ غلہ رسد کے ملے جنکو ان لوگوں نے گرفتار کیا کچھ اسیر ہوئے کچھ بھاگ کر اپنے قبیلہ سے جا ملے۔ بنی اسد نے نکلکر مقابلہ کیا۔ سعد بن وقاص نے انکے ایک سرغنہ کو قتل کیا اور مسلمانوں نے یکدم حملہ کیا وہ لوگ حملہ کی تاب نہ لاسکے اور بھاگ گئے۔ انکے گھروں کا مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ چنانچہ مظفر و منصور واپس آئے ؛

واقعات رجیع و بیر معونہ و قتل مسلمانان بعد بدر و قتل سفیان بن خالد

واقعہ رجیع

قتل مسلمانان

ابتداء سال ہذا میں ہی اور بعضوں نے آخر سال سنہ ۳ھ میں لکھا ہے کہ غزوہ رجیع واقعہ ہوا۔ جسکی کیفیت یہ ہے کہ سلافہ بنت سعد زوجہ طلحہ بن ابی طلحہ نے جسکے شوہر اور بیٹے حضرت علی اور عاصم بن ثابت کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے عہد کیا تھا کہ جو شخص انمیں سے کسی کا سر لائیگا اسکو سو اونٹ انعام میں دونگی۔ چنانچہ سفیان بن خالد ہذلی اسپر آمادہ ہوا۔ اور اسنے یہ تدبیر کی کہ سات آدمی اشرار قبیلہ عضل و قریش سے منتخب کرکے مدینہ بھیجے کہ مسلمان بنکر اپنا کام کریں۔ چنانچہ یہ لوگ مدینے گئے اور خدمت نبوی میں حاضر ہوکر اپنا اسلام ظاہر کیا اور عاصم بن ثابت کے یہاں مقیم ہوئے اور اس سے بہت کچھ اظہار اخلاص و دوستی کا کیا۔ اور حضرت سے ظاہر کیا کہ ہمارے قبیلہ میں بہت سے آدمی مسلمان ہوگئے ہیں کچھ آدمی ہمارے قبیلہ میں بغرض تعلیم قرآن و تبلیغ احکام اسلام بھیجیے۔ چنانچہ انکا یقین کرکے دس آدمی جنمیں عاصم بن ثابت، مرثد بن ابی مرثد، خبیب بن عدی، عبداللہ بن طارق، خالد بن بکیر، معتب بن عبید، و زید بن دثنہ اور تین اور تھے جنکے نام معلوم نہیں مسلح کرکے انکے ساتھ بھیجدیئے گئے۔ جب یہ لوگ قریب منزل ہذیل کے پہنچے تو ان سات آدمیوں میں سے ایک نے مخفی طور پر علیحدہ ہوکر جلدی سے سفیان کو خبر دی جو چالیس مسلح آدمی ساتھ لیکر چلدیا۔ جب یہ مسلمان بالائے کوہ جارہے تھے تو مشرکین انکے قریب پہونچگئے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ انکے ساتھ کے آدمیوں میں سے ایک اس گروہ کے آگے آگے آرہا ہے تب یہ سمجھے کہ انکے ساتھ دہوکہ و فریب کیا گیا۔ اب مجبوراً یہ بھی مقابلہ پر تیار ہوگئے۔ مشرکین نے آتے ہی انپر حملہ کیا جنگ ہوئی بالآخر چونکہ کفار تعداد میں بہت زیادہ تھے یہ سب شہید ہوگئے صرف عبداللہ بن طارق و زید بچے تھے جنہوں نے سفیان کے وعدہ امان پر ہتیار رکھدیئے مگر مشرکین نے خلاف عہد کیا اور انکو بھی قتل کردیا۔ بعض روایات میں ہے کہ ان دونوں کو مکہ لیجاکر اول قید رکھا پھر عبداللہ کو تلوار سے قتل کیا اور خبیب کو دار پر کھینچدیا۔ اور نعش کو لٹکا رہنے دیا جس کی خبر پاکر حضرت نے زبیر و مقداد کو بھیجا جو خفیہ طور پر جاکر نعش خبیب کو اتار لائے۔ رسول کو اس واقعہ کا بہت صدمہ ہوا سفیان بن خالد ہذلی اسپر بھی چین سے نہ بیٹھا اور واسطے جنگ مسلمانان ایک فوج جمع کرنے لگا۔ حضرت کو اسکی خبر ملی تو عبداللہ بن انیس کو اس دشمن خدا کے دفع کرنے پر مامور کیا۔ عبداللہ تلوار لیکر چلدیا۔ ابو سفیان کے پاس پہنچکر خود کو باشندہ خزاعہ کا ظاہر کرکے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تو محمد سے لڑنے کو فوج تیار کررہا ہے میں چاہتا ہوں کہ تیرے ہمرکاب ہوکر محمد سے جنگ کروں۔ سفیان نے اسکو اپنے ساتھ لیلیا اسنے چند اشعار بھی خوشامدانہ کہکر سنائے سفیان مطمئن ہوگیا اور شب کو اپنے گہر لے گیا۔ رات کو جب سب سوگئے عبداللہ نے خوابگاہ میں داخل ہوکر تلوار سے سفیان کا کام تمام کردیا اور سر نعش لاکر حضرت کے سامنے پیش کردیا حضرت خوش ہوئے۔

واقعہ بیر معونہ

ماہ صفر سنہ ۴ھ میں ایک اور واقعہ مثل واقعہ رجیع کے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب کفار نے یہ اخذ کیا

تاکہ فریبکے ذریعہ سے مسلمانوں کی تعداد کو تہوڑا تہوڑا کرکے کم کیا جاوے چنانچہ ابو براء عامر بن مالک کہ جسکو ملاعب الاسنہ بہی کہتے تھے قبیلہ نجد سے مدینہ آکر مجلس نبوی میں پہنچا اور ہدیے پیش کیے جنکو رسول نے اسوجہ سے لینے سے انکار کیا کہ وہ مسلمان نہوا تہا حضرت نے اسکو دعوت اسلام دی اسنے عقاید و احکام اسلام کو پسند تو کیا مگر یہ کہا کہ بلا دیگر اہل قبیلہ کے تنہا اسکا مسلمان ہونا مناسب نہیں ہے آپ کچھ اصحاب میرے پاس بہیجدیں کہ وہ بنی عامر کو دعوت دین میں بہی ترغیب دونگا اور جب وہ لوگ مسلمان ہونگے تو انکے ساتھ میں بہی مسلمان ہوجاونگا۔ رسول نے اطمینان چاہا تو اوسنے کہا کہ میں انکو اپنی پناہ میں لیتا ہوں اور ضامن ہوتا ہوں کہ انکو کوئی نقصان نہ پہونچیگا۔ ایام جاہلیت میں اسکا بہت بڑا لحاظ کیا جاتا تہا کہ اگر کسی قبیلہ میں سے ایک آدمی کسیکو اپنی پناہ و ضمانت میں لینے کا زبانی اقرار کرلیتا تہا تو تمام قبیلہ میں سے کوئی چاہے وہ دشمن ہی کیوں نہو اسکو کوئی گزند نہ پہنچا سکتا تہا بلکہ کسی دوسرے قبیلہ کیطرف سے بہی جب تک یہ قبیلہ نہ کٹ جاے اسکو کوئی گزند نہ پہنچنے دیتے تھے اسی اطمینان پر رسول نے چالیس و بقولے ستر آدمی جنہیں عامر بن فہیرہ عمرو بن امیہ ضمری بہی تھے بہ سرگروہی منذر بن عمرو ساعدی کے نجد کیطرف بغرض تبلیغ اسلام روانہ کئے اور ایک نوشتہ دعوت اسلام کا اکابر نجد و بنی عامر کے نام لکہوا کر انکو دیدیا جب یہ گروہ مسلمانان مقام بیر معونہ پر پہنچا تو وہاں قیام کیا۔ اونٹوں کو عمرو بن امیہ ضمری و حارث بن فہری چرانے کو لیگئے۔ نوشتہ رسول پہلے سے معرفت حرام بن ملحان کے عامر بن طفیل برادر چچازاد ابو عامر کے پاس بہیجا۔ نامہ دعوت کو دیکہکر وہ ایسا غضبناک ہوا کہ حرام قاصد کو بذریعہ ایک غلام کے تلوار سے قتل کرادیا اور اپنے اہل قبیلہ سے کہا کہ چلو اُن مبلغان اسلام کو بہی جو اپنا دین پہیلانے آئے ہیں چلکر قتل کردیں مگر انہوں نے چونکہ انکو معلوم ہوچکا تہا کہ ابو عامر انکو اپنی پناہ میں لایا ہے اسکو امداد دینے سے انکار کردیا تو عامر نے قبیلہ بنی سلیم کو عصبہ و رعل و ذکوان سے بلاکر ساتھ لیا اور معہ انکے بیر معونہ پہنچکر فوراً تمام مسلمانوں کو جو بخیر اطمینان بیٹھے تھے حلقہ میں لے لیا۔ جب مسلمانوں نے دیکہا کہ وہ گہر گئے تو وہ بہی آمادہ ہوئے۔ جنگ ہوئی یہانتک کہ مسلمان سب شہید ہوگئے عمرو اور حارث جو اونٹ لیکر لوٹے اور یہ حال دیکہا تو حارث نے غصہ میں تلوار سے دشمنوں پر حملہ کیا اور چار کو قتل کیا کہ بالآخر وہ بہی شہید ہوگئے عمرو کو دشمنوں نے گرفتار کرلیا مگر پہر عامر نے اسکو بعوض آزادی ایک غلام کے جسکی اسنے کسیوقت میں نذر کی تہی آزاد کردیا۔ عمرو چہوٹ کر مدینہ آرہے تھے کہ راستہ میں دو مشرک قبیلہ بنی عامر کے ملے جنکو رسول امان دے چکے تھے مگر عمرو کو اسکی خبر نہ تہی اسی اشتعال میں عمرو نے اُن دونوں کو قتل کردیا اور حضرت سے آکر تمام واقعہ بیان کیا۔ حضرت کو مسلمانوں کی اس شہادت پر بہت صدمہ ہوا مگر اُن دونوں پناہ گیروں کے قتل پر بہی افسوس ہوا اور عمرو کو ملامت کی اور حکم دیا کہ انکا فدیہ انکے ورثا کو دیا جاوے جماعت مسلمانان میں سے زید ہی جو بہت زخمی ہوئے تھے جنکو کفار مردہ سمجہ کر چہوڑ گئے تھے بچ گئے جو جنگ خندق میں شہید ہوئے۔ ابو براء کو یہ حال معلوم ہوکر اپنے بہائی پر بہت غصہ تہا اسکے لڑکے ربیعہ نے

اپنے باپ کے الزام نقض عہد کے غصہ میں جاکر عامر کے جبکہ وہ کہیں سوار جاتا تہا ایک نیزہ مارا جس سے وہ گر گیا مرا نہیں مگر اسکے بعد بددعا حضرت کے مرض طاعون میں ہلاک ہوگیا۔

غزوہ بنی النضیر ربیع الاول سنہ ۴ھ

غزوہ بنی النضیر

ربیع الاول

سبب مخالفت؟

یہودیان قبیلہ بنی النضیر رسول اللہ سے اول تو بوجہ قتل کعب بن الاشرف کے جو سنہ ۳ھ میں ہوا تہا۔ دل میں کاوش رکھتے تھے دوسری وجہ انکی رنجش کی یہ ہوگئی کہ بنی نضیر و بنی قریظہ میں سخت مخالفت تھی اور بنی نضیر ہم سوگند عبد اللہ بن ابی سلول منافق کے تھے۔ بنی قریظہ میں سے ایک شخص کے ہاتھ سے بنی نضیر کا ایک آدمی مارا گیا اسکے انتقام و دیت کی بابتہ نزاع تہا۔ بنی قریظہ نے اس نزاع کے تصفیہ کے واسطے رسول اللہ کو حکم مقرر کرنے کی خواہش کی۔ بنی نضیر نے بھی عبد اللہ بن سلول کے زور پر منظور کرلیا اور پہر عبد اللہ بن ابی سلول کے ذریعہ سے بہت کچھ سفارش حضرت سے کرائی کہ انکی موافق حکم دیں۔ مگر حضرت نے خلاف انصاف کرنا پسند نہ کیا اور موافق بنی قریظہ کے حکم فرمایا۔

اسباب غزوہ

... کے رسول

... کی ہلاکت کی وجہ

اب بعد واقعہ بئیر معونہ کے بنی عامر کے دو شخص جو عمرو کے ہاتہ سے مارے گئے تھے اور حضرت نے انکی دیت ادا کرنیکا حکم دیا تہا چونکہ بنی نضیر ہم سوگند بنی عامر کے تھے حضرت مع چند اصحاب ابوبکر و علی و طلحہ وغیرہم کے بغرض طے کرنے دیت مذکور کے اور بروایتے بغرض قرض لینے کچھ روپیہ کے واسطے ادائگی دیت مذکور منازل بنی نضیر پر تشریف لیگئے اور بانی النضیر نے اپنا اظہار کیا۔ بنی النضیر نے ان کاوشوں کی بنا پر اس موقعہ پر حضرت کے ساتھ دہوکہ کرنا چاہا۔ حی بن اخطب سردار قبیلہ نے حضرت سے کہا کہ آپ تشریف رکہیے جیسا آپ فرماینگے ویسا کیا جائیگا اور حضرت کو اپنے گہر کی دیوار کے نیچے بٹہایا اور مدارات میں مصروف ہوا۔ اور عمرو بن حجاش کو مامور کیا کہ کوٹھے پر جاکر ایک پتھر حضرت کے سر پر گرادے کہ کام تمام ہوجاوے۔ سلام بن مشکم یہودی نے اسکو اس حرکت سے منع بھی کیا مگر وہ نہ مانا۔ حضرت کو کسی وجہ سے شبہ ہوگیا اور بروایت اعتقادی حضرت کو جبرئیل نے خبر دیدی کہ حضرت بالکل اسطرح پر کہ جیسے کوئی رفع حاجت کو جاتا ہے اٹہ کر چلدیئے۔ اور مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ اصحاب نے بھی جب بعد انتظار دیکہا کہ حضور تشریف نہ لائے وہ بھی یکے بعد دیگرے چلے آئے تب عبد اللہ بن صوریا نے بنی النضیر سے کہا کہ دیکہو محمد کو خدا نے خبر کردی اور اب تمہارے واسطے دیکہئے کہ کیا حکم ہوتا ہے۔ میرے خیال میں تو اب تمہارا بہلا [illegible] مسلمان ہوجاؤ۔

جب حضرت پر یہ فریب بنی نضیر کا جس میں انہوں نے حضرت کی جان لینے کا ارادہ کیا [illegible] ظاہر ہوگیا تو [illegible] بمعرفت محمد بن مسلمہ کے انکے پاس کہلا بہیجا کہ بوجہ اس عہد شکنی و غداری کے وہ تو دیار اسلام سے باہر چلے جاویں [illegible] ہوجائیں تین دن کی مہلت ہے اسکے بعد جو یہاں پایا جائیگا قتل کیا جاویگا۔ عبد اللہ بن سلول منافق نے [illegible] بنی نضیر کو کہلا بہیجا کہ تم ہرگز ترک وطن پر آمادہ نہ ہونا میں دو ہزار جنگ آوروں کے ساتھ تمہاری امداد کو موجود ہوں اور قبائل بنی قریظہ و

بنی غطفان بہی تمہاری امداد مین دریغ نہ کرینگے۔ اس بہروسہ پر وہ حیی بن اخطب سردار بنی نضیر نے حضرت کے پاس جواب بہیجا کہلا بہیجا کہ ہم ہرگز ترک وطن نہ کرینگے جو کچھ آپ کا ارادہ ہو کیجیے ہم بہی تیار ہین۔ حضرت نے اس جواب کے آنے پر باواز بلند تکبیر کہی اور حکم تیاری لشکر کا دیا۔ اور ابن کلثوم کو مدینہ مین خلیفہ مقرر کرکے علم لشکر علی کی سپرد کیا۔ اور مدینہ سے باہر تشریف لائے اور بعد فراہم ہوجانے لشکر کے جانب بنی نضیر روانہ ہوئے ۔

یہودیوں نے جو لشکر اسلام کو آتے دیکہا تو قلعہ بند ہوگئے اور بالائے قلعہ سے تیر و پتہر برسانے شروع کیے وقت عشا تک اسطرح جنگ رہی رات کو صبح تک بسرداری علی محاصرہ کیا گیا قلعہ مضبوط تہا۔ بہادران اسلام کو پندرہ روز گذر گئے لیکن مطلب براری نہ ہوئی خیمہ رسول میدان مین نصب تہا تیراندازان مخالف میں سے ایک شخص عزور نامی نے حضرت کے خیمہ کیطرف تیر چلایا جس سے خیمہ مین سوراخ ہوگیا۔ لہذا خیمہ رسول وہانسے ہٹاکر وادی کوہ مین نصب کیا گیا۔ اسی رات کو علی لشکر سے غایب ہوگئے۔ لوگ متوحش ہوئے رسول سے اطلاع کی گئی۔ چہ میگوئیاں ہونے لگین رسول کو یہ اندیشہ تو علی کی ذات سے ہو نہ سکتا تہا کہ علی معرکہ جنگ کو چہوڑکر چلے گئے ہونگے کیونکہ غزوات سابق میں ان کی وفاداری و بہادری کا یقین ہوچکا تہا۔ یہ شبہ البتہ ہو سکتا تہا کہ مبادا کسی خطرہ میں گرفتار ہوگئے ہوں مگر علی کی باحواسی و جرات سے رسول کو کوئی وجہ انتشار کی نہ تہی اور رسول نے لوگوں کی تسکین کی کہ مجہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ضرور تمہارے کسی مشکل کام کے انجام دینے کو گئے ہونگے۔ تہوڑی دیر میں لوگوں نے دیکہا کہ علی چلے آتے ہین جنہوں نے رسول کے قریب پہنچکر ایک سر حضرت کے قدموں میں ڈالدیا۔ رسول نے پوچہا یا علی یہ سر کسکا ہے۔ عرض کی یارسول یہ سر اسکا ہے جسنے آپکے خیمہ پر تیر چلایا تہا۔ یا نبی اللہ میں اسے ہیاد رکہکر تلاش میں تہا مجہے خیال تہا کہ یہ کسی نہ کسی وقت مسلمانوں کو غافل پاکر حملہ کریگا۔ اس لیئے میں کمین میں بیٹہ گیا یہ شخص میرے گمان کے موافق مع نو آدمیوں کے آج رات میں نکلا۔ میں نے فوراً اسپر حملہ کیا۔ اور اسکا سر تن سے جدا کیا جو لایا ہوں اسکے ہمراہی بہی ابہی قریب ہین اگر حکم ہو تو انکو بہی قتل کیا جاوے۔ رسول نے ابودجانہ و سہیل بن حنیف کو معہ آٹہ آدمیوں کے علی کی ماتحتی میں روانہ کیا جنہوں نے ان نو آدمیوں کو جاکر گہیر لیا اور سب کو قتل کیا ۔

اب رسول نے بغرض تخویف دشمن عبدالسلام و ابی لیلیٰ کو حکم دیا کہ انکے درختوں کو قطع کردو۔ بنی النضیر نے محاصرہ سے تنگ آکر جبکہ انہوں نے دیکہا کہ عبداللہ بن ابی سلول نے حسب وعدہ کوئی امداد نہ کی اور اور کسیطرف سے بہی کوئی مدد کو نہ آیا مجبور ہوکر پیغام بہیجا کہ محاصرہ ہٹالیا جاوے ہم لوگ جلاوطنی پر آمادہ ہیں۔ لہذا رسول اللہ نے حکم دیا کہ ایک ایک جانور پر جتنا سامان خورد و نوش وغیرہ بار ہوسکے اتنا ساتہ لیکر سب لوگ دیار اسلام سے باہر چلے جائین باقی سب سامان چہوڑدیں چنانچہ انکا ایک گروہ جانب شام چلا گیا کچہ لوگ جانب یمن گئے۔ سامان اسلحہ میں پچاس زرہ ۵۰ خود اور ۳۴۰ تلواریں مسلمانوں کے ہاتہ آئیں مال غیر منقولہ اور اسباب بغرض پرورش عیال رسول محض حضرت کیواسطے مخصوص کردیگئین کیونکہ یہ علاقہ بلا کسی جنگ لشکر کے ہاتہ آیا تہا اور مال منقولہ رضامندی

انصار صرف مہاجرین کو جنکا بار انصار پر تہا دیدیا گیا۔ اور رسول مع ہمراہیان واپس مدینہ آئے ؛

غزوہ بنی لحیان

غزوہ مذکور بالا کے بعد حیات القلوب میں ایک غزوہ بنی لحیان کا ذکر ہے جس کی نسبت لکہا ہے کہ یہ غزوہ بغرض تدارک و انتقام شہدا بیر معونہ ہوا تہا اور حضرت بنا بر انتقام متوجہ بنی لحیان کے ہوئے تھے۔ اور چونکہ وہ لوگ بہاگ گئے تھے حضرت بغرض تخویف اہل مکہ عسفان تک تلاش میں جا کر جب کوئی نہ ملا تو بلا کسی جنگ کے واپس آئے۔ اور یہ بہی تذکرہ ہے کہ اس غزوہ میں مقام عسفان پر بحکم الٰہی نماز خوف پڑہی گئی۔ مگر یہ کچھ قابل یقین نہیں معلوم ہوتا کیونکہ جب کوئی دشمن مقابل نہ تہا تو نماز خوف کی کوئی ضرورت نہ تہی۔ روضۃ الصفا نے اس غزوہ کو سنہ ۶ میں تحریر کیا ہے اور بغرض انتقام شہدا رجیع لکہا ہے اور مقام عسفان پر رسول کا اپنی والدہ کی قبر پر نماز پڑہنا تحریر کیا ہے اور اسی کے ضمن میں سریہ بشیر کا ذکر ہے جو بنی مالک کیطرف بہیجے گئے تھے بوجہ نہ ملنے دشمن کے جنگل میں آگ دیکر چلے آئے تھے واللہ اعلم بالصواب حیات القلوب میں بہی اس غزوہ کے بعد غزوہ ذات الرقاع کو لکہا ہے مگر روضۃ الصفا میں وہ غزوہ شروع سنہ ۶ میں تحریر ہے لہذا وہیں پر درج ہوگا ؛

وفات عبد اللہ و دیگر حضرات و تحریم خمر — اسی سال کے ماہ جمادی الاولیٰ میں عبد اللہ بن عثمان کا جو بطن رقیہ سے تہا بحالت طفولیت انتقال ہوا اور زینب بنت خزیمہ زوجہ رسول کا بہی انتقال ہوا اور ابو سلمہ شوہر ام سلمہ کا بہی انتقال اسی سال میں ہوا اسی سال حکم تحریم خمر نازل ہوا اور شراب وغیرہ قطعاً حرام کر دی گئی

دو واقعات جرائم اخلاقی و فیصلہ رسول

اس سال دو ۲ واقعات اخلاقی و معاشرتی جرائم کے ہوئے جنکی مختصر کیفیت حسب ذیل ہے ؛

قصہ بنی ابیرق — (۱) انصار کے قبیلہ بنی ابیرق میں تین بہائی بشر و بشیر و مبشر نامی تھے۔ جو بظاہر مسلمان تو ہو گئے تھے مگر سخت منافق اور بد چلن تھے انہوں نے قتادہ بن نعمان کے چچا کے گہر میں نقب لگا کر کچھ کہانا اور زرہ و تلوار چرائی۔ قتادہ نے انکی شکایت حضرت سے کی بنی ابیرق نے اپنی برأت کیواسطے لبید بن جبل پر اس چوری کا الزام لگایا۔ لبید یہ سنکر غصہ میں تلوار لیکر انپر چڑہ گیا۔ انہوں نے لبید سے خوشامد کر کے اسکے غصہ کو فرو کیا اور اپنے قبیلہ کے سردار اسید بن عروہ سے جا کر کہا کہ قتادہ انپر جہوٹا الزام لگاتا ہے اسید نے حضرت سے جا کر کہا کہ بنی ابیرق پر الزام غلط ہے۔ حضرت کو اسید کی صفائی پر قتادہ کیطرف جہوٹا الزام لگانے جانیکا خیال ہوا کہ اسکے متعلق آیات قرآنی نازل ہوئیں جن سے بنی ابیرق کی مجرمیت ظاہر ہو گئی اور بشر وغیرہ ذلیل ہو گئے اور بشیر مکہ بہاگ گیا اور مرتد ہو گیا اور وہاں بہی چوری کرتے میں دیوار مکان اسپر گری۔ اور وہ دب کر مر گیا بشر کو حضرت نے سزا قطع ید کی دی ؛

سنگساری یہود — (۲) ایک یہودیہ نے ایک یہودی کے ساتھ زنا کیا تہا جس کی سزا بموجب توریت بہی سنگساری کی ہوتی مگر کچھ عرصہ سے یہود نے اس میں

متروک ہوکر سنگسار کرنے کی بجائے تازیانہ مقرر و جاری ہوگئی تھی۔ چونکہ یہ دونوں شرفا میں سے تھے لہٰذا بعض یہود سنگساری کے خلاف تھے اور بعض اس پر مصر تھے۔ چنانچہ اس معاملہ میں حضرت کو حَکَم قرار دیا گیا۔ حضرت نے موافق حکم توریت و حکم قرآن کے ان کی سنگساری کا حکم دیا چنانچہ وہ سنگسار کر دیئے گئے۔

ہر دو واقعات متذکرہ بالا کا اگرچہ تاریخ سیاست سے کچھ زیادہ نتیجہ خیز تعلق نہیں ہے مگر رسول کے انصاف و دیانت پر ان سے کافی روشنی پڑتی ہے کہ گروہ مخالف یعنی کفار بھی معاملات نزاعی باہم مسائل تمدنی و معاشرتی میں حضور کی حقانیت پر بھروسہ کرکے آپ کو حَکَم قرار دیتے اور آپکے فیصلہ کو مانتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔

ولادت جناب امام حسینؑ و وفات جناب فاطمہ بنت اسد

ولادت امام حسینؑ سنہ ۴ھ — اسی سال سوم شعبان سنہ ۴ھ کو علیؑ کے گھر بطن فاطمہ زہرا بنت رسول الثقلین سے سبط اصغر یعنی امام حسینؑ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ یہ وہ مظلوم فدیہ راہ خدا ہے جسکے عبرت خیز واقعات سے دُنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جہاں اس کی یادگار نہ ہوتی ہو اور کوئی قلب ایسا نہیں کہ اس کی داستان غم سے متاثر ہوئے بغیر رہ جاوے۔ یہ وہ بزرگ و مقدس ہستی ہے جسنے اپنے خون میں نہاکر اور اپنے ۷۲ عزیز و انصار کی کربلا میں قربانی کرکے دنیائے اسلام پر وہ احسان کیا ہے کہ اپنے مقدس نانا کے سچے دین کو گرداب ضلالت سے بچا لیا۔ زمانہ انکے اور انکے رفقا کے صبر و استقلال اور قربانیوں کو ممدوح اور انکے قاتلوں اور دشمنوں کی بے رحمیوں کو مذموم سمجھتا ہے۔ اس بزرگ کی عظیم قربانی نے زمانہ کو بتلا دیا کہ حقیقی محافظ دین الٰہی وہ لوگ نہیں ہیں جو تخت حکومت اسلامی پر غاصبانہ قابض ہوگئے ہیں اور یہی وہ مقدس ہستی ہے جسکی ذات سے باوجود قربانی کربلا کے جس میں اس مقدس خاندان سے صرف ایک ذات زندہ چھوڑی گئی تھی نسل رسول آجتک دُنیا کے ہر طبقہ میں دیکھی جاتی ہے گویا نسل و دین رسول کی دنیا میں بقا اس ایک ذات کی بدولت ہوئی اور اسی وجہ سے رسول کی پر معنی حدیث:
حُسَینٌ مِنّی وَ اَنَا مِنَ الحُسَین "حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں" ہر حیثیت سے پوری ترجمانی اسکی واقعیت کی کرتی رہیگی۔ ان کی شہادت سنہ ۶۱ھ کی ۱۰ محرم کو ابن [illegible] کے خونیں ہاتھوں سے میدان کربلا میں نہر فرات کے کنارہ تین روز کی بھوک پیاس میں ہوئی جسکے حالات سے اسلام کا بچہ بچہ واقف ہے انکا جذب حقیقی اب تک مشتاقان حقیقت و تشنہ کامان محبت کو کربلا کے مشہور و مقدس مقام پر جہاں انکا عظیم الشان روضہ مقدسہ ہے کھینچ لیجاتا ہے۔ سلسلہ امامت میں یہ تیسرے امام اور سید شباب اہل الجنۃ کی دوسری فرد ہیں۔ باقی نو امام انہیں کی اولاد امجاد میں سے ہوئے ہیں۔

وفات فاطمہ بنت اسد امی علیؑ — اسی سال جناب فاطمہ بنت اسد مادر گرامی علی ابن ابیطالب نے سرائے فانی سے راہی جنت ہوئیں۔ یہ وہ مخدومہ ہیں جنکی پرورش میں رسول اللہ بعد انتقال اپنی والدہ کے رہے اور رسول اللہ سے جو انتہائی مادرانہ محبت تھی وہ اس سے ظاہر ہے کہ اپنی کل اولاد کو حضرت

وقف کر دیا تہا. رسول نے ان کی نسبت جن الفاظ میں خطاب کیا وہ انکی منزلت شان کا اعلی ثبوت ہے. یہ وہ معظمہ ہیں کہ وقت پیدائش علی کعبۃ اللہ کا زچہ خانہ ہوا. رسول کو ان کی وفات کا مثل اپنی مادر مشفقہ کے صدمہ و ملال ہوا ‌:

عقد حضہ

اسی سال مین بعد گذرنے عدہ کے حضرت نے ام سلمہ بیوہ ابو سلمہ سے عقد کیا جو نہایت حسین اور نیک ازواج میں سے تہیں اور بعد حضرت خدیجہ کے رسول کے دلمین انہیں کی قدر و منزلت تھی اور انہیں کو رسول نے "انک علی خیر یا انت علی الخیر" فرمایا تہا

غزوہ بدر صغریٰ عرف بدر موعد ذی الحجہ سنہ ۴ ھ

غزوہ بدر
عرف بدر م
یکم ذی

بعد واقعہ احد کے جس میں ابو سفیان مسلمانوں سے کہہ گیا تہا کہ سال آیندہ مقام بدر پر پہر لڑینگے اور کشتگان بدر کا عوض لینگے اور رسول اللہ نے بہی اسکے جواب مین علی کے ذریعے سے باواز بلند کہلا دیا تہا کہ ہم بہی تیار ملینگے. جب زمانہ وعدہ قریب آیا تو ابو سفیان نے تہیہ فراہمی اسباب حرب کا کیا اور قریش کو بہی آمادہ کرنا شروع کیا. اور اگرچہ وہ بخیال طعن مردمان کوشش کرتا تہا مگر دلمیں اسکے ہراس تہا اور سمجہتا تہا کہ مسلمان جنگ احد کے جلے ہوئے مین اب انکی طرف سے زیادہ جوش تیاری ہوگی قریش کا جوش کم ہوگیا ہے ایسا نہو کہ نتیجہ خلاف ہو اور بنی ہوئی بات بگڑ جاے. اسی اثنا میں سہیل بن عمرو بقولے ابو نعیم بن مسعود شجعی بقصد ادائے عمرہ مکہ میں آیا تہا. اسکو ابو سفیان نے بیس اونٹ دینے کا وعدہ کرکے اس سے کہا کہ کسیطرح وہ حضرت و اصحاب حضرت کو خوف دلاکر بدر آنے سے باز رکہے تاکہ انکی ہی گریز متصور ہو. اس اجیر نے مدینہ واپس آکر حضرت سے کہا کہ قریش نے بڑی تیاری لشکر کی کی ہے اور بحد مبالغہ کے صلاح دی کہ حضرت جنگ سے باز رہیں. اکثر بزدل مسلمان بہی اسکے ہم راے ہوے. مگر حضرت نے فرمایا کہ میں قسم کہاتا ہوں کہ میں حسب وعدہ ضرور جاونگا. چاہے کوئی بہی میرے ساتہ نہو. حضرت کے اس کلام پر مسلمان بہی آمادہ ہوگئے رسول علم لشکر علی کو دیکر ایکہزار پانچسو بہادروں کی جمعیت کے ساتہ بیرون مدینہ تشریف لاے. دس گہوڑے بہی ساتہ تہے اور چونکہ زمانہ بازار بدر کا تہا کچہ اسباب تجارتی بہی ساتہ لے لیا گیا تہا. یکم ذیقعد کی شب مین مقام بدر پر پہنچکر فروکش ہوگئے ‌:

ابوسفیان
سے واپ

مکہ سے ابو سفیان بہی بادل ناخواستہ معہ دو ہزار ۲۰۰۰ آدمیوں کی جماعت کے چلا. مگر وادی ظہران مین پہنچکر جہاں غالباً اسکو لشکر اسلام کی آمد کی خبر لگ گئی ہوگی اہل لشکر سے کہا کہ امسال بوجہ خشک سالی کے تنگی ہے جانور بہی کمزور ہیں. چارہ پانی بہی انکو کافی ملنا دشوار ہے مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس سال واپس چلیں. پہر آیندہ کسی موقعہ پر دیکہا جاویگا. لشکر والوں نے بہی جو خود کا تہے اسکو پسند کیا اور وہیں سے سب واپس مکہ چلے گئے. رسول اللہ نے بدر میں آٹہ روز قیام کیا اسباب تجارت فروخت کرتے رہے جس میں اس قدر نفع ہوا کہ دو چند قیمت حاصل ہوگئی. جب دشمن حسب وعدہ نہ آیا بلکہ انکی واپسی کی خبر لگ گئی تو حضرت بہی معہ لشکر کے بلا جنگ. واپس مدینہ چلے آئے ‌:

واپسی حضر
دشمنہ

واقعات ۵ھ ہجری

غزوہ ذات الرقاع محرم ۵ھ

اس سال کے شروع میں ایک سوداگر کو سفند کی زبانی جو مدینہ آیا تھا معلوم ہوا کہ قبیلہ بنی انمار و بنی ثعلبہ نے ایک لشکر جمع کیا ہے اور مسلمانوں سے جنگ کرنیکا ارادہ ہے۔ رسول اللہؐ اس خبر پر عثمانؓ کو خلافت مدینہ پر مامور چھوڑ کر مع چار سو یا پانچسو نفر کے ۱۰ محرم ۵ھ کی رات میں مدینہ سے روانہ ہو کر مقام ذات الرقاع انکے مسکن پر پہنچے۔ وہاں پر مردوں میں سے کسیکو نہ پایا جو سب پہاڑ پر چلے گئے تھے مسلمانوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ شاید دشمن کہیں کمین گاہ میں ہو اور موقعہ پا کر حملہ کرے۔ لہذا یہاں پر بحکم الہی نماز بطور نماز خوف کے ادا کی گئی۔ اور یہ اول نماز خوف تھی جو ادا کی گئی کچھ عرصہ انتظار آمد دشمن کا کر کے جب کوئی مقابل نہ آیا تو بلا جنگ واپس مدینہ چلے آئے۔ اس سفر میں پندرہ روز صرف ہوئے۔

بروایت حیات القلوب اس غزوہ میں ایک عورت کو مسلمانوں نے اسیر کیا تھا جسکا شوہر غایب تھا رات کو وہ ایک مہاجر و ایک انصاری کی حفاظت میں کیگئی تھی رات اسکا شوہر واپس آیا اور حال گرفتاری زوجہ کا معلوم کر کے وہ رات کو غصہ میں لشکر اسلام میں آیا انصاری محافظ جاگتا تھا اگر نماز میں مصروف تھا اسنے دو تیر محافظ پر چلائے جو اسکے لگے مگر مومن نے نماز کو قطع نہ کیا بعد فراغت نماز اسنے مہاجر کو جگایا تو اس عورت کا شوہر بھاگ گیا صاحب حیات القلوب اس غزوہ کو ۷ھ کا بتلاتے ہیں اور بعض مورخین کا قول ہے کہ یہ بعد غزوہ خیبر کے واقع ہوا۔

غزوہ دومۃ الجندل ربیع الاول ۵ھ

دومۃ الجندل ایک موضع ہے جو کوفہ سے دس منزل اور دمشق سے ۱۳ منزل ہے اور یہاں ایک قلعہ ہے جس کی بنیاد پتھر کی ہے اور خرما اور کھجوریاں بکثرت ہوتا ہے یہاں کے حاکم اکیدر بن عبد الملک نے باطاعت قیصر ایک لشکر مسلمانوں سے جنگ کرنیکو جمع کیا تھا خبر ملنے پر حضرت معہ ایکہزار کی جمیعت کے انکے قلع قمع کو روانہ ہوئے۔ دشمن کو لاعلم رکھنے کے خیال سے ان کو قیام کرتے تھے۔ رات کو چلتے تھے ایکدن کی مسافت باقی تھی تو معلوم ہوا کہ مخالفوں کے مویشی قریب ہی چر رہے ہیں رسولؐ نے ان کی گرفتاری و ضبط کا حکم دیا چرواہے تو بھاگ گئے جنہوں نے جا کر اہل قلعہ کو آمد لشکر اسلام کی خبر دی۔ وہ لوگ چونکہ تیار نہ تھے سب آدمی متفرق و منتشر ہو گئے۔ حضرت دومۃ الجندل میں فروکش ہوئے۔ اور چند روز وہاں قیام کیا۔ اطراف و جوانب میں بغرض تلاش دشمن سرایا بھیجے۔ محمد بن مسلمہ مخالفوں میں سے ایک شخص گرفتار کر کے لائے۔ حضرتؐ نے اس سے اس کی قوم کا حال و پتہ دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا کہ خبر پا کر سب بھاگ گئے۔ وہ شخص مسلمان ہو گیا۔ حضرت بلا جنگ مدینہ

تشریف لے آئے۔ اس سفر میں ایک ماہ صرف ہوا ✤

غزوہ بنی مصطلق عرف غزوہ مریسع۔ ربیع الآخر ۵ھ

(غزوہ بنی ۔ غزوہ بنی ۔ بہیجا گیا ۔ سبب جنگ لشکر روانہ)

درمیان مکہ اور مدینہ کے نواح قدید میں ایک کنواں ہے جسکو ربیع یا مریسع کہتے ہیں اسکے قریب مین یہودیوں کے قبیلہ بنی مصطلق کی قیام گاہ تہی۔ حارث بن ابی ضرار سردار قبیلہ مذکور نے بامداد قبائل عرب حضرت سے جنگ کیواسطے ایک لشکر جمع کیا خبر ہونے پر حضرت نے بریدہ بن الحصیب کو بغرض تصدیق خبر مذکور مامور کیا جو حضرت کے مخالف بنکر گئے اور جا پہنچ کی تو خبر کی تصدیق ہوئی۔ واپس آ کر کیفیت بیان کی۔ تب حضرت نے بہی لشکر کی تیاری کر کے علم مہاجرین علی کو اور علم انصار سعد بن عبادہ کو دیا۔ مقدمہ لشکر پر عمر کو اور میمنہ پر زید بن حارث میسرہ پر عکاشہ بن محصن کو معین کیا۔ اس لشکر اسلام مین ۳۰ گہوڑے مہاجرین کے اور ۲۰ انصار کے تھے منافقین میں سے بہی بہت شخص عبداللہ بن ابی سلول کے بطمع غنیمت ساتھ تھے۔ عائشہ و ام سلمہ ازواج رسول بہی اس غزوہ میں ساتھ تہین ✤

(علی جنگ ۔ مامور کئے)

بروایت شیخ مفید و طبرسی اسی جنگ کے اثنا راہ مین ایک وادی مین کچھ لشکر جنات جمع ہوا تہا۔ علی کو انکے مغلوب کرنیکو بہیجا گیا علی نے بتاثیر اسم اعظم جو حضرت نے انکو تعلیم کئے تھے ان سے جنگ کر کے زیر کیا۔ جو بخدمت رسول آ کر اسلام لائے ✤

(آغاز)

قریب موقعہ پہونچکر لشکر اسلام میں سے ایک جماعت نے دشمن کے ایک جاسوس کو گرفتار کر کے عمر کے پاس پیش کیا جس نے دریافت کیا تو جاسوسی سے انکار کیا۔ مگر سختی ہونے پر اقرار کیا۔ لیکن کچھ حال نہ بتایا۔ اسکو دعوت اسلام دی گئی اس سے بہی انکار کیا تو باجازت حضرت قتل کر دیا گیا جس کی خبر سے دشمنوں پر خوف غالب ہوا اور اطراف و جوانب کے آدمی بخوف لشکر اسلام علیدہ ہو گئے۔ صرف بنی مصطلق رہگئے جنہوں نے اپنے لشکر کا علم صفوان نامی پہلوان کی سپرد کر کے لشکر اسلام کا مقابلہ کیا۔ جنگ شروع ہو گئی ✤

(علمدار اسلام ۔ فتح)

یہودیوں کے ایک بڑے نامی فسرا لک نے میدان میں آ کر مبارز طلب کیا اسلام کے بہادر علمدار علی نے مقابل ہو کر اسکو قتل کیا اسکا لڑکا مقابل ہوا اسکو بہی جہنم واصل کیا جسکے بعد صفوان علمدار لشکر یہود میدان میں آیا اسکو بہی علی نے بضرب شمشیر ہلاک کیا۔ اس سے دشمن پر ایسا خوف غالب ہوا کہ کوئی شخص جنگ کو میدان میں آنے کی جرائت نہ کرتا تہا۔ علمدار لشکر اسلام نے یہ کیفیت دشمن کی دیکھکر معہ اپنی جماعت کے انپر حملہ کر دیا۔ بہت سے لوگ قتل کئے گئے۔ مشرکین شکست کہا کر بہاگ گئے۔ بہت سا مال غنیمت اور اسیر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

(عقد رسول ۔ سردار)

جویریہ دختر حارث بن ضرار سردار قبیلہ کو بہی علمدار لشکر نے اسیر کر کے رسول کی خدمت مین پیش کیا جو تقسیم غنائم میں رسول کو دیدی گئی و بروایتے وہ ثابت بن قیس شماس کے حصہ میں آئی تہی جسکا بدل حضرت نے اسکو دیکر لے لیا جو مسلمان ہو گئی اور اسکو آزاد کر کے حضرت نے اس سے عقد کر لیا۔ اسکا باپ حارث بہی بعد کو حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا ✤

(اتفاقیہ معاملہ ۔ مہاجرین و انصار)

بعد فراغت اس جنگ کے واپسی میں مابین انصار و مہاجرین کے اتفاقیہ ایک صورت نزاع کی پیدا ہو گئی جس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک کنوین سے پانی بہرنے مین جہجاہ بن سعید غفاری مہاجر نے سنان یا انس بن سیار انصاری کے ایک گہونسہ مار دیا اسپر گروہ انصار

کو مدد کیلئے پکارا اور جہجاہ نے مہاجرین کو آواز دی دونوں گروہ ایک دوسرے سے آمادہ پیکار ہو گئے کہ کچھ لوگوں نے درمیان میں آکر بیچ بچاؤ کرا دیا مگر عبداللہ بن ابی سلول انصاری جو منافق تھا اس نے سنا تو غصہ میں اپنے گروہ انصار کو مخاطب کر کے کہا کہ تم نے اپنے آپکو ذلیل کر لیا محمد اور مہاجرین کو لا کر اپنے گھروں میں جگہ دی۔ جان و مال سے انکی امداد کی عورتیں بیوہ اور بچے یتیم کرائے ایسے گروہ کو تم ذلیل کریں اور قسم کھائی کہ مدینہ پہنچکر انکو نکال دونگا۔ زید بن ارقم انصاری جو اسوقت لڑکا ہی تھا اس نے سنکر عبداللہ کو ملامت کی اور حضرت سے ذکر کیا۔ حضرت کو یقین نہ ہوا تھا مگر جب اس نے قسم کھائی تو حضرت نے ناخوش ہو کر فوراً دھوپ میں سے باوجود سخت گرمی کے معہ اپنے اصحاب مہاجرین کے انصار سے علیحدہ ہو کر کوچ کر دیا۔ انصار کو معلوم ہوا تو خدمت میں آکر مستغفر ہوئے جب حضرت نے وجہ ظاہر کی سب نے عبداللہ کی عوض معافی کی درخواست کی اور عبداللہ سے بھی معذرت کرنے کو کہا مگر وہ نہ مانا۔ حضرت اسی طرح ایک دن اور ایک رات چلے قبیلہ بنی خزرج کو معلوم ہوا تو انہوں نے عبداللہ کو سخت ملامت کی۔ انکے سامنے عبداللہ نے ان کلمات کے کہنے سے انکار کیا وہ عبداللہ کو حضرت کے پاس لے گئے جہاں عبداللہ نے قسم کھائی حضرت نے درگذر کیا اور مدینہ کو واپس آئے تب لوگوں نے زید ارقم کو افترا کا الزام دیا۔ زید کو بہت افسوس تھا مگر اثنا راہ میں ہی حضرت نے بہ نزول آیات الہامی قول زید کی تصدیق کی جس سے عبداللہ بوجہ جھوٹی قسم کے لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہو گیا۔

اسی غزوہ کی واپسی میں ایک اور واقعہ قابل ذکر ہے جسکا بعض حالات و تعلقات پر ایک خاص اثر ہوا وہ یہ کہ اثنا راہ میں ایک منزل پر عائشہ زوجہ رسول اپنے اونٹ سے اتر کر بغرض رفع حاجت گئی تھیں واپسی پر انکو معلوم ہوا کہ انکا گردن بند کہیں گر گیا ہے اسکی تلاش میں پھر واپس گئیں کہ اتنے میں قافلہ روانہ ہو گیا جمال نے جسنے پہر انکو واپس جاتے ہوئے دیکھا تھا یہ خیال کر کے کہ وہ ہودج میں بیٹھ گئی ہونگی اونٹ ہانکدیا۔ اب عائشہ جب واپس آئیں تو دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو گیا یہ وہیں ٹھہر گئیں کہ جب اہل قافلہ کو معلوم ہوگا تو کوئی نہ کوئی لینے آئیگا۔ اور دھوپ میں لیٹکر سو بھی گئیں صفوان بن معطل اسلمی جو ساقہ لشکر پر مامور تھا۔ جب اس مقام پر پہنچا اور انکو سوتا ہوا پایا تو وہ انکو اپنے اونٹ پر سوار کرا کر خود مہار ناقہ تھامے ہوئے لایا اس پر منافقین میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور طنزیہ کلام متعلق انکے خفیہ طور پر کئے جانے لگے۔ عبداللہ بن ابی سلول حسان بن ثابت و مسطح بن اثاثہ وغیرہ منافقین نے عائشہ پر تہمت خیانت کی لگائی۔ حضرت کو جب اس تہمت طنز کی خبر ہوئی تو حضور کو سخت ملال ہوا اور اس کی تحقیقات شروع کی۔ اور عائشہ سے تاصفائی کلام ترک کر دیا جس پر وہ اپنے باپ کے گھر چلی گئیں۔ حضرت نے عائشہ کی کنیز خاص بریرہ کا بیان لیا۔ اس سادہ لوح یا شوخ مزاج کنیز نے عجب پر لطف بیان دیا کہ عائشہ میں کوئی عیب نہیں ہے صرف کم سنی کی وجہ سے سو جاتی ہے اور بکری آکر خمیر کھا جاتی ہے۔ رسول اللہ نے اپنے اس ملال کے متعلق علی سے رائے لی علی نے ویسے تو عائشہ کی صفائی دی مگر حضرت کا تکدر دیکھکر یہ بھی عرض کیا کہ آپ کو اس قدر ملال کرنیکی کیا ضرورت ہے آپکو دوسری عورت کرنیکا بھی اختیار ہے جو آپکو

بہتر سے بہتر مل سکتی ہیں"۔ ایک ماہ تک حضرت نے عائشہ سے کلام نہ کیا۔ تحقیقات رسول کا نتیجہ عائشہ کے موافق ہوا اور آیات افک سے بھی برأت عائشہ کی ظاہر ہوئی۔ تب عائشہ حضرت کے گھر آئیں مگر علی کی اس رائے کا جو اثر عائشہ کے قلب پر ہوا وہ عظیم واقعات تاریخی کا باعث ہوا۔

خفگی عائشہ کی ایک وجہ

نتیجہ جنگ

بعضوں نے اس غزوہ و واقعہ کو سال ششم میں لکھا ہے۔ یہ غزوہ اگرچہ کچھ زیادہ عظیم نہ تھا مگر واقعات مذکورہ بالا کے لحاظ سے ایک خاص عنوان رکھتا ہے کہ جن سے منافقین کی حالت کی کسیقدر پردہ دری ہو کر رسول کے عدیم المثال اخلاق و مروت کا اظہار ہوا اور جنسے عائشہ کے دل میں علی کی طرف سے علاوہ سوکنا پہ و خصوصیت حضرت کے ایک اور وجہ کدورت و کاوش کی پیدا ہو گئی جسکے نتائج آئندہ بعد حضرت کے ظاہر ہوئے۔ اسی سفر میں ایک مقام پر پانی نہ ملنے کی وجہ سے آیۂ تیمم نازل ہوئی۔

غزوہ احزاب عرف غزوہ خندق۔ علی کا بیان۔ عمرو عبدود سے جنگ و فتح

غزوہ احزاب

غزوہ خندق

رمضان ۵ھ

اسباب

یہودیان قبیلہ بنی النضیر جو ۴ھ میں جلاوطن کر دیئے گئے تھے اور مختلف مقامات پر آباد ہو گئے تھے انہیں کی ایک جماعت مثل حی بن اخطب۔ سلام بن ابی الحقیق۔ کنانہ بن ربیع۔ ہودہ بن قیس ابو عمارہ وغیرہ کے مع تابعین خود مقام خیبر میں جا کر آباد ہوئے تھی انکو اپنے گھر و نکا خیال آیا اور انتقام کی فکر ہوئی۔ انکو اس سے بہتر اور کوئی راہ نہ معلوم ہوئی کہ سرداران مکہ سے مدد لیجاوے۔ چنانچہ ان میں سے بیس آدمی مع ابو عامر راہب کے مکہ گئے اور مشرکین مکہ سے ملکر ابو سفیان اور دیگر اشراف قریش کیساتھ عہد کیا گیا۔ اور کعبہ میں قسمیں کھائی گئیں کہ جب تک جسم میں جان رہیگی جنگ محمد سے ہاتھ نہ اٹھاینگے۔ چنانچہ سامان جنگ شروع ہو گئے۔ امرائے نضیر وقت اجتماع مقرر کر کے مکہ سے واپس آئے اور قبیلہ غطفان کے پاس جا کر انکو خرما کے یک سالہ کے وعدہ پر متفق کیا اور اور قبائل کنانہ و قریظہ وغیرہ کو بھی شریک حال کیا۔

فراہمی لشکر قریش

مکہ سے ابو سفیان نے چار ہزار آدمیوں کا لشکر جمع کر کے جنمیں ڈیڑھ ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے نعمان بن ابی طلحہ کو علمدار لشکر بنا کر کوچ کیا۔ عتبہ بن حصین سردار قبیلہ غطفان۔ طلحہ بن خویلد سردار بنی اسد۔ ابو الاعور اسلمی سردار بنی سلیم و سرداران دیگر قبائل مثل حارث بن عوف۔ سعد بن بریرہ وغیرہ بھی اپنا اپنا لشکر تیار کر کے لشکر قریش سے آملے اور اسطرح ایک لشکر عظیم تیار ہو کر مدینہ کیطرف چلا۔

اصحاب سے مشورہ

رسول اللہ کو جو اس عظیم تیاری و لشکر کی خبر ملی تو حضرت نے اصحاب سے جو اسوقت صرف سات سو تھے مشورہ کیا۔ عبد اللہ بن ابی سلول کی رائے تھی کہ شہر سے باہر جنگ کرنی نہ ہوئی۔ اور اکثر اصحاب نے بھی اسی رائے کو پسند کیا۔ سلمان فارسی نے گرد شہر اور لشکر کے ایک خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ یہ رائے بھی پسند ہوئی اور تیاری شروع کر دی گئی۔

تعداد لشکر اسلام و کھدائی خندق

حضرت نے ابن مکتوم کو مدینہ میں خلیفہ مقرر کر کے علم انصار سعد بن عبادہ کو و علم مہاجرین زید بن حارث کو دیکر تین ہزار آدمیوں کے

ساتہ یہ دن شہر اگر دامن کوہ سلع مین جو قریب شہر تہا لشکر گاہ قرار دیا۔ اور گرد لشکر و آبادی خندق حسب رائے سلمان فارسی کہودنے کا حکم دیا۔ اور حضرت نے خود ابتدا کہودنے کی کی حضرت کہودتے تھے اور علی مٹی ڈہوتے تھے۔ کہدائی تمام مسلمانون پر تقسیم کردی گئی تھی ہر دس آدمیونکے واسطے۔ دس گز کہدائی مقرر تھی۔ سلمان فارسی نے اپنے واسطے اور ونسے دو چند کہدائی لی تھی۔ انصار انکو اپنی طرف اور مہاجرین اپنی ذیل میں بتلاتے تھے حضرت نے یہ فرما کر "سلمان منا اهل البیت" اسکا تصفیہ کردیا۔ اس خندق کی کہدائی مین حضرت اصحاب حضرت پر سخت محنت شاقہ پڑی رمضان کا موسم تہا روزہ کیحالت مین کہدائی کا کام اسپر موسم کی سختی اور ناداری کا تعب پیٹ پر پتھر باندھ باندھ کر خندق کہودی گئی چہ۔ روز میں خندق تیار ہوئی ایک مقام پر ایک پتھر نکل آیا تہا جو کسیطرح نہ ٹوٹتا تہا حضور تشریف لے گئے اور اسپر وضو کیا اور خود بیلچہ لیکر اسپر مارا تیسری ضرب مین وہ پتھر ٹوٹ گیا خندق مذکور میں آٹھ مقام پر راستے رکہے گئے تھے ہر راستہ پر ایک جماعت مہاجرین و انصار کی محافظ مقرر کی گئی تہی۔ ایک جانب سے خندق پورے طور پر درست نہوئی تھی اس کی حفاظت حضرت نے خود اپنے ذمہ لی تھی۔ اس خندق کیوجہ سے یہ جنگ غزوہ خندق کے نام سے موسوم و مشہور ہوئی ✥

تیاری خندق سے تین دن کے بعد لشکر قریش و یہود جو تعداد میں دس ہزار و بقولے سترہ ہزار تہا پہنچا جنہوں نے پہونچتے ہی محاصرہ مسلمانوں کا کرلیا مگر خندق کو دیکھکر حیران تھے کیونکہ پیشتر عرب میں یہ طریقہ رائج نہ تہا نئی بات تھی۔ قریش و بنی کنانہ و بنی سلیم و بنی ہلال وسط وادی و انتہائے وادی میں تھے۔ مالک بن عوف عقبہ بن حصین معہ بنی اسد و بنی غطفان و بنی فزارہ وادی کے بالائی حصہ پر جانب شرق مدینہ فروکش متعینات تھے۔ ابوسفیان نے اشارہ سے مقام عقیق سے حی بن اخطب کو بنی قریظہ کے پاس جو حضرت سے صلح و عہد کرچکے تھے۔ بہیجا تہا کہ انکو بھی اغوا کرکے ملا لے چنانچہ حی بن اخطب نے انکو بھی کوشش کرکے اور تعداد لشکر کفار سے اطمینان دلا کر ملا لیا اور وہ بھی رسول سے عہد شکنی پر آمادہ ہوگئے حضرت کو جب معلوم ہوا تو سعد بن معاذ و سعد بن عبادہ و اسید بن حضیر و عبداللہ بن رواحہ کو جو قبیلہ اوس سے تھے و ہم سوگند بنی قریظہ کے تھے انکے پاس بغرض نصیحت و فہمایش بہیجا مگر یہ لوگ ناکام واپس آئے تو حضرت نے فرمایا کہ "حسبنا الله ونعم الوکیل"۔ کثرت فوج دشمن و عہد شکنی بنی قریظہ سے مسلمانونکے دلوں میں بھی خوف و ہراس پیدا ہوگیا تہا۔ اخبار میں ہے کہ شدت محاصرہ سے کم ایسے لوگ اسلام میں تھے جو ایمان میں متزلزل نہوگئے ہوں معیط بن قشیر نے جو منافقین میں تہا مسلمانوں کو بہکایا کہ گہروں کو واپس چلو ورنہ تباہ ہوجاؤگے بعض ضعیف الاعتقاد تنہائی اہل و عیال کا بہانہ کرکے واپس چلے بھی گئے ✥

رسول نے مسلمانوں کی بددلی دیکھکر یہ تدبیر سوچی کہ مشرکین میں سے عقبہ بن حصین و حارث بن عوف کو بذریعہ صلح توڑ لیا جاوے تاکہ دشمنوں میں تفرقہ پڑجائے۔ چنانچہ ان سے گفتگو کرائی کہ ایک ثلث باغات مدینہ لیکر جنگ سے علیحدہ ہوجائیں اور وہ آمادہ ہوگئے

لشکر قریش و یہود

بنو قریظہ کو بھی ایک کرلیا

بجتمن

مگر انصار مدینہ اسپر راضی نہوئے۔ لہذا جواب دیدیا گیا۔ اسی اثنا مین نعیم بن مسعود اشجعی جو داخلہ لشکر قریش سے تین دن پہلے مسلمان ہوا تہا لیکن کسیکو اسکا علم نہ تہا۔ اسنے حضرت سے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں دشمنو نمیں جاکر درمیان قریش و بنی قریظہ کے تفرقہ ڈالدوں۔ حضرت نے اسکو اجازت دی اور واپس کردیا ٭

آغاز جنگ

عمرو بن عبدود

قریش خندق

کرکے مبارز

قریش و یہود محاصرہ کئے ہوئے تہے مسلمان اندر حصار و خندق کے تہے۔ جانبین سے کبھی سنگ باری کبھی تیر اندازی ہوتی تھی ایک روز دشمنو نکا نامی سپہ سالار عمرو بن عبدود جو جنگ بدر مین زخمی ہو کر نکل گیا تہا اور جسکو فارس یلیل کہتے تہے اور جو عرب میں نہایت دلیر و جری مقابل یکہزار سوار و نکے مانا جاتا تہا۔ اور عکرمہ بن ابو جہل و ہبیرہ بن ابی وہب و ضرار بن الخطاب و نوفل بن عبداللہ کے اپنی بہادری کے جوہر دکہانے گہوڑے اڑاتے ہوئے میدان میں آئے اور عمرو بن عبدود نے گہوڑے کو تازیانہ مارا اور خندق کو پار کرکے مقابل لشکر اسلام آکر رجز خواں ہوا اور مبارز طلب کیا۔ اسکی بہادری کی یہ شان اور زیادہ موثر ہوگئی کہ

بہادران اسلام کے خون خوف

حضرت عمر کا بیان مخالف کا قصہ بیجا

لشکر اسلام کے بہادر جو اسکی بہادری کی شہرت سنے ہوئے تہے بقول روضۃ الصفا "سر با در پیش افگندہ خشک بایستادند" حضرت نے یہ سکوت اہل اسلام دیکھکر پوچھا کہ تامل کی کیا وجہ ہے تو بقول اسی مورخ کے حضرت عمر نے ایک قصہ بیان کیا کہ کسطرح عمرو بن عبدود سفر شام میں انکے قافلہ کے ساتھ تہا ڈاکوں نے حملہ کیا اور اسنے بجائے سپر کے بچہ شتر کو اٹہا کر ڈاکو نکا مقابلہ کیا اور انکو بہگا دیا۔ اس سے غالباً رہی سہی جرأت بہی بہادران اسلام کی ختم ہوگئی ہوگی۔ بقول "مولف تاریخ الاسلام" تین مرتبہ حضرت نے اصحاب سے پوچھا کہ تم مین کوئی ہمت کریگا کہ اسکے مقابلہ کو جائے تینوں مرتبہ سوائے نہنگ دریائے شجاعت علی بن ابیطالب کے کوئی نہ بولا۔ عمرو بن عبدود نے تیسری مرتبہ نہایت سخت جملے سے اہل اسلام کو مخاطب کیا کہ کیا تم مین کوئی مرد نہیں ہے جو مقابلہ کو آئے۔ وہی قصم جو رسول کو طفلان قریش کی سنگ افگنی سے بچانے کی کوشش کرتا تہا۔ اور جنگ احد میں رسول

علی مقابلہ کو جاتے

کے اور اسلام کے آڑے وقت کام آکر لا فتی الا علی کا خطاب پا چکا تہا اسوقت بہی اسلام پر سے اس نخراش طعن کو رفع کرنے کیلئے کہڑا ہوگیا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ وہ اسلام کا سناٹا اسوقت تک قایم رہتا جب تک کہ وہ تنہا اسلام کو ذلیل کرنے کیلئے لشکر اسلام پر حملہ نہ کردیتا اور اسکی تشفی کو اسلام سے چوگنا لشکر تہا جسکا حشر جو کچھ ہوتا وہ ظاہر ہے۔ رسول کو اب سوائے اسکے کچھ چارہ نہ تہا کہ یا خود لڑنے جاتے یا علی کو بہیجتے۔ حضرت نے علی کو اپنی ذوالفقار عنایت فرمائی اور زرہ پہنائی اور عمامہ رکہا اور اجازت جنگ عنایت فرمائی اور دعائے نصرت الہی کی اور جب علی روانہ ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ "برز الایمان کلہ الی الکفر کلہ" یعنی آج کل ایمان کل کفر کے مقابل ہے۔ یہ رسول کی زبان کے نکلے ہوئے الفاظ تہے جو "وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی" کے خلعت سے سرفراز تہے جس مین مبالغہ آمیزی یا نقص تشبیہ کا گمان نہیں ہو سکتا اب کل ایمان

کل ایمان مقابلہ کفر کے

رسول کی

کے معنی کی و ... کا ناظرین خود اندازہ کرلیں۔ بروایت روضۃ الصفا حضرت نے یہ بہی دعا فرمائی تہی کہ "پروردگارا تو علی کی

مدد کرنا تو نے عبیدہ کو بدر میں اور حمزہ کو احد میں اٹھا لیا۔ اب تیرے رسول کی حفاظت کو صرف علی رہگیا ہے تو اس کی
حفاظت کرنا۔" اس صرف کے لفظ سے جو نتیجہ نکلتا ہے اسکا ادراک بھی ناظرین خود فرمالینگے۔

بہرحال اسلام کا یہ بہادر و جانباز مبارز متانت و اطمینان کیساتھ رجز پڑھتا اور اپنے نام و نسب سے آگاہ کرتا ہوا پیادہ دشمن
کے سامنے پہنچا۔ اور عمرو بن عبدود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تین باتوں میں سے جو تجھکو پسند آئے اسکو قبول کر کیونکہ میں نے سنا ہے
کہ تیرا قول بھی یہی ہے۔ اسنے کہا کہ وہ کیا ہیں ارشاد ہوا کہ اول تو یہ کہ اسلام قبول کر اور کہہ لا الہ الا اللہ و محمد رسول
اللہ اور اگر یہ نہیں تو بلا جنگ کئے واپس چلا جا اور کار رسول میں دخل نہ دے۔ اور یہ بھی منظور نہو تو گھوڑے سے اتر کر
پیادہ جنگ کر۔ عمرو نے ہنس کر کہا کہ بھتیجے تو واپس جا تو ابھی جنگ کی قابل نہیں شیخین قریش یعنی ابوبکر و عمر کو جنگ کیلئے
بھیجدے (روضۃ الصفا) تیرے باپ سے مجھ سے دوستی تھی میں پسند نہیں کرتا کہ تیرا خون میرے ہاتھ سے ہو۔" علی نے فوراً
جواب دیا کہ "لیکن میں پسند کرتا ہوں کہ تیرا خون میرے ہاتھ سے ہو۔" بہادر دشمن کو اب اس جواب پر غصہ آگیا اور اپنی
شرط کیموافق فوراً گھوڑے سے کود پڑا اور جوش میں اپنے گھوڑے کو ایک ہاتھ میں پے کر دیا۔ اب دونوں بہادروں میں
نہایت خوفناک سختی سے شمشیر زنی ہونے لگی۔ رد و بدل میں اس قدر گرد اٹھی کہ دونوں بہادر نظروں سے غایب ہوگئے
دونوں طرف کے لشکر والے امید و بیم کی حالت میں نظریں جمائے ان دونوں جنگجوؤں کی لڑائی دیکھ رہے تھے۔ آپس میں شروع
چلے عمرو بن عبدود کی ایک تلوار زور و نمیں علی کے سر پر پڑی جس نے سپر کو کاٹ کر سر پر پورا زخم پہنچایا۔ مگر اس بہادر کو
مطلق ہراس نہ ہوا اور اپنے مقابل پر ایسا وار کیا کہ اسکا سر علیحدہ ہو کر دور جا گرا اور زخمی شیر نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ تب لشکر
اسلام کے خوف زدہ سپاہی سمجھے کہ علی نے دشمن پر فتح پائی۔ یہ زخمی مجاہد اپنے زخم سر کو باندھنے بھی نہ پایا تھا کہ عمرو کے ہمراہی
ضرار و ہبیرہ و نوفل نے اسپر حملہ کر دیا۔ اس بہادر نے نہایت بہادری سے انکا مقابلہ کیا اور ہبیرہ کو بھی زخمی کیا۔ ضرار و
نوفل بھاگے۔ نوفل خندق میں گر پڑا۔ علی نے مثل شیر گرسنہ خندق میں کود کر اسکا سر بھی علیحدہ کر دیا اور مظفر و منصور خدمت
نبوی میں آکر سے کے تحفہ ان ملاعین کے حضرت کے قدموں میں ڈالدیئے اور فخریہ چند اشعار پڑھے جنمیں سے دو شعر حسب ذیل ہیں

عبد الحجارۃ من سفاہۃ رائہ — وعبدت رب محمد بصواب

یہ اپنی بیوقوفی سے پتھروں کو پوجتا تھا — اور میں محمد کے پروردگار کی صحیح عبادت کرتا ہوں

لا تحسبن اللہ خاذل دینہ — ونبیہ یا معشر الاحزاب

تم لوگ یہ سمجھنا کہ خدا مدد کر یگا اپنے دین کی — اور اپنے نبی کی۔ اے خندق والو

اب ناظرین خود غور فرما سکتے ہیں کہ اس فتح کی رسول کو کس قدر خوشی ہوئی ہوگی اور علی کی جانفروشی سے جس اسلام کی جان بچ گئے

(margin notes: علی کا عمرو بن عبدود سے مقابلہ — دونوں بہادروں کی جنگ — علی کی فتح)

بجا ہی کسقدر قدر و منزلت رسول کے دلمیں بڑہی ہوگی۔ اب وہ لوگ جو علی سے دوسروں کی مساوات یا افضلیت کے قائل ہیں ذرا زبان رسول سے سنیں کہ کیا ارشاد ہو رہا ہے ارشاد ہوتا ہے "ضربة علي يوم الخندق افضل من عبادة الثقلين يا من اعمال امتي الى يوم القيامة" علی کی ضرب یوم خندق عبادت جن وانس یا میری امت کے قیامت تک کے اعمال سے افضل ہے۔ کیا یہ ارشاد محض علی کی محبت کیوجہ سے ہو رہا ہے جیسا کہ اور ارشادات کی نسبت کہدیا جاتا ہے؟ یا واقعی علیؑ کی سرفروشی ہی ایسے نازک وقت میں جبکہ سب کے خون خشک ہو گئے تھے کچھ ایسی ہوئی ہے جو قدردان نبی کی زبان صداقت نشان سے ایسا کہلوا رہی ہے۔ کیا یہ کوئی شاعرانہ مبالغہ ہے یا واقعی اگر وہ نہوتا جو علی کی ہمت و بہادری سے ہوا تو معلوم کس مدت تکمیل کیواسطے رسول کا وہ ابھرتا ہوا دین دب جاتا بلکہ عجب نہیں کہ اسلامی ترقی ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاتی اور اس جلاوطن نبی کو مدینہ میں بھی رہنے کی جگہ نہ ملتی۔ لہذا رسول کا یہ بیش بہا انعام حقیقی امر واقعہ کا اظہار تھا۔

رسول کی تعریف

"روضۃ الصفا" کیموافق حضرت عمر و ابوبکر نے اسوقت علی کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور کیوں نہ دیتے کیونکہ عمرو کے مارے جانے سے جس سے دس ہزار کی پشت قوی تھی دین اسلام اور مسلمانوں پر سے وہ بلا ٹلی جسکے دفعیہ کی کسی میں ہمت و طاقت نہ تھی۔ آج کی اس شکست اور عمرو بن عبدود سے بہادر کے مارے جانے سے لشکر مشرکین کی کمر ٹوٹ گئی اور ان پر ایسی پریشانی و وحشت طاری ہوئی کہ سب میدان چھوڑ کر منزل عقیق یا عقیف پر جا کر ٹھیرے۔ اور آج کا مخدوش دن بھی ہاشمیوں کے ہاتھ رہا۔

شیخین کی قدردانی

دشمن نے میدان چھوڑا

اسی دوران میں نعیم بن مسعود غطفانی نے بھی حسب ماموری حضرت یہ چال چلی کہ وہ اول بنی قریظہ کے پاس گیا اور انسے کہا کہ قریش میں یہ صلاح ہوئی ہے کہ اب تمکو آگے کرینگے تاکہ اگر فتح ہوئی تو انکا کام ہوا اور اگر شکست ہوئی مارے تم گئے وہ سلامت نکل جائینگے اور بعد جنگ کے چونکہ تمنے مسلمانوں سے عہد شکنی کی ہے مسلمان تم سے انتقام لینگے قریش تو دور سے کیا تمہاری امداد کو پہنچ سکینگے لہذا اگر قریش تمکو بلائیں تو تم انسے یہ کہو کہ وہ کچھ آدمی اپنے تمہارے پاس ضمانت میں چھوڑ دیں تاکہ بعد انکے چلے جانے کے وہ تمہاری حفاظت کر سکیں۔ ان لوگوں نے نعیم کی رائے کو پسند کیا اور ایسا ہی ارادہ کر لیا۔ پھر نعیم قریش کے پاس گیا۔ اور ابوسفیان سے کہا کہ اسکو خبر ملی ہے کہ بنی قریظہ نقض عہد سے پشیمان ہو کر محمدؐ سے مل گئے ہیں اور یہ طے کیا ہے کہ تمہارے کچھ آدمی اپنی ضمانت لیکر انکو مسلمانوں کے حوالہ کر دیں اور خود بحفاظت اپنے گھروں میں رہیں۔ تم اپنے آدمی ہرگز انکو نہ دینا۔ انکو بھی اس رائے پر آمادہ کر لیا۔

نعیم کی تدبیر و مین تصر

اب دوسرے روز جو قریش بغرض جنگ قریب خندق آئے اور جانبین سے تیر اندازی شروع ہوئی تو قریش نے بنی قریظہ سے آگے بڑھنے کو کہا۔ بنی قریظہ نے اسی نعیم کی صلاح کیموافق پیغام دیا کہ اول کچھ آدمی اپنے ہماری حفاظت آئندہ کیواسطے ضمانت میں ہمکو دیدو جس سے قریش کو نعیم کی بات کا زیادہ یقین ہو گیا اور انہوں نے اپنے آدمی دینے سے صاف انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے بنی قریظہ و غطفان علیحدہ ہو کر میدان جنگ سے اپنے گھروں کو چلدیئے۔ اب ابوسفیان و قریش کو اور انتشار پیدا ہوا۔ اور بخوف

دشمن کا فرار
کی فتح

علی ابن ابیطالب کوئی شخص جنگ کو نہ نکلتا تھا شکستہ دل ہو کر میدان چھوڑ بھاگے اور بہ تعجیل تمام واپس ہو گئے۔ حذیفہ نے جو بخدمت جاسوسی مامور تھا حضرت کو قریش کے فرار کی خبر دی جس سے حضرت اور تمام اہل اسلام خوش ہوئے اور فتح اسلام کی رہی

علی شب کو گشت کرتے تھے

روضۃ الصفا کے موافق دوران محاصرۂ قریش میں علی شب کو گرد لشکر گشت کیا کرتے تھے اور اکثر خندق کے اُس پار چلے جاتے تھے۔ اور کبھی کبھی قریش کے کسی سپاہی سے جنگ بھی ہو جاتی تھی۔ یہ جنگ بھی مثل بدر و اُحد وغیرہ کے علی کی بے مثال شجاعت بہادری کی بدولت فتح ہوئی جب میدان خالی ہو گیا تو عمرو بن عبدود کی بہن اسکی لاش پر آئی اور جب اُسنے دیکھا کہ دستور عرب کے موافق قاتل نے مقتول کا اسلحہ جنگ مثل زرہ و خود وغیرہ کے نہیں اتارا ہے حالانکہ عمرو کی زرہ بلحاظ قیمت عرب میں مشہور تھی تو اسکے منہ سے بے ساختہ نکل گیا کہ "ما قتله الا كفوا كريم" اور جب اسکو معلوم ہوا کہ اسکے قاتل علی ہیں تو اُسنے دو شعر کہے ؎

عمرو بن عبدود کی بہن کے اشعار

لو كان قاتل عمرو غير قاتله ۔ لكنت ابكي عليه آخر الابد ۔ لكن قاتله من لا يعاب به ۔ من كان يدعى قديما بيضة البلد

اگر عمرو کا قاتل سوا اُس کے اس قاتل کے ہوتا تو میں اسپر ہمیشہ رویا کرتی لیکن اسکا قاتل وہ ہے جسکے نسب میں کوئی عیب نہیں اور وہ ہمیشہ شہر کا سردار مانا گیا ہے

اس جنگ میں لشکر اسلام میں سے سعد بن معاذ انصاری جو نہایت عقیدتمند مسلمان تھے تیر سے سخت مجروح ہو گئے تھے جو بعد غزوہ بنی قریظہ فوت ہوئے۔

غزوہ بنی قریظہ شوال ۵ھ

غزوہ بنی قریظہ شوال ۵ھ

سبب غزوہ

جب مشرکین قریش ہمراہ ابوسفیان جنگ خندق سے منکوب واپس گئے اور بنی قریظہ اپنے قلعہ کو واپس ہوئے تو حی بن اخطب یہودی بھی جو قبیلہ بنی النضیر سے تھا جسنے بر عزم جلاوطنی لعنت بلا لشکر ابوسفیان قبیلہ بنی قریظہ کو مسلمانوں سے عہد شکنی پر آمادہ کیا تھا اور بھاگ کر قلعہ بنی قریظہ میں چلا گیا تھا اُسنے پھر بنی قریظہ میں مقیم رہکر انکو مسلمانوں سے جنگ کرنے کی تحریص کی اور انمیں مشورے ہونے لگے۔ رسول اللہ بعد فراغت جنگ خندق واپس مدینہ تشریف لے گئے۔ اور اسلحہ وغیرہ اتار کر جناب فاطمہ زہرا نے آب گرم سے گرد و غبار چہرہ مبارک سے صاف کیا تھا کہ بنی قریظہ و حی بن اخطب کے مشوروں کی خبر پہنچی بنی قریظہ ایک تو خلاف عہد نامہ قریش کے ساتھ حضرت سے جنگ کو آئے تھے دوسرے حی بن اخطب جلاوطن کردہ حضرت کو اپنے یہاں جگہ دی تھی اور اب پھر جنگ کے مشورہ تھے لہذا حضرت نے فوراً بلال کے ذریعہ سے منادی کرائی کہ کوئی اسلحہ جنگ نہ اتارے بلکہ نماز عصر قلعہ بنی قریظہ کے سامنے ادا کیجائیگی

علی علمدار کرکے آگے بھیجے گئے

اپنے بہادر علمدار علی کو بلا کر علم سیاہ جو عقاب کے نام سے موسوم تھا حوالہ کر کے مع ایک جماعت مہاجرین کے آگے روانہ کیا اور انکے عقب میں دستہ دستہ کر کے فوج روانہ کی اور پیچھے خود حضرت مسلح گھوڑے پر سوار ہو کر باقی لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے خالد بلکہ بلال نیزہ لئے حضرت کے آگے تھا۔ راستہ میں قبیلہ بنی النجار و بنی عبدالاشہل جو موافق حضرت کے تھے تیار ملے انکو ساتھ لے لیا کل لشکر کی تعداد تین ہزار کی ہو گئی جس میں ۳۶ گھوڑے تھے قریب شام مقام قریظہ پر پہنچے۔ علی علمدار لشکر جب

قلعہ بنی قریظہ کے سامنے پہنچے تھے۔ تو لوگوں نے دور سے دیکھکر کہا کہ "دیکھو قاتل عمرو آرہا ہے" جسکو سنکر علی نے نعرہ مستانہ لہجہ مین کہا کہ "الحمد للہ الذی اظہر الاسلام و قمع الشرک و الظلام" یہودیوں نے قلعہ کے فصیلوں پر سے کچھ کلمات سوادبی کے رسول کی شان مین کہے تھے جو بوجہ قلعہ بند ہونیکے اسوقت کچھ قابو مین نہ آسکتے تھے۔ رسول کے پہنچنے پر اس تیہ دان علی نے فوراً آگے بڑھکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ یہودیوں کے قلعہ کے پاس نجائین یہ سب انشاء اللہ بہت جلد ذلیل ہونگے۔ رسول نے پوچھا کہ کیا تمنے کچھ انسے ایسی باتین سنی مین جو میری ایذا کے باعث ہوں۔ عرض کیا کہ "ہاں اے نبی اللہ" چنانچہ فوراً قلعہ کا محاصرہ کر لیا گیا

قلعہ دشمن کا محاصرہ

آغاز جنگ

بنی قریظہ نے محصور ہوکر قلعہ پر سے تیر اندازی شروع کی ادہر سے بھی تیروں سے جواب دیا گیا۔ پندرہ روز و بقولے ۲۵ روز تک محاصرہ رہا۔ علی اکثر رات کو قلعہ کے گرد گشت لگایا کرتے تھے۔ کبھی کبھی تیروں اور پتھروں سے جنگ بھی ہو جاتی تھی قلعہ سے باہر آکر جنگ کرنیکی دشمن کو ہمت نہوتی تھی۔ بالآخر محاصرہ سے تنگ آکر اور خوف زدہ ہوکر غزال بن شموئل و بروایتے نباش بن قیس کے ذریعہ سے پیغام صلح حضرت کے پاس بھیجا کہ ہمکو اجازت دیجائے کہ ہم بھی مثل بنی نضیر کے مال و اسباب چھوڑکر جلا وطن ہو جائین چونکہ یہ عہد شکنی کر چکے تھے حضرت نے منظور نہ کیا تو انہوں نے خفیہ طور پر مسلمانوں میں سے ابو لبابہ بن منذر کو جو انکا ہم سوگند تھا بلوایا اور اس سے سفارش کیواسطے کہا۔ ابو لبابہ نے بلا استمزاج حضور انسے وعدہ کر لیا کہ تملوگ قلعہ سے باہر نکل آؤ مین قتل سے بچا لونگا۔ مگر حضرت نے ابو لبابہ کی سفارش کو نہ مانا اور بنی قریظہ جو ابو لبابہ کے وعدہ کیموافق قلعہ سے نکلے تو سب کو گرفتار کرا لیا۔ ابو لبابہ پشیمان و در مکدر ہوکر مدینہ چلا گیا۔ قلعہ پر قبضہ اور اسلحہ و مال اسباب سب ضبط کر لیا گیا۔

دشمن مغلوب ہوا

قلعہ پر قبضہ کیا گیا

گرفتاری اسیران و انجام

اسیروں کی جان بخشی و رہائی کی بابت قبیلہ اوس نے بھی جو انکے ہم سوگند تھے حضرت سے بہت سفارش کی رائے یہ ہوئی کہ کسیکو اس بارہ میں حکم کر دیا جائے چنانچہ سعد بن معاذ جو قبیلہ اوس ہی سے تھے منتخب کئے گئے۔ بنی قریظہ نے بھی قبیلہ اوس کے بہروسہ پر منظور کر لیا سعد بن معاذ نے بلا لحاظ مخالفت قبیلہ خود انکے قتل کا فیصلہ دیا۔ چنانچہ مدینہ لاکر ۷۰۰ مرد و بروایتے کل ۹۰۰ مرد انکو قتل کرا دیا گیا جن میں کعب بن اسید و حی بن اخطب بھی تھا۔ عورتین و بچے تقسیم کر دیئے گئے۔ سعد بن معاذ اس فیصلے کے بعد بوجہ زخم شدید کے جو خندق مین آیا تھا شہید ہو گئے۔ ابو لبابہ بعد ازاں منفعل ہوا اور بہت دنوں تک بوجہ تکدر حضرت ستون مسجد سے اپنے آپکو باندھکر توبہ و استغفار کرتا رہا۔ بالآخر بموجب نزول آیہ "و آخرون اعترفوا...... ھو التواب الرحیم" اس کی توبہ قبول ہوئی جس کی خوشی مین اس نے اپنا ایک ثلث مال صدقہ مین دیا۔

رسول کے قتل کی تدبیر و اسکا جواب

ابو سفیان کی تدبیر قتل رسول کے واسطے

اب ابو سفیان نے بعد شکست جنگ خندق کے مکہ آکر بحران نامی ایک اعرابی کو خفیہ طور پر آنحضرت کے قتل کرنے کے لیے مدینہ بھیجا جو ایک خنجر اپنی کمر مین چھپا کر بعجلت تمام مدینہ آیا حضرت اسوقت قبیلہ بنی الاشہل میں تشریف فرما تھے اور جماعت اصحاب کے ساتھ

وہ دونو مسجد پر بیٹھے مصروف کلام تھے یہ اعرابی اس جلسہ میں پہنچا اور دریافت کیا کہ پسر عبد المطلب کون ہے حضرت نے فرمایا کہ میں ہوں وہ حضرت کیطرف متوجہ ہوا کہ اسید بن خضیر نے اسکی کمر پر ہاتہہ رکہکر دریافت کیا کہ کون ہے اتفاق سے اسید کا ہاتہہ اسکے خنجر پر لگا وہ فوراً گرفتار کر لیا گیا جسنے تمام اصلیت واقعہ بیان کر دی اور معافی کا خواستگار ہوا اور مسلمان ہو گیا حضرت نے معاف کر دیا۔

کوشش قتل ابوسفیان

جب ابوسفیان کیطرف سے یہ حرکت ظہور میں آئی تو ادہر سے بہی دو شخص عمرو بن امیہ ضمیری سلام بن مسلمہ اسکے جواب میں قتل ابوسفیان کیواسطے مکہ بھیجے گئے۔ یہ دونوں خفیہ طور پر مکہ میں گئے اور منتظر موقعہ تھے کہ ایکروز دوران طواف میں قریش میں سے ایکنے عمرو بن امیہ کو پہچان لیا اور مردمان مکہ کو آگاہ کر دیا وہ دوڑ پڑے یہ دونوں ہجوم میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ سلام بن مسلمہ تو اول ہی نکلکر اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کیطرف کو بہاگ آئے۔ عمرو بہی پہاڑ کیطرف کو بہاگا۔ عثمان بن مالک صدر راہ ہوا۔ عمرو نے ایک خنجر اسکے مارا وہ چلا کر گرا مردمان مکہ اسکی طرف متوجہ ہوئے یہ موقعہ پاکر نکل آیا اور ایک درہ میں جا چہپا وہاں بہی اتفاق سے کفار میں سے ایک شخص موجود تہا انہوں نے رات میں اسکو بہی قتل کیا صبحکو وہاں سے چلے تو دو جاسوس قریش کے ملے انہوں نے ان میں سے ایک کو تیر سے ہلاک کیا۔ دوسرا بہاگ گیا۔ یہ بہی بخیریت مدینہ آگئے +

سریہ ابو عبیدہ جراح

ماہ ذی الحجہ میں حضرت نے ابو عبیدہ جراح کو معہ چالیس آدمیوں کی جماعت کے جانب سیف البحر روانہ کیا تہا مخالفین بہاگ گئے ایک ہی کو گرفتار کر کے لے گئے جو مسلمان ہو گیا بجز اسکے اور کوئی مفصل حال اس سریہ کا کہ کسکے مقابل تہا اور کیوں تاریخ سے معلوم نہیں ہوتا

عقد حضرت با زینب مطلقہ زید و تردید الزام

عقد زینب بنت جحش مطلقہ زید و تردید الزام

اسی سال حضرت نے زینب بنت جحش مطلقہ زید غلام و متبنے خود سے عقد کیا اس عقد کے متعلق مخالفین اسلام بہت زیادہ اعتراض حضرت پر کرتے ہیں کہ حضرت نے زید سے خود طلاق دلوائی اور پسر متبنے کی زوجہ سے عقد کیا۔ حالانکہ یہ بالکل لغو اعتراض ہے واقعہ اصلی یہ ہے کہ زینب جو واقعی حسین تہی ماں کیطرف سے اولاد عبد المطلب میں تہی۔ جب حضرت نے زید کے ساتہہ اسکا عقد کیا تہا جو حضرت کا غلام تہا تو اس تعلق کو زینب خود اور اسکے بہائی بوجہ ذلت پسند نہ کرتے تہے مگر حضرت نے زید کو اپنا متبنے کر کے اس غلامی کی ذلت و عیب کو کسیقدر دہو دیا تہا مگر اصلاً زینب خوش نہ تہی اور اسیوجہ سے وہ زید سے بدخلقی سے پیش آتی تہی اور حضرت کو بوجہ قرابت مادری اور اس خیال سے کہ میں نے ہی ان دونو کا عقد کیا ہے زینب کی پاسداری فرمایا کرتے تہے (جس سے ممکن ہے کہ زید کو یا اور لوگوں کو حضرت کے میلان طبع کا کچہہ اشتباہ ہو گیا ہو) زید نے بوجہ بدخلقی کے زینب کو بلا اطلاع حضرت طلاق دیدی اور دریافت پر یہی وجہ حضرت سے بیان کی۔ اب چونکہ وہ مطلقہ ایک غلام کی کہلائی جاتی تہی دوسرا کوئی اس سے عقد کرنے پر آمادہ نہ ہوتا۔ دوسرے زمانہ جاہلیت میں پسر متبنے مثل اولاد صلبی کے تصور ہو کر اس کی بیوہ یا مطلقہ حرام سمجہی جاتی تہی جو خلاف شریعت اسلام تہا حضرت کو اس کی بہی مثال قایم کرنی تہی۔ لہذا حضرت نے اس سے خود عقد کر لیا۔

تاکہ اہل اسلام کے قلوب سے وہ امتناع وعیب ناجائز کے خیالات دفع ہوکر مسئلہ شرعی کا رواج قایم ہو کیونکہ پیغمبر پر لازم ہے کہ ہر حکم شریعت کی تعمیل اپنی امت کو خود کرکے دکہلا دے تاکہ حجت قایم ہو اور امت یہ نہ کہہ سکے کہ رسول تو خود بہی ایسے امور سے کراہت کرتے تھے پہر یہ بہی کہ حضرت کے جسقدر عقد سوا حضرت خدیجہ کے ہوئے وہ سب کسی نہ کسی شرعی اخلاقی یا پولیٹیکل سبب مصلحت پر مبنی تھے جنمیں سوا عائشہ کے اور کوئی باکرہ نہ تھی اور اکثر ایسی تہیں کہ بلحاظ عمر وصورت وحالات کے ان سے کوئی دوسرا عقد کرنے پر آمادہ نہ ہوتا اور انکی زندگیاں خراب ہو جاتیں۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ بعد انتقال حضرت خدیجہ کے جنکی زندگی تک حضرت نے کوئی دوسرا عقد نہیں کیا تہا۔ حضرت کی عمر ۵۰ سال سے متجاوز ہو چکی تھی اور فطرتاً قویٰ کے انحطاط کا زمانہ شروع ہو گیا تہا پس یہ کسیطرح یقین نہیں کیا جا سکتا کہ یہ تمام عقد بسبب تعیش تھے۔ کیونکہ یہ امر بالکل خلاف قیاس ہے کہ جس شخص کی قوت شہوانی شباب جوانی کے زمانہ میں ایسی محدود رہی کہ باوجود تمول قدرت کے بہی ضرورت نہ ہو زمانہ انحطاط میں وہ ایسی بڑہجائے کہ علاوہ کنیزوں کے اسکو چودہ عقد کرنے کی ضرورت ہو جائے پس اس سے کوئی الزام یا اعتراض حضرت پر عاید نہیں ہو سکتا۔

واقعات ۶ سنہ ہجری

بعض سرایا اسلام

سریہ محمد بن مسلمہ بجانب بنی کلاب ۱۰ محرم ۶ ہجری

ثمامہ بن اثال الحنفی سردار قبیلہ بنی حنیفہ سے تہا اہل مکہ کو غلہ بہیجا کرتا تہا اور زمانہ جنگ میں بہی سامان وغیرہ سے امداد دیا کرتا تہا جس سے انکو قوت حاصل ہوتی تہی۔ اس سال دسویں محرم کو حضرت نے محمد بن مسلمہ کو معہ انکے تیس ۳۰ آدمیوں کے بجانب نجد بمقابلہ بنی کلاب بہیجا تہا اور ثمامہ کی گوشمالی کی بہی ہدایت کردی تھی اتفاق سے اول ثمامہ ہی انکے ہاتھ لگ گیا اسکو گرفتار کر خدمت رسول میں پیش کیا گیا۔ حضرت نے چند یوم اسکو ستون سے بندہوا لیا۔ اور پہر کہلوا دیا۔ وہ مسلمان ہو گیا اب اُسنے غلہ بہیجنا مکہ کو بند کر دیا جب اہل مکہ کو سخت تکلیف غلہ کی ہوئی تو حضرت کے پاس فریادی تحریر بہیجی۔ اس رحمۃ للعالمین رسول نے باوجود اہل مکہ کے مظالم کے ازراہ ترحم ثمامہ کو پہر اجازت غلہ بہیجنے کی دیدی۔ اسی سریہ میں محمد بن مسلمہ نے بعد گرفتاری ثمامہ جاکر بنی بکر بن کلاب کو شکست دی جنمیں کے دو نفر قتل ہوئے باقی بہاگ گئے۔ ڈیڑہ سو اونٹ اور تین ہزار بکریاں مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئیں ۱۹ محرم کو یہ لوگ بعد فتح واپس مدینہ آئے۔

غزوہ بنی لحیان

روضۃ الصفا میں غزوہ بنی لحیان سال ہذا میں تحریر کیا ہے لیکن حیات القلوب میں ۴ سنہ کا واقعہ لکہا ہے جسکو ہم بہی اسی سال کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں۔

تاریخ حیات القلوب میں سال ہذا کے متعلق حسب ذیل پانچ سرایا کا مختصر تذکرہ ہے جنکا روضۃ الصفا میں کچھ ذکر نہیں ہے

ممکن ہے کہ خفیف و غیر ضروری تصور کرکے ترک کر دیئے گئے ہوں۔ لہذا درج کیجاتے ہیں ۔

سریہ اسید بن خضیر ربیع الآخر

(۱) قبیلہ بنی اشجع جو ایک شاخ بنی کنانہ کی ہے ہمسوگند بنی ضمرہ کے تھے جو قریب مدینہ رہتے تھے۔ بوجہ خشک سالی کے بنی اشجع کے سات سو آدمی اپنے بیابانسے بنی ضمرہ کے پاس چلے آئے تھے جو درہ تلیع میں مقیم ہوئے تھے جنکا سردار مسعود بن رخیلہ تھا حضرت کو انکی آمد کی خبر ملی تو ماہ ربیع الآخر میں اسید بن خضیر کو معہ چند آدمیوں کے انکی بابت جانچ کرنے اور خبر لانے کو بھیجا۔ اسید کے پہنچنے پر مسعود تعظیم سے پیش آیا اور دریافت پر ظاہر کیا کہ وہ بغرض صلح آئے ہیں نہ براہ جنگ۔ چنانچہ اسید اسکو اپنے ہمراہ حضور کی خدمت میں لائے جنسے حضرت نے صلح کر لی ۔

سریہ عکاشہ ربیع الاول

(۲) ماہ ربیع الاول میں عکاشہ بن محصن کو معہ ۴۰ سوار دیکے بجانب بنی عمرو بھیجا گیا تھا جو دوسرے روز بنی عمرہ کے سر پر پہنچ گئے وہ لوگ بھاگ گئے دو سو اونٹ انکے گرفتار کرکے مدینہ میں لائے جو تقسیم کر دیئے گئے ۔

سریہ زید بن حارثہ

(۳) زید بن حارثہ معہ ایک لشکر کے بلدہ جموم کو بمقابلہ بنی سلیم بھیجے گئے جو بہت سا مال غنیمت و اسیر گرفتار کرکے لائے

سریہ عمر بن خطاب

(۴) عمر بن خطاب معہ پندرہ نفر کے بمقام عیص بمقابلہ بنی ثعلبہ بھیجے گئے تھے۔ دشمن بھاگ گئے۔ بیس اونٹ انکے مسلمانوں کے ہاتھ آئے

سریہ عبدالرحمن بن عوف

(۵) ماہ شعبان میں عبدالرحمن بن عوف کو دومۃ الجندل بھیجا گیا۔ وہ سب مسلمان ہو گئے۔ تماضر دختر اصبغ سردار قبیلہ مذکور سے عبدالرحمن نے اپنا عقد کیا اور واپس مدینہ آئے ۔

سریہ علی ابن ابی طالب بجانب بنی سعد

حضرت کو خبر ملی کہ یہودیان قبیلہ بنی سعد جنکا سردار عبداللہ بن سعد تھا اور جو نواح فدک میں رہتے تھے لشکر جمع کر رہے ہیں اور یہودیان خیبر کی امداد سے مدینہ پر حملہ کرنیکا ارادہ ہے حضرت نے اپنے علمدار لشکر علی ابن ابیطالب کو معہ سو آدمیوں کی جماعت کے انکی سرکوبی کو بھیجا۔ یہ ذی ہوش سردار نہایت اس لئے کہ مبادا دشمن کو انکی نقل و حرکت کی خبر ہو جائے دن کو قیام و رات کو کوچ کرتا ہوا چلا۔ راستہ میں مقام ہجوان پر ایک آدمی گرفتار کیا گیا جسنے پناہ چاہی اور وعدہ کیا کہ لشکر اسلام کو اچانک دشمن کے سر پر پہنچا دیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسکی رہبری سے لشکر اسلام دفعتاً دشمن پر جا پڑا بنی سعد پریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے پانسو اونٹ اور دو ہزار بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں علی نے چند عمدہ اونٹ حضرت کے واسطے علیحدہ کرکے بعد نکالنے خمس کے باقی تقسیم کر دیئے اور واپس مدینہ آئے

غزوہ بنی قردہ۔ عرف غزوہ یمانہ

غزوہ بنی قردہ عرف غزوہ غابہ

سلمہ بن الاکوع و رباح غلامان حضرت معہ چرواہوں کے حضرت کے اونٹ چرانے کیلئے بیرون مدینہ لائے تھے۔ عبدالرحمن بن عیینہ بن حصین معہ ایک گروہ کے ان پر آ پڑا اور ایک چرواہے کو مار ڈالا اور اونٹ ہانک لیچلا۔ سلمہ نے فوراً رباح کو اپنے گھوڑے پر سوار کرکے حضرت کو خبر دینے کو مدینہ بھیجا اور خود تیر دشمن پر چلاتا ہوا تعاقب میں روانہ ہوا انکے تیروں سے دشمن کے آدمی ہلاک ہو ہوکر گرتے جاتے تھے اور جب وہ اسکی طرف آتے تو یہ جنگل چونکہ گھنا تھا۔ درختوں میں چھپ جاتا تھا۔ جب اسطرح بہت سے آدمی دشمن کے زخمی

ہو گر گئے تو اونٹ انہوں نے چھوڑ دیئے۔ انکو سلمہ نے مدینہ کیطرف ہانک دیا اور خود بدستور تعاقب کئے چلا گیا۔ حضرتؐ نے خبر پاکر فوراً اخرام اسدی و ابو قتادہ و مقداد کو معہ کچھ سواروں کے بطور مقدمہ لشکر روانہ کر دیا اور خود معہ اور لشکر کے عقب روانہ ہوئے۔ خرام وغیرہ مقدمۃ الجیش سلمہ کے تعاقب کیحالت میں بھی پہنچ گئے۔ دشمن کو بھی کچھ اور مدد پہنچ گئی۔ جنگ ہوئی خرام تو عبدالرحمٰن بن عتبہ کے ہاتھ سے مارے گئے مگر ابو قتادہ نے عبدالرحمٰن کو قتل کیا اور خود بھی زخمی ہوئے۔ عبدالرحمٰن کے مارے جانے سے بقیہ دشمن بھاگ گئے جنکا شام تک تعاقب کیا گیا اور کوئی ہاتھ نہ آیا دو گھوڑے دشمن کے ہاتھ آئے۔ حضرت معہ لشکر مقام ذی قردہ تک پہنچے تھے کہ یہ لوگ دشمن کو بھگا کر واپس آ گئے۔ دشمن بھاگ کر بنی غطفان کے یہاں ٹھیرے مگر ہوا سے گرد اٹھتی دیکھکر اسکو لشکر اسلام کا گمان کر کے بسبب خوف وہاں سے بھی بھاگ گئے۔ حضرت مدینہ واپس آئے (روضۃ الصفا)

سریۂ کرز، عرنیا حیات القلوب میں ایک غزوہ عرنیان کا تذکرہ ہے جسکے واقعات یہ لکھے ہیں۔ کہ عرینہ کے آٹھ آدمی آکر مسلمان ہوئے تھے جو بوجہ ناموافقت آب و ہوائے شہر مدینہ کے صحرا میں آباد کر دیئے گئے تھے۔ جہاں حضرت کے اونٹ چرا کرتے تھے۔ تاکہ حملہ شیر اونٹوں کی خفاظت بھی ہے گی۔ ایکروز جو حضرت کے اونٹ چرنے گئے تو انہوں نے چرواہے کے ہاتھ پیر کاٹ کر نہایت بیرحمی سے اسکو قتل کر دیا اور اونٹ حضرت کے ہانک لیچلے۔ حضرتؐ کو خبر ہوئی تو فوراً حضرتؐ نے کرز بن جابر دہری کو معہ ۲۰ سواروں کے دشمن کے تعاقب میں بھیجا جو ان آٹھوں قزاقوں کو معہ اونٹوں کے گرفتار کر لائے۔ ایک اونٹ البتہ انہوں نے مار دیا تھا بقیہ سب ملگئے حضرتؐ نے ان قزاقوں کے بھی ہاتھ پیر کٹوا کر دار پر کھچوا دیا۔ (حیات القلوب) (نوٹ) دونوں واقعات کا سبب حضرت کے اونٹوں کی گرفتاری ہی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ دونوں واقعات متذکرہ بالا ایک ہی ہوں جنکو مختلف ناموں سے مورخین نے لکھدیا ہوگا۔ یا علیحدہ علیحدہ دو واقعہ ہوں۔ بہرحال دونوں کی کیفیت تحریر کر دی گئی ہے۔

قحط مدینہ و دعائے استسقا

قحط مدینہ و دعاء استسقا اس سال مدینہ میں بوجہ خشک سالی سخت قحط پڑا درخت تک خشک ہو گئے تھے۔ مسلمان خدمت سرورِ کائنات میں حاضر ہوئے اور التجائے دعائے بارش کی کی۔ حضورؐ نے دن مقرر فرما کر حکم دیا کہ سب لوگ اپنے اپنے صدقات لیکر بیرون مدینہ آئیں۔ چنانچہ روز موعود پر سب آئے حضرت سب کے ساتھ لیکر بیرون مدینہ تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز بلا اذان و اقامت کے ادا کی رکعت اول میں سورۃ "سبح اسم ربک الاعلیٰ" اور دوسری میں "ھل اتٰی" پڑھی اور بعد نماز دعا کی ہنوز دعا ختم نہوئی تھی کہ بقدرت الٰہی ابر آیا اور بارش شروع ہو گئی سات روز تک متواتر اس کثرت سے بارش ہوئی کہ مردمان مدینہ تنگ آ کر خدمت حضورؐ میں آئے اور مسدودی بارش کی دعا کے لئے عرض کیا حضرتؐ نے پھر دعا کی تو مضافات مدینہ میں مینہ برستا رہا مگر شہر میں بارش بند ہو گئی حضرتؐ نے اس روز جناب ابوطالب اور انکے ان اشعار کو جو کہ انہوں نے دعائے استسقا کے

روز کہے تھے یاد فرمایا۔ علی نے وہ اشعار حضرت کو سنائے جنکو سنکر حضرت بہت خوش ہوئے۔

فرض حج

اسی سال طواف خانہ کعبہ مسلمانوں کیواسطے فرض ہوا اور آیہ اتموا الحج والعمرۃ للّٰہ ... الخ نازل ہوئی بعض کا قول ہے کہ سال ہشتم میں فرض ہوا۔

روانگی رسول بمکہ بغرض عمرہ و صلح حدیبیہ عمر کی مخالفت و فائدہ صلح

توجہ حضرت بجانب مکہ
بنا قریش کا و صلح حدیبیہ
خواب حضرت و تعبیر

چھ برس گذر گئے تھے کہ اس جلاوطن مکی نبی نے اس معبد کی زیارت نہ کی تھی جسکے مجاور و کلید بردار اسکے آباو اجداد تھے۔ رسول نے ایک روز خواب دیکھا کہ وہ زیارت کعبہ کو گئے ہیں اور عمرہ گذارا ہے اور خانہ کعبہ کی کنجی اپنے ہاتھ میں لی ہے اور اصحاب نے بعض نے سر منڈایا ہے اور بعض نے عرفات میں توقف کیا ہے۔ رسول نے اس خواب کو اصحاب سے بیان کیا۔ اصحاب نے اسکو بشارت تصور کیا اور گمان کیا کہ یہ سعادت اسی سال حاصل ہو جائیگی۔ بشیر بن سفیان الکعبی جو کہ مسلمان ہوا تھا مگر اسنے ہجرت نہ کی تھی وہ مدینہ آکر سعادت پابوسی رسول سے مشرف ہوا۔ رسول کی رائے ہوئی کہ اسسال حج و عمرہ بجا لایا جاوے شتران ہدی و بحری جمع کیجاویں چنانچہ ۶۳ و بروایتے ستر اونٹ جمع ہوئے جن میں ابوجہل والے وہ اونٹ بھی تھے جو جنگ بدر میں حضرت کے ہاتھ آئے تھے۔ ناجیہ بن جندب کو حفاظت و ہمراہی شتران پر مامور کر کے روانہ کیا گیا۔ بعض اصحاب کی رائے تھی کہ سلح چلنا چاہیے مگر حضرت نے فرمایا کہ ہم جنگ کو نہیں جاتے بلکہ ارکان عمرہ ادا کرنے جاتے ہیں ہتیار رکھنے کی ضرورت نہیں ہے سوا تلوار کے کوئی ہتیار نہ لیا جاوے

روانگی حضرت مع ۱۴۰۰ مسلمانان

چنانچہ ابن مکتوم کو خلافت مدینہ پر مامور کر کے حضرت نے غسل کیا اور ناقہ قصوے پر سوار ہو کر مع اصحاب روانہ ہوئے اور مقام ذی الحلیفہ پر پہنچکر رو بقبلہ ہو کر حضرت نے احرام باندہا۔ اکثر اصحاب نے بھی حضرت کا اتباع کیا مگر بعض نے شعر پہنچکر احرام باندہا۔ حضرت کے ہمراہ قریب ایکہزار چارسو کے اصحاب تھے۔ ۱۰ ذی قعدہ کو مدینہ سے باہر آئے تھے عبادہ بن بشیر طلیعہ مسلمانان پر مامور تھے۔ بشیر بن سفیان کو بغرض آگاہی قریش مکہ کہ حضرت کا ارادہ جنگ کا نہیں ہے آگے روانہ کیا گیا تہا۔

خالد بن ولید کو قریش کمین گاہ میں مامور کیا تہا

ایک روایت میں ہے کہ قریش نے خبر آمد حضرت پاکر پوشیدہ خالد بن ولید کو معہ ۲۰۰ سوار کے مامور کر دیا تہا کہ کمین میں رہکر جہاں موقعہ پائے حضرت پر حملہ کرے اور اسی سبب سے اس روایت کیموافق آیہ نماز خوف نازل ہوئی اور حضرت کی دور اندیشی و احتیاط سے خالد کو موقعہ نہ ملا۔ (حیات القلوب)

خبر آمادگی فساد قریش

بشیر نے واپس آکر حضرت کو خبر دی کہ قریش کو تشریف آوری حضور کی خبر ہو گئی ہے اور وہ آمادہ فساد ہیں اور مقام ذی طوی میں جمع ہو کر بعد مشورہ باہم عہد کیا ہے کہ حضور کے داخلہ مکہ کے سد راہ ہوں۔ اور قبائل عرب سے امداد لیکر لشکر تیار کیا ہے اور خالد بن ولید کمین گاہ میں مامور ہے۔ اور عکرمہ بن ابوجہل طلیعہ لشکر پر متعین ہے۔

مشورہ حضرت با صحاب

حضرت نے اصحاب سے مشورہ کیا بعض کی رائے ہوئی کہ اول ان قبائل کے منزلوں پر حملہ کر دیا جائے جو قریش کی امداد کو آئے ہیں

اور انکو تاراج کر دیا جاوے وہ بغرض امداد و حفاظت عیال خود آئینگے اور لشکر قریش سے علیحدہ ہو جائینگے اور چونکہ وہ متفرق اور تھوڑی تعداد میں ہونگے مغلوب ہو جائینگے۔ مگر صلح پسند رسول نے اسکو پسند نہ کیا اور فرمایا کہ ہم بارادہ زیارت کعبہ آئے ہیں نہ بہ نیت جنگ اور راستہ غمیم کو جہاں خالد کی موجودگی کی خبر ملی تھی چھوڑکر ایک درہ کی راہ سے روانہ ہوئے تاکہ بحفاظت نزدیک تک پہنچ جاویں یہ راہ نہایت سخت گذار تھی اور بڑی محنت سے طے ہوئی۔ خالد بھی اپنے موقعہ کمین سے واپس آکر قریش سے ملگیا ٭

نال بیٹھا فادکی ناقۂ حضرت

جب حضرت ایک ٹیلہ پر جو حدیبیہ کے قریب ہے پہنچے تو ناقہ حضرت زانو کے بل گر پڑا جس سے اصحاب حضرت کو گونہ تشویش ہوئی۔ اور حضرت نے بھی اخذ کر لیا کہ مقابلہ جنگ کرنا بہتر نہیں صلح سے ہی کام لینا بہتر ہے۔ ناقہ کو ڈانٹا گیا جو اٹھکر چل تو دیا۔ مگر راستہ چھوٹ گیا۔ پانی کی سخت تکلیف رہی ٭

ہذیل نے اطلاع دہ قریش کی خبر دی

ہذیل بن ورقہ خزاعی معہ چند اہل قبیلہ کے جو حضرت سے دوستی رکھتے تھے آگے آکر حضرت سے ملاقی ہوئے اور ظاہر کیا کہ کعب و عامر پسران لوئی معہ چند قبائل کے چاہ حدیبیہ پر فروکش ہوئے ہیں کہ آپ کو مکہ جانے سے روکیں اگر آپ نہ رکیں تو جنگ کریں حضرت نے فرمایا کہ ہم ہرگز بہ ارادہ جنگ نہیں آئے ہیں۔ بلکہ زیارت کعبہ کو آئے ہیں اگر قریش کو زیادہ ہوس جنگ کی ہے تو وہ کوئی اور وقت مقام مقرر کر لیں اور جنگ کریں۔ ہذیل نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں قریش کے پاس جاکر یہی بات انسے کہوں حضرت نے فرمایا کہ ضرور جاؤ تم نے جاکر قریش سے تمام گفتگو حضرت کی بیان کی اور جنگ سے باز رہنے کی صلاح دی مگر حکم بن ابوالعاص اور تمامی قریش نے کچھ نہ مانا اور کہا کہ ہذیل محمد سے دوستی رکھتا ہے۔ عروہ بن مسعود ثقفی نے جو ہذیل کی نصیحت ہذیل کو تحسین سمجھتا تھا قریش سے کہا کہ اگر تمکو مجھ پر اعتبار ہو تو میں جاکر محمد سے گفتگو کروں۔ عروہ نے آکر حضرت سے گفتگو کی اور کہا کہ آپکے ساتھ میں سب بے سامان آدمی موجود دیکھتا ہوں اگر جنگ ہوئی تو یہ کیا کر سکیں گے سب بھاگ جائینگے۔ اسپر حضرت ابو بکر کو غصہ آیا کہ ہم حضرت کو چھوڑکر بھاگ جانیوالے ہیں؟ عروہ نے کہا کہ اے ابو بکر اگر مجھ پر تیرا ایک احسان نہوتا جس سے میں بری الذمہ نہیں ہوا ہوں تو میں تجھکو اس غصہ کا جواب دیتا اور مزہ چکھاتا (روضۃ الصفا) یہ کنایہ فرار احد کے متعلق تھا۔ حضرت نے اس اشتعالی گفتگو کو سنکر عروہ سے بھی وہی ارشاد فرمایا جو ہذیل سے کہا تھا۔ عروہ نے واپس جاکر قریش کو لشکر اسلام کی ہیبت سے مخوف کرکے حضرت کی گفتگو سنائی اور کہا کہ مناسب ہے کہ محمد کو زیارت کعبہ سے نہ روکو مگر قریش جم گئے اور قسم کھائی کہ اس سال تو ہم ہرگز انکو مکہ میں آنے دینگے البتہ اگر وہ جنگ نہ کرینگے اور صلح کرینگے تو آئندہ سال وہ آسکتے ہیں ٭

ہذیل کا ارادہ حضرت معلوم کرکے قریش کو فساد باز رہنے کی صلاح دینا

عروہ کا پر لطف کنایہ ابو بکر سے نصیحت قریش سے

جلیس کا قریش کو حضرت کے سد راہ ہونے سے روکنا

ایک شخص جلیس نامی جو قبائل عرب کے سرداروں میں تھا اسنے بھی حضرت کی گفتگو کو سنکر قریش سے اصرار کیا کہ حضرت کے زیارت کرنیکے سد راہ نہوں بلکہ قبائل عرب کو واپس لیجانیکی بھی دھمکی دی مگر قریش نے اسکو بھی یہ کہکر سمجھا لیا کہ محمد سے حسب دلخواہ صلح

کرنے کی غرض سے یہ دباؤ دیا جا رہا ہے ✦

گرفتاری و رہائی قاصد حضرت

وقت روانگی مدینہ بھی حضرت نے ومن کے خراش بن امیہ کو شتر ثعلب پر سوار کر کے اظہار مطلب کے واسطے قریش کے پاس بھیجا تھا لیکن قریش نے خلاف دستور عرب اسکے اونٹ کو پے کر دیا اور قاصد و سفیر مذکور کو بھی قتل کرنا چاہتے تھے مگر قبائل مضافات نے قتل سے باز کہا لیکن اسکو گرفتار کر رکھا گیا۔ جو بعد کو چھوڑ دیا گیا ✦

عمر کا سفارت رسول سے انکار و جواب پر سرسری نظر

اب رسول نے یہ شدید رکاوٹ قریش کی دیکھکر حضرت عمر سے فرمایا کہ تم مکہ جاؤ اور قریش کو اطمینان دلاؤ کہ ہمارا ارادہ کسی طور پر اسوقت جنگ کا نہیں ہے بمحض زیارت کعبہ کو آئے ہیں وہ ہمارے مانع نہوں۔ لیکن عمر نے بخوف قتل و بباعث دشمنی عذر کیا کہ "یا حضرت مجھے وہ لوگ مار ڈالینگے عثمان بن عفان کو بھیجئے کیونکہ قریش انکو عزیز رکھتے ہیں" (روضۃ الصفا) اب شب ہجرت اور اُحد و خندق وغیرہ کے مواقع پر علی کی اطاعت و تعمیل حکم میں اپنی جان کی بے پروائی قابل موازنہ ہے۔ مولف سیرۃ الفاروق نے اس انکار و گریز کے دھبہ کو حضرت فاروق کے دامن سے دہونا چاہا ہے۔ اور تحریر کیا ہے کہ حضرت عمر اپنی جان کا خوف نکرتے تھے بلکہ یہ چاہتے تھے کہ کوئی جھگڑا نیا کھڑا نہو۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کیا نیا جھگڑا انکے لیئے کھڑا ہو سکتا تھا جو عثمان کے واسطے نہ تھا۔ اور یہ وجہ مولف صاحب کو کیسے معلوم ہوئی۔ مورخین سابق کے بیان کے خلاف مولف ممدوح کی ذاتی رائے ہرگز قابل قبول نہیں ✦

عثمان مع دس آدمیوں کے بھیجے گئے و قریش نے محصور کئے

بہرحال حضرت نے عثمان بن عفان کو بھیجا اور بہ نظر احتیاط انکے عقب میں بخیال حفاظت عثمان حضرت نے دس آدمی جابرو عبداللہ بن سہل۔ عباس بن ربیعہ۔ ہشام بن عبدالعاص۔ حاطب بن عمرو۔ حاطب بن ابی بلیعہ۔ عمر بن وہب عبداللہ بن ابی خزاعہ۔ عبداللہ بن امیہ روانہ کئے۔ قریش نے ان سب کو بھی محصور کر لیا اور ایک بات نہ مانی۔ بلکہ عثمان کے قتل کی بھی خبر مشہور ہو گئی تھی ✦

بیعت شجرہ

اب حضرت نے تمامی اہل اسلام کو جمع کر کے سب سے بیعت لی اور عہد و پیماں لیئے کہ اگر جنگ ہو گی تو ہرگز گریز نکرینگے اور حکم حضرت سے منہ نہ پھیرینگے۔ عثمان کیجانب سے حضرت نے خود اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے دہنے ہاتھ پر بطرق بیعت رکھا تھا۔ بعض اسکو بیعت رضوان کہتے ہیں مگر اصلاً یہ بیعت رضوان نہیں ہے ✦

گرفتاری ۵۰ مردان قریش و رہائی بعوض عثمان و ہمراہیان عثمان

اسی اثنا میں ایک رات کو قریش نے پچاس آدمی بھیجے تھے کہ اصحاب رسول میں سے جو ملے گرفتار کر لاؤ انکو محمد بن مسلمہ و اوس بن خولی و عبادہ بن بشیر نے جو لشکر اسلام کے حفاظت شب کے لیئے مع ایک جماعت کے مامور تھے گرفتار کر لیا اور حضرت کے روبرو پیش کیا حضرت نے ان سبکو حراست میں رکھنے کا حکم دیا۔ دوسرے روز سہیل بن عمیر ان لوگون کی رہائی کے واسطے قریش کیجانب سے آیا تو حضرت نے فرمایا کہ عثمان اور ہمارے ان مسلمانوں کو جنکو تم لوگوں نے گرفتار کر لیا ہے چھوڑ دو تو ہم ان کو چھوڑ دینگے چنانچہ مشرکین نے عثمان اور دس آدمیوں کو چھوڑ دیا۔ حضرت نے بھی انکے بدلے میں اتنے ہی آدمی قریش کے چھوڑ دیئے ✦

گفتگو مصالحت ہوتی رہی۔ سہیل وخویطب وحفص و مکرز شریک تھے چند مرتبہ کی آمد وشد بحث اور بہتسی رد وقدح کے بعد یہ مرحلے کیا کہ اس سال تو حضرت بلا زیارت کعبہ وداخلہ مکہ واپس چلے جائیں سال آئندہ اگر آئینگے تو کوئی مانع نہو گا۔ رسول اللہ نے بمصالح چند در چند اس صلح کو منظور فرمالیا چنانچہ حسب شرائط ذیل صلح قرار پائی ٭

(۱) مدت دس سال تک باہم اہل اسلام وقریش جنگ وجدال بند رہیگی۔ ایک دوسرے کے شہر وزمین برابر آمد ورفت رکھینگے کسیکی جان ومال کو کوئی فریق نقصان نہ پہنچائے گا ٭

(۲) جو اشخاص یا گروہ عہد پیغمبر میں آئینگے قریش انکے مزاحم یا متعرض نہونگے اور جو ہم عہد قریش ہونگے انکے مسلمان در پے نہونگے

(۳) جو شخص بخوشی مسلمان ہوگا قریش اسکے مانع نہونگے اور مسلمان مکہ میں بھی اپنے ارکان مذہبی وتبلیغ بالاعلان ادا کر سکینگے

(۴) جب حضرت یا مسلمان سال آئندہ بغرض زیارت آئینگے تو مسلح نہ آئینگے۔ تلوارین بھی غلاف مین ہونگی اور تین روز سے زیادہ مکہ مین قیام نہ کر سکینگے اور بزمانہ طواف مسلمین تین روز کیواسطے قریش اپنے بت وہاں سے ہٹا لینگے ٭

(۵) مشرکین مین سے اگر کوئی بلا اجازت اپنے ولی کے حضرت کیطرف جائے تو باوجودیکہ وہ اسلام قبول کرے اسکو اسکے ولی کے پاس واپس بھیجدیا جائیگا لیکن مسلمانون مین سے اگر کوئی ترک اسلام کرکے قریش کے پاس آجائیگا اسکو وہ واپس نہ دینگے ٭

چنانچہ ان شرائط پر صلح طے اور منظور ہوگئی۔ حضرت عمر نے تعجب کیساتھ حضرت سے پوچھا کہ کیا آپ اس صلح پر راضی ہین؟ حضرت نے فرمایا کہ ہان (روضۃ الصفا) اس صلح کے متعلق حضرت عمر کی برافروختگی اور طنز ایک مشہور واقعہ ہے جسکے الفاظ وانداز کو ذرا کے سانچہ میں ڈھالنے کی بیہودہ مورخین نے طرح طرح کی قابل داد کوششین کی ہین۔ جیسا کہ اسکے ذیل مین دکھلایا جائیگا۔

ابو جندل پسر سہیل اسی دوران میں مسلمان ہوا تھا قبل تحریر صلحنامہ کے سہیل نے اسکی واپسی چاہی حضرت نے فرمایا کہ عہدنامہ ابھی لکھا نہیں گیا تو اس نے کہا کہ اگر یہ نہوگا تو صلح بھی نہوگی جسپر سعد بن عبادہ واسید بن حضیر کو غصہ بھی آیا تھا۔ مگر حضرت نے بہ نظر دفع شر سہیل سے یہ وعدہ لیکر کہ اسکو کچھ تکلیف نہ دیجائیگی واپس دیدیا۔ ابو جندل نے جسپر بوجہ قبولی اسلام ماں باپ کیطرف سے بہت مظالم ہوئے تھے حضرت سے اور مسلمانون سے فریاد بھی کی کہ اسکو ظالمونکے ہاتھ مین واپس نہ دیا جاوے مگر حضرت نے اسکو بہت کچھ تسکین دیکر رخصت کردیا ٭

تحریر صلحنامہ کیواسطے حضرت نے اوس بن خولی کو طلب فرمایا۔ مگر سہیل نے کہا کہ اس صلحنامہ کو یا علی لکھیں یا عثمان دوسرے کی تحریر ہمکو منظور نہوگی۔ چنانچہ علی کو حکم تحریر دیا گیا اور فرمایا کہ لکھو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سہیل نے اعتراض کیا کہ رحمن ورحیم کو ہم نہین جانتے کہ کیا چیز ہے یوں لکھوائیے کہ "باسمک اللھم" جیسے پہلے لکھا جاتا تھا۔ حضرت نے علی سے کہا کہ یون ہی لکھدو یہ بھی نام خدا کا ہے علی نے تعمیل ارشاد کی پھر حضرت نے فرمایا کہ لکھو "یہ عہدنامہ ہے درمیان محمد رسول اللہ وقریش کے" جسکو علی نے لکھا لیکن ابھی

سہیل نے اعتراض کیا کہ ہم آپکو رسول اللہ کب جانتے ہیں اگر ہم ایسا جانتے ہوتے تو پھر نزاع کیوں ہوتا اس لفظ رسول اللہ کو کاٹ دو بجائے محمد بن عبداللہ لکھو (روضۃ الصفا) اب علی کو کہاں تاب ہو سکتی تھی کہ سہیل کے اس بے باکانہ اعتراض کو سنتے اور ضبط کرتے کہتے فوراً رکھ دیا گیا اور قبضہ تلوار پر ہاتھ پہونچ گیا۔ ارشاد ہوتا ہے "کہ اب ہمارے تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی" (حیات القلوب) اب دور بینی نے اس شیر کو غضبناک دیکھکر نہایت نرمی و متانت سے ارشاد فرمایا "یا علی جانے بھی دو کاٹ کر محمد بن عبداللہ ہی لکھ دو" واہ رے ضبط و پاس ادب رسول کہ فوراً سر تسلیم خم ہو جاتا ہے اور عرض کیا جاتا ہے "یا حضرت اگر حضور کی تعمیل حکم مانع نہوتی تو میں بھی انکی گستاخی کا مزہ چکھا دیتا۔ لیکن مجھسے یہ گستاخی کیونکر ہو گی کہ حضور کے نام سے کلمہ حق کو اپنے ہاتھ سے محو کروں"۔ قدردان انصاف پسند نبی نے اس فرمانبردار کی سچی عقیدتمندی پر لحاظ کرکے خود اپنے دست حق پرست سے لفظ رسول اللہ کو بمقابلہ کفار قلمزد فرما دیا۔ غرضکہ صلحنامہ حسب شرائط بالا تحریر ہو کر مسلمانوں کیطرف سے ابوبکر، عمر، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عثمان بن عفان، ابوعبیدہ جراح، محمد بن مسلمہ، ابو جندل کے دستخط ہوئے اور قریش کیجانب سے سہیل، ابوسفیان، حویطب بن عبدالعزیٰ، مکرز بن حصین وغیرہ کے دستخط ہوئے اور اسکی ایک نقل قریش کے پاس اور ایک رسول کے پاس رہی ❊

بعد تحریر اس صلحنامہ کے رسول نے علی کیطرف مونہہ کرکے فرمایا کہ "اے علی تمکو بھی ایک وقت میں ایسا ہی واقعہ پیش آئیگا" (روضۃ الصفا) چنانچہ جنگ صفین میں معاویہ کیساتھ علی کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ اور رسول کی پیشین گوئی اس واقعہ سے تیس برس بعد صحیح ثابت ہوئی جسنے نایب نبی کے واقعات کی مطابقت کردی ❊

اس صلح سے جو بظاہر بہت کمزوری اور دباؤ کی صلح معلوم ہوتی تھی اکثر ظاہر بین اصحاب کو اختلاف تھا۔ اور اختلاف حضرت فاروق کو سب سے زیادہ تھا چنانچہ بروایت (حیات القلوب) حضرت عمر کہتے تھے کہ اگر چالیس آدمی میرے ساتھ ہوجاتے تو اس امر میں نبی محمد سے ضرور مخالفت کروں۔ اور بقول (روضۃ الصفا) "اس صلح سے اکثر مسلمانوں کے دلوں میں شبہات عظیم پیدا ہو گئے تھے چنانچہ حضرت فاروق خود فرماتے ہیں کہ "اس روز امر عظیم نے میرے دل میں خطور کیا تھا اور میں رسول اللہ کے پاس گیا اور کہا کہ کیا آپ پیغمبر برحق نہیں ہیں (گویا انکو شک تھا) حضرت نے فرمایا کہ "ضرور ہوں" میں نے عرض کیا کہ کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ہیں" حضرت نے فرمایا کہ "ایسا ہی ہے" میں نے عرض کیا کہ "پھر آپ نے کیوں ایسی ذلت و حقارت منظور کی (گویا آپکے نزدیک مصلحت رسول ذلت و فعل رسول حقارت کا تھا) حضرت نے فرمایا کہ "میں خدا کا رسول ہوں مجھے جیسا حکم ہوگا ویسا کرونگا" اس مسکت جواب پر بھی تسکین نہیں ہوتی (عمر کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ "کیا آپنے ہمسے وعدہ نہیں کیا تھا کہ جلد ہم مکہ جاکر طواف خانہ کعبہ کرینگے" حضور نے فرمایا کہ "کیا میں نے یہ کہا تھا کہ اسی سال ایسا ہوگا" میں نے کہا کہ "نہیں" تو نہیں کہا تھا اسکے بعد صاحب روضۃ الصفا ایک اور روایت لکھتے ہیں کہ اسوقت حضرت نے عمر سے کہا کہ "کیا تم بھول گئے کہ روز احد تمنے راہ گریز

قریش کا اصرار کہ محمد نام سے رسول اللہ کاٹ دو

علی کی عقیدتمندی و گرمجوشی اسلام

صلح مکمل ہوگیا

رسول کی پیشینگوئی علی کے واسطے بھی ایسا ہی وقت آنیوالا ہے

حضرت عمر کی برافروختگی مخالفت رسول سے

پر لطف مکالمہ رسول سے از روضۃ الصفا

اختیار کی تھی اور مین تمکو آواز دیتا تھا اور تم مین سے کوئی ملتفت نہوتا تھا۔ آیا تم بھول گئے کہ روز خندق جب دشمن اوپر اور نیچے سے آئے تو تمہاری کیا کیفیت تھی اور اسیطرح حضرت نے تمام واقعات یاد دلائے۔ تب عمر خاموش ہوئے غالباً خجالت باعث خاموشی کا ہوئی ہوگی۔ اگر اسپر بھی صبر نہ آیا اور بروایت روضۃ الصفا وہ خود فرماتے ہین کہ مین نے مجلس حضور سے باہر آکر ابوبکر سے اپنے خطور کو بیان کیا۔ انہوں نے وہی جواب دیا جو حضرت نے دیا تھا کہ وہ رسول ہین جو کام کرتے ہیں وحی سے کرتے ہین۔ بہتر و مصلحت یہ ہے (یہ دونوں لفظ قابل غور ہین) کہ ان کی رکاب سے علیحدہ نہونا اور ان پر اعتراض نکرنا۔ ابوعبیدہ جراح نے بھی ملامت کی۔ وہ خود فرماتے ہین کہ اس خطور کی بابت مدت دراز تک مین نے استغفار کی۔"

ابوالفدا کی بیجا توجیہ

یہ سب عبارت تاریخ روضۃ الصفا کی ہے۔ اب ناظرین حضرت عمر کے طریقہ عمل و ایمان بالرسول کے متعلق خود اقایم فرمالیتی۔ ور حضرت فاروق اور رسول اللہ کے اس مکالمہ کو ابوالفدا نے تو اسطرح لکھا ہے کہ "یا رسول اللہ کیا تو آپ خدا کے رسول نہیں یا ہم مسلمان نہیں" اور کبھی کہا کہ "آپ اس صلح سے عزت کھوتے ہیں" اور اسپر بھی اس طرز ادا کو گرمجوشی اسلام پر محمول کیا ہے (سبحان اللہ کیا گرمجوشی اسلام ہے۔ رسول کا پاس ادب چاہے جائے رسالت مین چاہے شک ہو جائے مگر گرمجوشی اسلام باقی رہیگی) ماشاء اللہ۔ اور مولوی شبلی صاحب نے تو اسکو ایک خوش ذائقہ ناولانہ لطیفہ بنا دیا ہے۔ مگر تاہم اس سے معذر نہو اکہ اس گفتگو اور انداز گفتگو کو خلاف ادب نہ سمجھتے۔

حضرت نے قربانی کی

بہرحال اسکے بعد رسول نے حکم دیا کہ قربانی کیجاوے اور بال ترشوائے جائین۔ مگر چونکہ اکثر مسلمان اس صلح سے کیا بلکہ رسول کی رسالت سے ہی بد دل و مشتبہ ہو گئے تھے کسی نے تعمیل حکم رسولؐ کی اور کہا کہ جب ہم نے طواف نہیں کیا تو قربانی اور موتراشی کیون کرائین۔ حضرت کو اسکا ملال ہوا اور ام سلمہ سے جو اس سفر مین حضرت کے ساتھ تھین اصحاب کی اس عدول حکمی کو نہایت افسردہ خاطری سے ظاہر کیا۔ ام سلمہ نے جو ہوشیار و فہیم تھین عرض کیا کہ آپ اس قدر تشویش کیوں فرماتے ہین آپ خود قربانی کرین اور موتراشی کرائین سب آپکی اتباع کرینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قربانی کے اونٹون میں ابوجہل کا بھی اونٹ تھا جو اتفاق سے چھوٹ کر ابوجہل کے گھر چلا گیا تھا مشرکین نے اسکو ضبط کرنا چاہا۔ مگر سہیل نے جو صلحنامہ کا بانی تھا انکو روکا اور حضرت کے پاس صلحاً پیغام بھیجا کہ اسکے بدلہ مین سو اونٹ لے لین اور اسکو چھوڑ دین۔ مگر حضرت نے منظور نہ فرمایا اور کہدیا کہ اگر وہ قربانی کا نذر کیا ہوا نہوتا تو البتہ یہ بات منظور ہو سکتی تھی۔ چنانچہ وہ اونٹ قریش کو واپس کرنا پڑا۔ اور حضرت تمام اونٹون کی قربانی کرا کر اور حدیبیہ و مکہ مین گوشت تقسیم کرا کر معہ سب مسلمانوں کے واپس ہوئے کہ آیہ "انا فتحنا لک فتحا مبینا" نازل ہوئی۔

فایدہ صلح

اس صلح سے یہ فایدہ ہوا کہ مکہ مین مسلمان جو ابتک خفیہ اور تقیہ مین رہتے تھے۔ اور ظاہر ہو جانے پر سخت سخت مظالم سے

برداشت کرنے پڑتے تھے اب مطلق العنان ہو کر علانیہ ارکان دین ادا کرنے اور مباحثہ و مناظرہ و تبلیغ اسلام کرنے لگے جس سے ایک سال میں اس قدر آدمی مکہ و مضافات مکہ میں مسلمان ہوئے کہ ابتک کل مسلمانوں کی برابر تعداد انکی ہو گئی یہ حضرت کا نہایت دور اندیشی کا اور تدبر کا کام تھا ورنہ بحالت جنگ جبکہ مسلمان غیر مسلح تھے۔ دشمن کا دباؤ اور تعداد زیادہ بجز شکست اور کچھ نتیجہ نہ ہوتا۔ اب بلا جنگ وہ آزادی حاصل ہو گئی جو جنگ سے ممکن نہ تھی ÷

بیعت رضوان و راسیہ نظر

اب جن لوگوں کی رائے صلح کے خلاف تھی اور شکوک پیدا ہو گئے تھے نادم ہوا اور حضرت سے معذرتیں کی گئیں اور آئندہ کیواسطے مستحکم وعدہ اتباع کی کئے تو حضرت نے پھر ایک درخت کے نیچے سب سے دوبارہ بیعت لی کہ اب کبھی حضرت کے کاموں میں انکار یا شبہ نکرینگے اور فرمان حضرت کی مخالفت نہ کرینگے۔ اس بیعت کو "بیعت رضوان" اور "بیعت تحت شجرہ" کہتے ہیں۔ اور آیات "لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ" وغیرہ نازل ہوئیں جس پر بجناب مخالفین رائے رسول بھی بڑا فخر و ناز کیا جاتا ہے اور سب کے واسطے یکساں رضائے الہی حاصل کرنیکا ادعا ہے۔ حالانکہ خود آیت "فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیوتیہ اجراً عظیما" بتلاتی ہے کہ محض بیعت کرنے سے کوئی شخص مستحق اجر عظیم یعنی رضائے الہی کا نہیں ہو تا یا مستحق کسی فضیلت کا ہو سکتا ہے۔ بلکہ اجر عظیم مشروط ہے۔ وفائے عہد پر پس اصل شے وفائے عہد ہے نہ کہ خالی بیعت کر لینا۔ اور آیت اول میں بھی رضی اللہ کے تحت میں صرف وہی اشخاص آ سکتے ہیں جو مومن تھے یعنی جو ایمان باللہ و بالرسول پر ثابت قدم تھے اور انکے ایمان میں کوئی لغزش یا خطور نہ آیا تھا نہ کہ وہ جنکو خطور پیدا ہو گئے تھے کیونکہ رضی اللہ کے ساتھ من المومنین کا لفظ آیا ہے۔ لہذا قبل اس بیعت کے اول درستی ایمان ثابت ہو تب کوئی رضی اللہ عنہ کا مستحق ہو سکتا ہو بعض کا قول ہے کہ قبل صلح حدیبیہ جو حضرت نے بیعت لی تھی اسکو بیعت رضوان کہتے ہیں جسمیں عثمان کے ہاتھ کی جگہ اپنا بایاں ہاتھ اپنے دہنے ہاتھ پر کہا تھا۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے ÷

اسلام ابوالبصیر و ابوالعاص و تیاری مہر حضرت ارسال مکاتب معہ بعض سرایا

بعد مراجعت حضرت کے ابوالبصیر مسلمان ہو کر مکہ سے بھاگ کر مدینہ آیا تو قریش میں سے احسن بن شریق اور ازہر بن عوف نے حضرت کو نامہ لکھا کہ موافق عہدنامہ کے اسکو واپس کیا جائے اور بنی عامر میں سے ایک شخص کو جسکے ساتھ ایک غلام کوثر نامی تھا اسکے لینے کو بھیجا جنہوں نے مدینہ پہنچکر ذریعہ ابی بن کعب وہ نامہ حضرت کے پاس پہنچایا۔ حضرت نے موافق عہد ابوالبصیر کی واپسی کا حکم دیا ابوالبصیر نے بہت التجا کی کہ اسکو دشمنوں میں نہ بھیجا جائے وہ سخت اذیت پہنچائینگے۔ مگر حضرت نے فرمایا کہ ہمارے دین میں نقض عہد نہیں کیا جا سکتا اور اسکو تسلی دی کہ قریش بھی بموجب صلحنامہ کے اسکو ایذا نہ دینگے۔ دونوں قاصد ابوالبصیر کو ہمراہ لیکر روانہ ہوئے۔ راستہ میں

مقام ذوالحلیفہ پہنچکر کچھ آرام کیا۔ کوثر کے پاس ایک تلوار تھی۔ ابوبصیر نے تلوار کی تعریف کرکے اسے دیکھنے کو مانگی۔ اس نے دیدی۔ ابوالبصیر نے اسی تلوار سے کوثر کو فوراً قتل کردیا۔ اور اسکے ساتھی پر بھی حملہ کیا۔ وہ بھاگ کر مدینہ میں آیا۔ ابوالبصیر بھی اسی کی سواری پر سوار ہوکر مدینہ آیا اور حاضر خدمت ہوکر عرض کیا کہ خدا نے اسکو اسطرح پر دشمنوں سے بچالیا۔ حضرت نے جو حال سنا تو اس سے اس حرکت پر ناخوش ہوئے کہ یہ جنگ کا مشتعل کرنے والا ہے۔ یہ کلام حضرت کے سنکر وہ یہاں سے بھی فرار ہوگیا اور جا کر دریا کے کنارہ مقام عیص پر قیام کیا۔ ابوجندل پسر سہیل نے جسکو اسکے باپ نے وقت صلحنامہ واپس لے لیا تھا۔ جب یہ حال سنا تو وہ بھی مکہ سے بھاگ کر ابوالبصیر سے آملا جسکے بعد اور بھی مسلمان ایک ایک کرکے قبائل اسلم وجہینہ وغیرہ سے بھاگ بھاگ کر آکر ان سے ملتے گئے یہانتک کہ یہ قریب ۷۰ آدمیوں کی جماعت ہوگئی جنہوں نے قافلوں کو لوٹنا و تاخت و تاراج کرنا شروع کردیا تب قریش نے ان سے تنگ آکر حضرت کو لکھا کہ اس شرط واپسی سے ہم درگذرے آپ ابوالبصیر وغیرہ کے گروہ کو مدینہ بلوالیجئے۔ حضرت نے اس سے خوش ہوکر ابوالبصیر کو خط لکھا کہ تم معہ گروہ کے مدینہ چلے آؤ۔ مگر یہ خط حضرت کا ابوالبصیر کے نزع کے وقت پہنچا جسکے بعد ہی وہ فوت ہوگیا۔ ابوجندل بعد تجہیز و تکفین ابوبصیر کے معہ دیگر مسلمانان خدمت رسول میں حاضر ہوگئے۔ اسی جماعت مسلمانان نے مال قافلہ ابوالعاص شوہر زینب دختر ربیبہ حضرت کا جو بغرض تجارت شام کو جاتا تھا لوٹ لیا تھا۔ بسفارش زینب حضرت نے وہ مال اسکا اس گروہ سے واپس کرادیا۔ ابوالعاص اپنا مال و اسباب لیکر مکہ آیا اور جس جس کا مال تھا انکو واپس دیکر حضرت کے اس اخلاق کریمانہ سے متاثر ہوکر مدینہ آیا اور مشرف باسلام ہوا۔

ابوالعاص شوہر زینب کا مال واپس کرادیا اور وہ مسلمان ہوگیا

اسی سال میں بعد واپسی مدینہ حضرت نے اپنی مہر ایک انگشتری نقرہ میں کندہ کرائی اور نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس بمعرفت عمرو بن امیہ ضمیری کے ایک نامہ دعوت اسلام و طلبی حضرت جعفر طیار و ہمراہیان جعفر مہاجرین حبشہ کا روانہ کیا۔ نجاشی کے پاس جس وقت حضرت کا نامہ پہنچا اسنے ایک مجلس آراستہ کی اور نامہ حضرت پڑھوا کر سنا جو مشتمل حمد و ثنا باریتعالی و دعوت اسلام تھا۔ اصول و احکام اسلام کو وہ پہلے سن چکا تھا جنکو وہ پسند کرتا تھا۔ خط دعوت سنکر وہ مسلمان ہوگیا اور جواب قبول اسلام لکھکر واپس کیا اور حضرت جعفر کو بھی معہ ہمراہیان کے نہایت عزت و احترام کے ساتھ معہ ہدایا روانہ کیا۔ چنانچہ جب نجاشی فوت ہوا تو حضرت نے خبر سنکر مدینہ میں اسکی نماز جنازہ چار تکبیر کے ساتھ پڑھی۔ حضرت جعفر کا قافلہ حضرت کے پاس روز فتح خیبر پہنچا تھا۔

تیاری مہر حضرت و ارسال نامہ دعوت اسلام بنجاشی شاہ حبشہ و مسلمان ہونا ذی الحجہ

اسی ماہ ذی الحجہ میں رسول نے علاء بن حضرمی کو معہ کچھ فوج کے منذر بن ساوی حاکم بحرین کے پاس بغرض دعوت اسلام بھیجا کہ یا تو وہ اسلام قبول کرے ورنہ اس سے جزیہ طلب کرے۔ بحرین زیر حکومت شاہ عجم تھا۔ منذر معہ جماعت عرب کے مسلمان ہوگیا اور وہاں کے یہود و نصاریٰ نے جزیہ دینا قبول کرلیا۔ اسطرح پر بحرین بلا جنگ زیر تصرف و تحت حکومت اسلام آگیا۔

سریہ علاء حضرمی ذی الحجہ

سریہ محمد بن سلمہ ذی الحجہ

حیات القلوب میں ایک اور سریہ محمد بن سلمہ کا مختصر ذکر اسی سال میں ہے کہ محمد بن سلمہ معہ ایک جماعت کے ہوازن بھیجے گئے تھے گروہ مخالف خبر پاکر کمین میں بیٹھ گیا جب مسلمانوں کی جماعت بے خبر اوس مقام پر پہنچی تو انہوں نے ایکدم کمینگاہ سے حملہ کر دیا اور سبکو قتل کر دیا محمد بن سلمہ بچکر نکل آئے اور بھاگ کر مدینہ پہنچے ۔

ارسال مکاتب ذی الحجہ

اسی ماہ میں حضرت نے حسب ذیل مقامات پر بھی نامہ جات دعوت اسلام روانہ کیے جن کی مفصل کیفیت سال ۶ھ میں درج ہو گی (۱) ہرقل قیصر روم کے پاس معرفت دحیہ کلبی بن ابی خلیفہ کے (۲) خسرو پرویز شاہ عجم کے پاس معرفت عبداللہ حذافہ سہمی کے (۳) مقوقس شاہ اسکندریہ کو ذریعہ حاطب بن ابی بلتعہ کے (۴) حارث بن ابی شمر غسانی شاہ شام کے پاس معرفت شجاع بن وہب اسدی کے (۵) ہوذہ نخعی (۶) یمامہ کے پاس معرفت سلیط بن عمرو عامری کے ۔

نزول آیہ ظہار

اسی سال میں آیہ ظہار نازل ہوئی خولہ بنت ثعلبہ بن قیس اور اسکے شوہر اوس بن صامت کے درمیان ظہار واقعہ ہوا جو زمانہ جاہلیت میں طلاق سمجھا جاتا تھا۔ بعد نزول آیہ ظہار ساٹھ مساکین کو کھلا کر وہ پھر زوجیت اوس میں آگئی ۔

۷ھ

واقعات ۷ سنہ ہجری

غزوہ خیبر علی کی قلعہ شکنی و فتح کرار غیر فرار و شیر خدا کا لقب پانا ۔ عقد حضرت با صفیہ

غزوہ خیبر صفر ۷ھ

تہیہ جنگ و روانگی لشکر اسلام

یہودیان خیبر جنمیں بنی النضیر وغیرہ بھی بعد جلا وطنی جاکر شامل ہو گئے تھے اونکے وہ مخالفانہ خیالات و کوششیں اکثر ظاہر ہوتی تھیں جنمیں قبائل مختلفہ کو حضرت سے جنگ کیواسطے ابھارنے اور امداد دینے میں وہ کیا کرتے تھے اور انکی جانب سے ہر وقت خدشہ رہتا تھا اسلیے حضرت نے ارادہ کیا کہ انسے نبٹ لیا جائے۔ چنانچہ ماہ صفر ۷ھ میں مہاجرین و انصار کو تیاری جنگ خیبر کا حکم دیا۔ یہ یہودیوں کا مضبوط و مستحکم قلعہ تھا اکثر منافقین و جہلا کو یہ حکم گران بھی ہوا کیونکہ وہ یہودیوں کے متوسل تھے غرض بعد تہیہ اسباب کے سباع بن عرفطہ غفاری کو خلافت مدینہ پر مامور کر کے حضرت معہ ایکہزار چار سو آزمودہ کار آدمیوں کے باہر نکلے اور عکاشہ اسدی کو مقدمہ لشکر پر اور عمر بن الخطاب کو میمنہ پر ایک اور صحابی کو میسرہ پر معین فرمایا ۔

عبداللہ منافق کا دشمن کو خبر دینا

عبداللہ بن ابی سلول منافق نے یہودیان خیبر کے پاس خبر بھیجی تھی کہ رسول اللہ تمہارے استیصال کا ارادہ رکھتے ہیں تم تیار ہو جاؤ اور چونکہ تمہاری تعداد زیادہ ہے تم انسے میدان میں جنگ کرنا محصور ہو کر جنگ نہ کرنا چنانچہ یہودیوں نے یہ خبر پاکر سامان تیاری مقابلہ شروع کر دی۔ کنانہ بن ابی الحقیق کو بنی غطفان کے پاس بھیجکر ان سے امداد چاہی جو ایکہزار کی جماعت سے انکی امداد کو چلے تھے مگر اپنے عقب میں انکو کچھ حس و حرکت فوج کی سی معلوم ہوئی تو سمجھا کہ مسلمان انکے گھروں پر حملہ آور ہو گئے واپس چلے گئے ۔

رسیدگی لشکر اسلام و مقابلہ دشمن

اس زمانہ میں یہودیان خیبر کا حاکم سلام بن مشکم تھا جو بیمار تھا اسنے بھی موافق رائے عبداللہ کے میدان میں جنگ کرنیکا مشورہ دیا تھا مگر

زیادہ یہودیوں نے اسکو پسند نہ کیا اور قلعہ بند ہوکر جنگ کرنے کی تیاری کی انکے چار قلعہ تھے جنمیں قلعہ قموص نہایت محکم تہا جسکے گرد خندق بھی کہدی ہوئی تھی لشکر اسلام روانہ ہوکر جب منزل صہبا پہنچا تو بعد نماز عشا کے رسول نے راہبروں کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ ایسے راستہ سے لیچلو کہ جو درمیان بنی غطفان و خیبر ہو تا کہ بنی غطفان امداد اہل خیبر کو نہ پہنچ سکیں۔ عباد بن بشر کو معہ ۳ سواروں کے خدمت جاسوسی پر مامور کیا تہا وہ ایک یہودی کو گرفتار کر کے لائے جسنے سختی ہونے پر سب حال خیبریوں کا بتلا دیا۔ غرض لشکر اسلام قریب پہنچگیا اور اہل خیبر کو خبر نہوئی۔ صبح کو اوٹھے تو لشکر اسلام کو بیرون قلعہ دیکھا چنانچہ قلعہ نطارہ میں اپنے اہل و عیال کو محفوظ کر کے آمادہ بجنگ ہوئے اور اول اسی قلعہ سے ذریعہ تیر اندازی کے آغاز جنگ کی ہوئی ✣

قلعہ نطارہ پر آغاز جنگ

شہادت محمود بن مسلمہ

رسول بہادران اسلام کو نہایت استقلال سے جنگ کرنیکی بار بار ہدایت فرماتے تھے اس روز محمود بن مسلمہ برادر محمد بن مسلمہ نے زیر قلعہ جاکر خوب جنگ کی بالآخر تہک کر زیر حصار دم لینے لگے کہ کنانہ بن ابی الحقیق نے بالائے قلعہ سے ایک پتھر پہینکا جو انکے سر پر پڑا جسنے خود کو توڑ کر سر پر شدید زخم پہنچایا کہ وہ شہید ہوگئے حباب بن منذر نے رائے دی کہ مقام لشکر ٹہیک نہیں ہے دشمنوں کے تیر بھی لشکر تک آتے ہیں اور ہوا بھی یہاں کی متعفن ہے اور شبخون دشمن کا بھی خوف ہے کسی دوسرے مقام پر قیام لشکر ہونا چاہیے چنانچہ محمد بن مسلمہ نے اطراف جوانب میں جانچ کر کے موضع رجیع کو پسند کیا چنانچہ رات کیوقت لشکر گاہ وہانکو منتقل کر دیگئی ✣

اہل خیبر کے تین قلعہ فتح ہو گئے

اب ہر روز مسلمان زیر قلعہ جاکر جنگ کرتے تھے اور واپس آجاتے تھے۔ ایک رات کو جماعت طلیعہ اسلام ایک یہودی کو گرفتار کر کے لائے جسنے بخوف قتل بتلایا کہ بوجہ اختتام سامان خوراک خوف جنگ کے یہودیونکا ارادہ اس قلعہ سے قلعہ شق میں چلے جانیکا ہے اور سلاح جنگ ایک مقام میں محفوظ ہیں جسکو وہ بتلا دیگا۔ چنانچہ دوسرے روز یہودی قلعہ نطارہ خالی کر گئے اور اسپر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا اسکے بعد قلعہ شق بھی فتح ہوگیا جس میں کے کچھ یہودی جو مسلمانوں کے ہاتھ آگئے تھے مسلمان ہوگئے اب قلعہ صعب کے محاصرہ و جنگ میں مصروف ہوئے کہ مرحب نے بیرون قلعہ آکر مسلمانوں سے مبارز طلب کیا عامر اسکے مقابلہ کو گئے مگر شہید ہوگئے۔ قلعہ صعب کے محاصرہ میں مسلمانوں کو بوجہ قلت خوراک سخت تکلیف و زحمت ہوئی۔ یہانتک کہ ایکروز ابوالیسر یہودیوں کے گلہ میں سے دو بکریاں پکڑ لائے وہی سب کی غذا ہوئی۔ بالآخر حضرت نے حباب بن منذر کو علم دیکر حکم دیا کہ یکدم قلعہ پر حملہ کیا جاے چنانچہ سخت حملہ و جنگ کے بعد قلعہ مذکور فتح ہوگیا اور بہت سامان خوراک وغیرہ مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ شراب بہت سی ملی جو بحکم حضرت پہنکوا دی گئی ✣

قلعہ قموص کا محاصرہ و جنگ

اب یہودی قلعہ قموص میں مجتمع ہوگئے جو بوجہ محفوظ و مستحکم قلعہ تہا۔ رسول کو کچھ شکایت درد سر کی پیدا ہوگئی تہی اسیوجہ سے خود معرکہ جنگ میں شریک نہوتے تھے۔ اور علی بھی بوجہ شدید آشوب و درد چشم کے جنگ میں شریک نہ تھے۔ ہر روز علم لشکر اصحاب میں سے ایک کی سپرد کر کے بہیجا جاتا تہا مگر چونکہ قلعہ مستحکم تہا فتح نہ ہوتا تہا اور بے نیل مرام واپسی ہوتی تہی ✣

مشہور لوگوں کی ناکامی

بروایت روضۃ الصفا و حیات القلوب ایک روز فاروق اعظم بہیجے گئے اور ناکامیاب واپس آئے اور واپسی پر وہ اپنے ہمراہیوں کو

بزدلی کا الزام دیتے تھے اور ہمراہی انکو۔ دوسرے روز صدیق اکبر علم دیکر بھیجے گئے وہ بھی منہزم ہوکر آئے اور یہ بھی اپنے ہمراہیوں کو ملامت کرتے تھے اور ہمراہی انکو۔ تیسرے روز عمر ابن الخطاب دوبارہ بھیجے گئے مگر پھر پسپائی نصیب ہوئی۔ تب شام کے وقت رسول نے روزانہ کی ہزیمتوں سے تنگ و بد دل ہوکر اور یہ دیکھکر کہ یہ کام انہیں کے بس کا نہیں ہے جملہ مجاہدین کو مخاطب کرکے فرمایا کہ:۔

رسول کا بڑا وعدہ

لاعطین الرایة غدا رجلا کرارا غیر فرار یحب اللہ و رسوله و یحبه اللہ و رسوله یفتح اللہ علی یدیه

(کل میں اسکو علم دونگا جو بڑا لڑنے والا ہے اور بھاگنے والا نہیں ہے وہ خدا اور رسول سے محبت رکھتا ہے اور خدا و رسول اس سے محبت رکھتے ہیں اور خدا اسکے ہاتھ پر فتح دیگا)

مورخین کی دلچسپ طبع آزمائیاں

مولوی شبلی صاحب الفاروق میں ان ہزیمتوں و ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کو تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ ازالة الخفا میں ایک موقع حضرت عمر کے متعلق لکھتے ہیں لیکن یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے کہیں سند نہیں پائی نہیں معلوم کہ روضة الصفا ابوالفدا طبری سے زیادہ اور کس سند کی انکو ضرورت تھی۔ جریر طبری نے ابوبکر و عمر کے پسپا ہونیکا تذکرہ کیا ہے روضة الصفا کی عبارت اوپر پیش ہوچکی۔ ابوالفدا ایک دلچسپ مدح سرائی کیساتھ لکھتا ہے کہ ابوبکر خوب لڑے۔ عمر اس سے زیادہ لڑے لیکن جب رسول کو خبر ہوئی کہ قلعہ فتح نہیں ہوا (جو خوب لڑنیکا پورا ثبوت ہے) تو کہا کہ کل بوقت صبح اس شخص کو علم دونگا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اسکو دوست رکھتے ہیں کیونکہ وہ شخص بڑا حملہ آور اور بہادر ہے" مولوی شبلی صاحب نے اسکا اور زیادہ خلاصہ کر دیا کہ کل اسکو علم دونگا جو حملہ آور ہوگا۔" پھر آگے تحریر فرماتے ہیں کہ قضا و قدر نے یہ فخر علی کے لیئے اٹھا رکھا تھا۔ لیکن مولانا موصوف اگر اس جملہ کے نتیجہ پر نظر کرتے کہ فخر تو علی کے لیئے اٹھا رکھا تھا۔ اور مذلت غالباً پسپا ہونے والوں کے واسطے اٹھا رکھی ہوگی تو اس امر کو قضا و قدر کی سپرد نہ فرماتے

منصب کی منزلت

رسول نے اپنے اس جملہ میں کسیکا نام نہیں لیا تھا مگر جسکو علم دینے کا قصد فرمایا تھا اسکی کچھ صفات بیان فرمادی تھیں جو کوئی معمولی صفات نہ تھیں یہ رسول کی معجز بیان زبان سے نکلے ہوئے الفاظ خطاب تھے اور اس رسول کی جو علاوہ الہامی روحانی قوتوں کے انسانی خیالات جزر و مد و محرکات نفس کے مطالعہ میں اپنی عمر صرف کرچکا تھا۔ اور اپنے جملہ متوسلین و متبعین کی طبیعتوں کا کماحقہ اندازہ کئے ہوئے تھا اسنے مصلحتاً ان الفاظ کو ارشاد فرمایا تھا کہ دیکھو وہ ایسا بہادر ہے کہ کرار ہے فرار نہیں وہ خدا و رسول کا محب ہے۔ اور خدا و رسول اسکے محبوب سمجھنے والوں کو تو سمجھ لینا چاہیئے تھا کہ اگر ان صفات کا آدمی ان نامور آدمیوں سے کوئی ہوتا جنکو منصب علم پہلے عنایت ہوچکا تھا تو ان جملوں کے فرمانے کی کیا ضرورت ہوتی مگر یہ خطاب ہی کچھ ایسا موقر و عظیم تھا کہ ہر مسلمان اپنی تمام دولت تو کیا جان بیچکر بھی اسکو حاصل کرنے کا خواہشمند ہوتا تو تعجب انگیز نہ تھا۔ اسکے ملنے کیواسطے اصحاب کی بے چینی ابن الخطاب کے اس جملے سے ظاہر ہوتی ہے کہ امارت کی ہوس مجھے کبھی ویسی نہیں ہوئی جیسی اس روز ہوئی تھی۔" علی کی معذوری نے ہر چشم کوتاہ بین نگاہ کو اسطرف کے گمان سے ہی بخیال خود مستغنی کر رکھا تھا اور سب کو پورا یقین تھا کہ علی تو معذور ہیں

ابن خطاب کی بے چینی

رسول کا مطلب علی سے نہیں ہو سکتا ہے +

صحابہ کی بیچینی بوجہ علم

وہاں علی جو بباعث سخت آشوب چشم مدینہ میں رہ گئے تھے مفارقت حضرت سے بیتاب ہو کر بارادہ قدمبوسی چلدیئے تھے اور لشکر میں آ گئے تھے جسکی غالباً کسیکو اطلاع نہ تہی۔ بروایت سہل بن سعد ساعدی اس رات کو صحاب میں چرچا اس بات کا دیکھئے ہم میں سے کسکو یہ دولت نصیب ہوتی ہے۔ بریدہ بن الحصیب کہتے ہیں کہ ہر شخص جسکو رسول سے کچھ بھی قرب صحبت حاصل تہا یہ سمجھتا تہا کہ علم اوسیکو ملیگا۔ حوصلہ کرنے والوں نے رات نہایت بیچینی سے کاٹی +

صبح کا دربار کا منظر

صبح ہوئی، اور واقعی یہ ایک قیامت کی صبح ہوگی جب وہ مرتبہ دان رسول ہنا شام کا وعدہ پورا کرنے کیواسطے اپنا سفید علم لیئے ہوئے خیمہ سے برآمد ہوا ہوگا۔ در رسول پر بہترین لباس سے مزین اسلحہ سے آراستہ صحاب کا مجمع تہا جنمیں ہر شخص رسول کی تجویز سننے کا بیچینی سے مشتاق تہا۔ سانسیں رکی ہوئی تہیں۔ آنکھ و کان ہمہ تن رسول کے اشارہ و آواز پر لگے ہوئے تھے ہر شخص متمنی نظر مرحمت کا تہا۔ سعد بن وقاص کہتے ہیں، کہ "میں بیٹھا تہا کھڑا ہو گیا۔ تاکہ رسول کی نگاہ مجھ پر پڑے"۔ فاروق اعظم فرماتے ہیں۔ کہ "میں بادشاہی کو اس روز کے علم سے بہتر نہیں جانتا تہا" +

علی کا صابرانہ اطمینان

مگر واہ رے علی کے مطمئن دل کا اس پر منزلت حدیث کے سننے پر بہی اپنی معذوری کو دیکھتے ہوئے کیا صابرانہ جملہ ادا ہوتا ہے۔ "اللھم لا معطی لما منعت ولا مانع لما اعطیت" (خدایا کوئی اوسکا دینے والا نہیں جسے تو نہ دے اور کوئی منع نہیں کر سکتا اس چیز کو جسکو تو عطا کرے)

رسول علی کو کرتے ہیں

اب رسول کی نگاہ اٹہتی ہے مگر ان حوصلہ مندوں کی خود نمائیوں کیطرف نہیں بلکہ کسی غیر حاضر کی تلاش میں۔ ارشاد ہوتا ہے "علی کہاں ہیں"؟ اس سوال پر حوصلہ مندوں کی امیدیں بہی منقطع ہو گئیں اور دفعتاً ہر طرف سے ایک آواز ہو کر شور ہوتا ہے "یا رسول اللہ علی تو آشوب چشم میں مبتلا ہیں انہیں تو کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا"۔ تاکہ اب بہی کسی اور کے نام پر یہ قرعہ آ جائے مگر یہ نہ سمجھے کہ کیا رسول کو اسکی خبر نہ تہی کہ علی آشوب چشم میں مبتلا ہیں اور بلا سوچے سمجھے رسول نے یہ بات کہی تہی +

علی کی طلبی و لعاب دہن رسول سے آشوب زائل

اب بغیر ان بے آہنگ آوازوں پر اعتنا فرمائے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ "علی کو لاؤ"۔ اب مایوسی و مجبوری کے سوا چارہ ہی کیا تہا علی اسی حالت در میں حاضر کئے گئے جو اسوقت سرخ جبہ پہنے ہوئے تھے۔ روایات متفق ہیں کہ رسول کا زانو علی کے سر کا تکیہ ہوا اور رسول کا لعاب دہن علی کی آنکھ کا کحل الجواہر ہو گیا جس سے فوراً آشوب چشم زایل ہو گیا۔ ہمکو اس سے زیادہ تر بحث نہیں کہ علی کیطرح اچھے ہوئے یہ علی کا جوش ایمان تہا یا رسول کیطرف سے خطاب دوست خدا اور کرار غیر فرار پانیکی خوشی۔ رسول کے لعاب دہن کا اثر تہا یا دعا کی برکت کچھ ہی کیوں نہ ہو ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ مگر تمام تاریخیں علی کی اس طرح صحتیابی پر متفق ہیں +

علی کو علم عطا ہوا

اب وہ تمامی اسلام کا مرکز نگاہ۔ علمِ رسولِ خیبر سب کی للچائی ہوئی مایوسانہ نگاہیں پڑ رہی تھیں اسی شیرِ بیشہ ہیجا علی مرتضیٰ کی سپرد ہوتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ یا علی لو یہ علم لو اور جاکر کفار کو اپنی تیغ آبدار سے زیر کرو۔ زرہ ذوالفقار بھی اپنی عنایت کر دیجاتی ہے۔ اس فادار بہادر نے متشکرانہ انداز سے اس عطیہ رسول کو لیکر آنکھوں سے لگایا اور سر جُھکا کر تعمیل حکم کیواسطے چلدیا کچھ دور چلا تھا کہ اسکو خیال آیا کہ یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ کب تک ان کفار سے جنگ کرنی چاہیے اب رسول کی زبان سے کرار غیر فرار کا خطاب پانیوالا واپس کیسے آئے۔ الٹے پاؤں اسی ارشاد رسول اسی مقام پر رُک کر بلا منہ پھیرے ہوئے نہایت ادب کیساتھ دریافت کیا جاتا ہے کہ یا رسول اللہ ان سے کبتک لڑوں؟ رسول نے جواب دیا کہ جب تک وہ وحدانیت خدا کا اقرار نکریں اور ایمان نہ لائیں اور اسکے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا کہ تیری بدولت اگر ایک شخص کی بھی ہدایت ہوجائے تو ہزار اونٹوں کی خیرات سے بہتر ہے۔

دیدبان کی پیشین گوئی

علی نے دشمن کے مقابل جاتے ہی علم نصرت نشیم قلعہ قموص کے سامنے ایک پتھر پر گاڑدیا قلعہ کے ایک دیدبان نے اس برج پر سے علمدار کی آن بان و تیور دیکھکر دریافت کیا کہ اے علمدار تیرا نام کیا ہے نہایت افتخار و متانت سے جواب دیا گیا "میں علی ابن ابی طالب ہوں"۔ علی کی شان و شہرت کا دیدبان پر ایسا اثر ہوا کہ وہ یکدم کہہ اٹھا کہ اے اہل قلعہ اب تم ضرور مغلوب ہوجاؤ گے۔

حارث کی جنگ و قتل حارث بدست علی

قلعہ مخالف سے اول ایک نامی پہلوان حارث برادر مرحب مع فوج کے نکلا اور جنگ شروع ہوگئی تھوڑی دیر میں اس نے دو مجاہدین اسلام کو قتل کردیا۔ اب اس بہادر علمدار کو تاب ضبط کہاں تھی۔ فوراً خود ایک شیرانہ حملہ کیا جسکے بعد سے حارث کو اپنے خون میں لوٹتا ہوا دیکھا مرحب نے جو اپنے بھائی کے قتل ہونے کی خبر پائی۔ تو مع ایک ورگروہ بہادران کے نہایت غیظ و غضب میں نکلا اور میدان میں آکر مبارز طلب ہوا یہ مرحب ایسا بہادر و قوی تھا کہ اسکے نیزے کی سنان تین من کی تھی اور قوت بہادری میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ دوہری زرہ پہنے دو تلواریں حمائل کیئے خود سر پر رکھے سلاح جنگ سے آراستہ۔ نیزہ چلاتا ہوا آیا اور

مرحب کی مبارز طلبی و مقابلہ علی و فریقین کے رجز

یہ رجز پڑھا۔ "قد علمت خیبر انی مرحب شاکی السلاح بطل مجرب" (تمام خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ آلات حرب میں صاحب شوکت تجربہ کار و دلیر ہوں) مسلمانوں میں سے کسیکی ہمت نہوتی تھی کہ اسکے مقابل جائے۔ تب بہادر علمدار کرار غیر فرار نے خود مقابل آکر جواب میں رجز پڑھا کہ:- "انا الذی سمتنی امی حیدرۃ۔ ضرغام ولیث قسورۃ" (میں وہ ہوں کہ مری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے میں شجاعت کے جنگل کا شیر درندہ ہوں)

علی کی مرحب سے جنگ

مرحب چاہتا تھا کہ علی پر وار کرے مگر علی نے پیشدستی کر کے ذوالفقار کا ایسا وار کیا کہ اسکے خود کو کاٹ کر اسکے دانتوں تک کاٹ گئی اور بعضوں نے لکھا ہے کہ قربوس زین تک پہنچگئی تھی اسکے قتل کے بعد علی نے فوراً بقیہ یہودیوں پر حملہ کردیا اور انکے سات افسروں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ یہودی قلعہ کے اندر کو بھاگے انکا تعاقب کیا گیا۔ اثنار تعاقب میں کسی نے فصیل قلعہ سے ایک بھاری پتھر پھینکا جس سے علی کی سپر ہاتھ سے گرگئی جسکو ایک دوسرا دشمن اٹھا کر قلعہ کے اندر

ے بہاگا. اب اس سر فروش راہ خدا کے غضب کی انتہا نہ تھی عالم غیظ مین جست کر کے خندق کے اُس پار جا کر قلعہ قموص کے دروازہ پر اسی حالت جوش و غضب مین ہاتھہ ڈالدیا اور ایک ایسی جنبش دی کہ قلعہ کا مشہور دروازہ جسکو آٹھہ آدمیوں کی د بروائیے. ہم آدمیوں کی متفقہ قوت کی ضرورت ہوتی تھی. اکھڑ کر علی کے ہاتھہ مین تہا. ابن عساکر. جابر بن عبداللہ. ابن اسحق اور دیگر مورخین نے علی کے درخیبر اکہاڑ لینے اور ہاتھہ مین اٹہا لینے کا تذکرہ کیا ہے. بعض تواریخ مین یہ بہی ہے کہ علی نے دروازہ مذکور کو خندق پر رکہدیا تہا جسکے ذریعے سپاہ اسلام عبور کر آئی. اس جنبش در سے تمام قلعہ اسطرح ہلگیا تہا کہ صفیہ دختر حیی جو تخت پر بیٹھی تھی گر پڑی اور اُسکا رخسار مجروح ہوگیا. اس واقعہ کو اسنے خود بعد اسیری رسول کے استفسار پر بیان کیا تہا.

علی نے درخیبر اکہاڑ لیا

بعض خام خیال علی کی قوت کے ایسے اظہار کو مبالغہ یا خلاف قیاس تصور کر کے اوسمین شک کرتے ہین وہ یا تو کج فہم یا سخت متعصب ہین کیونکہ تائید الہی قوت ایزدی کے عقیدہ سے قطع نظر کر کے بہی ہم دیکھتے ہین کہ انسان مین بعض اوقات حالت جوش و غضب مین ایسی قوت آجاتی ہے کہ چار چہ آدمیوں سے اسکا سنبہلنا دشوار ہوجاتا ہے اور وہ حالت جوش مین ایسے کام کر گذرتا ہے کہ جو معمولی حالتوں مین ہرگز نہیں کر سکتا. پس اگر اس حالت غضب و جوش ایمانی کو جسمین علی نے درخیبر کو اکہاڑا تہا غور سے دیکھا جائے تو ہرگز خلاف قیاس نہیں کہا جا سکتا. اور علی کا یہ فقرہ کہ "ما قلعت باب خیبر بقوة جسمانیة لکن بقوة رحمانیة" (مین نے درخیبر کو قوت جسمانی سے نہین اکہاڑا بلکہ قوت رحمانی سے) صاف اس کی تائید کرتا ہے پس اگر علی کی اُس حالت وجدانی و جوش ایمانی نے جو تائید یزدانی سے علیحدہ نہیں ہوسکتی انکی قوت جسمانی کو ایسی مدد دی جو بادی النظر مین معمول سے زیادہ ہے. تو وہ کسیطرح محال تصور نہیں کیجا سکتی علاوہ بریں ہمارے زمانہ مین بہت سے آدمی ایسے ہین جو صرف مشاقی سے جسمین کچھ جوش بہی شامل نہیں ہوتا. اور تربیت جسمانی کے علاوہ کوئی اور تحریک موجود نہیں ہوتی تعجب خیز وزن اٹہا لیتے ہین. اور جہاں قوت جسمانی کے ساتھہ قوت روحانی اور جوش وجدانی بہی شامل ہوجائے تو اسکا کیا ٹہکانا ہے اور اسا سے کسی ایسے کام کا سرزد ہوجانا جو معمولاً دشوار معلوم ہوتا ہو کیا خلاف قیاس ہو سکتا ہے.

تشکیک باطل کی

پس اپنے مشہور بہادروں کے قتل اور علمدار اسلام کی اس حیرت انگیز قوت کے مشاہدہ سے اہل قلعہ حواس باختہ ہوگئے اور امان کا شور فصیل سے بلند ہوا اب یہ اٹہا ہوا ہاتہ جسکے روکنے کی کسی بہادر کو تاب نہ تہی آواز امان سنتے ہی رک گیا اور باجازت رسول مشروط امان دیگئی کہ ہر شخص صرف بقدر ایک بار شتر کے غلہ لیکر قلعہ سے باہر چلا جائے بقیہ کل اسباب و اسلحہ فاتح کیواسطے چہوڑ دے. دشمن نے اس شرط کو بمقابلہ جان غنیمت سمجہکر قبول کیا اور خیبر کا مشہور قلعہ قموص علی کی بدولت مسلمانوں کے قبضہ مین آگیا.

قلعہ فتح ہوگیا

رسول کو فتح خیبر کی جب اطلاع پہنچی تو حضرت کی خوشی و مسرت کی کچھ انتہا نہ تھی کیونکہ علاوہ ترقی و فتح اسلام کے اپنے کرار غیر فرار "یفتح اللہ علی یدیہ" فرمانے کا بہی گہرا خیال تہا. علی جب مظفر و منصور واپس ہوئے تو رسول خود استقبال علی کو بڑھے

رسول کی عزت افزائی

اور علی کو گلے لگا کر دونوں آنکھوں کو بوسہ دیا اور فرمایا "قد بلغنی نباؤک المشکور وصنیعک المذکور قد رضی اللہ عنک ورضیت انا عنک" (یعنی تیری قابل شکر سعی اور مشہور بہادری کی مجھے اطلاع ہے خدا تجھ سے راضی ہوا اور میں تجھ سے راضی ہوں) اسکو سنکر علی کی آنکھوں میں خوشی اور شکر کے آنسو بھر آئے اور سجدہ خالق میں جھک گئے اسی موقعہ کی متعلق مسٹر

علی کو شیر خدا کا خطاب

گبن لکھتے ہیں کہ "رسول نے علی کی مثال سے اپنے رفقا کے اعتقاد و جرأت میں ہمت دلائی اور انہیں شیر خدا کا خطاب دیا" مقوقس شاہ مصر سے جو دلدل تحفہ میں آیا تہا علی کو بخشدیا گیا (ابو الفدا)

غنیمت قلعہ وعقد حضرت صفیہ

اس قلعہ میں سے جسکا حاکم کنانہ بن الحقیق تہا۔ سو جوشن چار سو تلواریں ایکہزار تیر پانچسو کمانیں اور بہت سا اسباب و مال ہاتھ آیا۔ کنانہ حاکم قلعہ نے قبل فتح ایک پوست شتر زر و جواہر سے بھر کر علیحدہ ایک ویرانہ میں مخفی کر دیا تہا۔ رسول کو معلوم ہو گیا کنانہ سے پوچھا تو اسنے انکار کیا مگر اسکے لڑکے نے بتلا دیا۔ تلاش کرانے سے وہ بہی ملگیا۔ کنانہ کو حوالہ محمد بن مسلمہ کیا گیا کہ بعوض خون اپنے بہائی محمود کے اسکو قتل کرے۔ عورتیں جو گرفتار ہوئیں تقسیم کر دی گئیں۔ صفیہ دختر حیی کو بعد فتح قلعہ علی نے اسیر کر کے ہمراہ بلال رسول کی خدمت میں بہیجا تہا۔ جو اسکے بہائی کی لاش کیطرف سے لائے جسکو دیکہکر وہ بہت روئی۔ رحم دل رسول کو معلوم ہوا تو بلال کو سخت ملامت کی کہ عورتوں کے قلب نازک ہوتے ہیں انکو قتلگاہ کیطرف سے لاتے ہیں۔ پہر رسول نے صفیہ کو آزاد کر کے اس کی خواہش خواب کے موافق اسکا اپنے ساتہہ عقد کر لیا۔

زینب بنت حارث

گوشت دنبہ میں رسول کو زہر دیا

زینب بنت حارث زوجہ سلام خواہرزادہ مرحب نے گوشت دنبہ کو زہر آلود کر کے بطور دعوت رسول کے پاس بہیجا۔ رسول نے اخلاقاً قبول کر لیا جب کہانے بیٹھے بشیر بن البرا نے ایک لقمہ کہا لیا۔ رسول نے جو لقمہ منہ میں رکہا تو اثر زہر محسوس ہوا حضرت نے لقمہ تہوک دیا اور سب کو منع کر دیا۔ بشیر کا اسی لقمہ کے کہا جانیکی وجہ سے اثر زہر سے انتقال ہو گیا۔ زینب کو بلا کر پوچھا گیا تو اسنے اقبال کیا اور کہا کہ اسنے امتحاناً زہر ملایا تہا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو آپ پر زہر کا اثر نہ ہوگا۔ اس قصور پر زینب کو قتل کرا دیا گیا اور بروایتے بخشدیا گیا۔

انتظام املاک خیبر

املاک یہودیان خیبر ضبط ہو کر انکا انتظام اسطرح پر کیا گیا کہ یہود قابض ہو کر کاشت و انتظام کریں۔ نصف پیداوار بیت المال میں بہیجا کریں۔ اور نصف اپنے تصرف میں کیا کریں۔ ملکیت حکومت اسلام کی رہیگی۔

فایدہ فتح خیبر

فتح خیبر سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ وہ قومیں جنکے سروں میں جنگ کا حوصلہ و سودا رہتا تہا اور یہودیان خیبر سے امداد کی امیدوار رہا کرتی تہیں وہ سب ٹہنڈی ہو گئیں کیونکہ یہی ایک بہت بڑا گروہ اور مرکز یہود کا تہا اور انکے قلعے بہی مضبوط و مستحکم تہے چنانچہ حجاج بن علاط سلمی یہودی جو مالدار تاجر مکہ تہا حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوا اور اہل فدک نے بہی صلح کر لی جسکی کیفیت ذیل میں درج ہے

صلح اہل فدک۔ فدک خاصہ رسول تہا۔ فدک فاطمہ کو بذریعہ وثیقہ عطا ہوا بعد وفات رسول اسلئے گیا

صلح اہل فدک

بعد فتح خیبر کے رسول نے بروایت مستقصی علی کو و بروایت روضۃ الصفا محیصہ بن مسعود کو جو متعلقات خیبر میں سے تہا بہیجا۔ اہل فدک نے خبر

مغلوبی اہل خیبر پاکر ذریعہ یوشع بن نون کے بلا جنگ انہیں شرائط پر صلح کر لی کہ نصف اراضی فدک رسول اللہ کی ملکیت ہو اور نصف انکی ملکیت رہے۔ فدک کی نسبت ابوالفدا لکھتا ہے کہ "فدک خاصۃً رسول اللہ کی ملک میں تہا اور خیبر تمام مسلمانوں کا تہا کیونکہ فدک بدوں حاجت سواروں و فوج کشی سوار و پیادہ کے مسلمانوں نے فتح کیا تہا" پہر زمانہ عثمان میں یہی مورخ لکہتا ہے کہ ایک سبب یہی تہا کہ باغ فدک جو میراث بی بی فاطمہ کے تہا وہ مروان نے چہین لیا تہا یہ ایک باغ رسول کا تہا اسکو جناب فاطمہ نے رسول اللہ سے میراث میں پایا تہا اور صاحب روضۃ الصفا یہ عبارت لکہتے ہیں کہ جبرئیل نازل شد کہ خدا میفرماید آت ذی القربیٰ حقہ حق خویشاں بدہ۔

فدک خاصۂ رسول کی ملکیت

رسول فرمود خویشان کیانند گفت فاطمہ پیغمبر فاطمہ را خواند و حجتے نوشت آں وثیقہ بود کہ بعد از وفات رسول اللہ پیش ابوبکر آورد و گفت این کتاب رسول خدا است کہ برائے من و حسن و حسین نوشتہ است" جو نامنظور ہو کر چاک کر دیا گیا تہا اب تو ذرا فدایان صدیقی و شیدایان فاروقی حضرات خلافت مآب اس وثیقہ رسول کو جو انہیں کے بیان کی مستند تاریخ کی موافق تحریر کردہ رسول و مطابق حکم الٰہی تحریر شدہ ثابت ہوتا ہے نامنظوری کے متعلق انصافانہ رائے قائم فرمائیں کہ کہانتک یہ عمل نا حق بیجا تہا۔ اور کہانتک حدیث لا نورث و لا نورث کی اس سے تصدیق ہوتی ہے یا تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ کیا اس نامنظوری یا چاک کردینے سے توہین رسول و تحریر رسول کی بلکہ خدا کی نہوئی اور جو شے رسول اللہ اپنی حیات میں ذریعہ وثیقہ عطا فرما گئے تھے اس سے ترکہ وراثت سے کیا تعلق ہو سکتا ہے جو حدیث لا نورث کی بنا پر رد کا گیا۔

فاطمہ زہرا نے میراث میں پایا۔ فدک کیا باپ تہا رسول

بعد فتح خیبر نواح خیبر ہی میں جعفر ابن ابیطالب مع جماعت مہاجرین حبش جنکی بابت نامہ طلب رسول نے نجاشی شاہ حبشہ کے پاس بہیجا تہا حبشہ سے آکر رسول سے ملے جنکی رسول کو اس فتح کی برابر ہی خوشی ہوئی۔ بروایت طبری جعفر کے ساتہ ۶۲ آدمی اہل حبشہ اور آٹھ آدمی شام کے بہی آئے تھے جو سلمان ہوئے قبیلہ شام کے ساتہ بحیرا راہب بہی تہا جسنے اول سفر شام میں ابو طالب سے بشارت حضرت کے رسول ہونے کی دی تھی۔

واپسی جعفر مع مہاجرین

ہنگام واپسی خیبر حضرت نے وادی القریٰ کا قصد فرمایا اور منزل صہبا پر پہونچکر صفیہ سے زفاف کیا جو خیبر میں زفاف پر رضامند نہوئی تہی اور اب وجہ دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ وہاں مجہے اندیشہ تہا کہ یہودی شاید اسکو اپنی ذلت سمجہکر آپ کو کچہ نقصان پہنچائیں رسول کو یہ جواب پسند آیا جو موجب زیادہ محبت کا ہوا۔

زفاف صفیہ

رجعت شمس برائے علی و سریہ ہائے

اسی مقام صہبا میں وقت عصر رسول زانوے علی پر سر رکہے لیٹے تھے آثار نزول وحی ظاہر ہوئے اور وحی میں طول ہوا یا بہ نظر ظاہر سو گئے کہ آفتاب بظاہر غروب ہو گیا علی نے نماز عصر ہنوز نہ پڑہی تہی۔ حالت وحی ختم ہونے پر جب رسول کو معلوم ہوا کہ علی کی نماز ان کی اطاعت میں قضا ہو گئی تو خدا سے دعا فرمائی کہ خدایا علی تیری و تیرے رسول کی اطاعت میں تہا تو آفتاب کو اسکے واسطے پہیر دے

رجعت شمس برائے علی

اسمٰا بنت عمیس راوی ہے کہ آفتاب نے عود کیا اور علی نے نماز عصر ادا کی ÷

سریہ اسامہ بن زید بروایت حیات القلوب

حیات القلوب میں ہے کہ بعد واپسی خیبر حضرت نے اسامہ بن زید کو معہ ایک جماعت کے نواح فدک میں یہودیوں کے اور شہروں میں بھیجا تھا ایک مقام پر ایک یہودی مرداس بن جنگ لشکر اسلام کو دیکھکر بخوف کلمہ شہادت پڑھتا ہوا پہاڑ کیطرف کو بھاگا۔ اسامہ اس شہادت کو بخوف جان سمجھکر اسکو قتل کردیا۔ رسول نے حال سنکر اسامہ کو ملامت کی۔ اسامہ نے عہد کیا تھا کہ اب کبھی مسلمان کلمہ گو سے جنگ نکرنگا اور اسی حیلہ سے وہ جنگ میں علی کے شریک نہوا مگر یہ عذر بدتر از گناہ ہے ÷

غزوہ وادی القرٰی

غزوہ وادی القرٰی

ہنگام واپسی خیبر یہودیان وادی القرٰی کو گمان ہوا کہ اب حضرت ضرور انکی طرف آئینگے انہوں نے بعض دیگر مشرکین عرب کی مدد لیکر لشکر تیار کیا جسکی خبر معلوم ہونے پر حضرت بھی انکی طرف متوجہ ہو جو مقابلہ پر آمادہ ہوئے حضرت نے اول انکو دعوت اسلام دی انکے انکار پر جنگ شروع ہوگئی۔ دشمنوں میں سے ایک شخص نکلا اسکو زبیر نے مقابل جا کر قتل کر دیا۔ دوسرا نکلا وہ بھی مبارز اسلام کے ہاتھ سے مارا گیا پھر تیسرا نکلا کہ علمدار لشکر اسلام علی بن ابیطالب نے اسکو واصل بجہنم کیا۔ ایک کو ابودجانہ نے قتل کیا۔ اسیطرح گیارہ آدمی انکے اس روز قتل ہوئے۔ دوسرے روز پھر جنگ شروع ہوئی۔ پہر دن چڑھے تک یہودی شکست کہاکر بھاگ گئے یہانسے بھی بہت سامان و اسباب مسلمانونکے ہاتھ آیا ÷

صلح یہودیان تیما۔ واپسی رسول بمدینہ

یہودیان تیما نے جو اخبار فتح مسلمانان سنے تو آکر حضرت سے صلح کرلی اور جزیہ دینا قبول کرلیا اب حضرت معہ لشکر ظفر پیکر واپس مدینہ تشریف لائے۔ مکاتیب دعوت اسلام جو والیان بلاد مختلف کو آخر سال گذشتہ میں روانہ فرمائے گئے تھے انکے حسب ذیل حال معلوم ہوئے

جواب و انجام مکاتب مرسلہ

بجواب دعوت ہرقل

(۱) نامہ ہرقل شاہ روم۔ دحیہ کلبی نامہ لیکر اول حسب ہدایت بصری حاکم شام کے پاس بمقام حمص گئے جسنے ایک آدمی ساتھ کرکے انکو دربار ہرقل میں جو بزیارت بیت المقدس آیا ہوا تھا بھیجدیا۔ دحیہ کلبی سے وقت حاضری دربار موافق دستور سجدہ کرنیکو کہا گیا انہوں نے انکار کیا کہ مسلمان سوائے خدا کے کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ ہرقل نے ایک ترجمان کو بلاکر نامہ پڑھوایا جسکے آخر میں تعالوالی کلمۃ اللہ … مسلمون لکھا تھا ہرقل نے حکم دیا کہ اگر کوئی شخص ایسا ملے جو اس رسول کے جو دعوے پیغمبری کرتا ہے قریب کا رشتہ دار ہو تو اسکو حاضر لاؤ۔ چنانچہ تلاش سے ابوسفیان بن حرب جو بغرض تجارت معہ قافلہ وہاں گیا ہوا تھا ملگیا اسکو دربار میں لیگئے جس سے ہرقل نے حسب ذیل سوال جواب کئے اور سخت تاکید کی کہ کوئی بات جھوٹ نہ کہنا ÷

ہرقل کی تفتیش

سوال ہرقل۔ اس شخص کا حسب نسب کیا ہے جو دعوے پیغمبری کرتا ہے؟ جواب ابوسفیان وہ اپنی قوم و شہر میں سب سے بہتر ہے

" انکی قوم میں اس سے قبل کسی ور نے بھی ایسا دعوٰے کیا ہے " نہیں

سوال ہرقل	جواب ابوسفیان
اسکے آبا و اجداد مین سے کوئی بادشاہ ہوا ہے	نہین
اسکی پیروی مالدار آدمیون نے کی ہے یا غریب فقیرون نے	زیادہ تر غریب و فقیر ہین
کوئی شخص اسکے دین مین آکر پشیمان ہوا اور ترک کر گیا	نہین
کیا وہ کبھی عہد شکنی اور غدر بھی کرتا ہے یا کبھی جھوٹ بولا ہے	ابھی تک تو ایسا ظہور مین نہین آیا ہم لوگون سے عہد ہے جب ہوا دیکھئے وفا کرتا ہے
تمہارے اور اسکے جو لڑائیاں ہوئین انکا کیا نتیجہ ہوا	کبھی ہم غالب آئے کبھی وہ غالب آیا
تمہیں وہ کس بات کی تعلیم دیتا ہے	وہ کہتا ہے کہ بتون کو چھوڑ دو خدائے واحد کی عبادت کرو نماز پڑھو روزہ رکھو صلہ رحم کرو صدق و عفت و عفاف وغیرہ کی ہدایت کرتا ہے

ہرقل نے یہ سنکر کہا کہ یہ باتین تو سب اچھی ہین اور یہ ضرور پیغمبر کی ہی صفات ہین وہ ضرور رسول ہے اور غالب آئیگا اور اگر مجھکو معلوم ہوتا کہ مین شرف ملاقات حاصل کر سکونگا تو ضرور مطیع ہو جاتا اور بقول بعض وہ مسلمان ہو گیا و بروایتے وہ بخوف مخالفت رعایا علانیہ مسلمان نہوا مگر دل مین معتقد ہو گیا۔ قاصد رسول کو انعام دیکر رخصت کیا۔

(۲) نامہ خسرو پرویز۔ اسکے پاس جس نامہ رسول پہنچا اور اسنے دیکھا کہ محمد نے اپنا نام اسکے نام سے پہلے لکھا ہے تو غصہ مین نامہ کو پارہ پارہ کر دیا اور باذان حاکم یمن کو جو اسکے زیر حکومت تھا لکھا کہ محمد کو گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیجدو۔ باذان نے دو شخصون کو جو فارسی النسل تھے جنکے نام بابویہ و خرخرہ تھے مامور کیا اور حضرت کے نام نامہ لکھا کہ بہتر ہے کہ آپ ان دونون کیساتھ دربار پرویز مین چلے جائیے۔ یہ دونون ماہ جمادی الآخر مین حاضر خدمت رسول ہوئے اور نامہ باذان دیکر پرویز کی قوت و سطوت کی تعریف کرنے لگے۔ حضرت نے کہا کل حاضر ہو۔ ان دونون پر حضرت کا رعب غالب آگیا۔ دوسرے روز وہ حاضر ہوئے تو حضرت نے اُن سے فرمایا کہ تم اپنے حاکم سے جا کر کہدو کہ پرویز اپنے لڑکے کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ۱۰ جمادی الاول کی شب سہ شنبہ تھی وہ دونون سخت متحیر واپس آئے۔ باذان سے صورت حال بیان کی اسی اثنا میں باذان کے پاس پسر پرویز کا فرمان پہنچا کہ پرویز مارا گیا اور وہ مالک تخت و تاج ہو گیا۔ باذان کو جب اس فرمودہ رسول کی تصدیق ہوئی تو وہ معہ دیگر روسائے یمن کے مسلمان ہو گیا۔

انجام نامہ خسرو پرویز

(۳) نامہ مقوقس شاہ اسکندریہ۔ حاطب نے نامہ حضرت مقوقس کے پاس پہنچایا۔ اسنے کمال تعظیم نامہ کی کی اور قاصد حضرت سے عمدہ طریق پر باخلاق گفتگو کی اور خلوت مین بلا کر حالات حضرت دریافت کئے۔ حاطب نے حضرت کے محاسن بیان کئے۔ اسنے تصدیق کی کہ یہ سب صفات رسول ہین جنکی حضرت عیسیٰ نے بھی بشارت دی ہے اور جواب نامہ بطریق جمیل لکھا اور چار کنیزین جنمین ایک ماریہ قبطیہ جو مادر حضرت ابراہیم فرزند رسول ہوئی اور ایک اسکی بہن شیرین تھی ایک خچر دلدل

انجام نامہ مقوقس و آمد ماریہ قبطیہ

نامی ایک دراز گوش یا اشتر یعفور نامی بطور ہدیہ ایک اور خواجہ سرا بغرض خدمت اور ۲۰ خلعت جامہ وار و ہزار مثقال طلا
تحفہ مین بہیجا اور پانچ جامہ قاصد کو دیے۔ مگر بخوف مخالفت رعایا مسلمان نہ ہوا۔ ماریہ قبطیہ حضرت کیے تصرف مین رہی۔
شیرین کو حضرت نے حسان بن ثابت کو بخشدیا۔ دلدل داغ لگاکر اپنی سواری میں رکہا تہا جو علی کو دیدیا گیا اور وہ بزمانہ معویہ ہلاک ہوا

انجام نامہ حارث — (۴) نامہ حارث والی شام۔ یہ مقام غوطہ میں ملا جہاں وہ ہرقل کے انتظام رسد مین تہا۔ اسنے نامہ پڑہکر زمین پر پہینکدیا اور حضرت سے جنگ کا ارادہ کیا۔ ہرقل کو بہی امداد کیواسطے لکہا۔ مگر ہرقل نے اسکو روکدیا۔ بالآخر قاصد کو سو مثقال طلا دیکر واپس کردیا۔ حضرت نے حال سنکر بددعا دی وہ سال فتح مکہ مر گیا ؛

انجام نامہ ہوذہ — (۵) نامہ ہوذہ۔ اسنے نامہ و قاصد کی نہایت درجہ تعظیم و تکریم کی اور جواب لکہا کہ دین آپ کا ضرور اچہا ہے۔ مگر مین اپنی قوم مین شاعر و خطیب ہوں اور عرب مجہسے دلمین کدورت رکہتے ہیں اگر آپ اپنے کچہہ بلاد کا انتظام میری سپرد کردین تو البتہ مین مسلمان ہوسکتا ہوں حضرت نے جواب دیکہکر پہینکدیا اور فرمایا ایسے شخص کی ہمکو ضرورت نہیں ہم خرما کی ایک گٹہلی بہی ایسے آدمی کو نہیں دینگے۔ اور بددعا کی وہ بہی بعد فتح مکہ مر گیا ؛

سال حال مین حسب ذیل سرایا روانہ کئے گئے جنکا مختصر سا ذکر تواریخ میں حسب ذیل پایا جاتا ہے ؛

سرایا غالب و عیینہ و عبداللہ

سریہ غالب بن عبداللہ — (۱) غالب بن عبداللہ لیثی کو بنی مرہ کیطرف بہیجا گیا۔ جنہوں نے جنگ ہو کر دشمن کو مغلوب کیا جو کچہہ قتل ہوئے اور کچہہ کو اسیر لائے

سریہ عیینہ بن حصین — (۲) عیینہ بن حصین کو بنی عنبر کیجانب بہیجا گیا۔ انہوں نے بہی کچہہ کو قتل کیا باقی کو گرفتار کر لائے ؛

سریہ عبداللہ بن رواحہ — (۳) بروایت روضۃ الصفا۔ عبداللہ بن رواحہ کو معہ ایک جماعت مسلمانان کے جنمیں ابوقتادہ و محکم بن جثامہ بہی تہے بن بطن اضم کے روانہ کیا گیا تہا انکو عامر بن الاضبط الاشجعی راستہ مین ملگیا جو ایمان لے آیا مگر محکم نے اسکو قتل کردیا جب یہ خبر رسول کو ہوئی اور محکم حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے اسکو عتاب کیا اور بددعا دی کہ محکم تہوڑے دنوں کے بعد مر گیا۔ مگر حیات القلوب مین اس سریہ کی کیفیت یہ تحریر ہے کہ عبداللہ معہ ۳۰ آدمیوں کے جنمیں عبداللہ بن انیس بہی تہا بشیر بن خرام یہودی کی سرکوبی کو بہیجا گیا تہا جس کی نسبت خبر ملی تہی کہ بنی غطفان کو خلاف حضرت کے جمع کر رہا ہے یہ لوگ بشیر کو اس حیلہ سے کہ حضرت اسکو حاکم فدک مقرر کرنیکو طلب فرماتے ہیں بلالائے اور راستہ میں اسکو معہ اسکے ۳۰ ہمراہیوں کے قتل کردیا۔ اسنے بہی عبداللہ بن انیس کے ایک ضرب ماری تہی جسمیں اسکے سر میں چوٹ آگئی تہی بعد کو اچہی ہوگئی۔ رسول نے اس طریقہ کو پسند نہ فرمایا ؛

اداے عمرۃ القضا و عقد حضرت میمونہ

اداے عمرۃ القضا ذیقعدہ سنہ ۷ھ — ماہ ذیقعدہ آیا تو رسول نے حسب عہدہ و شرط صلحنامہ قریش حکم دیا کہ اداے عمرۃ قضا کے سفر کا سامان مہیا کیا جائے اور تمامی اصحاب جو

صلح حدیبیہ مین رسول کے ساتھ تھے بلا استثنا کسی کے ہمراہ چلین چنانچہ جو جو بھی اسوقت زندہ تھے تیار ہوے اور تین سو آدمی اور علاوہ انکے ہمراہ رکاب ہوے حضرت ابوذر غفاری کو خلافت مدینہ پر چہوڑکر خود معہ دو ہزار آدمیون کی جماعت کے جسکے ساتھ سو گہوڑے تھے معہ ہتیار و خود و شمشیر و + یا ۶۰ شتران ہدی کے بقصد روانگی بیرون مدینہ تشریف لائے گہوڑونکو بحفاظت محمد بن مسلمہ اور اسلحہ کو بہ نگرانی بشیر بن سعد دیکر اور کچھ آدمی اونکے ساتھ کرکے آگے روانہ کردیا کیونکہ صلحنامہ مین شرط یہ تھی کہ سوائے شمشیر در غلاف کے کوئی اسلحہ ساتھ نہ لائینگے اسیوجہ سے ہتیار ساتھ نہ رکھے گئے تھے مگر بہ نظر احتیاط پہلے سے روانہ کر دیئے گئے جب دونوں جماعتین مرالظہران مین پہنچین تو ایک گروہ قریش نے جو اسمقام پر موجود تہا دیکہکر جلدی سے جاکر قریش کو خبر دی۔ قریش نے مکرز بن حفص کو بہیجا کہ رسول سے دریافت کرے کہ ہتیار لانیکا کیا سبب ہے اسنے آکر حضرت سے جو عقب سے تشریف لارہے تھے مکرر دریافت کیا۔ رسول نے فرمایا کہ یہ بنظر احتیاط لائے گئے ہین کہ اگر قریش عہدشکنی کرین اور اس سال بہی مانع ہوں تو کام میں لائے جاسکین ورنہ کوئی ارادہ جنگ کا نہیں ہے۔ مکرز نے واپس آکر واقعہ بیان کردیا۔ اور قریش مطمئن ہوگئے۔ رسول نے حکم دیا کہ شتران ہدی کو آگے لیجاکر مقام ذی طوی میں ٹہرائین اور جب خانہ بطن یاجج مین قرار دیا جاوے اس کی حفاظت پر کچھ آدمیوں کو چہوڑکر اور خود ناقہ قصوی پر سوار ہوکر چلے تمام اہل اسلام ہمراہ رکاب سعادت انتساب بعض پیادہ بعض سوار تلواریں حمائل کئے لبیک کہتے ہوئے روانہ ہوئے قریش نے موافق شرط صلحنامہ کے اپنے بت کعبہ و صفا و مروہ سے تین دن کیواسطے ہٹا لیئے تھے۔ رسول معہ اپنے گروہ کے تلبیہ کنان براہ حجون مکہ کے اندر تشریف لائے اور اسیطرح سوار مسجد الحرام تک آئے عبداللہ بن رواحہ مہار ناقہ حضرت کی پکڑے ہوئے تھے اور رجز پڑہتے جاتے تھے۔ رسول نے بحالت سواری ہی تین مرتبہ تیزی اور چار مرتبہ آہستہ سے طواف خانہ کعبہ کا کیا۔ مشرکین قریش قلات کوہ سے یہ سب دیکہتے تھے۔ مگر کچھ کہہ نہ سکتے تھے۔ بعض روایات میں یہ بہی ہے کہ حضرت خانہ کعبہ کے اندر بہی داخل ہوئے اور بلال نے اذان کہی اور حضرت نے نماز پڑہی +

میمونہ سالی حضرت عباس سے رسول نے عقد کیا

بعد فراغت طواف رسول نے جعفر ابن ابیطالب کو میمونہ بنت حارث ہلالیہ کے پاس جو حضرت عباس کی سالی تہی بغرض خواستگاری نکاح بہیجا اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جعفر کو مدینہ سے ہی اس غرض کیواسطے آگے سے بہیجدیا تہا۔ غرض عباس بن عبدالمطلب نے بوکالت عقد میمونہ کا حضرت سے کردیا۔ مقام سرف میں عروسی ہوئی اور اتفاق سے ۵۱ھ میں اسی مقام پر انتقال ہوا +

واپسی رسول

حسب وعدہ تین روز قیام کرکے بعد قربانی وغیرہ کے رسول نے حکم واپسی دیدیا اور اپنے غلام ابو رافع کو مکہ میں چہوڑا کہ میمونہ کو ہمراہ رسول کے عقب سے مدینہ لے آئے۔ ام عمارہ دختر حضرت حمزہ شہید حسب خواہش انکے اور علی کے ہمراہ حضرت فاطمہ زہرا مین بٹھاکر ساتھ لے لی گئیں۔ مدینہ پہنچکر جعفر اور زید بن حارثہ میں انکی پرورش و کفالت کی بابت بحث ہوئی ہر ایک چاہتا تہا کہ اپنی پرورش میں رکہے۔ رسول نے انکو جعفر کی سپرد کردیا +

اسی سال بعد واپسی مدینہ حضرت نے جبلہ بن ایہم کو جو آخر بادشاہ غسان ملک شام تھا خط دعوت اسلام بھیجا جو مسلمان ہو گیا اور حضرت کیواسطے ہدایا بھیجے۔ یہ زمانہ خلافت فاروق تک مسلمان رہا پھر مرتد ہو گیا تھا ؞

اسی سال فروہ بن عمرو جذامی کہ شاہ روم کیجانب سے معان پر حاکم تھا مسلمان ہوا اور ہدایا بھیجے۔ مگر صحیح روایت یہ ہے کہ یہ سال ہشتم میں مسلمان ہوا اس سال حضرت کیواسطے ایک منبر چوبی بغرض خطبہ پڑھنے کے تیار کرایا گیا جو ایک رومی کے لڑکے نے جو نجاری کا کام جانتا تھا تیار کیا جس پر حضرت نے بروز جمعہ خطبہ پڑھا ؞

سنہ ۸

واقعات سنہ ۸ ہجری

اسلام خالد بن ولید و سریہ ذات السلاسل

اسلام خالد بن ولید

عمرو بن العاص و عثمان بن طلحہ

اب اسلام کی روز افزوں ترقی و عروج کو دیکھکر اہل مکہ کے سر برآوردہ لوگو نکے دلوں میں بھی جو اب تک جانی دشمن اور دبانی اسلام کے تھے اشتیاق قبولی اسلام کا پیدا ہونے لگا جسکے محرک ممکن ہے کہ جاہ طلبی کے خیالات یا دولت و حکومت حاصل ہونے کے ہوں چنانچہ خالد بن الولید جسکا بھائی ولید پہلے مسلمان ہو چکا تھا اور اسکو بھی ترغیب دیتا رہتا تھا اب اپنے بھائی کے خطوط ترغیب پر اسلام کیطرف راغب ہوا مگر یہ چاہتا تھا کہ کوئی اور ساتھی ملجاوے اسنے اول صفوان بن عکرمہ سے تحریک کی اور اپنا ارادہ ظاہر کیا اسنے الٹی اسکو اسکے قصد پر ملامت کی عثمان بن طلحہ سے جو ذکر کیا تو وہ آمادہ ہو گیا لہذا یہ دونوں اس ارادہ سے مدینہ کو چلدیئے۔ راستہ میں مقام ہدہ پر عمرو بن العاص ملا وہ بھی اسی قصد سے چلا تھا چنانچہ یہ تینوں حاضر خدمت رسول ہو کر مشرف باسلام ہوئے ؞

سریہ ذات السلاسل

عمرو بن العاص کو شوق امارت و حوصلہ جنگ زیادہ تھا کہ اسی اثنا میں رسول کو خبر ملی کہ بنی قضاعہ نے اتفاق کیا ہے کہ مواضعات اسلام میں سے کسی پر حملہ کریں چنانچہ رسول نے عمرو بن العاص کو جو زیادہ متمنی امارت تھے تین سو آدمیونکا سردار مقرر کر کے حکم دیا کہ وادی القریٰ کیطرف جا کر سرا سوم بہ سلاسل میں فروکش ہوں۔ عمرو بن عاص مدینہ سے باہر آئے تو انکو خبر ملی کہ ایک بڑا گروہ اعراب لطارقہ کا بنی قضاعہ کی امداد کو آگیا ہے۔ یہ اس خبر سے اندیشہ ناک ہوئے اور رسول کے پاس خبر بھیجکر امداد مانگی چنانچہ حضرت نے ایک اور جماعت کو جس میں صدیق و فاروق بھی تھے مامور کیا کہ عمرو عاص کی امداد کو جائیں یہ جماعت ابو عبیدہ جراح کی ماتحتی میں بھیجی گئی تھی۔ اور رسول نے دونوں کو بہ تاکید منادی کی تھی کہ آپس میں اختلاف نہ کریں کیونکہ طبیعت شناس رسول ایک کے افتاد طبیعت سے واقف تھے چنانچہ جب یہ دونوں گروہ ملے تو عمرو بن العاص نے

امامت نماز پر نزاع

کہا کہ چونکہ تم سب میری مدد کو آئے ہو اور مجھے رسول نے امیر کیا ہے لہذا سب میرے پیچھے نماز پڑھیں ابو عبیدہ نے کہا کہ جو لوگ تمہارے ساتھ بھیجے گئے ہیں انکے تم امیر ہو اور جو میرے ساتھ آئے ہیں انکا میں امیر ہوں اس پر بحث ہونے لگی اب تو رسول کی رسالت میں شک کرنے والونکو رسول کی قوت روحانی و قدرت نفسانی کی تصدیق ہو گئی ہوگی کہ ابو عبیدہ نے بوجہ تاکید رسول اختلاف کو دور کیا اور خاموش ہو گئے

عمرو بن العاص نے بحالت جنابت نماز پڑھائی

سب نے عمرو بن العاص کے پیچھے ہی نماز پڑھی۔ غرض مجموعی قوت سے دشمن پر حملہ کیا گیا اور انکو مغلوب کیا بہت سے مویشی وغیرہ ہاتھ آئے اور کامیابی کیساتھ واپس ہوئے واپسی پر حضرت کو معلوم ہوا کہ ایک روز صبح کی نماز عمرو بن العاص نے بحالت جنابت بلاغسل کے پڑھائی تھی۔ رسول نے اُس سے پوچھا تو کیا معقول جواب دیا کہ یا حضرت سردی زیادہ تھی اگر اسوقت غسل کرتا تو میں مرجاتا اور خدا نے فرمایا ہے کہ لا تلقو بایدیکم الی التهلکة" رسول نے فرمایا کہ واہ کیا حیلہ نکالا اور آئندہ کیواسطے سخت ملامت فرمائی (ایسی ماموں کا واقعی نتیجہ ایسا ہی ہوتا ہے) اب چونکہ فاروق و صدیق نے بھی عمرو بن العاص کے پیچھے نماز پڑھی تھی نہیں معلوم کہ جنابت والی نماز کا اعادہ بھی کیا گیا تھا یا وہ ویسی ہی عمرو عاص امام کی گردن پر چھوڑ دی گئی) عمرو عاص کو گمان ہو گیا کہ وہ ان شیخین سے افضل ہے (روضۃ الصفا) سقیفہ بنی ساعدہ کے انتخاب کے روز نہ معلوم یہ کہاں تھے ورنہ یا امامت انکی افضلیت کی دلیل ہو کر انکے انتخاب کا استحقاق ضرور قایم کر دیتی) اور سلامام کے ہوتے ہوئے ہوس کا انتخاب

سریہ موتے و شہادت حضرت جعفر طیار

سریہ موتہ جمادی الآخر سنہ ۸ جنگ تقررامرا

رسول نے ایک خط دعوت حاکم بصیری کے پاس معرفت حارث بن عمیر ازدی کے روانہ کیا تھا جب وہ موتہ پہنچے تو شرجیل بن عمرو غسانی جو عمال قیصر میں سے تھا ملا اور اسکو جب معلوم ہوا کہ یہ قاصد رسول ہے تو حارث کو پکڑ کر شہید کر دیا یہ پہلا قاصد رسول تھا جو قتل کیا گیا اسکی خبر معلوم ہو کر رسول کو بیحد صدمہ ہوا اور حکم دیا کہ لشکر اسلام بغرض انتقام شام کو جائے چنانچہ لشکر اسلام موضع جرب مین جمع ہوا جو تعداد مین تین ہزار تھا۔ رسول نے خود درمیان لشکر آکر ارشاد فرمایا کہ زید بن حارث کو امیر لشکر کیا جاتا ہے اگر وہ جنگ مین قتل ہو جائے تو جعفر بن ابیطالب امیر لشکر ہونگے اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر لشکر ہوگا اور وہ بھی مارا جائے تو اہل اسلام کسی ایک کو اپنا امیر بنالیں۔ ایک یہودی عالم بھی اس وقت موجود تھا تو اُس نے حضرت سے کہا کہ اے محمد اگر تم اپنے دعوے نبوت مین سچے ہو تو اس جنگ مین جنکو تم نے نام لیکے لیا ان سب کو قتل ہو جانا چاہیے

ہدایات رسول خدا

چنانچہ لشکر اسلام روانہ ہوا۔ رسول نے ثنیۃ الوداع تک تشریف لا کر ہدایات جنگ فرمائے کہ دیکھو عورتوں اور بچوں کو ہرگز نہ مارنا اور عزلت نشینان کو مت ستانا نخل و اشجار کو قطع نہ کرنا۔ مکانات کو منہدم نہ کرنا۔ خدا کی عبادت زیادہ کرنا +

تیاری لشکر

شرجیل کو جو خبر آمد لشکر اسلام ملی تھی تو اسنے بھی تیاری شروع کر دی تھی اور لشکر عظیم تیار کر لیا تھا اور ہرقل شاہ روم کو بھی لشکر اسلام کے خروج کی خبر دیکر امداد کیواسطے لکھا تھا اسنے بھی فوج کثیر امداد کیواسطے بھیجدی تھی۔ تعداد کل فوج مخالف کی سو ہزار ہو گئی تھی جس میں قبایل لحم و جذام بنی قضاعہ کے آدمی بھی تھے +

جنگ ابتدا

لشکر اسلام جب وادی القری میں پہنچا تو وہاں قیام کیا شرجیل نے اپنے بھائی سدوس کو معہ ۵۰ آدمیوں کے بغرض خبر رسانی آگے بھیجا تھا کہ مسلمان انپر پہنچ گئے اور جنگ ہوئی جس مین سدوس قتل ہو گیا شرجیل قتل برادر سے مشوش و پریشان ہوا اور قلعہ مین پناہ گزین ہو گیا کہ اسی اثنا مین امداد ہرقل بھی پہونچ گئی کثرت فوج دشمن کے اخبار جو مسلمانوں کو ملے اور یہی خبر سننے میں آئی کہ ہرقل

خود مارب میں تمام لشکر آگیا ہے۔ تو منزل معان میں ٹھہر کر مشورہ کیا گیا بعض کی رائے ہوئی کہ حضرت کو اطلاع دیکر مزید امداد منگائی جائے۔

شہادت جعفر و ہزیمت لشکر اسلام

مگر عبداللہ بن رواحہ نے کہا کہ ہمنے کبھی کثرت تعداد کیوجہ سے فتح نہیں پائی بلکہ اپنی سچائی و حقیقت کیوجہ سے ہماری قلیل تعداد ہمیشہ دشمن کی کثیر تعداد پر غالب رہی ہے چنانچہ اسطرح سب کو ہمت دلاکر قریہ موتہ پہنچے جہاں پر عظیم لشکر مخالف و امداد ہرقل کو موجود دیکھکر سب فکر مند ہوئے مگر افسران کے ہمت دلانے سے لڑائی پر آمادہ ہوگئے جنگ شروع ہوگئی۔ فوج دشمن کا قیام گاہ قریہ مشرف میں تھا جو علاقہ بلقا میں تھا اوّل زید بن حارثہ نے علم لشکر اسلام لیکر جنگ کی اور خوب لڑے بالآخر زخمی ہوکر شہید ہوگئے۔ انکے بعد جعفر بن ابیطالب نے علم لیا اور خوب داد مردانگی دی بہت سے دشمنوں کو قتل کیا اور جوش شجاعت میں اپنے گھوڑے کو پے کر دیا اور پیدل جنگ کرتے دشمنوں میں گھس گئے کہ ہجوم دشمنان میں اتفاق سے انمیں سے ایک کے وار سے انکا ایک بازو قلم ہوگیا انہوں نے علم دوسرے بازو پر لیکر جنگ کی وہ بھی کٹ گیا اور ایک اور زخم کاری لگا کہ آپ بھی شہید ہوگئے۔ انکے بعد عبداللہ بن رواحہ نے علم لیا اور وہ بھی جنگ شدید کرکے شہید ہوئے کہ ثابت بن اقدم انصاری نے علم سنبھال کر مسلمانوں سے کہا کہ کسی کو امیر لشکر بناؤ چنانچہ خالد بن ولید کو انتخاب

ہزیمت لشکر اسلام

کرکے امیر لشکر بنایا گیا جب ثابت بھی شہید ہوگئے تو مسلمانوں میں آثار ہزیمت نمایاں ہونے لگے ہرچند خالد بن ولید نے ہمت دلائی مگر کچھ کارگر نہ ہوئی اور (حسب روایت حیات القلوب) سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ خالد بھی مجبوراً بھاگ آیا۔ عبدالرحمن بن سمرہ کو آگے سے رسول اللہ کے پاس اس ہزیمت کی خبر دینے کو بھیجا۔ حضرت کو پیشتر سب حال معلوم ہوچکا تھا۔ جب یہ ہزیمت یافتہ لشکر واپس آیا تو تمام اہل مدینہ یہانتک کہ مفرورین کے گھر کی عورتیں اور مرد انکو سخت طعن و ملامت کرتے تھے تاریخ میں ہے کہ ایسی ملامت جیسی کہ اس لشکر والوں کو کی گئی کسی اور لشکر کی نہوئی تھی ٭

بقول روضۃ الصفا

مگر صاحب روضۃ الصفا اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح ہونا تحریر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ خالد کے غیرت دلانے سے مسلمان رک گئے اور دوسرے روز خالد نے صفوف لشکر میں تغیر کردیا جس سے دشمن کو مسلمانوں کی تازہ مدد آجانیکا گمان ہوا اور خوف سے دشمن بھاگ کھڑے ہوئے خالد نے تعاقب کیا۔ اور وہ قلعہ میں محصور ہوگئے اور پھر بعد جنگ خالد نے قلعہ بھی فتح کیا بہت سے اشرار خالد کے ہاتھ سے مارے گئے (واللہ عالم بالصواب)

تین روز تک جعفر کی تعزیت

رسول نے شہادت حضرت جعفر پر نہایت رنج و ملال کیا اور زوجہ و فرزندان جعفر کو جاکر تسلی و تسکین دی۔ اور جناب فاطمہ زہرا کو حکم دیا کہ وہ تین روز تک کھانا تیار کرا کر جعفر کے یہاں بھیجیں۔ دیگر اصحاب نے بھی رسول کی تاسی کی تب سے مدینہ میں یہ رسم قایم ہوگئی۔ تین روز تک جعفر کی تعزیت کیگئی۔ اور حضرت نے فرمایا کہ جعفر کو پروردگار عالم نے بہشت میں دو پر عنایت کئے ہیں کہ انسے ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ اسیوجہ سے آپ جعفر طیار کے نام سے مشہور ہیں۔ انکے اس جنگ میں ۵۰ و بروایتے ۹۰ زخم آئے تھے ٭

غزوہ فتح مکہ شاندار داخلہ۔ بت شکنی کعبہ ذریعہ علی۔ علی کو دوش رسول پر معراج۔ و انتظام مکہ

واقعہ فتح مکہ ۲۰ رمضان سنہ ۸ھ

صلح حدیبیہ میں منجملہ شرائط صلح یہ امر بھی تھا کہ جو گروہ ایک دوسرے کے ہم عہد ہوگئے انسے کچھ تعرض یا جنگ نہ کیجائیگی۔ بنی خزاعہ ہم عہد رسول

قریش کی عہد شکنی سبب جنگ

تھے اور بنی بکر ہم عہد قریش ۔ ان دونوں قبیلوں میں آپس میں رنجش تھی اب ایکروز بنی دیل میں سے جو ایک شاخ بنی بکر کی ہے ایک شخص نے کچھ کلام گستاخانہ سرور کائنات کی شان میں کہے ۔ بنی خزاعہ میں سے ایک غلام نے اسکو منع کیا وہ باز نہ آیا ۔ غلام خزاعی کو غصہ آگیا اور اُسنے اُس شخص کو زد و کوب کر دیا ۔ دیلی نے بنی بکر سے فریاد کی جسپر بنی بکر جنگ پر آمادہ ہو گئے اور بنی نفاثہ بھی ان سے متفق ہو گئے انہوں نے بنی مدلج سے بھی مدد چاہی مگر انہوں نے انکار کر دیا ۔ تو بنی بکر نے قریش سے جو انکے ہم عہد تھے ۔ رجوع کیا ۔ قریش خلاف شرط صلحنامہ بنی بکر کی امداد پر بخلاف بنی خزاعہ آمادہ ہو گئے اور خود سہیل و حویطب و عکرمہ و صفوان و مکرز وغیرہ منہ پر نقاب پوش ہو کر خفیہ بنی خزاعہ پر شبخون مارا ۔ اندرون مکہ تک جنگ ہوئی ۔ بیس آدمی بنی خزاعہ کے قتل ہوئے بنی خزاعہ عاجز ہو کر بھاگ گئے اور سرائے رافع میں جا کر پناہ لی ۔ اور عمرؓ بن سالم خزاعی نے سوار ہو کر مدینہ میں آ کر رسول اللہ سے فریاد کی ۔ اب رسول کو بھی قریش کی اس بد عہدی پر مداخلت کی ضرورت ہوئی اور انکی عہد شکنی کی سزا دینے اور بنی خزاعہ کے انتقام لینے کا ارادہ فرما لیا ۔

ابوسفیان تجدید صلح کے واسطے آیا

اہل مکہ بعد اس کشت و خون کے اپنی حرکت پر نادم ہوئے اور انکو خوف پیدا ہوا کہ اب محمدؐ ہم سے ضرور اس عہد شکنی کا انتقام لینگے چنانچہ آپسمیں صلاح کر کے ابوسفیان کو فوراً مدینہ بھیجا گیا کہ قبل اسکے کہ حضرت کو اس واقعہ کا علم ہو ازسر نو تجدید معاہدہ کی حضرت سے کر لیجائے تاکہ وہ جنگ پر آمادہ نہو سکیں ۔ وہ اندیشہ جاتا رہے ۔ لیکن ابوسفیان کے پہنچنے سے پہلے ہی حضرت کو خبر ہو چکی تھی بلکہ ہزیمت یافتہ و مضروب بنی خزاعہ کے چالیس آدمی بھی وہاں پہنچ گئے تھے ابوسفیان نے رسول سے ہر چند کوشش تجدید صلح کی کی اور ابوبکرؓ و عمرؓ وغیرہ اُمّ حبیبہ زوجہ رسول دختر خود کے ذریعہ سے سفارش کرائی مگر رسول نے جنکو بنی خزاعہ کے مصائب کا بہت زیادہ ملال تھا منظور نہ فرمایا

ابوبکر و عمر کی سعی نامنظور

اور ابن خلدون کے موافق وہ علی سے بھی خواستگار سفارش کا ہوا تھا مگر اس کامل الایمان مزاج دان و رازدار رسول نے عجب طرح کا پر معنی و رازداری کا جواب دیا کہ جس بات کی بابت رسول نے کچھ قصد کر لیا ہے میں اُسمیں کچھ گفتگو نہیں کر سکتا جس سے رسول کا راز بھی ظاہر نہوا کہ کیا ارادہ کر لیا ہے ۔ رسول کے پاس اب کافی سامان تھا اور قوت بھی تھی کہ اُس عبادت گاہ الہی کو جو مرکز بت پرستی بنا ہوا تھا اور جسکو مشرکین کے تولیے غصب کر رکھا تھا کفر و شرک سے پاک صاف کرتے جسکے واسطے کہ وہ مبعوث ہوئے تھے اور اب اسکے واسطے وجہ بھی قدرتاً پیدا ہو گئی تھی ابوسفیان ناکام واپس مکہ آیا ۔

علی کا مشورہ

تیاری لشکر اسلام

رسول نے بعد واپسی ابوسفیان فوراً تیاری شروع کر دی ۔ اور قرب و جوار کے وغیرہ میں جسقدر بھی مسلمان ہو گئے تھے ان سب کو پیغام بھیجدیے کہ جتنے مسلمان ہیں سب شروع رمضان میں مسلح ہو کر مدینہ آ جائیں اور اصحاب مدینہ کو حکم دیا کہ نہایت احتیاط و اخفا کیساتھ تیاری سامان جنگ کی کریں ۔ ایک شخص حاطب بن بلتعہ نے جو مسلمان ہو گیا تھا مگر اسکے اہل و عیال مکہ میں تھے اپنے عیال کے حفاظت کے لالچ اور خوشامد میں ایک خط لکھکر ایک عورت کی معرفت جسکا نام ابوالفداؒ نے سارہ بتلایا ہے اور وہ بقول مولوی عبید اللہ امرتسری کنیز عمرؓ بن صیفی بن ہشام بن عبد مناف کی تھی جو غالباً قریش کی مرسلہ مدینہ میں آئی ہوئی تھی کہ

تیاری کا افشا

[margin: گرفتاری خط ماموری]

والوں کو خبر دینے کی غرض سے روانہ کیا۔ رسول کو خبر ہو گئی۔ علی انکی گرفتاری کو مامور کئے گئے مقداد و عمار یاسر و بقولے زبیر کو ساتھ کیا گیا کہ فوراً کنیز مذکور سے خط لے لیا جاوے۔ چنانچہ بہ تعجیل تمام اسکے عقب میں گئے جو انکو روضۂ طعیبہ میں مل گئی اس کی تلاشی لیگئی۔ جب خط برآمد نہوا تو علی نے تلوار نکال لی اور کہا کہ قسم بخدا رسول اللہ کا قول جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ ضرور اسکے پاس خط ہے۔ تلوار اٹھا کر اسکو قتل کی دھمکی دی تو کنیز پر خوف طاری ہوا اور اسنے اپنے سر بافت سے خط نکالکر دیا۔ محمد بن طلحہ شافعی کہتے ہیں کہ "صرف علی کے عزم سے یہ خط ملا"۔ چنانچہ خط لاکر حضور میں پیش کیا گیا۔ حاطب سے جواب لیا گیا جسنے اقبال کر کے تحفظ اہل و عیال کا عذر کیا اور خواستگار معافی ہوا۔ رسول نے معاف کر دیا +

[margin: ہمی و تعداد لشکر اسلام و روانگی]

نواح مدینہ کے قبائل بنی غفار۔ بنی ضمرہ۔ بنی مزینہ۔ بنی سلیم و بنی کعب کے پاس بھی آدمی بھیجکر انکو بغرض روانگی طلب کیا گیا تھا بتاریخ ۱۰ رمضان یوم جمعہ بعد نماز عصر بقولے ۸ رمضان کو رسول بیرون مدینہ تشریف لائے اور چاہ ابو عبیدہ پر شمار لشکر ظفر پیکر کا فرمایا تو مہاجرین میں سات سو مرد معہ تین سو گھوڑوں کے شمار میں آئے جنکے تین علم تھے اور نمیں سے ایک علی کو ایک زبیر بن العوام کو اور ایک سعد بن وقاص کو دیا گیا۔ انصار کی تعداد چار ہزار مرد کی تھی جسکے ساتھ پانچسو گھوڑے تھے۔ علاوہ انکے قبیلہ مزینہ کے ایکہزار مرد معہ سو زرہ اور سو گھوڑوں کے۔ بنی ضمرہ کے چار سو مرد و بنی کعب کے پانسو آدمی اور بنی سلیم کے قریب ایکہزار آدمی تھے جن میں اکثر سوار اور نیزہ وار تھے۔ مزید براں بہت سے آدمی مختلف قبائل کے متفرق آکر شامل لشکر ہوئے تھے کل تعداد لشکر اسلام کی دس ہزار و بروایتے بارہ ہزار تھی جو ہمراہ رکاب رسول مدینہ سے روانہ ہوا۔ ابو لبابہ بن منذر کو خلیفہ مقرر کر کے مدینہ میں چھوڑا گیا +

[margin: عباس کہ سے آتے ہوئے ملے]

اثنائے راہ میں حضرت عباس ابن عبد المطلب جو مکہ سے معہ اہل و عیال و اسباب وغیرہ کے ہجرت کر کے مدینہ آرہے تھے مقام بیوت السقیا یا ثنیۃ العقاب یا ذی الحلیفہ میں رسول اللہ سے ملاقی ہوئے۔ چنانچہ انکا اسباب وغیرہ تو مدینہ کو روانہ کر دیا گیا اور وہ ہمراہ لیلئے گئے۔ اثنائے راہ میں ہی ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب و عبد اللہ بن ابی امیہ المغیرہ جو قرابت مندان رسول سے تھے حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ رسول نے اول انسے اعراض فرمایا کیونکہ ان لوگوں نے باوجود قرابت کے رسول کی دعوت اسلام کو اب تک قبول نہ کیا تھا۔ لیکن حضرت ام سلمہ کی سفارش سے رسول کریم نے انکے اسلام کو قبول فرما کر اپنی حمایت میں لے لیا +

[margin: چراغان لشکر اسلام و گرفتاری ابوسفیان]

جب یہ لشکر اسلام مقام مرّ الظہران میں جاکر مقیم ہوا جو مکہ سے بہت قریب ہے۔ تو رسول نے حکم دیا کہ ہر شخص فوج کا اپنی جداگانہ مشعل روشن کرے۔ تاکہ دور سے دیکھنے والوں کو کثرت فوج کی ہیبت طاری ہو۔ چنانچہ اسقدر روشنی ہوئی کہ مثل روز روشن کے ہو گیا۔ ابھی تک قریش آمد لشکر رسول سے بے خبر تھے مگر انکو خوف ضرور تھا کہ مبادا حضرت بغرض انتقام عہد شکنی حملہ آور ہوں۔ چنانچہ ابو سفیان بن حرب و بدیل بن ورقہ و حکیم بن حزام بغرض خبر گیری کے مکہ سے چلے تھے کہ دور سے یہ چراغان دیکھکر حیرت میں تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے اور ایک جگہ بیٹھکر آپس میں اسقسم باتیں کرتے تھے کہ یہ لشکر گراں کسکا ہے ؟

عباس کی حب وطنی و قومی

حضرت عباس کو یہ کثرت لشکر اسلام دیکھکر اندیشہ تہا کہ اب قتل عظیم واقع ہوگا اور تمام قریش تباہ و برباد ہو جاینگے بوجہ درد قومی اس خیال مین تھے کہ اگر کوئی ملجائے تو قریش کے پاس کہلا بھیجین کہ مقابلہ کا ہرگز قصد نہ کرین بلکہ جسطرح ہو حضرت سے صلح کر لین اور اسی خیال مین وہ رات مین شتر رسول پر سوار ہوکر نکلے تھے کہ ایک جگہ پر دو تین آدمیونکو میٹھا آہستہ باتین کرتے ہوئے دیکہا۔ آواز پہچان کر ابوسفیان کو آواز دی اسنے بہی انکی آواز پہچانی اور قریب آکر مستفسر حال ہوا کہ یہ کسکا لشکر ہے۔ عباس نے بتلایا کہ رسول اللہ کا لشکر ہے

ابوسفیان کی امان

ابوسفیان سخت پریشان ہوا اور کہا کہ اب چارہ کار کیا ہے عباس نے کہا کہ اب سوائے عاجزی و اطاعت کے کچھ چارہ نہیں ورنہ سب غارت ہو جاؤگے تم میرے ساتھ چلو مین تم کو حضرت سے امان دلوا دونگا۔ چنانچہ ابوسفیان کو ہمراہ خدمت رسول مین لائے اور اسکے

حضرت فاروق کا جوش

واسطے طالب امان ہوئے بدیل و حکیم مکہ کو واپس چلے گئے حضرت فاروق نے جو تنہا ابوسفیان کو ہمراہ عباس کے دیکہا اور سمجھے کہ یہ سفارش کو لائے ہین تو فوراً رسول کے پاس آکر مصر ہوئے کہ ابوسفیان کو قتل کرا دیا جائے مگر حضرت عباس نے کہا کہ اسوقت اسکو مینے اپنی پناہ مین لیا ہے۔ رسول نے حکم دیا کہ اسکو صبح حاضر کیا جائے چنانچہ رات کو ابوسفیان حضرت عباس کے پاس رہا۔ صبحکو حضور مین پیش کیا گیا حضرت نے اسکے کردار پر اسکو ملامت کی وہ کچھ نادم ہوا اور حضرت عباس کے کہنے سے طوعاً و کرہاً ایمان بہی لے آیا۔ رسول کی شان کریمی کہ ایسے دشمن کو بسفارش عباس نہ صرف اسکو ہی امان عطا فرمائی گئی بلکہ جو شخص اسکے گھر مین ہتیار ڈالکر دروازہ بند کرکے بیٹھجائے

ابوسفیان کو لشکر اسلام دکھانا

اسکو بھی امان دیگئی۔ ابوسفیان نے مکہ کو واپس جانا چاہا۔ مگر دور بین نبی نے عباس کو اشارہ کیا کہ اسکو ایسے مقام پر لیجا کر ٹھہرائین جہان سے کل لشکر اسلام گذرے تاکہ اسپر تعداد و شکوہ لشکر دیکھکر اسپر رعب طاری ہو اور بہر لشکر اسلام سے پہلے مکہ مین پہونچکر کوئی فتنہ برپا کرنیکا موقعہ اسکو نہ ملے چنانچہ عباس اسکو ساتھ لیجا کر ایک مقام پر ٹھہر گئے۔ اور حضرت نے لشکر کی باترتیب روانگی مکہ کا حکم دیا۔ اور لشکر

لشکر اسلام کی باترتیب روانگی

روانہ ہونا شروع ہوا۔

اوّل خالد بن ولید معہ ایکہزار سوار بنی سلیم و دو علم کے گذرا۔ پہر زبیر بن العوام معہ ۔۔۔ ۵ نفر مہاجرین کے و علم سیاہ کے اسکے عقب مین ابوذر غفاری معہ ۔۔۔ ۳ نفر کے اور پہر بشیر بن سفیان معہ ۔۔۔ ۵ سوار بنی کعب کے پہر ایکہزار نفر بنی مزینہ کے معہ تین علم کے گذرے اسی طرح ہر قوم و قبیلہ کی فوج جداگانہ افسر و علم کیساتھ گذری پہر سواری حضور پرنور کی ہمراہ پانچہزار جرار نامدار کے نکلی جو تمام آلات حرب سے مسلح تھے سعد بن عبادہ علم لئے معہ ایکہزار انصار کے آگے آگے تھے۔ ابوسفیان ہر دستہ فوج کے گذرنے پر دریافت کرتا تہا اور عباس اسکو بتلاتے جاتے تھے۔ یہ شان و تجمل لشکر و سواری رسول کا دیکھکر ابوسفیان سخت حیران تہا اور دہشت اسپر طاری تہی

سعد بن عبادہ کی طعن

سعد بن عبادہ نے جبکہ وہ علم انصار لیئے ہوئے ابوسفیان کے قریب سے گذرے تو اسکو دیکھکر طنزیہ کہا کہ "اے ابو حنظلہ آج ہے لڑائی کا دن" اور اپنے ہمراہیان سے باواز بلند کہا کہ "اے بنی اوس و خزرج آج تم اپنے خون کا عوض لوگے"۔ ابوسفیان یہ کلام سعد کے سنکر خوف کے مارے سید ابرار رسول کے پاس تک پہنچا اور رکاب حضور کو بوسہ دیکر سعد کا تمام قول نقل کیا۔

حرم میں کو دلادیا گیا

اس رحمۃ للعالمین مصلحت بین رسولؐ نے اس اندیشہ سے کہ مبادا مسلمان اپنے جوش انتقامی میں حضرتؐ کے داخلہ مکہ کو بلاوجہ قتل و غارت سے نہ بدل دین اپنے معتمد و مصلحت رسول پر کام کرنیوالے علمدار علیؑ کو حکم دیا کہ تم جا کر سعد سے علم لے لو اور نہایت نرمی سے مکہ میں داخل ہو تاکہ بلاوجہ قتل و خون کا بازار مکہ میں گرم نہ ہو ✤

لشکر کے داخلہ لشکر اسلام پر سرسری نظر

دنیا کے تمام فاتحانہ داخلہ ہائے فوج میں یہ داخلہ عظمت و شان میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ دیکھئے وہ اسی خانہ کعبہ کے مجاور ابو طالب کا راحت جان اپنے پرقوت ہاتھ میں اسلام کا جلالت نشان علم لیے ہوئے آگے آگے ہے اور وہ جلا وطن مکی نبی برحق جو آج سے آٹھ برس پہلے نہایت بیکسی کے عالم میں اپنے عزیز وطن سے نکالا گیا تھا۔ اور پھر بغرض طواف بھی اسکو اس خانہ خدا کی زیارت کی اجازت نہیں دیگئی تھی جسکی قیام و حفاظت پر وہ منجانب اللہ مامور ہوا تھا۔ اب وہ کس شکوہ و شان سے اپنے چھوٹے ہوئے وطن و عباد تگاہ میں آرہا ہے اور کسیکو مجال دم زدن نہیں ہے اور گو کفار مکہ کے دیرینہ مظالم اور حال کے واقعات انتقام کے مقتضی تھے اور اسی ارادے سے ہی یہ سفر کیا گیا تھا مگر اس رحمۃ للعالمین ہادی کی نگاہ رحم نقطۂ انتقام سے بالکل متجاوز اور اسی پرانے مرکز اصلاح و مقصد اعلائے کلمۃ اللہ پر جمی ہوئی نظر آتی ہے جیسا کہ آئندہ اسکے احکام و طریقہ عمل سے ظاہر ہوگا ✤

قریش مکہ کی پریشانی و بیگی حضرتؐ قریب مکہ

بدیل و حکیم جو ابو سفیان کے ساتھ سے واپس مکہ چلے گئے تھے انہوں نے جا کر اہل مکہ کو تمام حال کی خبر دی جس سے اہل مکہ نہایت حیران و پریشان ہوئے اور سب پر عام وحشت غالب ہوگئی اور کچھ چارہ کار انکو نظر نہ آتا تھا نہ اتنا وقت و موقعہ تھا کہ مقابلہ کا کچھ انتظام کرسکتے لشکر اسلام اسی ترتیب سے مقام ذی طوی تک گیا جہاں پہنچکر بانتظار تشریف آوری رسول سب ٹھہر گئے کہ حضور بھی تشریف لے آئے اور اس وقت کے اس تجمل سپاہ اور شب ہجرت کی اپنی تنہائی کو یاد کرکے بچشم پرآب سجدہ الہی میں جھک گئے اور دیر تک شکر الہی کرتے رہے بالآخر حکم دیا کہ حضور کا علم حجون پر لیجا کر نصب کیا جائے اور وہاں سے تا تشریف آوری حضور کوئی آگے نہ بڑھے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہاں پہنچکر حکم دیا گیا کہ زبیر مع مہاجرین کے حصہ بالائی سے مکہ میں داخل ہوں اور خالد بن ولید مع بنی سلیم و غفار کے حصہ زیرین سے جائیں اور اپنا علم آبادی کے انتہائی حصہ پر نصب کریں اور کوئی شخص حرم کے رہنے والوں سے جنگ نہ کرے لیکن اگر کوئی گروہ سفہائے اسلام کے مقابل آئے تو مناسب طریقہ پر انکے دفعیہ سے باز بھی نہ رہیں اور سوائے گیارہ مرد اور چھ عورتوں کے جنکے نام بتلا دیئے گئے تھے جس کی کیفیت آئندہ آئیگی اور کسیکو قتل نہ کیا جائے یہ احکام صادر فرماکر حضرتؐ خود دوسرے راستہ سے روانہ ہوئے ✤

روایت مقابلہ اشرار قریش و دستہ خالد سے

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ عکرمہ بن ابو جہل، صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو مع ایک گروہ بنی بکر و بنی حارث و بنی ہذیل کے جب انکو خالد بن ولید کے حصہ زیرین سے آنے کی خبر ملی تو اسکے مقابلہ کو دوڑ گئے مقام خندمہ میں مقابلہ ہوا یہانتک کہ لڑتے لڑتے حزورہ تک جو نزدیک مسجد الحرام کے ہے پہنچے ۱۲ آدمی اشرار مکہ میں سے واصل جہنم ہوئے ابن خطل بھی جو نہایت چالاک تھا مسلح ہو کر فوج خالد کے مقابلہ کو گیا تھا مگر جب قریش کی مغلوبی کو دیکھا تو خوف کے مارے ہتیار وغیرہ اتار کر تحت کعبہ سر جھکا کر آ کھڑا ہوا بقیہ گروہ اشرار

بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ ابو سفیان و حکیم نے فریاد کی کہ اے قریش کیوں بیوقوف بنے ہو اور اپنی جانیں تلف کرتے ہو ہتھیار رکھدو اور اپنے گھروں میں بیٹھو جو ایسا کریگا وہ امان میں ہو گا چنانچہ سبنے ہتھیار ڈالدیئے اور گھروں میں چلے گئے ہتھیار ضبط کرلیئے گئے دوران مقابلہ میں رسول بھی قریب حرم پہنچگئے تھے اور گرد اٹھتی ہوئی دیکھکر دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ لشکر کمین سدراہ خالد کے ہوئے تھے ان سے جنگ ہوتی ہے۔ رسول نے خالد کے پاس ایک شخص کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ "ارفع علیھم السیف" دتلوار ان سے اٹھالو یعنی قتل مت کرو) مگر خالد نے اپنی جبلی شرارت سے اسکے معنی الٹے لیئے اور بعد کو حضرت کی باز پرس پر قاصد کے سر رکھدیا کہ اُسنے "ضع فیھم السیف" جا کر کہا تھا (یعنی کسیکو نہ چھوڑو) روایت میں ہے کہ خالد نے اس روز ۷۰ آدمی قتل کئے۔ شہادت حضرت حمزہ کے روز جو حضرت کی زبان سے نکلا تھا کہ ۷۰ آدمی قریش کے قتل کرونگا جس سے آپ اپنے رحم د مرضی الہی سے در گذرے تھے وہ بات غلطی خالد سے پوری ہوگئی۔ غرض کہ مکہ پورے طور پر فتح ہوگیا ✽

رسیدگی رسول خانہ کعبہ پر افتتاح در کعبہ

خیمہ خاص حضرت کا حجون میں نصب تھا غسل وغیرہ کرکے حضرت مسجد الحرام کو ناقہ پر سوار تشریف لے گئے محمد بن مسلمہ مہار ناقہ تھامے ہوئے تھے اور سورہ "انا فتحنا" تلاوت کرتے جاتے تھے حضرت بلا احرام مسجد میں تشریف لیگئے۔ حجر اسود کا استلام کیا اور تکبیر کہی تمام اہل اسلام نے آپ کی شور تکبیر سے تمام مکہ گونج اٹھا کنجی خانہ کعبہ کی سلافہ بنت سعد بروایتے مادر شیبہ و بقولے عثمان بن ابی طلحہ عبدی کے پاس تھی جنہوں نے دینے سے انکار کیا۔ تو علی بھیجے گئے۔ اور کنجی اُن سے لے آئے رسول نے اپنے ہاتھ سے دروازہ کعبہ کھولا اور کنجیاں پوشیدہ رکھدیں چنانچہ اب تک یہ رسم جاری ہے ✽

علی کی دوش رسول پر چڑھکر کعبہ کی بت شکنی

کعبہ سے بتوں کا تخلیہ

اب خانہ کعبہ میں داخلہ پر اُس واجب الوجود کی حقیقی وحدانیت اور اسکی سچی عبادت قایم کرنے والے نبی برحق کی آنکھیں جو دنیا کو جس شرک سے پاک کرنے آیا تھا کب ان تین سو ساٹھ ۳۶۰ مصنوعی خداؤں کی خانہ خدا میں غاصبانہ حکومت اور در و دیوار کعبہ پر انکی جلوہ آرائی و قبضہ ناجائز دیکھ سکتی تھیں۔ دیکھتے ہی ایک جوش پیدا ہوتا ہے اور خود دست حق پرست سے "کلمہ جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" کے ساتھ ہی انکی جلوہ نمائی درجوں کو مٹانا شروع کیا جاتا ہے چھوٹے چھوٹے بتوں اور مورتوں کے مٹانے کے بعد ضرورت ہوئی کہ جو بت بڑے اور بلند جگہوں پر تھے جہاں ہاتھ پہنچنا مشکل تھا انکی بھی بیخکنی کیجائے تاکہ خدا کا گھر کلیتًا شرک سے پاک ہو جاوے اب علی کو حکم ہوتا ہے کہ "یا علی تم میرے کاندھے پر سوار ہو جاؤ اور ان بتوں کو توڑدو" علی پاس ادب سے جھجکتے ہیں اور التجا کرتے ہیں کہ رسول اللہ کے کاندھے پر قدم رنجہ فرمائیں کیونکہ علی کیواسطے یہ امر بھی کچھ کم افتخار کا باعث نہو تا مگر مصالح پر نظر رکھنے والے نبی نے علی کو ساکت اور تسلی آمیز جواب دیکر کہ "یا علی تم بار رسالت کو نہ اٹھا سکوگے اور میں بار امامت اٹھا دونگا" خاموش کردیا اور بمصداق الامر فوق الادب تعمیل حکم پر آمادہ کردیا ✽

علی کو دوش رسول پر چڑھکر بت شکنی کا حکم

کون سے قدم کتف رسول پر پہنچے اور کیوں

یہاں پر یہ امر قابل غور ہے کہ وہ رسول جسکے تابع فرمان اسوقت دس بارہ ہزار فرمانبردار ونکا مجمع ہے کیا دوسرونکو حکم نہیں دیسکتا تہا کہ سیڑہی کے ذریعہ سے یا ایک دوسرے کے کاندہے پر چڑہکر انکو ہٹا دین اور تصفیہ کو شش سے خانہ خدا کو صاف کردین جسکے اونکے اشارہ پر ہزاروں جانین قربان تہین وہ احد مین دیکہہ سے اوپنچے بتونکو زمین پر پہینکار نیست و نابود کر دیتے اور کیا یہ ممکن نہ تہا کہ علی کو بہی سیڑہی یا کسی صحابی کے کاندہے پر چڑہا کر یہ کام لیا جاتا ؟ نہیں یہاں تو اس کار رسالت کی شارکت کے ساتہہ دکہانا بہی کچھ اور تہا یہاں نہ صرف علی کی سربلندی مقصود تہی بلکہ یہ منقش کردینا تہا کہ بار امامت کو بہی اور کوئی نہیں اٹہا سکتا۔ دکہلانا تہا کہ فرائض نبوت مین صرف یہی ہاتہہ شامل ہو سکتاہے۔ جو دعوت اول کیوقت سب سے پہلے اٹہا تہا اور جسنے کار رسالت کی شرکت کا ایسے وقت مین جبکہ کوئی دستگیری کرنیوالا نہ تہا پر جوش وعدہ کرکے عہدہ وزارت کو اپنے ذمہ مین قبول کیا تہا اور پہر آئندہ بہی اپنے خلوص جذبات اور بیمثال سر فروشی خدمات سے ثابت کر دیا کہ اطاعت رسول و اجراء دین خدا مین جان و مال، عزیز و اقارب کا پس و پیش کوئی چیز نہین اور وہی قدم اب دوش رسول پر معراج پانے کے مستحق ہو سکتے ہین جو دعوت عشیرہ مین پہلی پہل مدد کے لیئے کہڑے ہوئے تہے جو ہجرت کی خطرناک رات مین بستر پیغمبر یمانی کے اندر اطمینان کیساتہہ پہیلے تہے۔ جو جنگ خندق مین اسوقت بڑہے تہے جبکہ سب کے قدم بوجہ خوف دشمن گڑ گئے تہے۔ اور خیبر مین اسوقت جمے تہے جبکہ اور بہادرونکے قدم اکہڑ چکے تہے۔ وہی چہالے پڑے ہوئے پاؤن جو مکہ سے مدینہ تک پیدل ہجرت مین سوجہ گئے تہے اور جو احد مین اپنا بیمثال ثبات دکہا چکے تہے یہی دکہلانا تہا کہ دیکہو وہی بچہ جو تیس برس پہلے اسی گہر مین پیدا ہوا تہا۔ وہی اب اپنے مولد کو ان نجاستوں سے پاک کریگا جنکا وجود اسکے استاد و ہادی خلق کی تعلیم کیموافق باعث گمراہی خلق اور اس خدا کے مقرر کئے ہوئے گہر کے قطعاً ناموزوں ہے اور وہی اسکا حق بہی رکہتاہے۔ اب زمانہ کو یہ بہی دکہانا ہے ہین کہ دیکہو وہی استاد و شاگرد جنپر ایک وقت مین لوگ ہنستے تہے کہ ایک بے یار و مددگار ہستی ایک ۱۲-۱۳ برس کے لڑکے کی امداد سے کیا تمام دنیا کی اصلاح و حکومت کا ادعا کر سکتی ہے اپنے دعوے کو یون پورا کر سکتے ہین اور حکم خدا یون پورا ہوتاہے۔ دکہلا دیا اور ثابت کر دیا کہ جو کچھ ہم نے کیا تہا وہ توہمات باطلہ یا تخیلات واہیہ نہ تہے بلکہ امر واقعہ تہا۔ جو حقیقت کے سانچہ مین روز ازل سے ڈہل چکا تہا ۔

علی و رسول کی خوشدلی

غرض کہ جب خانہ زاد کعبہ بحکم قبلہ معراج دوش رسالت پاکر تمامی اصنام کو خاک مذلت پر گراکر لقب بت شکنی حاصل کر چکا۔ تو رسول اطمینان کے تبسم سے علی کو مخاطب کرتے ہین "یا علی تم آپ کو کس جگہ پاتے ہو" علی جواب دیتے ہین "یا رسول اللہ اس وقت میرا دماغ عرش سے ٹکرا رہا ہے" ارشاد ہوتاہے "جو کچھ تمہارا مطلب تہا حاصل ہو گیا" علی ہنستے ہنستے کود پڑتے ہین اور کہتے ہین "یا رسول اللہ مین اتنی اونچی جگہ سے کودا مگر مطلق چوٹ نہ آئی" جواب ہوتاہے "چوٹ کیسے آتی فرشتے تنبہالے ہوئے تہے" ۔

سقف کعبہ پر اذان

اب رسول نے بلال کو حکم دیا کہ سقف کعبہ پر جاکر اذان کہو جس سے ظاہر ہو جائے کہ اب تصرف غاصبانہ سے نکلکر اسکے مالک حقیقی کے

قبضہ مین آگیا چنانچہ بلال نے باآواز بلند اذان دی اور رسول نے دو رکعت نماز ادا کی اور بعد نماز خطبہ بلیغ حمد و ثناے باری مین ادا فرمایا اور تمامی اہل مکہ کو جو امید و بیم کیحالت مین مثل بت خاموش تھے کہ دیکھئے اب ہم لوگونکے واسطے کیا حکم ہوتا ہے بسوا ان نامزد شدہ اشخاص کے جنکا حوالہ اوپر آچکا ہے سب کو امان دیگئی۔ اس کریمانہ اخلاق پر خطبہ حضرت سے متاثر ہوکر صدہا مرد و عورت رسول پر ایمان لائے اور حضرت دست حق پرست پر بیعت کی۔ وہ گیارہ مرد و چھہ عورتین جنکے قتل کا قبل از فتح حکم ہوا تہا حسب ذیل ہین جنکا مفصلہ ذیل حشر ہوا ؛

تابل قتل اشخاص کا حشر

(۱) عبد العزی بن خطل۔ اسنے بعد مسلمان ہونیکے ایک شخص خزاعی کو بیجرم قتل کر دیا تہا اور مرتد ہوکر مکہ چلا آیا تہا۔ اور اب بہی مسلح ہوکر دستہ خالد کے مقابلہ کو گیا تہا مگر بیرچالاکی سے ہتیار رکہکر خانہ کعبہ کے پاس کہڑا ہوا تہا بحکم رسول قتل کیا گیا ؛

(۲) عبد اللہ بن ابی سرح۔ یہ عثمان کا برادر رضاعی تہا۔ مدینہ مین کاتب وحی تہا۔ مگر اس مین خیانت کی ظاہر ہوجانیپر مکہ بہاگ گیا تہا۔ عثمان کی بجہد سفارش پر معاف کر دیا گیا ؛

(۳) حویرث بن نقیل۔ یہ حضرت کی ہجو کیا کرتا تہا۔ علی نے اسکو بموجب حکم حضور قتل کر دیا ؛

(۴) مقیس بن صبابہ۔ یہ ہشام کا جو غزوہ مریسیع مین ہوکرے ایک انصاری کے ہاتہ سے قتل ہو گیا تہا۔ بہائی تہا۔ یہ بہی مسلمان ہوا تہا۔ حضرت نے اسکے بہائی کی دیت اسکو دلوادی۔ دیت لیکر یہ بہر مرتد ہوکر مکہ چلا آیا تہا۔ روز فتح مکہ بحالت شراب نوشی گرفتار ہوکر قتل کیا گیا ؛

(۵) ہبار بن الاسود۔ یہ حضرت کو قیام مکہ مین سخت تکلیف دیا کرتا تہا اور زینب دختر رسول کیساتہ اسنے ظلم کیا تہا۔ روز فتح مکہ بہاگ گیا تہا۔ بہر مدینہ آکر مسلمان ہو گیا ؛

(۶) صفوان بن امیہ حضرت سے سخت عداوت رکہتا تہا۔ مدینہ تک حضرت کے قتل کو آدمی بہیجے تہے بعد فتح مکہ بہاگ گیا تہا۔ بسفارش عمیر بن وہب اسکو امان دیگئی (۷) کعب بن زہیر حضرت کی ہجو کیا کرتا تہا۔ بہاگ گیا تہا۔ سال نہم مین مدینہ آکر مسلمان ہوا معاف کر دیا گیا۔ اس نے ایک قصیدہ غرا۔ مدح حضور مین لکہا۔ (۸) عبد اللہ بن الزبعری۔ یہ بہی ہجو رسول کیا کرتا تہا اور مشرکین کو جنگ حضرت کی ترغیب دیتا تہا۔ بہاگ گیا تہا۔ بہر مدینہ آکر مشرف باسلام ہوا ؛

(۹) حارث بن الطلاطلہ۔ یہ بہی ہجو حضرت کیا کرتا تہا۔ علی نے روز فتح مکہ اسکو قتل کر دیا ؛

(۱۰) وحشی غلام۔ قاتل حضرت حمزہ۔ روز فتح مکہ طائف کو بہاگ گیا تہا۔ بعد کو مدینہ آکر مسلمان ہوا۔ مگر حضرت نے منع کر دیا تہا کہ حضور کے سامنے نہ آئے بہر بہاگ آیا تہا۔ (۱۱) عکرمہ بن ابو جہل۔ یہ بہی بہاگ گیا تہا۔ اسکی زوجہ ام حکیم مسلمان ہوگئی تہی جس کی سفارش پر اسکو امان دیدیگئی وہ بہی حاضر ہوکر مسلمان ہو گیا ؛

عورات (۱) ہندہ مادر معاویہ جسنے حضرت حمزہ کا جگر چبایا تہا اور مثلہ کیا تہا۔ یہ نقاب منہ پر ڈالکر مع اور عورتون کے آکر مسلمان ہوگئی اور

بعد اسکے نقاب علیحدہ کر کے اپنے قصور کی بہت لجاجت سے معافی چاہی۔ رحیم نبی نے درگذر کیا قرینہ و قرنا کنیزان ابن خطل ہجو رسول گایا کرتی تہین۔ انہین سے قرینہ تو مسلمان ہوگئی قرنا بہاگ گئی تہی پہر مسلمان ہوگئی۔ ایک اور کنیز ابن خطل کی تہی وہ بہی قتل ہوئی۔ سارہ کنیز بنی مطلب تہی اسکو بہی علی نے روز فتح مکہ قتل کردیا۔ ام سعدیہ بہی قتل ہوئی ؂

…ت کعبہ بحال کی گئی

غرض ان گیارہ مرد و چہ عورتوں مین بہی صرف چار مرد و چار عورتین قتل ہوئے باقی معاف کردیگئے۔ ایک اور شخص جندبا می کو خراش بن امیہ کعبی نے بلا اجازت رسول قتل کردیا تہا۔ رسول نے قطعی ممانعت کا حکم جاری کردیا کہ اب کوئی شخص کسی کو قتل نہ کرے حرمت کعبہ بدستور بحال کی گئی ؂

…بن سید عامل مکہ کیے گئے رسول کی بے لوثی

اسکے بعد اہالیان مکہ مرد و عورت جوق جوق خدمت رسول میں آگے تہے اور شرف باسلام ہوتے تہے۔ اب حضرت نے عتاب بن اسید کو جو نوعمر جوان صالح اور اطاعت و محبت رسول و آل رسول مین راسخ و کامل تہا حاکم مکہ مقرر کیا۔ بعض اہل مکہ کو بوجہ نوعمری عتاب کے کچھ اعتراض بہی اسکی امارت پر ہوا۔ مگر حضرت نے سب کو جمع کرکے ایک خطبہ پڑہا اور عتاب کے اوصاف بیان فرمائے اور عتاب کو بہی ہدایات مناسب انصاف و رحم کی فرمائین جس سے سب مطمئن ہوگئے۔ اس مقام پر بہی رسول کی دوربینی پاک نفسی اور بے لوثی کا پورا ثبوت ملتا ہے کہ بعد قوت و قابو کے بہی حکومت مکہ اپنے کسی اہل خاندان یا رشتہ دار قریبی کو نہیں دیجاتی حالانکہ اگر ایسا کیا جاتا تو کچھ بیجا و نامناسب ہوتا کیونکہ یہ خاندان پہلے سے ہی سرداری کے شرف و افتخار سے ممتاز و مجاورت و حجابت خانہ کعبہ کے واسطے مخصوص تہا مگر رسول کو دکہلانا یہ ہے کہ ان تمام مصائب و جانفشانیوں سے آپ کی غرض ہرگز دنیا طلبی یا اپنی و اپنے خاندان کے عروج دنیاوی کی نہیں ہے بلکہ یہ محض اصلاح خلائق و تعمیل احکام ربانی کی بنا پر ہے جو آپ کی نبی برحق ہونے کی بین دلیل ہے ؂

سرایا اسلام بنابر بت شکنی مضافات مکہ و خالد کا ظلم و ماموری علی بنابر تلافی

…مکہ کے بتوں کی

اب جبکہ خانہ کعبہ اور مکہ کے تمام گہر بتوں کے وجود سے پاک و صاف ہوگئے تو مضافات مکہ کے بتوں اور بتخانوں کو توڑنے کیواسطے حسب ذیل سرایا روانہ کئے گئے:

…ئی سریہ خالد …نب نخلہ

خالد بن ولید کو معہ ۳۰ سوار کے بغرض تخریب بتخانہ عزیٰ جانب نخلہ روانہ کیا گیا۔ جنہوں نے وہاں جا کر وہاں کے بتوں اور بتخانہ کو توڑا اور ایک عورت سیاہ فام برہنہ جسم پریشان مو کی صورت کو جو عزیٰ کہلاتی تہی غارت کیا اور واپس آئے ؂

سریہ سعد جانب منات

سعد بن زید اشہلی کو بتخانہ منات کے غارت کرنیکو بہیجا گیا جس کی پرستش قبیلہ اوس و خزرج و غسان کیا کرتے تہے۔ یہاں بہی ایک عورت سیاہ فام برہنہ جسم کی صورت دیکہی گئی جو توڑ کر تباہ کی گئی و بتخانہ ویران کرادیا گیا ؂

سریہ عمرو عاص

عمرو بن عاص کو بتخریب سواع جو قبیلہ بنی ہذیل کا بت تہا توڑوا دیا گیا ؂

…نی خالد جانب بنی خزیمہ …لمانان بیگناہ از دست خالد

بعد واپسی نخلہ خالد بن ولید کو بغرض تحقیق حال قبیلہ خزیمہ کی بمقام یلملم بہیجا گیا جو مسلمان ہوچکے تہے اس سے جنگ کی ممانعت کردی گئی تہی لیکن اس قبیلے سے اور بنی مخزوم قبیلہ خالد سے دیرینہ عداوت تہی۔ زمانہ جاہلیت مین کبہی عوف پدر عبدالرحمن خزیمہ نے خالد کے

چچا فاکہ بن مغیرہ کو قتل کر دیا تھا۔ جب خالد بن ولید مع ۳۵۰ آدمیوں کی جماعت کے انکی منزل کے قریب پہنچا۔ بنی خزیمہ نے بہ نظر احتیاط اپنے ہتھیار پہن لیے اور خالد کے پاس آئے۔ خالد نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم مسلمان اور پابند شریعت حقہ ہیں۔ خالد نے کہا کہ پھر تم نے ہتھیار کیوں پہنے۔ انہوں نے کہا کہ گروہ عرب اور ہم سے عداوت ہے ہمکو گمان ہوا تھا کہ شاید تم گروہ عرب سے ہو۔ خالد نے کہا کہ ہتھیار علیحدہ کر دو۔ انہوں نے فوراً تعمیل کی۔ باوجود اسکے بھی خالد نے اوسی عداوت دیرینہ کیوجہ سے اب اپنے انتقام کی قوت پاکر قریب ۳۰ آدمی انکے قتل کر دیئے۔ جب اس ظلم کی خبر حضرت کو ہوئی تو حضرت پر ناقابل بیان صدمہ و تکلیف کا عالم طاری ہوا اور حضرت نے آسمان کیطرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا "اللھم انی ابرأ الیک مما صنع خالد" (پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں اس سے جو خالد نے کیا بری الذمہ ہوں) خالد نے ترک حکم رسول کی نافرمانی کی ہے اور واپسی پر خالد سے سخت اظہار ناراضی کیا و باز پرس کی گئی جس کی بابت خالد نے معافی چاہی۔

خالد کی حرکت بیجا

اب اس رحیم و منصف رسول نے مناسب سمجھا کہ اس ظلم خالد کی تلافی کیجاوے چنانچہ زر کثیر بابت دیت کشتگان بنی خزیمہ دیکر علی کو مامور کیا کہ وہ بنی خزیمہ کو خونبہا دیکر راضی کریں۔ یہ موقعہ بھی نزاکت و خطرہ سے خالی نہ تھا کیونکہ ایک تو ویسے ہی رسول کو تمام عرب کیطرف سے ابھی اطمینان کلی حاصل نہوا تھا۔ دوسرے ان فرقوں کیساتھ جو زیر حفاظت آپکے تھے کسی قسم کا نا ملایم برتاؤ دوستوں کو بھی دشمن بنا سکتا تھا۔ اور یہاں رسول دشمنوں کو دوست بنا رہے تھے بنی خزیمہ کی یہ خونریزی و فریاد بغیر رنگ لائے نہ رہتی اور دشمن رسول کو بھی مورد الزام قرار دیتے۔ علاوہ بریں بنی خزیمہ بیگناہ تھے۔ ان پر ایسے شخص کے ہاتھ سے ظلم ہونا جو رسول کا آدمی کہلاتا عام اس سے کہ اسنے رسول کی دی ہوئی قوت کا بُرا اور بیجا صرف کیا ہو۔ رسول کی کس قدر صدمہ اور بدنامی کا باعث تھا لہٰذا ملکی و اخلاقی دونوں جہت سے ضرورت تھی کہ اس کی تلافی کیجائے۔ اور بنی خزیمہ کو اسطرح خوش کیا جائے کہ وہ اس ناگوار ظلم کو بھول جائیں۔ یہ کام مشکل تھا۔ کیونکہ کسی مالی نقصان کی تلافی نہ تھی۔ ایک چھوٹے سے چھوٹے قصور جانوں کی تلافی کرنی تھی جس کی وجہ سے جو اشتعال بنی خزیمہ کو ہو گا وہ ظاہر ہے۔ تنہا ایک شخص کا ان مشتعل طبیعتوں کے درمیان عذر لیکر جانا کسقدر مخدوش ہو سکتا ہے اور پھر انکا دوبارہ رضامند کرنا کسقدر دشوار کام تھا۔ اسکے واسطے علی جیسے شخص کے ہی بے ہراس و مطمئن قلب تدبر و اخلاق کی ضرورت تھی جو دوسرے سے ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ بہرحال علی گئے اور مقتولین کے ورثا کو انکی حسب منشا دیت ادا کی اور اسکے بعد جو کچھ بچ رہا مزید تالیف کیلئے وہ بھی تقسیم کر دیا اور اس کام کو باحسن طریق حسب منشاء رسول انجام دیکر بنی خزیمہ بہمہ وجوہ رضامند ہو گئے واپس آئے۔ بقول روضۃ الصفا و ابو الفدا جب علی رسول کے پاس آئے تو نبی نے اپنی خوشنودی ظاہر فرمائی اور مصنف تنقید الکلام نے تاریخ ابن ہشام و ابن اثیر و طبری جلد ۳ سے لکھا ہے کہ "علی کے اس اخلاق و جود و سخا سے ہر شخص کا دل خوش ہوا اور سب نے انکو دعا خیر دی اور جب حضرت علیؑ پھر کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت نے بھی بہت مدح و ثنا کی اور بہت شکریہ ادا کیا" اور اب اسطرف سے رسول کو اطمینان ہو گیا۔

علی رفع شکایت ظلم بنی خزیمہ پر

موقعہ کی نزاکت

رسول نے علی کا شکریہ ادا کیا

غزوہ حنین۔ فرار ثانی اصحاب لشکر اسلام۔ رسول و علی و عباس کی ثابت قدمی فتح جنگ سنہ ۸ھ

تیاری و روانگی لشکر اسلام

بعد فتح مکہ کے وہ قبائل بھی جسے ابتک رسول سے صلح نہوئی تھی۔ خدمت رسول میں آکر یا تو مسلمان ہوگئے یا صلح کرلی مگر قبائل ہوازن و ثقیف علیحدہ رہے۔ چونکہ بروقت روانگی لشکر اسلام برائے فتح مکہ بغرض اخفا راز یہ مشہور کردیا گیا تھا کہ لشکر اسلام ہوازن کو جائیگا اہل ہوازن کو یہ اندیشہ ہوا کہ اب رسول انکی طرف رخ کرینگے۔ لہذا آپس میں مشورہ کرکے انہوں نے ایک لشکر جنگ کیواسطے تیار کیا بنی نضیر بنی خثعم و بنی سعد بنی ہلال کو بھی اپنا شریک حال کیا اور مالک بن عوف نضیری کو جو عنفوان شباب میں تھا سردار لشکر مقرر کیا مگر ہوازن میں سے کعب و کلاب نے انکا ساتھ نہیں دیا۔ و سار ثقیف نے بھی ایک لشکر مرتب کیا اور مالک بن عوف کے لشکر سے جا ملے لشکر ثقیف کا سردار قارب بن الاسود و بروایتے کنانہ بن عبد یالیل تھا۔ بہر حال چار ہزار و بقولے بیس ہزار آدمیوں کی جماعت ہوگئی۔ بنی خثیم میں سے درید بن الصمہ کو جو نابینا تھا اور ایکسو ساٹھ سال کی عمر تھی بوجہ تجربہ کاری ساتھ لے لیا تھا۔ مالک نے فوج کی عورتوں اور بچوں کو بھی ساتھ میں لے لیا تھا کہ ان کی موجودگی کیوجہ سے زیادہ جوش ہوگا۔ اور بھاگنے کے نہیں۔ درید کو جو یہ معلوم ہوا تو اس نے اس کو منع کیا لیکن اسکی رائے نہیں مانی گئی چنانچہ یہ لشکر عظیم مسلمانوں سے جنگ کرنیکو روانہ ہوگیا اور مقام اوطاس میں آکر مقیم ہوا۔

حضرت کو جب اسکی خبر پہنچی تو عبداللہ بن ابی حدرد کو تحقیق حال کو روانہ کیا اور تہیہ جنگ کا کیا۔ بارہ ہزار و بقولے سولہ ہزار کا لشکر اسلام مرتب ہوا جنمیں قریب دو ہزار کے وہ لوگ تھے جو بعد فتح مکہ مسلمان ہوئے تھے صفوان بن امیہ سے سو زرہ عاریت لیگئی تھیں اس لشکر اسلام میں ہر قبیلہ کا جداگانہ علم تھا۔ سعد بن وقاص۔ خالد بن ولید عمر ابن الخطاب جنہیں خیبر کے روز علم کا غیر معمولی اشتیاق تھا آج انکے ہاتھوں میں علم کے پھریرے لہرا رہے تھے۔ عبداللہ نے بعد تحقیق واپس آکر صورت حال لشکر مخالف کی بیان کی چنانچہ حضرت بھی مع لشکر روانہ حنین ہوگئے۔ رسول خود عقب لشکر پر تھے جنکے ساتھ اکابرنا علمدار علم لیے ہوئے تھا۔

ابوبکر کا متکبرانہ قول اور اس کی پاداش بجناب اللہ شکست و فرار لشکر اسلام

روضۃ الصفا میں روایت ہے کہ ابوبکر نے کثرت لشکر اسلام دیکھکر کہا تھا کہ اب ہم بوجہ قلت سپاہ ہرگز مغلوب نہ ہونگے۔ رسول کو یہ متکبرانہ کلام مکروہ معلوم ہوا غالباً اسی قول کی سزا میں خداتعالیٰ نے اول لشکر اسلام کو منہزم کیا تھا کہ انکو معلوم ہوجائے کہ فتح و شکست قلت و کثرت سپاہ پر نہیں ہے بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور غالباً خدا کیجانب سے بھی آیہ "لقد نصرکم اللہ ...... مدبرین" نازل ہوئی جس میں تکبر و تعلی کی مذمت کی گئی ہے۔ دشمن کے ہوشیار و تیز فہم سردار مالک بن عوف نے پہلے سے پہنچکر وادی حنین میں اپنے کچھ سپاہ کو کمین گاہ میں بٹھادیا تھا اور حکم دیا تھا کہ جسوقت لشکر اسلام اس طرف سے گذرے اور زد پر آجائے تو یکدم کمین گاہ سے ان پر حملہ کردیا جائے۔ راستہ وادی کا تنگ تھا۔ لشکر اسلام تھوڑا تھوڑا ہو کر متفرق راستوں سے گذر رہا تھا کہ اتنے میں موقعہ پاکر دشمن نے کمین گاہ سے یکدم مسلمانوں پر زوروں سے حملہ کردیا۔ مسلمانوں میں گھبراہٹ و پریشانی پیدا ہوگئی اور اُحد کے اکھڑے ہوئے قدم پھر قایم نہ رہ سکے اول فوج بنی سلیم کی بھاگی۔ پھر خالد بن ولید کی فوج بھاگی غرض ایسی بھاگڑ پڑی کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہ رہی۔

رسولؐ علمدار رسول علیؑ کی ثابت قدمی واہل خاندانِ رسول

لیکن رسول پہاڑ کیطرح اپنی جگہ پر قایم تھے اور انکا علمدار اپنے جبلی استقلال سے عزت اسلام کو روکے ہوئے تہا حضرت کے پاس سوائے چند آدمیوں کے کوئی نہ تہا. علیؑ. عباسؓ. عبداللہ بن مسعود و ربیعہ و ابوسفیان پسران حارث بن عبدالمطلب و اولاد جعفر و قثم و فضل پسران عباسؓ عتبہ و معیب پسرانِ ابولہب و عقیل پسر ابوطالب برادر علیؑ تھے کہ جو سب خاندان رسالت سے تھے اور اسامہ بن زید غلام حضرت اور اسکا بہائی اور اسکی ماں ام ایمن کا بہائی تہا ان لوگوں کے علاوہ اور کوئی ثابت قدم نہ رہا تہا روضۃ الصفا اور بقول مولف تاریخ الاسلام صرف چار آدمی. علیؑ عباسؓ ابوسفیان اور عبداللہ باقی رہگئے تھے. ابوالفدا کی موافق مسلمان اسطرح متفرق ہوگئے ہوکر ایک دوسرے سے غافل تہا*

صفدروں کو رسولؐ کا پکارنا اور مشرکین کا رسولؐ پر حملہ علیؑ کی شیرانہ مدافعت

رسولؐ شدت حد کے سب کو پکارتے تھے اور فرماتے تھے "انا النبی لا کذب انا عبدالمطلب یا اصحاب السمرۃ" سمرہ اس درخت کا نام تہا جسکے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی مگر کوئی نہ سنتا تہا. رسول نے اب خود ارادہ جنگ کا کیا مگر ابوسفیان و عباسؓ علیؑ نے حضرت کو روکا کہ جب تک ہمارے جسم میں جان باقی ہے حضرت کو جنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ لوگ بہادرانہ شان سے دشمنوں سے جنگ کرتے تھے اور رسول کی حفاظت بہی کرتے تھے. اہل مکہ میں جو لوگ طوعاً و کرہاً مسلمان ہوئے تھے اور بہاگ رہے تھے وہ بہی تھے اور نامناسب باتیں کہتے تھے. لیکن صفوان انکو روکتا تہا. مالک بن عوف سردار لشکر مخالف نے رسول کو دیکھکر حملہ کیا. ایمن پسر ام ایمن نے اسکو روکا مگر زخمی ہوکر شہید ہوگئے. مالک نے ہر چند کوشش کی کہ حضرت کے قریب پہنچکر حملہ کرے. مگر علیؑ کے شیرانہ حملوں سے جو دشمنوں پر تلوار اللہ شل شیر مست کے حملے کرتے تھے. اور جماعت دشمن کو درہم برہم کر دیتے تھے وہ حضرت تک نہ پہونچ سکا*

واپسی و اجتماع لشکر اسلام و جنگ دشمن سے

اب رسول نے حضرت عباسؓ کو جنکی آواز بلند تہی حکم دیا کہ انصار کو آواز دیں چنانچہ عباسؓ نے آواز دی کہ "یا معشر الانصار یا اصحاب بیعۃ السمرۃ" کیا بے حمیتی ہے کہ رسول کو دشمنوں میں چھوڑکر اپنے نام و غیرت کو ڈبوتے ہو واپس آؤ. یہ آواز سنکر بعض کو غیرت آئی اور اطراف و جوانب سے لبیک کہتے ہوئے واپس آئے. اول گروہ جو رسول کے پاس واپس آیا وہ اصحابہ کا تہا. جب قریب سو آدمیوں کے ہوگئے تو سب نے ملکر فوراً دشمن پر حملہ کر دیا. اور اب اور لشکر بہی واپس ہونے لگا جو بوجہ شدت رسول کے پاس تو نہ جاتے تھے مگر علیؑ کے علم کے نیچے جو ثابت قدمی سے دشمن سے جنگ کر رہے تھے آکر شریک جنگ ہوجاتے تھے. اب مشرکین میں سے ایک بہادر ابوجرول نامی جو نہایت قوی الجثہ و شجاع تہا. اونٹ پر سوار ہوکر میدان میں آیا اور مبارز طلب کیا. کسی کی ہمت اسکے مقابلہ کی نہوتی تہی کہ اسی شیر نیستان شجاعت علی ابن ابیطالب نے اسکے مقابل جاکر اسکے اونٹ کو پے کرکے اسکو واصل جہنم کیا. اب مسلمانوں نے اس سے قوی دل ہوکر اور سختی سے حملہ کر دیا چونکہ رات کا وقت تہا. دشمن کو یقین ہوگیا کہ اسلام کا تمام لشکر پھر مجتمع ہوگیا. ابوجرول کے قتل ہوجانے سے دشمن کے قدم اکھڑ گئے. اور اب بہاگنے کی انکی باری تہی. میدان چھوڑکر بہاگ کھڑے ہوئے. فتح مسلمانوں کی رہی. چار آدمی مسلمانوں کے اور ۷۰ آدمی مخالفین کے مارے گئے جنہیں بروایت حیات القلوب

۷۰ آدمی تنہا علی کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اس جنگ مین دو ہزار اونٹ چار ہزار بردہ۔ چالیس ہزار اوقیہ نقرہ اور اسقدر تعداد مین بکریان مسلمانون کے ہاتھ آئین اور بہت سے مشرکین مسلمان ہو گئے۔ اس جنگ مین بھی علی کی ہی بہادری اور ثابت قدمی نے آبروے اسلام کی رکھ لی اور فتح نصیب ہوئی ۞

مشرکین کی شکست و فرار — مشرکین تین گروہ مین بھاگ گئے تھے۔ ایک گروہ بنی ثقیف معہ مالک سردار لشکر کے طایف کیطرف گیا ایک گروہ جانب بطن نخلہ گیا اور ایک گروہ بغرض حفاظت مال و اسباب کے اوطاس کو گیا۔ رسول نے حکم دیا تھا کہ اسیر و نسوان سے کسی کو قتل نہ کیا جائے مگر باوجود اسکے بروایت حیات القلوب حضرت فاروق نے جواب و اپس گئے تھے انصار کو اشارہ دیکر ابن الاکوع و جمیل بن مرکو جو اسیر ہوئے تھے قتل کرا دیا جسپر حضرت سخت ناخوش ہوئے۔ عمیر بن وہب نے سفارش کر کے معاف کرایا ۞

سرایا ابو عامر و طفیل بنابر تعاقب دشمن

سریہ ابو عامر تعاقب دشمنان بجانب اوطاس — اب حضرت نے ابو عامر اشعری کو معہ زبیر ابن العوام و ابو موسیٰ اشعری کے ایک دستہ فوج کیساتھ تعاقب دشمنان مین جانب اوطاس روانہ کیا۔ وہان بھی مخالفین سے جنگ ہوئی ابو عامر شہید ہو گئے۔ ابو موسیٰ اشعری نے بکوشش بلیغ دشمنونکو شکست دی جو وہان سے بھی بھاگ گئے۔ ورید بن الصمہ نابینا بھی مارا گیا۔ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ عبدری جو سخت دشمن اسلام تھا دوران جنگ مین مسلمان ہوا اور دشمنوں سے جنگ کی ۞

اجتماع مال غنیمت رہائی اسما بنت حارث — اب رسول اللہ نے تمام مال غنیمت کو جمع کرا کر بحفاظت بشیر انصاری کہا اور بروایتے بحفاظت بدیل بن ورقہ روانہ جعرانہ کر دیا۔ اسیروں مین اسما بنت حارث بن عبد العزیٰ بھی تھی جو حضرت کی رضاعی بہن ہوتی تھی جب اُس نے حضرت کو اپنا پتہ دیا تو حضرت نے اسکی بہت عزت کی اور بہت عطایا دیکر بعزت تمام رخصت کر دیا جو مسلمان ہو کر واپس گئی اسکے رشتہ دارونکو بھی رہائی دیگئی ۞

سریہ طفیل بنابر تاراجی بتخانہ ذی الکفین — طفیل بن عمر کو واسطے تخریب بتخانہ ذی الکفین معہ چار سو آدمیونکے بھیجا گیا تھا جنھوں نے بتخانہ مذکور کو غارت کر دیا۔ اور واپس آ کر محاصرہ طایف مین شریک ہو گئے ۞

غزوہ طایف۔ علی سے رسول کی رازداری و اصحاب کی ناگواری۔ دشمن کی مغلوبی و صلح

غزوہ طایف ۸ھ شوال دشمن سے مخالفت اسلام — مشرکین ہوازن و ثقیف جو معہ مالک بن عوف جنگ حنین سے بھاگ کر طایف گئے تھے۔ انھوں نے جا کر بخوف تعاقب مسلمانان اپنے قلعہ کو خوب مضبوط و مستحکم کر لیا اور سامان خوراک و غیرہ بھی اتنا جمع کر لیا کہ ایک سال کے لیئے کافی ہو سکے اور آمادہ جنگ کے تھے۔ اب رسول نے ماہ شوال مین ہی خود معہ سپاہ اسطرف کا قصد فرمایا۔ اور ایک روایت مین ہے کہ اول ابو سفیان بن حراب کو بھیجا تھا جو بنی ثقیف سے شکست کھا کر بھاگ آیا تھا۔ تب حضرت نے خود قصد فرمایا۔ بہر حال علم لشکر علی کو دیا گیا۔ اور ابو عبیدہ جراح و خالد بن ولید کو معہ ایکہزار کی جمعیت کے مقدمہ لشکر پر مامور کیا اور خود رسول معہ بقیہ سپاہ کے عقب مین روانہ ہوئے ۞

محاصرہ قلعہ طائف و جنگ

۲ راستہ مین قصر مالک بن عوف ملا اسکو تباہ کرا دیا گیا۔ طایف پہنچکر قریب قلعہ لشکر قایم کیا گیا۔ اہل قلعہ نے جو پہلے سے مستعد تھے بالائے قلعہ سے تیر چلانے شروع کیے جس سے اکثر ہمراہیان اسلام زخمی ہوئے لہذا لشکر کچھ پیچھے کو ہٹا کر اسمقام پر جہان اب مسجد طایف ہے۔ لشکر گاہ قرار دیا گیا۔ اسی درمیان مین طفیل بن عمرو بھی بعد تاراجی بتخانہ ذی الکفین معہ ہمراہیان واپس آکر لشکر اسلام مین شامل ہوگیا۔ سترہ روز و بقولے چالیس روز تک محاصرہ رہا۔ اس دوران مین خوب جنگ ہوتی رہی اور بہت سے اصحاب زخمی ہوئے جنمیں سے بارہ شہید بھی ہوگئے جنمین عبداللہ بن ابوبکر بھی تھے۔ دوران محاصرہ مین رسول نے باواز بلند کہلوا دیا تھا کہ جو شخص قلعہ سے نکلکر بلا جنگ ہمارے پاس آجائیگا وہ آزاد کر دیا جائے گا۔ چنانچہ قریب ۲۰ غلام نکلے جنمین

بیس غلام قلعہ سے آزاد کردئے

میرا ابوبکرہ غلام حارث بن کلدہ و منبعث و وردان غلامان عبداللہ بن ربیع بھی تھے قلعہ سے نکلکر خدمت رسول مین آگئے تھے جنکو حضرت نے آزاد کر دیا۔

علی کی گشتی جماعت کے ہمراہ مامور

دوران محاصرہ مین علی معہ ایک جماعت کے مامور کئے گئے کہ نواح طایف مین گشت کرکے جہان جہان بت یا بتخانہ پائین انکو تباہ کرین علی لشکر گاہ سے چلے تو رات مین ایک گروہ کثیر بنی خثعم سے مقابلہ ہوگیا۔ انکا سردار لشکر شہاب تھا جو نہایت قوی و بہادر تھا علی نے اسکو بضرب شمشیر ہلاک کیا اور اس گروہ کو کامل شکست دی۔ اور تمام نواح مین ہوازن و ثقیف کے جو جو بت پائے سبکو توڑ ڈالا اور نواح طایف کو بتوں سے پاک کر دیا۔ رسول علی کی واپسی کے سخت منتظر تھے جب علی واپس آئے

علی کی بنی خثعم پر فتح

اور رسول کی نظر انپر پڑی تو بقول صاحب قرۃ العیون و روضۃ الصفا رسول نے باواز بلند تکبیر کہی۔ اور انسے خلوت کرکے بہت دیر تک راز کی باتیں کین جب بہت دیر ہوئی تب صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کہا کہ آج عجب راز و ردار آپنے اپنے چچا کے بیٹے سے کہا کہ اسطرح آپ اوروں سے نہین کہتے ہین فرمایا مین خود اپنی طرف سے اس سے راز نہین کہتا بلکہ اللہ تعالی نے مجھکو امر کیا ہے تو مین اس سے راز کہتا ہوں ؛

رسول نے علی سے راز کی باتین کین

اور بروایت جابر وہ شخص جس نے ایسا کہا تھا عمر فاروق تھے جنہوں نے رسول سے یہی جاکر کہا کہ "علی سے تو ایسی راز کی باتین کرتے ہو اور ہمکو دور رکھتے ہو" رسول نے فرمایا کہ "بخدا مین نے از خود علی سے کوئی راز نہیں کہا ہے بلکہ خدا نے مجھسے کہلوایا ہے اور مین کیا خدا اس سے راز کہتا ہے" جس اعتراض پر حضرت فاروق بعد کو بہت پشیمان و نادم ہوئے۔ اور روضۃ الشہدا نے بسند ترمذی و صحیح یہ عبارت لکھی ہے کہ "بلایا آنحضرت نے علی کو دن غزوہ طایف کے پس سرگوشی کی انسے پس کہا لوگون نے یعنی منافقوں نے یا عوام صحابہ نے البتہ بتحقیق دراز ہوئی سرگوشی آنحضرت کی ساتھ چچا کے بیٹے اپنے کے پس فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین خاص کیا مین انکو ساتھ سرگوشی کے لیکن اللہ تعالی نے سرگوشی کی انسے" (مظاہر حق)

اصحاب بالخصوص عمر کی ناگواری

(نوٹ) اس ذرا سے واقعہ سے چند امور اہم کا انکشاف ہوجاتا ہے۔ اول صحابہ و بالخصوص حضرت فاروق کی قلبی کیفیت کا کہ

انکشاف حالت

باوجود بیعت رضوان اور حدیبیہ کی توبہ کے پھر رسول پر اعتراض کیا گیا اور انکی افتاد طبیعت سے عجیب نہیں کہ یہ اعتراض بھی اعتراض حدیبیہ کے انداز پر کیا گیا ہو۔ دوسرے رسول کی علی سے خصوصیت رازداری۔ اور رسول کی زبان سے خدا کی نسبت رازداری تیسرے علی سے حضرت فاروق و صحابہ کا حسد کہ اتنی بات بھی علی کی قدر و منزلت کی صبر سے نہ دیکھی گئی۔ جو ناظرین کو سوانح آئندہ کے سمجھنے مین مدد دینگے۔ نہایت افسوس ہے کہ علی جو کام کرتے ہین اسکی کوئی حرص ہمت نہیں کرتا مگر اسکے عوض مین جو قدر افزائی ہوتی ہے وہ حسد کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے ؀

علی نے دشمن کے شہ زور افسر کو قتل کیا

دوران محاصرہ مین ابجرد بن نافع بن غیلان مع ایک گروہ کے قلعہ سے باہر آیا۔ علی اسکی جنگ کو بھیجے گئے۔ مقام وج مین جنگ ہوئی علی نے اسکو قتل کیا اسکے ساتھی بھی شکست کہا کر قلعہ کے اندر کو بھاگ گئے اسکے مارے جانے سے سب پر خوف غالب ہو گیا۔ تب اہل قلعہ نے رسول کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم صلح پر آمادہ ہین محاصرہ اٹھا لیا جاوے۔ ہم اپنے چند وکلا آپکے پاس مدینہ

دشمن کے پیغام صلح پر محاصرہ اٹھا لیا گیا

مین بھیجیں گے جو شرائط صلح طے کرینگے چونکہ محاصرہ کو زیادہ عرصہ ہو گیا تھا اور لشکر اسلام کو بھی سخت تکلیف تھی۔ رسول نے اس پیغام صلح دشمن کو منظور فرما لیا اور بلا مزید جنگ کے واپسی کا حکم دیا اور مقام جعرانہ کو جہان مال غنیمت جنگ حنین کا بھیجا گیا تھا آگئے

تقسیم غنائم حنین

جعرانہ پہنچکر مال غنیمت غزوہ حنین کا تقسیم کیا گیا۔ قریش مکہ جو نئے مسلمان ہونیوالے تھے جنکو یہ پہلا موقعہ رسول کیساتھ جنگ مین شرکت کا ملا تھا مصلحتاً بوجہ تالیف قلوب زیادہ زیادہ حصہ بقدر سو سو اور پچاس پچاس اونٹ کے اور اسی مقدار و تعداد مین زر نقد

انصار کی بد دلی

واسیر دئیے گئے۔ انصار و مہاجرین کو اس سے بہت کم حصہ دیا گیا۔ انصار مین سے بعض کو یہ امر گران بھی ہوا اور اس قسم کے کلمات شکایت بھی زبان پر آئے کہ قریش کو بوجہ قرابت رسول نے زیادہ حصہ دیا۔ اور ہماری جانفشانیوں کا لحاظ نہ کیا گیا۔ رسول کو معلوم ہوا تو انصار کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ مین انصار کو جنہوں نے میرے ساتھ بہت تکلیفیں اٹھائی ہین مثل اپنی ذات کے سمجھتا ہوں مین نے بھی اس غنیمت مین بہت کم حصہ لیا ہے اور اپنے گہر اور خاندان والوں کو یہانتک کہ جس کے ذریعے یہ لڑائیاں فتح ہوئی ہین اور غنیمت ہاتھ آئی

خطبہ سے انکی بد دلی کو خلوص سے بدل دیا

یعنی علی اوسکو بھی کم دیا ہے اور اسیوجہ سے انصار کو اور ان لوگوں کو بھی جنپر مجھکو مثل اپنی ذات کے پورا بھروسہ و اطمینان تھا کم دیا ہے۔ البتہ ان کو جنکو یہ پہلا موقعہ تھا اور انکے قلوب ابھی اسلام پر مستحکم نہیں ہوئے ہین مصلحتاً زیادہ دیدیا ہے۔ انصار رسول کی اس محبت آمیز گفتگو سے ایسے راضی و خوشنود ہو گئے کہ جو کچھ انکو ملا تھا اسکے بھی دیدینے پر آمادہ تھے ؀

اس مصلحت بینی اور موقعہ شناسی نبی کی اس تالیف سے نہ صرف وہ لوگ جنکے دلون مین محبت اسلام کافی طور پر مستحکم نہوئی تھی اپنی دیرینہ کدورتوں کو بہولکر اسلام کے دلدادہ ہو گئے اور حضرت کی اس بخشش عطیہ نے نہ صرف انکو بھی حضرت کا مطیع و منقاد بنا دیا بلکہ اوروں کو بھی جو اب تک کھچے ہوئے تھے اسلام کیطرف آنیکی ترغیب دی۔ اہل مکہ کو جو ہمیشہ مال کے دلدادہ رہے ہین مطیع کرنیکی اس سے بہتر اور کوئی سیاسی تدبیر نہ تھی اور انصار کی بد دلی کو بھی کس بہترین عنوان سے رفع کر دیا کہ کوئی افتراق پیدا ہونے نہ پایا بلکہ بجائے کشیدگی کے

خلوص و محبت کی زیادتی ہوگئی یہ رسول کے علی درجہ کی سیاسی تدبر کی دلیل ہے ۔

اسلام اہل ہوازن و ثقیف ۔ ادای عمرہ ۔ ولادت حضرت ابراہیم عقد حضرت باملیکہ و ازواج کی عیاری سراپا کعب و عقبہ

اسلام اہل ہوازن واپسی مال

بعد اس تقسیم کے ایک گروہ اہل ہوازن کا خدمت رسول مین بمقام جعرانہ حاضر ہوکر مسلمان ہوا مگر نماز و روزہ وغیرہ پر وہ راضی نہو تے تھے رسول نے انکا اسلام قبول نہ کیا اور فرمایا کہ اگر تم اسکو قبول نکروگے تو مین تم پر ایسے شخص کو بھیجونگا جو تمہاری گردنین توڑ ڈالیگا اور علی کو دکھا کر فرمایا کہ دیکھ لو وہ یہ ہے چونکہ ہنگام جنگ وہ لوگ علی کی لاجواب شجاعت دیکھ چکے تھے وہ راضی ہوگئے اور بعد تمام اہل طائف کے مسلمان ہوگئے اور اپنے مال کی واپسی کے خواستگار ہوئے حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ بہت دیر سے آئے سب مال وغیرہ تقسیم ہوگیا جب کہ التجا زیادہ ہوئی تو رحیم نبی نے براہ کرم حکم دیا کہ جو کچھ حضرت کے و بنی ہاشم کے حصہ مین آیا ہے وہ انکو واپس دیدیا جائے اسپر اور انصار و مہاجرین نے بھی باتباع رسول خوشی سے اپنا اپنا حصہ واپس دینے کا وعدہ کیا سوا اقرع بن حابس سردار بنی سلیم و عقبہ بن حصین فزاری و عباس بن مرداس کے کہ انکو انکے حصہ کی قیمت دے دی گئی اور سب مال ان اہل ہوازن کا جو مسلمان ہوئے تھے انکو واپس دیدیا گیا ۔ مگر غلام بدستور آزاد رہے ۔

اسلام مالک بن عوف سردار ثقیف ۔ ادائے عمرہ و مکہ و واپسی

اسکے بعد مالک بن عوف انکا سردار بھی حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوا اسکا اسباب بھی اسکو واپس دیدیا گیا اور اسکو اسکی قوم و چند دیگر قبائل کا امیر کر دیا گیا ۔ ۸ ذیقعدہ کو مقام جعرانہ سے احرام عمرہ باندھکر رسول مکہ واپس تشریف لائے اور مناسک عمرہ ادا فرمائے اور امارت مکہ بدستور عتاب بن اسید کی سپرد کر کے معاذ بن جبل و ابو موسیٰ اشعری کو واسطے تعلیم قرآن مبین و احکام دین کے مکہ مین مامور فرمایا اور ابو سفیان بن حرب کو نجران علاقہ یمن کا حاکم مقرر کر کے کثیر بن عبداللہ کو اسکی امور وزارت پر مامور فرمایا ۔ ان انتظامات سے فارغ ہوکر رسول اللہ پھر جعرانہ تشریف لائے اور بقیہ غنایم تقسیم کرنے کے بعد آخر ذیقعد کو مدینہ منورہ کو واپس ہوئے ۔

آمد مردمان ثعلبہ

بنی ثعلبہ مین سے چار شخص حاضر خدمت ہوکر مستفسر ہوئے کہ آیا اسلام بلا ہجرت کے بھی صحیح ہوتا ہے ۔ رسول نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کیواسطے ہجرت لازمی نہیں ہے اور انکو انعام وغیرہ دیکر رخصت کیا ۔ ۲۴ ذیقعدہ ۸ھ بروز جمعہ مدینہ مین واپس تشریف لائے ۔

انتقال زینب ربیبہ رسول

زینب دختر ربیبہ رسول کا انتقال ہوگیا جسکے واسطے تابوت بنایا گیا ۔ اور یہ اول تابوت تھا جو اسلام مین بنایا گیا ۔ یہ زینب زوجہ ابو العاص تھیں جنکا عقد قبل بعثت رسول ہوا تھا ۔ ابو العاص ۶ھ مین مسلمان ہوا زینب نے دو اولادین چھوڑی تھین ایک علی جو قریب بلوغ پہنچکر فوت ہوئی ۔ دوسری دختر امامہ جنسے علی نے بعد وفات جناب سیدہ حسب وصیت انکے عقد کیا تھا ۔

ولادت ابراہیم فرزند رسول

اسی سال بطن ماریہ قبطیہ سے رسول کے فرزند ابراہیم پیدا ہوئے جس کی اول خوشخبری رسول کو ابو رافع نے آکر سنائی تھی جس کو رسول نے اس صلہ مین انعام عطا فرمایا ام بردہ دختر منذر بن لبید دودھ پلانے پر رکھی گئی تھی ۔ ساتوین روز پیدایش رسول نے

انکا عقیقہ کیا۔ اور بالون کی برابر چاندی صدقہ مین دی اور سر کے بال دفن کرا دیئے ✤

عقد رسول با ملیکہ حسب ایما عائشہ و حفصہ

اسی سال حضرت نے ملیکہ کندیہ سے جسکا باپ بروز فتح مکہ قتل ہو گیا تہا عقد کیا۔ مگر عائشہ و حفصہ ازواج رسول دختران صدیق و فاروق نے اس سے کہا کہ تجھے شرم نہین آتی کہ جس نے تیرے باپ کو قتل کرایا ہو تو اسی کی زوجہ بنے۔ اور ایک روایت مین ہے کہ اس سے کہا کہ رسول اللہ کو وقت زفاف اعوذ باللہ منک کہنا بہت پسند آتا ہے۔ لہذا جب رسول برائے زفاف تشریف لیگئے تو اسنے اظہار کراہت کیا اور وہی سکہایا ہوا جملہ "اعوذ باللہ منک" کہا رسول فوراً واپس چلے آئے اور اسکو علیحدہ کر دیا۔ ان ازواج رسول کی یہ عیاری کی چال بہی قابل لحاظ ہے ✤

سریہ کعب بن عمیر و عتبہ بن حصین

اسی سال رسول اللہ نے کعب بن عمیر کو معہ چند ہمراہیوں کے بجانب ذات الکلاغ علاقہ شام کے بہیجا تہا۔ جو سب معہ ہمراہیان شہید ہو گئے۔ اور عتبہ بن حصین کو بجانب عنبر بہیجا گیا تہا جن سے جنگ ہوئی اور مخالفین مغلوب و قتل ہوئے۔ عورتوں کو یہ لوگ اسیر کر لائے ✤

سنہ ۹ھ

واقعات ۹ سنہ ہجری سنۃ الوفود

(وصولی زکوٰۃ۔ اسلام بنی تمیم۔ سریہ علی بمقابلہ بنی طے)

اصحاب کا تقرر برائے وصولی زکوٰۃ

سال ہذا مین جب ہلال محرم نمایان ہوا۔ رسول اللہ نے ایک گروہ اصحاب کو بغرض وصولی اموال زکوٰۃ مختلف قبائل عرب کیطرف جو مسلمان ہو گئے تھے روانہ کیا کہ سب سے جمع کر کے مدینہ لاوین۔ بریدہ بن الحصیب بروایتے کعب بن مالک کو قبیلہ و بنی اسلم کیطرف و عباد بن بشیر کو بنی سلیم و مزنیہ کے پاس عمرو بن العاص کو بنی فزارہ کے یہاں ضحاک بن سفیان کو بنی کلاب کیطرف رافع بن مکیث کو جہنیہ و بشیر بن سفیان کعبی کو بنی کعب کے پاس بہیجا گیا۔ انمین سے بشیر بن سفیان کیساتھ حسب ذیل ایک واقعہ پیش آگیا۔ باقی اور سب زکوٰۃ وصول کر لائے ✤

مزاحمت بنی تمیم

بشیر جب بنی کعب کے پاس پہنچے تو وہ ایک چشمہ کے کنارہ معہ بنی تمیم کے فروکش تھے۔ بشیر نے انکے مواشیو نکو شمار کیا تو تعداد کثیر زکوٰۃ کی برآمد ہوئی۔ بنی تمیم نے مقدار مال دیکہکر بنی کعب سے کہا کہ تم بیوقوف ہو کیوں بلا وجہ اسقدر مال محمد کو دیئے دیتے ہو۔ بنی کعب نے کہا کہ شریعت مین زکوٰۃ واجبات سے ہے۔ بنی تمیم اسپر بہی اپنی تلوارین کہینچکر بشیر کے سد راہ ہوئے اور کہا کہ ہم ہرگز نہ لیجانے دینگے اور آمادۂ جنگ ہوئے۔ بشیر وہان سے بہاگ کر بعجلت تمام مدینہ آئے اور رسول سے کیفیت بنی تمیم کی بیان کی۔ رسول نے عتبہ بن حصین فزاری کو معہ پچاس سوار و نکے بنی تمیم کی سرکوبی کو روانہ کیا جو بہت تیزی سے مقام بنی تمیم پر پہنچے۔ کثرت سے گہر مردون سے خالی پائے جو بجوف بہاگ گئے تھے انکے گہرونکو غارت و تاراج کر دیا گیا۔ دس مرد گیارہ عورتیں ۳۰ بچے گرفتار کر کے لائے جو محفوظ رکہے گئے ✤

آمد وفد بنی تمیم و قبول اسلام

اسکے بعد ایک جماعت بنی تمیم کی جنمیں اقرع بن حابس عطارد بن حاجب ۔ زبرقان بن بدر نعیم بن سعد عمرو بن الاہتم قیس بن سعد ۔ باستدعا انکے اسیران مدینہ آئے ۔ انمیں عطارد تو خطیب تھا اور زبرقان شاعر تھے مجلس رسول میں آنے تو باجازت حضرت عطارد نے اپنی قوم کی مفاخرت میں ایک خطبہ پڑھا اور زبرقان نے کچھ اشعار پڑھے ادھر سے بھی باشارہ حضور ثابت بن قیس انصاری نے جواب خطبہ اور حسان بن ثابت نے جواب اشعار نظم میں دیا ۔ جو انکے خطبہ و اشعار سے بہت افضل و بالاتر تھا وہ سب مسلمان ہوگئے اسرا واپس دیئے گئے ۔

سریہ علی بجانب بنی طے

قبیلہ بنی طے میں مشہور بتخانہ فلس تھا ۔ رسول نے علی کو معہ ۱۵۰ سوار و نکے اسکی تاراجی کیواسطے روانہ کیا ۔ علی نے اس مہم کو بھی کامیابی کیساتھ سر کیا بتخانہ مذکور اکھڑوا کر غارت کرادیا ۔ عدی بن حاتم طائی جو انکا سردار تھا شام کو بھاگ گیا اسکی بہن گرفتار ہوئی ۔ اور مال غنیمت و بردہ و اونٹ اہل اسلام کے ہاتھ آئے ۔ علی نے بعد نکالنے خمس کے مال غنیمت تقسیم کردیا ۔ دختر حاتم کو جو ایک ملیح عورت تھی تقسیم سے علیحدہ رکھکر مدینہ لائے ۔ اور محصور رکھا گیا تین روز کی التجا کے بعد رسول نے اسکو رہا کردیا اور ایک قافلہ کیساتھ واپس کردیا ۔ وہ شام میں جاکر اپنے بھائی عدی سے ملی اور رسول کے اخلاق کریمہ کی تعریف کی حضرت کی بیحد و نیک برتاؤ دیکھکر اسکو بھی ملاقات حضرت کا اشتیاق ہوا اور سال دہم ہجری میں حاضر خدمت ہوکر مسلمان ہوا ۔

رسول کا ایک ماہ تک ازواج سے ایلا معہ وجوہ اور واقعہ آیہ پر سرسری نظر

رسول نے ایکماہ تک ازواج سے علیحدہ رہنے کی قسم کھائی

ایک وجہ از روضۃ الصفا

اس سال آپ نے قسم کھائی تھی کہ ایک ماہ تک اپنی ازواج میں سے کسی سے اختلاط و مصاحبت نکرینگے جسکے وجوہ تواریخ میں مختلف درج ہیں (۱) یہ کہ ایک روز رسول حجرہ حفصہ میں تشریف لیگئے ۔ اسکو خالی پایا حفصہ اپنے باپ کے یہاں ملنے گئی تھی (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا اجازت اطلاع رسول گئیں تھیں) رسول نے حجرہ خالی پاکر ماریہ قبطیہ کو وہاں بلاکر اس سے مباشرت کی اسی اثنا میں حفصہ واپس آگئیں اور دروازہ حجرہ کو بند پایا معلوم ہوا کہ حضرت اندر تشریف فرما ہیں تھوڑی دیر توقف کیا اتنے میں حضرت نے دروازہ کھولا جب حفصہ نے ماریہ قبطیہ کو دیکھا تو غصہ میں بہت رو پڑیں کہ میرے حجرہ میں اور میرے بستر پر کنیز کے ساتھ مجامعت کی رسول نے اس شور و شغب کو موقوف کرنے کی غرض سے فرمایا کہ اچھا تو اسپر راضی ہوگی کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلوں بشرطیکہ تو کسی سے اسکا ذکر نہ کرے تب وہ راضی خاموش ہوگئیں مگر انہوں نے اپنی اس کامیابی کو اپنی رازدار و ہم مزاج عائشہ سے تفاخرانہ بیان کردیا شوخ طبیعت عائشہ نے طنزیہ طور پر رسول سے اس واقعہ کا طعن دیا ۔ جسپر آیہ تحریم نازل ہوئی اور رسول نے انسے ناخوش ہوکر ایکماہ تک تمام ازواج کو اپنی صحبت سے محروم رکھکر تادیب فرمائی ۔ (روضۃ الصفا)

دوسری وجہ از روضۃ الصفا

(۲) دوسرا سبب بیان کیا جاتا ہے کہ ازواج رسول کو چونکہ روز ہجرت سے سخت تکالیف نفقہ کی رہی تھیں وہ رسول سے اسقدر نفقہ طلب کرتی تھیں جو حضرت سے ممکن نہ تھا ۔ ایک روز ابوبکر و عمر بدیدن حفصہ و عائشہ دولت سرائے حضرت میں حاضر ہوئے تو حضرت کو ملول

پایا کیفیت معلوم ہونے پر دونوں نے ایک ایک گھونسا اپنی اپنی لڑکیوں یعنی عائشہ و حفصہ کے مارا اور سخت زجر و توبیخ کی۔ اس رنج سے رسول یکماہ تک بالا ئی کمرہ مسجد مین ازواج سے علیحدہ ہو کر رہے (روضۃ الصفا)

واقعہ پر سرسری نظر

علاوہ انکے اور وجوہ بھی بعض تواریخ مین لکھے ہین جو بخیال طوالت ترک کیے جاتے ہین کہ جنکی باعث و بانی بھی یہی دونوں ازواج یعنی عائشہ و حفصہ ہی پائی جاتی ہین یہ حالت ان دونوں ازواج کی نہایت شرمناک بلکہ قابل نفرت معلوم ہوتی ہے رسول تو رسول کسی شریف خاندان کی ازواج کی بھی شایان شان نہین ہم ہرگز پاس ادب سے اسکا تذکرہ نہ کرتے مگر کیا کیا جاے واقعہ تاریخی ہے جو تواریخ اہلسنت سے بھی ثابت ہوتا ہے اس واقعہ سے مدینہ مین مشہور ہو گیا کہ رسول نے ازواج کو طلاق دیدی۔ جب ابوبکر و عمر نے جو یہ سنا تو اپنی لڑکیوں کے خیال سے بغرض تصدیق خدمت رسول مین حاضر ہوے اور دریافت کیا تو رسول نے فرمایا کہ نہین مین نے طلاق نہین دی ہے انہوں نے کہا کہ مدینہ مین تو ایسا ہی مشہور ہو رہا ہے۔ تب رسول انتیسوین دن حجرۂ عائشہ مین تشریف لیگئے تاکہ اس شہرت و بدنامی کی تردید ہو جاے۔ ورنہ نہ معلوم کتنے روز تک رسول علیحدہ رہتے ⁂

رجم سبیعہ و لعان خولہ

تین سال پیشتر ایک عورت سبیعہ عامریہ نے اقبال زنا بروے رسول کیا تہا بوجہ حاملہ ہونیکے وہ تا وضع حمل و ایام رضاعت ایک انصاری کے یہان رکھی گئی تھی۔ اب بعد فراغت پیش کی گئی رسول نے بچہ کو بغرض پرورش ایک مسلمان کے سپرد کر دیا اور اسکو سنگسار کرا دیا۔ واقعی ایسے اخلاقی جرم کی سزا ایسی ہی سخت ہونی چاہیئے۔ تاکہ دوسرونکو عبرت ہو۔ چونکہ اس عورت نے وقت نزع توبہ کی تھی۔ لہذا رسول نے بعد مردن نماز جنازہ پڑہوا کر دفن کرا دیا۔ اسی سال ہلال بن امیہ نے اپنے زوجہ خولہ کی نسبت شریک بن سمحا کے تعلق ناجائز کا الزام لگایا کہ آیہ لعان نازل ہوئی رسول نے لعان واقع کر دیا ⁂

غزوہ تبوک۔ علی خلافت مدینہ پر۔ علی مثل ہارون۔ منافقین کی سازش بنابر ہلاکت علی و رسول و نتیجہ۔ واقعہ پر سیاسی نظر

غزوہ تبوک
از آخر رجب ۹ھ تا جزو رمضان ۹ھ

سبب غزوہ

بقول بعض مورخین تبوک نام ایک موضع کا ہے جو لبلاقہ بلقار ملک شام سرحد پر واقعہ ہے۔ بعض کہتے ہین کہ ایک قلعہ کا نام ہے اور بعض کے نزدیک ایک چشمہ کا نام ہے اس سال ایک قافلہ تجار مدینہ مین آیا تہا جو روغن زیت فرش وغیرہ فروخت کرتا تہا اُسے خبر معلوم ہوئی کہ شاہ روم نے سب سے بڑا لشکر جمع کیا ہے اور قبائل نجد و خرام و غسان وغیرہ و نصاراے عرب بہی ان سے متفق ہوے ہین اور مدینہ پر حملہ کا ارادہ ہے اور اس لشکر کا مقدمہ بلقار مین پہنچگیا ہے اور ہرقل قیصر روم خود معہ لشکر مقام حمص مین آگیا ہے اور ایک روایت مین یہی ہے کہ نصاراے عرب نے ہرقل قیصر روم کو نامہ لکہا تہا کہ اسوقت مسلمانوں پر تنگی ہے موقعہ اچہا ہے انکا ملک آسانی سے فتح ہو جائیگا چنانچہ اس نے قباد نامی ایک شخص کو معہ ۴۰ ہزار فوج کے روانہ کیا ہے ⁂

تیاری لشکر اسلام و کرایہ اہل مدینہ

بہرحال اس قسم کے اخبار پاکر رسول نے تیاری جنگ روم کا حکم دیا اور اطراف مدینہ و قبائل اہل اسلام مین خبر بھیجی کہ بغرض حملہ روم

مہیا ہو کر آئیں۔ اسمرتبہ خلاف سابق اظہار مقصد مقام کی ضرورت یہ تھی کہ سفر دور دراز کا تھا جو کوئی آئے پورے طور پر مہیا ہو کر آئے۔ بوجہ تنگدستی اہل اسلام کے اس لشکر کو "جیش العسرت" کہتے ہیں لشکر اسلام میں اس قدر کمی غلہ و اسباب کی تھی کہ دس آدمیوں کے پاس بھی ایک اونٹ سواری کو نہ تھا اور نہ بجز خرما کوئی شے کھانے کی تھی۔ بوجہ موسم گرما کے پانی کی بھی قلت تھی اور یہ زمانہ بھی جمع کرنے فصل میوہ کا تھا۔ ان وجوہ سے اہل مدینہ اس سفر و جنگ سے بہت کارہ تھے۔ تو رسول نے خط بھیجکر بیرونجات کے مسلمانوں کو بلوایا تھا۔ تب شہر حضوری یہاں کے آدمی بھی بکراہت چلنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ رسول نے تمامی اصحاب سے اس لشکر کی اعانت کیواسطے بوعدہ جزا و ثواب اخروی نہایت درجہ تاکیدی ہدایات فرمائی تھیں چنانچہ تمام اصحاب نے اپنے اپنے مقدور بھر مال و اسباب سے امداد لشکر کی یہانتک کہ عورتوں نے بھی اپنے زیورات سے اعانت لشکر کی تھی تعداد کل لشکر اسلام کی پچیس تیس ہزار کے ہو گئی بعضوں نے اس سے بھی زیادہ لکھی ہے۔ بیرون مدینہ مقام ثنیۃ الوداع میں لشکر

روانگی لشکر و تخلف عبداللہ

آراستہ ہو کر آخر رجب سنہ ۹ ہجری کو روانہ ہوا۔ عبداللہ بن ابی سلول منافق پھر حسب عادت معہ اپنے ہمراہیان کے الجگہ سے اور برو جرأت سے تخلف کرکے واپس مدینہ چلا گیا۔

علی مدینہ میں خلیفہ کرکے چھوڑے گئے

اسمرتبہ رسول نے اپنے مشہور سپہ سالار علی کو بجائے اسکے کہ اپنے ساتھ رکھتے مدینہ میں اپنا قائمقام کرکے چھوڑا اسمیں نبی کی جو کچھ بھی مصلحت ہو مگر لوگوں کو سخت تعجب ہوا اور تھی بھی تعجب کی بات کیونکہ علی کی بہادرانہ خدمات سے قریب قریب کل اسلامی لڑائیاں جنپر اسلام کی موت و حیات کا فیصلہ منحصر تھا فتح ہوئیں اور جس جنگ میں رسول موجود ہوں یہ قیاس کرنا مشکل تھا کہ علی اس میں نہ ہونگے اسمرتبہ ایک حکم کیساتھ انکو روکا گیا یہ بغیر کسی خاص سبب کے نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ اسمرتبہ رسول کو سفر دور دراز درپیش تھا جس میں رسول کو زیادہ عرصہ تک دار النبوت سے علیحدہ رہنا تھا۔ اور منافقین اسلام و قبائل عرب کیطرف سے ابھی کلی اطمینان نہ تھا۔ عدم موجودگی رسول میں اندرونی بغاوت کے اندیشے تھے ایسے مخدوش وقت و موقع پر علی سے بہتر و قوی شخص کوئی دوسرا ایسا نہیں تھا جنکی ہیبت شجاعت تمامی عرب پر کافی اثر ڈال چکی ہو کر جو اسپر بٹھا اسلام کو بخوبی قائم رکھ سکتا منافقین

حاسدین کا کینہ

و حاسدین امیر المومنین نے جب یہ دیکھا کہ علی کی وفاداریوں جانبازیوں سے ویسے ہی جزیرہ نمائے عرب میں کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جہاں انکی بہادرانہ خدمتوں کے اعتراف و اذکار نہ ہوتے ہوں اب رسول اللہ نے انکا اقتدار ایک صاحب اختیار حاکم کی حیثیت سے قائم کرکے اپنا جانشین بھی بنانا شروع کر دیا جس سے پرانے وعدوں کی تصدیق ہوئی جاتی تھی تو انکے کینہ و حسد دیرینہ نے زور کیا اور انکو ضرورت ہوئی کہ اس عہدہ کو جو آئندہ کسی بڑے عہدہ کا پیش خیمہ ہے فوجی افسری سے بھی کم درجہ کا ظاہر کرکے لوگوں کے خیال میں اسکی تخفیف پیدا کر دیں یا علی کو متنفر کرکے اس سے علیحدہ کرا دیں۔

سازش عقبہ بروایت اولے علی کے خلوص کی ادا رسول کا انکو اطمینان دلانا و تمثیل ہارون فرمانا

سازشیں منافقین بخلاف علی و رسول ۱۴ آدمی منتخب ہوئے مدینہ سے ہمراہ رسول کے ساتھ گئے

چنانچہ چودہ آدمیوں نے مشورہ کر کے جنکے نام بھی کبھی نہ کبھی آئندہ ناظرین کو معلوم ہو جاینگے ادہر تو علی کے کانوں میں یہ طعن آمیز آواز پہنچائی کہ علی کو اسوجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے کہ انسے کچھ کدورت یا بدگمانی رسول کے دلمیں پیدا ہو گئی تھی تاکہ اسکے رنج و ملال سے غیور علی خود مدینہ چھوڑ کر رسول کے پاس چلے جاینگے پہر یہاں میدان صاف ہوگا۔ ادہر علی و رسول دونوں کے ہلاک کرنیکی یہ سازش کی اور اسکے واسطے ایک عہدنامہ لکھکر دستخط بھی ہوئے جو ایک شخص کے پاس رکہا گیا جسکو امین کا لقب دیا گیا جسکی راوی حذیفہ بسند اسماء بنت عمیس ہیں جو زوجہ ابوبکر تہیں سازش یہ تہی کہ نچلا دن چودہ آدمیوں سے دس تو علی کے قتل کی تدبیر میں مدینہ میں ہے اور چودہ آدمی فوج میں شامل ہوکر رسول کیساتھ گئے کہ جہاں کہیں موقعہ ملیگا۔ رسول کو ختم کر دینگے ؞

علی کے خلوص کی سچی ادا

جب اس سرفروش راہ خدا۔ جان نثار اسلام اور سب سے پہلے اسلام پر جان دینے کیلئے مستعد ہو جانیوالے۔ دشمنوں کے دلوں میں قدم جمائے رکہنے والے اور اپنی خدمتوں کا عوض نہ چاہنے والے رضائے الٰہی پر صابر بہادر علی نے جس کی شان شجاعت خالص وفاداری کی دشمن بھی تعریف کرتے تھے یہ طعنے سنے جنکی غرض جہوٹی بدگمانیاں پہیلانیکے سوا جو تہی وہ تہی خلوص نے بیقرار کیا دشمنوں کے طعن نے قلب کو ناقابل برداشت تکلیف پہنچا کر بیچین کیا فوراً کسیکو اپنی جگہ مدینہ میں چھوڑ کر رسول سے اس امر کی تصدیق کو چلدیا کہ کیا یہ

طعن منافقین سنکر علی سے آپ کے پاس تبوک کو جاتے ہیں

لوگ سچ کہتے ہیں خلوص و یگانگی کی ایک سچی ادا تہی کہ حکومت کرنے سے بدگمانیوں کا رفع کرنا بہتر خیال کر کے محبت سے بھرا ہوا صاف دل علی کو رسول کی خدمت میں لیچلا ؞

سازش کنندگان عقبہ پر خندق کھود دی

ادہر سازش کنندگان نے فوراً عقبہ پر جاکر رہگذر پر خفیہ طور پر ایک عمیق گڈہا کہود کر اسکو خس پوش کر دیا تاکہ علی یا رسول جو کوئی بھی واپس آئے نادانستگی میں خندق میں گر کر ہلاک ہو جائے ؞

علی کی صورت سوال

علی تعجیل تمام چلکر مقام جرف میں رسول کے پاس پہنچگئے صورت گویا سوال کر رہی تہی کہ "یا نبی اللہ کیا کبھی ہمنے تیرے حکم سے سرتابی کی کیا ہم کبھی تجہے مقام خوف پر تنہا چھوڑ کر بہاگ گئے کیا ہمنے کبھی تیرے کسی قول یا فعل پر اعتراض کیا کیا تونے ہمارے نفس انداز اور فعل میں کوئی پوشیدہ برائی پائی یا تجہے کچھ شبہ ہوا کہ ہم تیرے ادنیٰ اشارہ پر بھی جان دینے پر مستعد نہ ہونگے؟"

علی و رسول کی گفتگو

صورت شناس و طبیعت انسانی کے ماہر کامل نبی نے علی کے چہرے کے کچہ آثار ایسے پاکر جنسے ظاہر ہوتا تہا کہ اوسکے شاگرد کی بے لوث طبیعت پر کسی بات سے ٹھیس لگی ہے اور تکلیف کا عالم ہے بیچینی سے سوال کیا "یا علی خیر ہے کس بات نے تمکو مدینہ چھوڑنے پر مجبور کیا؟" اب علی نے گردن نیچی کر کے اس سوال کا جو کچھ آہستہ سے جواب دیا وہ رسول کے اس پر زور جملے سے ظاہر ہوتا ہے کہ "ایسا کہنے والے جہوٹے ہیں" اور اب رسول علی کی طرف سے اپنی طبیعت اور تعلق کو اور زیادہ واضح کرنیکو اور آگے بڑہتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے:-

علی مثل ہارون کے

"اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی" (کیا تو اسپر راضی نہیں ہے کہ تیری منزلت میرے واسطے وہ ہو جو ہارون کی موسیٰ کیساتھ تہی سوا اسکے کہ میرے بعد کوئی نبی نہوگا) اسموقعہ کو ابن جریر طبری نے

ان الفاظ مین ظاہر کیا ہے کہ "من ترا بجائے خویش داشتم بخانمان خویش بنشانیدم - وانیہا تو بسپردم و تو مین بمنزلۂ ہارون بموسیٰ علیہ السّلام بود ... باز علی را بمدینہ فرستاد" علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی اس روایت کو سعد بن ابی وقاص کی زبانی نقل کیا ہے اور یہی لکھا ہے کہ اسے دونوں شیخین نے بھی ذکر کیا ہے۔ ابو الفدا کی یہ عبارت ہے کہ "وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ مین تم کو اپنے پیچھے اپنا خلیفہ بنا کر آیا ہوں۔ تم جاؤ اور میری خلافت کرتے رہو کیا تو راضی نہیں ہے اس بات سے کہ تیرا رتبہ وہ ہو جو ہارون کا رتبہ تہا نزدیک حضرت موسےٰ کے"۔ ابو الفدا نے طعن کرنے والونکو "کفار" سے خطاب کیا ہے اور روضۃ الصفا نے منافقین کے لفظ سے۔ اسپرٹ آف اسلام مین بھی یہ استعارہ ہے اور انسائیکلو پیڈیا اور مسٹر گبن نے بھی لکھا ہے کہ "علی کو نئے موسیٰ کا ہارون کہا"۔

علی مدینہ کو واپس خندق سے

اب علی کے صاف دل سے وہ بار کلفت دور ہوا اور وہ بحکم نبی خوش خوش واپس ہوئے جب عقبہ مین قریب اس خندق کے پہنچے جو دشمنوں نے انکے واسطے تیار کیا تہا تو گہوڑے کے رک جانے سے یا انکی ذاتی ادراک روحانی سے یا کسیطرح پر علی کو اسکا شبہ یا علم ہوگیا اور آپ اس مقام سے نہایت احتیاط کیساتھ بچکر نکل آئے اور بخیریت مدینہ پہونچگئے جہان غالباً مزید حالات سازش کے علی کو معلوم ہوئے ہونگے جنکی رسول کو بھی بذریعہ وحی یا مخبری یا پیغام علی اطلاع ہوگئی اور رسول کو زیادہ احتیاط مدنظر ہوگئی مگر دور اندیش نبی نے اسکو کسی پر ظاہر نہین کیا۔

ابوذر کے متعلق کی پیشین گوئی

بہنگام روانگی لشکر اسلام عمرو بن وہب ابو خشیمہ اپنے کسی کام سے پیچھے رہ گئے تھے وہ اثنا راہ مین جا کر ملگئے۔ ابوذر غفاری کا اونٹ لاغر تہا ہمراہ لشکر نہ چل سکا یہ بعد کو تنہا پہنچے جنکو دیکھکر رسول نے فرمایا "اے ابوذر تو تنہا ہی زندگانی بسر کریگا۔ اور تنہائی مین مریگا"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ زمانہ خلافت عثمان مین یہ بحکم خلیفہ شہر بدر کر دیئے گئے تھے۔ وہین تنہائی مین انتقال ہوا جو ایک عجیب پر درد واقعہ ہے۔

لشکر اسلام کا ایک علم ابو بکر وایک زبیر بن العوام کے پاس تہا قبائل اوس و خزرج کے علم اسید بن خضیر و ابو دجانہ کے پاس تھے خالد بن ولید مقدمہ لشکر پر و طلحہ بن عبداللہ میمنہ پر و عبدالرحمٰن بن عوف میسرہ پر مامور تھے اور اسباب بھی کافی مجتمع ہوگیا تہا دس ہزار گہوڑے و بارہ ہزار اونٹ مہیا ہو گئے تھے۔ مگر راستہ مین ہر منزل سے کچھ نہ کچھ گروہ تخلف کر کے واپس ہو جاتا تہا۔ غرض

رسیدگی لشکر تبوک پر قیام

منازل و مراحل سخت کو طے کرتے ہوئے ماہ شعبان ۹ھ مین مرحلہ تبوک تک پہنچے۔ یہانپر دو ماہ قیام کر کے تکالیف و صعوبات راہ سے آسودہ ہوئے جو اس سفر مین اکثر منافقین ساتھ رسول کے تھے یعنی مقابلہ شاہ روم پر مذاق اڑاتے تھے اور بقول حضرت اس لشکر مین منجملہ تیس ہزار کے دس ہزار تھے

بلا جنگ واپسی رسول و سرایا ابو عبیدہ و خالد و مصالحت بعض قبائل عرب

خبر تہیہ جنگ روم غلط ثابت ہوئی

اس قیام کے دوران مین ذریعہ مخبران وغیرہ یہ امر تحقیق ہوگیا کہ قیصر روم کے تہیہ جنگ کی جو خبر مدینہ مین ملی تھی وہ بالکل بے

اصل و جہوٹ تہی (نوٹ) عجب نہیں کہ یہی منافقین اسلام کی ہی ریشہ دوانی و چال ہو کر رسولؐ علیؑ کو اسطرح دور دراز مقام پر بہیجکر مدینہ سے علیحدہ کر کے مدینہ پر تسلط کر لیا جائے اور عجب نہیں کہ ایسی ہی مصلحتوں کیوجہ سے دور بین رسولؐ نے اسمرتبہ علیؑ کو مدینہ مین چہوڑا ہو کہ ایسا جز و رسالت مدینہ مین موجود رہے جسکی باخبری۔ تدبر و شجاعت کیوجہ سے منافقین کی ریشہ دوانیاں یا بغاوت کارگر نہو سکے۔ اور یہی وجہ تہی کہ علیؑ کا خلافت مدینہ پر رہجانا بہت زیادہ شاق و ناگوار تہا ؞

رسولؐ بلا جنگ واپس ہوئے

اب رسولؐ نے اصحاب سے مشورہ کیا کہ ایسی حالت مین جبکہ قیصر کیطرف سے کوئی آمادگی اور تیاری جنگ یا حملہ کی نہین ہے ملک روم پر حملہ کرنا چاہیئے یا نہین۔ رائے ہوئی کہ ایسی حالت مین ہرگز حملہ نکرنا چاہیئے بلکہ واپس چلنا چاہیئے۔ چنانچہ بلا جنگ واپس ہوئے جب

ہرقل کی جانچ

ہرقل شاہ روم کو جو حضرتؐ کے معہ لشکر تشریف آوری و قیام تبوک کی خبر معلوم ہوئی تہی تو اسنے تفتیش حال کیواسطے کچہ آدمی مامور کئے تہے جنہوں نے اسطرح پر بلا جنگ واپسی رسولؐ کی اسکو خبر دی اور اور حالات و اوصاف حضرتؐ جو انکو جانچ سے معلوم ہوئے تہے بیان کئے اخلاق رسولؐ کی اس کہلی ہوئی مثال سے ہرقل کے دل مین اور زیادہ قدر و محبت بانی اسلام کی پیدا ہوئی اسنے اعیان سلطنت سے قبولی اسلام کی بابت مشورہ کیا مگر سب کو مخالف پا کر خاموش ہو رہا لیکن خود خفیہ مسلمان ہو گیا ؞

سریہ ابو عبیدہ جانب بنی جذام

دوران قیام تبوک مین رسولؐ اللہ نے ابو عبیدہ جراح کو معہ ایک جماعت کے بطرف عرب کے ایک قبیلہ جذام پر بہیجا جسکا سردار تباح بن روح تہا جو مغلوب ہوا اور اسباب و اسیر ہاتہ آئے ؞

سریہ خالد

خالدؓ بن ولید کو معہ چار سو بیس ۴۲۰ سواروں کے دومۃ الجندل کو بمقابلہ بنی کلاب کے جو ابہی تک مطیع و منقاد اسلام نہ ہوئے تہے بہیجا جسکا سردار اکیدر بن عبد الملک تہا۔ خالد شب ماہ مین قلعہ اکیدر پر پہونچ گئے حسب اتفاق اکیدر بام قلعہ پر معہ اپنی زوجہ رباب کے شراب نوشی مین مشغول تہا کہ ایک جنگلی گائے دروازہ قلعہ پر آ گئی۔ وہ شکار کا شوقین تہا۔ فوراً گہوڑا تیار کر کر معہ اپنے ایک بہائی و چند آدمیون کے بغرض شکار قلعہ سے باہر نکل آیا۔ گائے بہاگی اسنے گہوڑا اسکے پیچہے ڈالا۔ خالد نے موقعہ پا کر اسکو گرفتار کر لیا۔ اسکے بہائی نے مقابلہ کیا جو مارا گیا۔ ہمراہی بہاگ کر قلعہ مین چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ اکیدر کا دوسرا بہائی مصبار بدستور قلعہ پر قابض رہا۔ خالد نے اکیدر سے کہا کہ اگر تو اپنی جان کی امان چاہتا ہے تو دروازہ قلعہ کا کہلوا دے اور دو ہزار اونٹ اور چار سو نیزہ و زرہ ادا کر حکومت قلعہ تجہکو واپس دیجائیگی ورنہ تم سب قتل و غارت کر دیئے جاؤگے۔ اکیدر نے اسکو منظور کر لیا اور اپنے بہائی کو آواز دیکر دروازہ قلعہ کا کہلوا دیا۔ تب خالد اسکو اور اسکے بہائی کو بہ اعزاز حسب ہدایت رسولؐ کے پاس لائے۔ انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور بروایت مسلمان ہو گئے

مصالحت بعض قبائل عرب سے

بخنہ بن رویہ سردار ایلہ وغیرہ اہل اذرح و مقنا و جرباء نے بہی اسی دوران مین حاضر خدمت رسولؐ ہو کر صلح کر لی اور جزیہ دینا قبول کر لیا۔

سازش کی جانچ ذریعہ حذیفہ۔ نام سازش کنندگان۔ عمر کی حذیفہ سے سوال

مراجعت لشکر اسلام اور سازش کی جانچ

جبکہ لشکر اسلام تبوک سے واپس آ رہا تہا۔ بوجہ اخبار سازش رسولؐ اللہ اثنائے راہ مین نہایت ہوشیار رہے۔ جب قریب عقبہ پہونچے

والے تھے جہاں سے شب کو گذر ہوتا۔ رسول نے منافقین سازش کنندگان کی جانچ کیواسطے حکم دیا کہ بالائے عقبہ سے حضرت سے
پہلے کوئی نہ گذرے اور خفیہ طور پر حذیفہ یمانی کو مامور کیا کہ خفیہ طور پر عقبہ پر جاکر مخفی ہو جائیں اور دیکھیں کہ باوجود ممانعت
حذیفہ کی خفیہ
رسول کے کون کون اشخاص حضرت سے پہلے وہاں جاتے ہیں اور کیا کرتے ہیں چنانچہ حذیفہ وہاں جاکر مخفی ہو گئے۔ سازش کنندگان
لشکر سے خفیہ علیحدہ ہو کر اور حضرت سے پہلے وہاں پہنچکر کمین گاہ میں بیٹھ گئے اور صلاح کرنے لگے کہ دبے لڑھکا کر حضرت کے
اونٹ کو بھڑکا چاہئے حذیفہ نے یہ دیکھکر اور سنکر تمام کیفیت سے آکر رسول اللہ کو خبر دیدی اور سب کے نام بھی بتلا دئے۔ حضرت متنبہ
ہو گئے اور جب اس مقام کے قریب پہنچے تو سازش کنندگان نے اوپر سے دبے لڑھکائے کہ ناقہ بھڑک کر حضرت گر جائیں۔ مگر
رسول ہوشیار ہوگئے
حضرت تو پہلے سے ہوشیار تھے ناقہ کو سنبھالے رہے عمار یاسر مہار ناقہ پکڑے تھے حذیفہ پیچھے سے ہانکتے تھے۔ ناقہ نہ بھڑکا اب
سازش کنندگان
حضرت نے عمار یاسر کو حکم دیا کہ پیچھے سے جاکر ان منافقین کے اونٹوں کو بھڑکا دے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سازش کنندگان کے اونٹ
شتر سے گرگئے
بھڑکے اور اکثر ان میں سے اوپر سے گرے اور چوٹیں آئیں حضرت محفوظ رہے۔ ابن بابویہ بسند حذیفہ یمانی روایت کرتے ہیں
کہ ان چودہ سازش کنندگان کے نام حسب ذیل ہیں:

نام سازش کنندگان
ابوبکر[1]۔ عمر[2]۔ معاویہ[3]۔ ابوسفیان پدر معاویہ[4]۔ طلحہ[5]۔ سعد بن ابی وقاص[6]۔ ابو عبیدہ جراح[7]۔ ابوالاعور[8]۔ مغیرہ بن شعبہ[9]۔ سالم
بروایت حذیفہ
مولائے ابی حذیفہ[10]۔ خالد بن ولید[11]۔ عمرو بن عاص[12]۔ ابوموسیٰ اشعری[13]۔ عبدالرحمٰن بن عوف[14]۔

واقعہ نہ چھپ سکا
اکثر مورخین اہلسنت نے اس واقعہ کو اپنے مطلب و ہمدردی شیخین کیخلاف پاکر اسکو متروک کیا ہے مگر پھر بھی واقعہ نہ چھپ سکا اور
تفسیر کبیر کی تصدیق
صاحب تفسیر کبیر مطبوعہ مطبع عامرہ شرفیہ مصر جلد چہارم نے صفحہ ۸۰۴ پر تحریر کیا ہے کہ منافقین نے قتل رسول کا قصد کیا جبکہ حضرت
جنگ تبوک سے تشریف لا رہے تھے۔ وہ پندرہ آدمی تھے۔ ان لوگوں نے آپس میں اس بات پر عہد کیا کہ حضرت جس وقت شب
کو وادی میں عقبہ پر چڑھیں اس وقت انکو سواری سے گرا دیں عمار یاسر ناقہ کی مہار تھامے تھے اور حذیفہ پیچھے سے ہنکا رہے تھے
حذیفہ کو اونٹوں کی آہٹ معلوم ہوئی اور ہتھیاروں کی جھنکار سنی۔ مڑ کر دیکھا کہ کچھ لوگ نقاب سے منہ چھپائے ہیں انہوں نے کہا کہ دور ہو
اے دشمنان خدا پس وہ سب بھاگ گئے۔

معارج النبوۃ کی عبارت
اور معارج النبوت رکن چہارم باب دوازدہم وقائع سنہ ۱۰ھ صفحہ ۲۹۱ میں بھی کیفیت عقبہ خفیف تغیر کے ساتھ مذکور ہے اور
تعداد منافقین بھی چودہ ہی لکھی ہے۔ مگر واقعہ ہنگام واپسی سفر حجۃ الوداع کا لکھا ہے۔ بہرحال واقعہ کا ہونا ثابت ہے خواہ وہ واپسی
جنگ تبوک کے وقت کا ہو یا واپسی حجۃ الوداع کے وقت کا دونوں مواقع ایسے ہی ہیں جنمیں علی کی خلافت کا اعلان ہوا تھا وہاں
یعنی تبوک کے وقت محض رسول کی واپسی تک کیلئے مدینہ کی عملی خلافت تھی یہاں یعنی حجۃ الوداع میں عام طور پر رسمی طریقہ سے
اپنے بعد ہمیشہ تک کیواسطے اعلان خلافت کر دیا گیا تھا۔

حضرت عمرؓ کے حذیفہ سے سوال

اسکے بعد مین حذیفہ سے حضرت عمرؓ کا یہ سوال کہ میرا نام تو ان منافقوں کی فہرست مین حضرتؐ نے نہین لیا تہا کس قدر پر لطف ہے جسکی "احیاء العلوم" غزالی جلد چہارم صفحہ ۶۵" مین نہایت خوبصورتی سے پردہ داری کی گئی ہے۔ جو تحریر کرتے ہین کہ "عمرؓ بہت مبالغہ کرتے تھے اپنی قلبی حالت کی تفتیش مین یہانتک کہ پوچھا کرتے تھے حذیفہ سے کہ آیا وہ انمین کچھ آثر نفاق کا پاتے ہین؟ اسلیئے کہ حضرت رسول نے مخصوص کیا تہا حذیفہ کو علم منافقین کیساتہ" حضرت عمر کے سوال کا جملہ تحریر ہے کہ "یا اللہ یا حذیفہ انا من المنافقین؟" اب ناظرین خود نتیجہ نکال لینگے کہ حذیفہ علم منافقین کیساتہ کیون اور کسطرح مخصوص کئے گئے تھے اور حضرت عمر ان سے کیون اس بات کا سوال کیا کرتے تھے قلبی حالت کی تفتیش اور دوسرے سے کیسی تعجب ولطف کی بات ہے کیونکہ اپنی قلبی کیفیت کو تو انسان خود ہی اچھی طرح سمجھا ور اندازہ کر سکتا ہے نہ کہ دوسرا۔ اور سوال خود بتلا رہا ہے کہ سائل کو خود اپنے قلب کے نفاق سے پاک ہونیکا یقین نہیں ہے جبکا واقف اس سے زیادہ کوئی اور ہو نہین سکتا پس اس سوال سے جو کچھ غرض اور اسکی جو کچھ لم عیت ووجہ ہو سکتی ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔ ورنہ حذیفہ بیچارہ انکے قلب کی کیفیت کیا جانین جو ان سے سوال کیا جاتا۔ سوال حضرت فاروق کا مطلب معنی و انداز عربی دان حضرات مجھسے بہتر سمجھ سکتے ہین۔

غزوہ تبوک پر سیاسی نظر و اخلاق رسول کا نمونہ

غزوۂ تبوک کی سیاسی نظر و سازش منافقین

یہ غزوہ تبوک تاریخی حیثیت سے بظاہر کچھ زیادہ اہم نہین معلوم ہوتا کیونکہ اسمین نہ جنگ ہوئی نہ مقابلہ نہ کچھ مالی نفع ہو نہ اقتصادی منفعت مگر لحاظ ان اندرونی واقعات کے جو اس مین رونما ہوئے یہ غزوہ دیگر غزوات سے ایک خاص امتیازی شان رکھتا ہے دیگر غزوات مین اسلام کی بظاہر کسیقدر اجتماعی شان نظر آتی تھی اور اس مین عام افتراقی مرقع رونما تہا جس مین اہل اسلام کی طبائع مین ایسی حیرت انگیز انقلاب کی شکل نمایان ہوئی کہ جس سے بدتر تصور مین نہین آسکتی وہی قابل قدر وجود جو سچا نبی خدا جانکر کہ کفار و اغیار کے ہاتھوں سے بچا کر مدینہ میں لایا گیا تہا اور اب تک بظاہر اس سے جان۔ مال اولاد کوئی شے عزیز نہ سمجھاتی تہی اسکے ادنیٰ اشارہ پر سخت سے سخت مصائب و مشکلات کے مقابلہ پر آمادگی رہتی تہی اسکا ہر قول و فعل حکم الہی سمجھا جاتا تہا آج وہی اپنے اور دوست ہی اسکے ایسے مخالف نظر آتے ہین کہ علاوہ کراہت تعمیل حکم و تخلف کے اسکی جان لینے تک کی سازش ہوئی آخر ایسا انقلاب کیون اور کس لیئے ہوا؟ اسکے بظاہر دو ہی سبب ہو سکتے ہین کہ یا تو یہ اپنے کبھی بھی واقعی طور پرا بنے نہ رہے ہوں بلکہ اپنی بعض آئندہ کی امیدوں یا بعد کے غلبہ کی وجہ سے اپنے بنگئے ہون اور دلمین نفاق کی چنگاریان بدستور موجود رہی ہوں جنکی کچھ کچھ جھلک جنگی موقعوں پر نظر آتی رہی تہی۔ جب بالآخر اپنی امیدوں کی کوئی انقطاعی صورت دیکھکر بھڑک اٹھی ہوں۔ یا خود رسول مین کوئی روحانی سقم یا اخلاقی نقص ایسا پیدا ہو گیا ہو جسکے سبب سے یہ سب اس سے منحرف ہو گئے ہون مگر آخر الذکر امر کو تو کوئی اسلامی فرد ماننے کو تیار نہ ہوگی اور دوسروں کے سامنے بھی رسول کی صداقت۔ امانت۔ اخلاق مین فرق آنیکی کوئی مثال نہین پائی جاتی پس سوائے وجہ اول اور

وجہ سمجھ مین نہین آتی اور اسکے اسباب مخفی ہین کیونکہ ایک بات علانیہ طور پر نظر آرہی ہے کہ علی کی ذات کو انکے خلوص۔ وفاداری صداقت اور شجاعت نے متعدد موقعون آڑے وقتون مین رسول و اسلام کے کام آکر سب پر ممیز و ممتاز بنا دیا تہا اور نہ صرف لہامی بلکہ فطرتی اخلاقی طور پر رسول کے منصفانہ قلب و نگاہون مین انکی ایسی وقعت و محبت قایم کردی تہی کہ کوئی دوسرا اسکا مقابلہ نہین کرسکتا تہا۔ اور اسیوجہ سے عرب کی حاسدانہ طبیعتین اپنی ذاتی امیدونکے خلاف اس ایک فرد واحد کے شہرت و عروج۔ قدر و منزلت کو ٹہنڈے دلسے دیکھنا نہین چاہتی تہین جسکے دبانے کی بہت سی پولیٹیکل و اندرونی کوششین بھی ہوتی رہی تہین۔ اسمرتبہ چونکہ رسول نے اسی علی کو اپنی قایمقامی کا عہدہ سپرد کیا تہا جو اکثر حوصلہ مندونکے واسطے مایوسی کا پیش خیمہ تھا۔ اور بعد رسول کی آیندہ کی امیدون پر پانی پھرتا نظر آتا تہا لہذا اُس دبی ہوئی آتش نفاق و حسد نے بہڑک کر اُنکو نہ صرف علی کی بلکہ رسول کی جان کا دشمن بناکے اُنکے خاتمہ کردینے پر آمادہ کردیا۔ اسمرتبہ تو بمصداق "ید اللہ فوق ایدیھم" خدا نے ان دونون مقدس ذوات کو اس سازش سے بچالیا۔ مگر اب علی و رسول دونون کو مدینہ مین مکہ سے زیادہ اندیشون و مشکلات کا سامنا ہوگیا۔ اور ان اندرونی دشمنون کے درمیان نہایت احتیاط سے زندگی بسر کرنے کی ضرورت ہوگئی۔

اخلاق — بہرحال رسول اسطرح بخیریت واپس مدینہ آگئے اور باوجود تمام امور کے علم ہوجانیکے رسول نے اپنے اخلاق و تدبر سے کبھی یہ ظاہر ہونے دیا کہ حضرت اسکے سمجھنے مین پاپچے ہین بلکہ وہی طریقہ عمل ہر شخص کیساتھ جاری رکہا اور غالباً اسیوجہ سے انکی ٹٹول کیواسطے حضرت عمر کا سوال حذیفہ سے ہوا کرتا تہا) بلکہ حذیفہ کے اس درخواست کو کہ "منافقین کے قتل کا حکم دیجیے" رسول نے کس خوبصورتی سے یہ فرماکر ٹالدیا کہ اگر مین ایسا کرونگا تو لوگ یہ کہین گے کہ پیغمبر نے اپنے اصحاب کو قتل کرادیا۔ اور واقعی اگر قتل ہی کراتے تو کس کس کو قتل کراتے یہان تو رسول کو کل فضا بگڑی ہوئی نظر آتی تہی۔ اور مخلصین کی کمی تہی کہ جسکی طرف پروردگار عالم نے حجۃ الوداع مین "واللہ یعصمک من الناس" سے اشارہ فرمایا تہا۔

قصہ مسجد ضرار و انہدام مسجد

قصہ مسجد ضرار — رسول کے غزوہ تبوک جانے سے پہلے منافقین کی تعداد بڑھ گئی تہی اور انہون نے یہودیان مدینہ و اطراف مدینہ سے جو بوجہ متواتر شکستون کے درپے آزار رسول کے تھے ساز کیا تہا۔ ابو عامر راہب کو بھی جو مدینہ مین تہا ہمساز کرلیا تہا۔ جب رسول کا ارادہ غزوہ تبوک کا مصمم ہوگیا تہا تو منافقان قبیلہ بنی غنم بن عوف نے جنکو مسجد قبا کی تعمیر سے جو قبیلہ عمرو بن عوف نے بحکم رسول تیار کرائی تہی حسد تہا ایک مسجد موسوم بمسجد ضرار علیحدہ تعمیر کرائی جسکی غرض اصلی یہ تہی کہ وہان بحیلہ نماز جمع ہوکر تدابیر مخالفانہ کیا کرینگے تاکہ انکے اجماع سے کسیکو شک کرنیکا نہو اور رسول سے بہی مسجد مذکور مین نماز پڑہانیکی استدعا کی تہی مگر رسول کو انکی نیت و خیالات کی اطلاع ہوگئی تہی چونکہ اسوقت حضرت تہیہ جنگ تبوک کا فرماچکے تھے لہذا اُنسے کہدیا گیا تہا کہ بعد واپسی تبوک دیکھا جائیگا۔ چنانچہ اب بعد واپسی تبوک اس جماعت

وسازشوں کے مزید حالات دریافت ہونے پر رسول کو بتعین آیات الٰہی جو مسجد ضرار کی بابتہ نازل ہوئین ضرورت ہوئی کہ اس مرکز نفاق واجتماع اشرار کو اول توڑ دیا جائے چنانچہ رسول نے مالک بن اخشم خزاعی و عامر بن عدی کو جو قبیلۂ عمرو بن عوف سے تھے و بروایتے عمار بن یاسر کو معہ ایک وحشی کے مامور کیا کہ مسجد ضرار کو گرا دین پس ان لوگوں نے اسکو ڈہا کر جلا دیا ﴿ (حیات القلوب)

انتقال نجاشی و کلثوم

اسی سال ماہ رجب مین نجاشی شاہ حبشہ کا اور ماہ شعبان مین کلثوم دختر ربیبہ رسول زوجہ عثمان کا انتقال ہوگیا۔

سریہ ذات السلاسل یا وادی رمل ناکامی و فرار ابوبکر و عمر کامیابی و فتح علی

سریہ وادی الرمل یا ذات السلاسل

تبوک سے واپسی کے بعد رسول کو ذریعہ ایک اعرابی کے خبر ملی کہ ایک گروہ عرب وادی الرمل مین جو مدینہ سے پانچ منزل تھی مجتمع ہوا ہے اور ارادہ ہے کہ مدینہ مین شبخون مارے۔ رسول نے بھی حکم اجتماع لشکر اسلام کا دیا۔ گروہ اہل صفہ مستعد و آمادہ ہوا (بروایت روضۃ الصفا) علم لشکر ابوبکر بن ابو قحافہ کو دیکر معہ چار ہزار فوج کے بھیجا گیا۔ راستہ دشوار گذار تھا۔ اور دشمن بوجہ گنجان درختون ایسی جگہ پر تھا کہ لشکر اسلام کو انکا مقام معلوم ہو سکتا تھا۔ سردار لشکر اسلام نے اسکا خیال کیا۔ اور جب فوج اسلام موقعہ پر پہنچی دشمن نے بہیئت مجتمعہ قبل انکی تیاری کے حملہ کر دیا بعض شہید ہوئے باقی معہ سردار لشکر بھاگ کر مدینہ آئے۔ و بروایت حیات القلوب کثرت فوج مخالف سے مرعوب ہو کر بلا جنگ بھاگ آئے ﴿

سرداران لشکر کی ناکامی

رسول خدا نے اسکے بعد عمر بن الخطاب کو علمدار و سردار کرکے بھیجا چونکہ انکا طریقہ بھی پہلے افسر سے زیادہ ہوشمندانہ تھا انکی فوج کا بھی وہی حشر ہوا اور پسپا ہو کر بھاگ آئے۔ روضۃ الصفا و حیات القلوب نے انکا بھی بخوف دشمن بلا جنگ واپس آنا تحریر کیا ہے ﴿

دوسرے بھی ناکام واپس ہوئے

بعد ازان عمرو بن العاص جو بقول روضۃ الصفا مکر و حیلہ میں استاد تھے اور خود رسول سے خواہش کی تھی و بروایتے خالد بن ولید فوج لیکر بھیجے گئے یہ بھی بعد جنگ شکست کھا کر بھاگ آئے۔ (روضۃ الصفا)

عمرو بن عاص کی ہزیمت

بعض دیگر مورخین اہلسنت نے صرف ابوبکر کے افسر بنا کر بھیجے جانیکے تذکرہ پر ہی قناعت کی ہے اور بعض نے صرف عمرو عاص کو سردار لشکر و ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ جراح کو انکی ماتحتی مین بھیجا جانا لکھا ہے مگر روضۃ الصفا نے ترتیب ہر سہ حضرات کا علیحدہ علیحدہ سردار لشکر بنا کر روانہ کیا جانا حسب تذکرہ بالا تحریر کیا ہے)

بعض مورخین کا ترک واقعہ

علی کی ماموری و ان کی حرکت

اب رسول نے بعد اس مکرر آزمایش کر لینے کے آخری مرتبہ پھر اپنے اسی کرار غیر فرار سپہ سالار علی کو روانہ کیا۔ یہ بہادر افسر حسب معمول عصابہ سر پر باندہ کر بہ یمنی کاندھے پر ڈالکر نیزۂ قطی ہاتھہ مین لئے سرخ گھوڑے پر سوار ہو کر معہ لشکر روانہ ہوا۔ گذشتہ مہمات کے ناکام افسر بھی ساتھ کئے گئے تھے تاکہ دیکھین کہ فن جنگ کی واقفیت و شجاعت اسکو کہتے ہین اور افسری کی قابلیت ایسی ہوتی ہے اور پھر کسیکو مقابلہ علی کے دعوے ہمسری نہ پیدا ہو۔ اور سب کو حکم دیا گیا تھا کہ علی کے حکم و رائے کے ہرگز خلاف نہ کیا جاوے۔ علی معمولی راہ کو ترک کرکے براہ عراق عرب ایسی راہ سے روانہ ہوئے جو فم وادی پر پہنچتی ہوتی تھی۔ رات کو کوچ کرتے تھے۔ جب قریب مسکن دشمن

کے پہنچے تو علی نے حکم دیا کہ سپاہ نہایت آہستگی سے درہ کے راہ سے چلے۔ عمرو عاص نے جب دیکھا کہ اسطرح علی دشمنوں کے سر پر بے معلوم پہونچکر کامیاب ہو جاوینگے تو براہ حسد ابوبکر و عمر سے مشورہ کرکے علی سے کہلایا کہ اس راستہ میں خطرہ ہے مصلحت یہ ہے کہ وادی کے اعلی حصہ سے چلیں اور دشمن پر شبخون ماریں مگر اس نے ارادوں میں مستحکم و راہ میں پختہ و تجربہ کار افسر نے ان مشوروں پر کچھ توجہ نہ کی۔ تب عمرو عاص نے اہل لشکر کو خوف زدہ کرکے بہکانا چاہا کہ ہم مجرد ایک رائے کی بنا پر اپنی جانیں مفت ضایع نہ کرینگے مگر سپاہ اسلام نے جنکو اپنے افسر کی بہادری دیکھ بھال پر اطمینان و بہروسہ تہا جواب دیا کہ ہم خلاف حکم نبوی تمہاری بات نہیں مان سکتے ہمکو جیسا علی حکم دینگے ویسا کرینگے۔ اب نہیں معلوم کہ یہ صرف عمرو عاص کی ہی ریشہ دوانی تھی یا اور بھی کچھ لوگ اس میں شریک تھے ٭

عمرو عاص کی ریشہ دوانی

علی بیخبر دشمن کے سر پر پہنچ گئے

بہرحال علی سپاہ کو اسطرح خاموشی کیساتھ کہ جانوروں تک کے منہ بند ہوا دیئے تھے عین وقت طلوع آفتاب کے بے معلوم دشمن کے سر پر پہنچ گئے اور بعد ادائے نماز صبح دشمن پر حملہ کر دیا انسے خوب مقابلہ و مقاتلہ رہا ٭

علی کی جنگ و دشمن کی شکست

بروایت فراب بن ابراہیم کے مخالفان قبیلہ بنی تمیم و بنی خشعم سے تھے جنکا سردار حارث بن بکیدہ خشعی تہا جو پانچسو سواروں کی برابر مانا جاتا تہا۔ علی نے جنگ میں اسکو واصل جہنم کیا۔ اور اسکے چچازاد بھائی قتاک کو بھی قتل کیا اور بہت سے اشرار علی کے ہاتھ سے قتل ہوئے (حیات القلوب) اب اسمرتبہ دشمن کے بھاگنے کی باری تھی کیونکہ اب جو شخص سردار ہوکر مقابلہ کو آیا تہا جو میدان جنگ سے نہ بھاگنے کی ہمیشہ کیلئے قسم کہائے ہوئے تھا۔ انکی بدحواسی اور بہادری کے علاوہ فوجی قابلیت نے دشمن کو ٹھہرنے نہ دیا اور انکے پیر اکھڑ گئے و میدان صاف ہوگیا بہت سے اسیر کیئے گئے۔ بہت سے قتل ہوئے لشکر اسلام میں صرف دو آدمی شہید ہوئے۔ اسلام کی وہاں مدینہ میں سورۂ "والعادیات" نازل ہوئی اور رسول نے اصحاب کو علی کی فتح کی بشارت دی۔ علی مظفر و منصور لشکر کے واپس مدینہ آئے ٭

رسول علی کا استقبال کرتے ہیں

رسول کی قدر شناسی

رسول نے وقت روانگی اس لشکر کے مسجد احزاب تک مشایعت فرمائی تھی۔ اب خبر واپسی پاکر رسول خود معہ اصحاب کے بیرون مدینہ تشریف لائے۔ تہذیب شان و فرمانبردار افسر نے اپنے استاد و سردار کو دیکھکر فوراً گھوڑے سے اتر کر پیادہ ہوگیا۔ مگر قدردان ہادی نے جسکے دین کے لیئے یہ بہادر فاتح اسکی جماعت کی عزت کو قایم کئے واپس آرہا تہا محبت آمیز لہجہ میں فرمایا "یا علی سوار ہو کہ خدا و رسول تجہ سے خوش ہیں" علی کے خوشی سے آنسو نکل آئے (روضۃ الصفا)

اسکے بعد وہ بزرگ ہادی خلق جسے دیگر ادیان کے متعصب آدمی بھی بڑے اور اچھے لوگوں میں شمار کرتے ہیں اور وہ موحد جسنے توحید کے سچے اصول سکھا دینے پر بھی "ما عرفناک حق معرفتک" فرما کر ادراک کنہ حقیقت کی دشواریاں بتلا دیں اور وہ مقنن جسکے مستحکم اصول میں بوجہ موافق فطرت انسانی ہونیکی آج تک کسی ترمیم کی ضرورت نہ ہوئی اپنے اس جانثار و وفادار

علی کی عیسیٰ سے مشابہت

مددگاری کی حسن خدمات کی ان الفاظ میں قدر افزائی فرماتا ہے۔ یا علی اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہو تا کہ گروہ امت تیری نسبت بھی ایسا ہی کچھ کہنے لگیں گے جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کی شان میں کہنے لگے۔ تو میں تیرے متعلق وہ بات ظاہر کرتا کہ تو کسی گروہ کے پاس سے نہ گذرتا کہ وہ لوگ خاک پا تیری آنکھوں سے نہ لگاتے۔" (روضۃ الصفا اکسیر التواریخ نے مشابہت عیسیٰ کی حدیث احمد بن حنبل سے اور جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفا میں ابا زار ابو یعلیٰ اور الحاکم سے نقل کی ہے)

حدیث کی صحت

اسمو قع پر تشبیہ عیسیٰ بھی ایک راز سربستہ اور در اصل ان واقعات کی پیشین گوئی تھی۔ جو آئندہ بعد میں واقع ہونے والے تھے۔ اس تشبیہ سے ظاہر ہے کہ علی کی بہادری یا سپہ سالاری کی کوئی تعریف نہیں نکلتی کیونکہ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ بحیثیت کسی شجاع سپہ سالار کے مشہور نہ تھے بلکہ انکا علم تقدس اخلاق محبت انکساری و مساوات و روحانیت وغیرہ یہ اوصاف تھے جن سے متصف تھے جو کہ حقہ علی میں موجود تھے۔ اور بعد کے واقعات کہ ایک گروہ مثل عیسیٰ کے علی کی بھی الوہیت کا قائل ہو گیا جسکے اندیشہ کیوجہ سے رسول نے صرف تشبیہ ہی دی تھی اور وہ اصل بات بیان بھی نہ فرمائی تھی مگر اس پر بھی اس تشبیہ سے ایک تیز روشنی علی کی تقدس اور عظمت نفس کی پڑگئی۔ مطابق واقعہ تشبیہ کی ہوگئی۔ علاوہ بریں تشبیہ ہارون کے بعد جو پہلے دیجا چکی تھی جو ایک وصی نبی تھے۔ اب ایک جلیل الشان نبی سے تشبیہ کھلی ہوئی ترقی مدارج و منزلت علی پر دلالت کرتی ہے۔

صاحب حیات القلوب نے اس واقعہ یعنی مہم کو غزوہ ذات السلاسل کے نام سے موسوم کر کے واقعات ۸ھ میں تحریر کیا ہے

آمد وفود قبائل عرب معہ نتائج

آمدن وفود اہل عرب — یہ سال سنۃ الوفود کہلایا

اس سال ماہ رمضان و شوال میں گروہ گروہ قبائل عرب خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوتے گئے اور اور اسقدر کثرت آمد وفود کی ہوئی کہ اس سال کو سنۃ الوفود کہنے لگے۔ اب جب کوئی وفد آتا تھا تو حضرت لباس فاخرہ پہنکر اور اصحاب کو بھی عمدہ لباس پہنوا کر ملاقات فرماتے تھے اور اہل وفد کی مناسب طور پر تواضع و مہمانداری فرما کر اور صلہ و عطایا دیکر رخصت فرماتے تھے۔ خاص خاص وفود حسب ذیل آئے۔

وفد بنی مرہ

(۱) وفد بنی مرہ۔ تیرہ آدمی بسر گروہی حارث بن عوف آئے اور مسلمان ہوئے خشک سالی کی شکایت کی رسول نے دعا فرمائی انکے یہاں بارش خوب ہوئی۔ ہر ایک کو دس سردار کو بارہ اوقیہ نقرہ دیکر رخصت کیا گیا۔

بنی عامر

(۲) وفد عامر بن صعصعہ عامر بن طفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب معہ اربد بن قیس و ایک گروہ بنی عامر کے اس ارادہ سے آئے تھے کہ عامر تو حضرت کو باتوں میں مشغول کریگا اور اربد پیچھے سے جا کر تلوار سے وار کریگا۔ خدمت رسول میں آکر عامر نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھ کو کیا ملیگا حضرت نے فرمایا جو سب مسلمانوں کو ملتا ہے۔ اس نے کہا کہ بعد اپنے مجھے اپنا خلیفہ مقرر کر دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا البتہ اگر تو چاہے تو لشکر کی سرداری تجھکو دیجا سکتی ہے کہ راہ خدا میں جہاد کرنا۔ اس نے کہا کہ سردار تو میں

اب بھی یوں غرض اسی قسم کی باتین کرتا رہا لیکن زید کو موقعہ وار کرنیکا نہ ملا کہ یہ سب مسجد نبوی سے ناکام نکلکر چلے آئے اور بدعا ئے حضرت سے دونوں راستہ مین ہی ہلاک ہو گئے ٭

بنی اسد

(۳) وفد بنی اسد. دس آدمی اس قبیلہ کے آکر مسلمان ہوئے اور اظہار احسان کیا کہ ہم اس زمانہ قحط مین راہ دور دراز طے کر کے بلا جنگ مین مغلوب ہوئے مسلمان ہوئے ہین کہ آیہ "یمنون علیکم.... الخ" نازل ہوئی ٭

بنی البکا

(۴) وفد بنی البکا اس گروہ کے ساتھہ معونہ بن ثور بن البکا جسکی عمر سو برس کی تھی معہ اپنے لڑکے بشر کے آیا تہا اور ملتمس ہوا کہ بشیر پر حضرت دست شفقت پہیر دین کہ وہ انکے ساتھہ شفقت پیش آوے حضرت نے اسپر ہاتہہ پہیرا اور دعا برکت دی تھی وہ محفوظ رہا

بنی نجیب

(۵) وفد نجیب. تیرہ آدمی اس قبیلہ کے آئے اور اپنے مال کا حصہ زکوٰۃ بھی ساتھہ لائے تھے. رسول نے خوش ہو کر حکم دیا کہ وہ مال زکوٰۃ واپس لیجا کر اپنے دیار کے فقرا کو تقسیم کر دین. انہوں نے کہا کہ وہ فقرا کو علیحدہ تقسیم کر آئے ہین حضرت نے ان کی بہت قدر و منزلت کی اور صلے عطا فرمائے. انکے ساتھہ کے ایک لڑکے نے دعائے مغفرت کی استدعا کی حضرت نے دعا کی. اور وہ نہایت متقی رہا ٭

عبداللہ ابن ابی سلول منافق کی موت حضرت عمر کی ایک اور گستاخی رسول کیساتھہ

عبداللہ بن سلول
منافق کی موت
رسول کی شرکت جنازہ

ماہ شوال مین عبداللہ بن ابی سلول منافق بیمار رہا. اور ماہ ذیقعدہ مین مر گیا. رسول اللہ بحالت مرض اسکی عیادت کو تشریف لیگئے تھے اور اسکو اسکے اعمال بد پر ملامت فرمائی اسنے عرض کی کہ یا حضرت یہ ملامت کا وقت نہین بلکہ میرا وقت آخر ہے اب میری التجا ہے اور آپکے کرم سے امید کہ میرے مرنے پر آپ میرے دفن مین شریک ہوں اور نماز جنازہ پڑہائین اور ایک پیراہن اپنا مجھے عنایت فرمائین کہ اسسے میرا کفن ہو. اس حلیم نبی نے اسکی اس آخری التجا کو منظور فرمالیا اور اپنے دو پیراہن اسکو عطا فرمادئیے اور شریک دفن بھی ہوئے. جو اللہ سے خلق نبوی منافق و مخالف کیساتھہ لیسا برتاؤ رسوا بنی کے اور سے دشوار ہے. بروایت روضۃ الصفا. جب حضرت نماز جنازہ اسکی پڑہانیکو کھڑے ہوئے تو فاروق اعظم نے کود کر دامن حضرت کا پکڑ لیا اور کہا کہ "یہ تو منافق تہا. آپ اس کی نماز جنازہ پڑہاتے ہین؟ (گویا انکے خیال مین رسول نہ جانتے تھے کہ وہ منافق تہا. یا یہ نہ جانتے تھے کہ منافق

عمر کا رسول پر اعتراض و خلاف شان عمل

کے جنازہ پر نماز نہ پڑہانا چاہیئے) حضرت نے فرمایا کہ "اے عمر ہاتہہ میرے دامن سے ہٹا مجھے خدا نے مختار کیا ہے کہ مین اسکے واسطے طلب آمرزش کرون یا نکرون اور مین نے طلب آمرزش کو اختیار کیا ہے اور اگر مین یہ جانتا کہ زیادتی استغفار سے اس کی بخشش ہو جائیگی تو اسکے واسطے اور زیادہ استغفار کرتا" اور حضرت نے نماز جنازہ پڑہائی (مولف) یہ عبارت روضۃ الصفا

روضۃ الصفا کی عمل عمر کی پردہ پوشی

کی تو بہر کیف قدر تہذیب کے سانچہ مین ڈہالی گئی ہوگی ورنہ حضرت فاروق کی درشت مزاجی سے اس طریقہ عمل کا جو نقشہ کہنچتا ہے. وہ خود رسول کے اس کلام سے کہ "ہاتہہ میرے دامن سے ہٹا" ناظرین کے پیش نظر ہو گیا ہوگا. اور نیز یہ امر بھی کہ کہانتک رسول نے اس طریقہ عمل کو پسند فرمایا ناظرین پر ظاہر ہو گیا ہوگا ٭

آخر حصہ کلام رسول کا تغیر ہے آیہ کریمہ استغفر لہم او لا تستغفر لہم ... الخ کی جس نے صاف طور پر یہ واضح کر دیا کہ جس کے دلمین ایمان نہین اسکو کوئی شفاعت مفید نہین ہو سکتی پس جب حضرت کو اسکا علم تہا تو اسکی آخری التجا کو رد کر کے بد خلقی کا دہبہ کیون لیتے علاوہ برین اسکی نزع کیوقت کی اس نیازمندی اور رسول کے اخلاق کا یہ اثر ہوا کہ اسکے گروہ کے آدمی دولت ایمان پر فایز ہو گئے ✦

جب صاحب روضۃ الصفا نے بعد تحریر مضمون بالا کے محبت فاروقی مین انکے اس طریقۂ عمل کو عند اللہ تحسن قرار دینے کی غرض سے تحریر فرمایا کہ رسول اللہ نماز جنازہ پڑہا کرتے ہی تہے کہ آیہ "لا تصل علی احد منہم مات ابدا و لا تقم علی قبرہ" نازل ہوئی اور گویا حضرت فاروق کے زجر کیموافق خدا کے یہانسے بہی رسول کی توبیخ کی گئی۔ استغفر اللہ من ذالک !! اور پہر آگے تحریر فرماتے ہین کہ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت نے جنازہ عبداللہ کو نکلوا کر اسکا سر اپنے زانو پر رکہا اور لعاب دہن اپنا اسکے منہ مین ڈالا" گویا رسول نے خدا سے صریحی مخالفت اور ضد کی کہ باوجود ممانعت خدا کبہی رسول اسکی قبر پر ٹہرے اور یہ عمل کئے۔ سبحان اللہ کیا عقیدت رسول ہے شیخین پر کوئی حرف نہ آئے چاہے رسالت رخصت ہو جائے ✦

نزول سورۂ برأۃ۔ ماموری و معزولی ابوبکر مورخین کی ہمدردی ماموری علی بحکم خدا واقعہ کا اثر

نزول سورہ برات و ماموری ابوبکر و معزولی بحکم خدا

رسول اللہ نے جو مشرکین سے عہد نامہ کئے تہے اور انہین اکثر کیطرف سے بد عہدیاں ہوئیں تو سورۂ برأۃ نازل ہوئی رسول کا خود ارادہ ماہ ذیقعدہ مین حج کرنے اور یوم النحر پر جا کر قربانی کرنیکا تہا لیکن رسول کو معلوم ہوا کہ مشرکین مطابق رسم جاہلیت موسم حج میں مکہ آکر برہنہ طواف بیت اللہ کا کرتے ہین۔ رسول کو انکے ساتہ اختلاط مکروہ معلوم ہوا۔ لہذا اپنا قصد ملتوی کر کے ابوبکر کو قربانی کے اونٹ دیکر ماہ ذی الحجہ مین معہ تین سو اصحاب کے مامور کر کے مکہ کو روانہ فرمایا کہ سورہ برأۃ تا چہل یا بروایتے نا دہ آیات لیجا کر مردمان مکہ کو سنائین اور مناسک حج بتلائین۔ چنانچہ ابوبکر معہ ہمراہیان روانہ ہوئے۔ کہ بعد ازان دفعتاً رسول کے خیال مین بحکم خدا تغیر واقع ہوا جو بقول روضۃ الصفا یہ تہا کہ "تبلیغ رسالت کوئی شخص سوا تمہارے یا علی کے یا اس شخص کے جو تم مین سے ہو نہین کر سکتا" لہذا رسول نے فوراً علی کو کیفیت واقعہ سے آگاہ کیا اور خاص اپنی سواری کے ناقہ پر سوار کر کے حکم دیا کہ جاؤ اور سورۂ برات کو ابوبکر سے لیکر تمام ایام حج مین مردمان کو سناؤ۔ اور حسب ذیل احکام بہی پہنچا دو انکو جو یہ تہے

احکام اربعہ یا ایلو نامہ

(۱) کوئی شخص بہشت مین داخل نہین ہو سکتا جو ایمان نہ لایا ہو (۲) اس سال کے بعد کوئی مشرک کافر جو ایمان نہ لایا ہو حج نہ کریگا (۳) کوئی شخص برہنہ طواف نہ کریگا۔ (۴) جن لوگوں سے رسول سے عہد نامے ہین وہ صرف میعاد معینہ تک قائم رہینگے باقیماندہ لوگوں کو چار ماہ کی مہلت ہے کہ اس مدت مین وہ یا مسلمان ہوں یا جزیہ دینا قبول کرین یا دیار اسلامی سے باہر چلے جائین ورنہ

بعد اس مدت کے انکا خون و مال حلال ہوگا۔ یہ وہ چار احکام تھے جنکو احکام اربعہ یا ابرار نامہ کہا جاتا ہے (تنقید الکلام)
ابوبکر روانہ ہو کر ابھی بقول ابو الفدا ذو الحلیفہ تک بقول روضۃ الصفا مقام عرج و بروایت بعض روحا تک پہنچے تھے نماز
صبح کا وقت تھا۔ ابوبکر بغرض امامت نماز کھڑے ہوئے تھے۔ کہ انکے کان میں ناقہ رسول کی آواز پہنچی۔ ابوبکر نے نماز میں توقف
کیا مگر سخت استعجاب ہوا جب بجائے رسول کے سوار دوش رسول کو ناقہ رسول پر آتے ہوئے دیکھا جب علی پہنچے تب سنایا کہ ابن
قحافہ سورہ برأت ہمکو دو کہ فرمان رسول یہ صادر ہوا ہے کہ سورہ مذکور اور احکام اربعہ میں خلایق کو سناؤں" (روضۃ الصفا)
ابوبکر نے حیرت سے دریافت کیا کہ آخر اسکا کوئی سبب؟ علی نے کہا کہ رسول اللہ کو حکم ہوا ہے کہ "تبلیغ رسالت تم کرو یا جو تم میں سے ہو"
جسکو مولف تاریخ الاسلام نے اسطرح ادا کیا ہے کہ "قربانی رسول کیجانب سے انکا عزیز کرے تو اچھا ہے"۔ بقول ابو الفدا و علام
الورے۔ ابوبکر آیات و احکام مذکور حوالہ علی کرکے وہیں سے واپس آکر خدمت رسول میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ "اس معزولی
کی کیا وجہ ہوئی کیا میرے بعد کوئی حکم نیا آسمان سے نازل ہوا ہے؟" بقول ابو الفدا رسول نے فرمایا کہ "نہیں کوئی حکم نیا تو
نہیں آیا مگر بات یہ ہے کہ احکام پہنچانیکا کام میرا ہے۔ اگر میں نہوں تو کوئی شخص جو قریب میرا ہو وہ ادا کرے"۔ اور بقول اعلام الورے
حضرت نے فرمایا کہ خدا کا حکم یوں ہی تھا۔

غرض علی وہ سورہ و احکام لیکر مکہ گئے اور بیخوف و خطر سورہ پڑھا اور ڈنکے کی چوٹ احکام اربعہ سنائے۔ بروایت جابر بن عبد اللہ
انصاری جو ہمراہیوں میں تھے۔ بروقت سنانے احکام مذکورہ کے مشرکین میں سے ایک شخص نے آواز سے کہا کہ ہم سے اور محمد سے
عہد ہو گیا ہے اگر یہ نہوتا تو ہم دکھلاتے کہ ہم کسی کی تقلید کرتے ہیں۔ علی نے فوراً جواب دیا کہ "اگر رسول کا حکم مجھے مانع نہوتا
تو میں تجھکو ابھی دکھلاتا کہ میں تجھکو کیسے قتل کرتا ہوں"۔ اور فرمایا کہ بخدا اب اگر کوئی برہنہ طواف کریگا یا برہنہ داخل خانہ
کعبہ ہوگا تو میں اسکو تہ تیغ کرونگا۔ اور تلوار برہنہ کرکے دروازہ خانہ کعبہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور خوف حضرت سے جو لوگ برہنہ تھے
انہوں نے فوراً کپڑے پہن لیے یا طواف سے باز رہے اور اس متبرک مقام کی عزت قایم ہو گئی۔ اور واقعی ایسے سخت احکام کے
سنانے اور نافذ کرنے کے واسطے ایسے ہی بیخطر شجاع شخص کی ضرورت تھی اور عجب نہیں کہ ایک یہ بھی وجہ اس کام کو ابوبکر کے
ہاتھ سے لے لینے کی ہو جنکی قلبی کیفیت سے رسول واقف تھے اور خود انکی صاحبزادی عایشہ نے بھی ایک موقع پر اس کی تعریف
کی ہے جو اپنے مقام پر آئے گا۔

بعض روایتوں کی موافق علی سورہ برأت کی دس آیتوں اور احکام اربعہ کو روز عرفہ عرفات میں اور شب عید کو مشعر الحرام
میں و روز عید جمرہ کے قریب ایام تشریق میں منیٰ کے پاس آواز بلند باوجود کثرت مشرکین کے بلا خوف و خطر پڑھتے
اور سناتے رہے۔ تلوار برہنہ برابر علی کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ مناسک حج بھی ادا کئے اور رسول کیطرف سے نیابتاً قربانی

علی کو سورہ دلوایا گیا
ابوبکر واپس آئے
علی خانہ کعبہ پر
سورۂ احکام کہاں پڑھے

بھی کی اور تین روز قیام کر کے واپس ہوئے +

منصب صدیق

افسوس ہے کہ یہ واقعہ بھی چونکہ ہمین فریق ابوبکر و علی تھے بلا اعتراض و اختلاف کے نرہا۔ صاحب تنقید الکلام کا خیال ہے کہ یہ گمان کرنا غلط ہے کہ علی نے کوئی سورہ قرآن مجید کا تلاوت کیا تہا۔ انکے نزدیک محض بڑہنا سر یعنی احکام اربعہ کی تبلیغ کو علی بہیجے گئے تھے۔ اگرچہ اکثر تاریخین سورۂ براۃ کے پڑہنے کیساتھہ مین ان مشترک احکام کا بھی ذکر کرتی ہین اور عام تاریخی قیاس بھی یہی ہے کہ سورۂ براۃ وا برانا مساایک دوسرے کے بعد پڑہا گیا۔ اور مفسرین بھی سبہی متفق ہین کہ سبب نزول آیات سورہ برأت کا مشرکین کی بدعہدیاں تھین۔ اسلیئے بہت ممکن ہے کہ ابتدائی دس آیات پڑہی گئی ہون جن کی وضاحت احکام اربعہ سے کی گئی ہو

ں بعد مورخین

یل داد بیکار

ششین

مترجم ابن خلدون سب سے پہلا شخص ہے جس نے اس واقعہ کی ہیئت کو بدلنے کا بخلاف اصل مورخ ابن خلدون و دیگر مورخین کے ارادہ کیا ہے لیکن خود اسی نے ابن خلدون و ابن اثیر کی زبانی لکھا ہے کہ علی نے ذوالحلیفہ مین سورہ برأت لے لیا۔ مترجم مذکور کبھی کہتا ہے کہ "آیات کے ساتھہ روانہ کیا" کبھی کہتا ہے کہ "آیات بعد کو نازل ہوئین"۔ مترجم مذکور و نیز روضۃ الصفا نے ایک پر لطف سوال کا ابوبکر کی زبانی علی سے ہونا تحریر کیا ہے کہ "تم امیر ہو کر آئے ہو یا مامور" جسکا علی کیطرف سے جواب لکھا ہے کہ "مامور" اور اپنی اس کوشش کا مدار اس عبارت کو قرار دیا ہے کہ "ثم اردف النبی ابابکر بعلی بن ابی طالب فامرہ ان یوذن ببراۃ" پھر نبی نے ابوبکر کے پیچھے علی کو بہیجا پس حکم دیا انکو کہ لوگوں کو براۃ سنادو) اور پھر اسکے بعد کہتا ہے کہ ابوبکر کے بہیجنے کی غرض اور تھی اور علی کے بہیجنے کی اور یعنی ابوبکر امیر حاج کر کے بہیجے گئے تھے۔ اور علی محض سورہ پڑہنے کے لیئے تھے۔ لیکن اسکی تردید خود تواریخ ابوالفدا و ابن خلدون وغیرہ سے ہوتی ہے کیونکہ امیر حاج ہونیکا تصفیہ ابوالفدا و روضۃ الصفا و اعلام الوریٰ اور خود مترجم مذکور کی اس عبارت سے ہو جاتا ہے کہ ابوبکر بعد جاگئی سورہ برأت مدینہ واپس آ گئے تھے اور مدینہ سے پھر بعد کو واپس ہو کر مکہ جانا اور حجاج کو جو علی کے ساتھہ ہی چلے گئے تھے جیسا تنقید الکلام کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ "حضرت علی بہی حجاج کیساتھہ رسول اللہ کا یہ حکم لیکر گئے" ابوبکر کا مناسک حج ادا کرنا خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے اور ابوالفدا وغیرہ کی اس عبارت سے بھی کہ "بعد ازان ابوبکر صدیق حج کو تشریف لیگئے" یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ انکے ساتھہ اسوقت حاجیون کا کوئی گروہ گیا تھا +

بعد مورخین

ی نظر

لہذا اس امارت حاج کے تردید کیساتھہ ہی "امارت و ماموریت" کا سوال قطعاً برطرف ہو جاتا ہے۔ علاوہ برین جب ابوبکر اس معزولی پر اسوقت صبر نہ کر سکے اور فوراً رسول کے پاس دوڑتے ہوئے جسکے بظاہر دو ہی وجوہ ہو سکتے ہین کہ یا تو علی کے قول پر پورا یقین نہ ہوا ہوگا یا یہ خیال ہوگا کہ رسول سے کہہ سنکر پھر بحالی کا حکم حاصل کر کے واپس آئینگے جب وہان بھی مایوسی ہوئی تو پھر کیا غیرت انکی متقاضی ہوئی ہوگی کہ اس معزولی کے بعد پھر علی کے ساتھہ مناسک حج ادا کرتے یا کراتے اور یہ امر بھی خلاف قیاس

قرأت سورہ و تبلیغ احکام و قربانی سے تو ابوبکر اسوجہ سے معزول کیےجائین کہ وہ رسول کا عزیز انجام دے اور ادائیگی مناسک حج کو اس سے مستثنےٰ رکھا جائے پس یہ ترجمۂ مذکورہ ہمدرد مورخین کی کوششین محض رفع منقصت صدیق کے لیے معلوم ہوتی ہین جو انکے مفید نتیجہ پیدا کرنے سے بہت دور ثابت ہوتی ہین۔ بہرحال ناظرین خود رائے قایم کرینگے ۔

لیکن اس واقعہ تاریخی سے طبیعت انسانی ایک دیگر نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوتی ہے کہ جب بخیال رسول یا بہ نزدیک خدا بمقابلہ ابوبکر کے علی زیادہ مستحق تبلیغ احکام خدا و انجام دہی کار رسالت کے سمجھے گئے۔ اور اصول یہ قرار پایا کہ رسول کی عارضی عدم موجودگی مین بھی کار رسالت انجام دینا رسول کے قریبی عزیز کا کام ہے تو اب زمانہ علالت رسول کی امامت مسجد کے مشہور واقعہ کی کیا اصلیت رہجاتی ہے۔ اور پھر رسول کی دایمی رحلت کی صورت مین وصایت رسالت کیواسطے کیون نہ یہی اصول موثر سمجھا جائے اور اسے سند لیجائے ۔

بہرحال علی اس کام کو بھی بحسن خوبی انجام دیکر مدینہ واپس آئے۔ بقول "روضۃ الصفا" اس درمیان مین رسول کو علی کیطرف سے مشرکین کی مخالفت کے اندیشہ سے بہت تشویش تھی اور جب ابوذر غفاری نے علی کی واپسی کی رسول کو خبر دی تو انکو کمال مسرت ہوئی اور مع اصحاب کے رسول نے علی کا استقبال کیا ۔

واقعات سنہ ۱۰ ہجری (آمد وفود مزید)

اس سال بھی حسب ذیل وفود قبائل مختلفہ کے حاضر خدمت رسول ہوئے اور حسب ذیل نتائج برآمد ہوئے ۔

(۱) وفد عامد۔ حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے اس گروہ مین ایک شخص کی عنیہ کے اگلی منزل سے چوری جانے اور پھر دستیاب ہوجانے کی رسول نے خبر دی جو صحیح نکلی ۔

(۲) وفد قبیلہ بجیلہ۔ جریر بن عبداللہ بجلی مع ۱۵۰ آدمیوں کے حاضر خدمت ہوا اور وہ سب مسلمان ہوئے۔ رسول نے جریر کو بتخانہ ذوالخلیفہ کے تباہ کرنیکا حکم دیا تھا۔ چنانچہ جریر نے وہین واپس ہوکر اس بتخانہ کو جلا کر خاک کر دیا اور رسول کے پاس خبر بھیجدی جس سے رسول نے خوش ہوکر جریر کو دعا دی۔ یہ جریر نہایت خوبصورت جوان تھا۔ حضرت فاروق نے اسکو یوسف امت کا خطاب دیا تھا۔ اہل ذوالخلیفہ بھی بعد کو مسلمان ہوگئے

(۳) وفد بنی حنیفہ۔ یہ لوگ مدینہ آکر رملہ مین مقیم ہوئے اور مسلمان ہوئے۔ انکے ساتھ مسیلمہ کذاب بھی تھا جو مسلمان ہوگیا تھا مگر پھر یمامہ پہنچکر مرتد ہوگیا۔ اس نے بعد کو دعوی پیغمبری کیا اور حضرت کو خط لکھا تھا کہ وہ آدھا ملک بانٹ لیجیے۔ حضرت نے لکھ بھیجا تھا کہ تو کاذب ہے۔ یہ زمانہ علالت رسول کا

(۴) فیروز دیلمی بھانجہ نجاشی آکر مسلمان ہوا۔ اسی فیروز نے اسود عنسی کو جسنے بزمانہ ابوبکر دعوی نبوت کا کیا تھا قتل کیا تھا

(۵) عروہ بن مسعود ثقفی آکر مسلمان ہوا اور واپس جاکر اس نے اپنی قوم کو مسلمان ہونیکو کہا کہ نماز پڑھتے مین ایک شخص نے اسکو تیر سے شہید

وسازشوں کے مزید حالات دریافت ہونے پر رسول کو بتعمیل آیات الٰہی جو مسجد ضرار کی بابتہ نازل ہوئیں ضرورت ہوئی کہ اس مرکز نفاق واجتماع اشرار کو اول توڑا جائے چنانچہ رسول نے مالک بن اخشم خزاعی و عامر بن عدی کو جو قبیلہ عمرو بن عوف سے تھے وبروایتے عمار بن یاسر کو معہ ایک حبشی کے مامور کیا کہ مسجد ضرار کو گرا دیں پس ان لوگوں نے اسکو ڈھا کر جلا دیا ۔ (حیات القلوب)

انتقال نجاشی و کلثوم

اسی سال ماہ رجب میں نجاشی شاہ حبشہ کا اور ماہ شعبان میں کلثوم دختر ربیبہ رسول زوجہ عثمان کا انتقال ہو گیا۔

سریہ ذات السلاسل یا وادی رمل۔ ناکامی و فرار ابوبکر و عمر کامیابی و فتح علی

سریہ وادی الرمل یا ذات السلاسل

تبوک سے واپسی کے بعد رسول کو ذریعہ ایک اعرابی کے خبر ملی کہ ایک گروہ عرب وادی الرمل میں جو مدینہ سے پانچ منزل ہے جمع ہوا ہے اور ارادہ ہے کہ مدینہ میں شبخون مارے۔ رسول نے بھی حکم اجتماع لشکر اسلام کا دیا۔ گروہ اہل صفہ مستعد آمادہ ہوا بروایتِ روضۃ الصفا علم لشکر ابوبکر بن ابو قحافہ کو دیکر معہ چار ہزار فوج کے بھیجا گیا۔ راستہ دشوار گذار تھا۔ اور دشمن بوجہ گنجان درختوں کے ایسی جگہ پر تھا کہ لشکر اسلام کو انکا مقام معلوم نہ ہو سکتا تھا۔ سردار لشکر اسلام نے اسکا خیال نہ کیا۔ اور جب فوج اسلام موقعہ پر پہنچی دشمن نے بہیئت مجموعی قبل انکی تیاری کے حملہ کر دیا بعض شہید ہوئے باقی معہ سردار لشکر بھاگ کر مدینہ آئے۔ وبروایت حیات القلوب کثرت فوج مخالف سے مرعوب ہو کر بلا جنگ بھاگ آئے ۔

سرداران لشکر کی ناکامی

ر مامور ہوکر ناکام واپس ہوئے

رسول نے اسکے بعد عمر بن الخطاب کو علمدار و سردار کر کے بھیجا چونکہ انکا طریقہ بھی پہلے افسر سے زیادہ ہوشمندانہ تھا انکی فوج کا بھی وہی حشر ہوا اور پسپا ہو کر بھاگ آئے۔ روضۃ الصفا حیات القلوب نے انکا بھی بخوف دشمن بلا جنگ واپس آنا تحریر کیا ہے ۔

بن عاص کی ہزیمت

بعد ازاں عمرو بن العاص جو بقول روضۃ الصفا مکر و حیلہ میں استاد تھے اور خود رسول سے خواہش کی تھی وبروایتے خالد بن ولید فوج لیکر بھیجے گئے یہ بھی بعد جنگ شکست کھا کر بھاگ آئے ۔ (روضۃ الصفا)

ں مورخین کا ترک واقعہ

بعض دیگر مورخین اہلسنت نے صرف ابوبکر کے افسر بنا کر بھیجے جانے کے تذکرہ پر ہی قناعت کی ہے اور بعض نے صرف عمرو عاص کو سردار لشکر و ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ جراح کو انکی ماتحتی میں بھیجا جانا لکھا ہے مگر روضۃ الصفا نے ترتیب ہر سہ حضرات کا علیحدہ علیحدہ سردار لشکر بنا کر روانہ کیا جانا حسب تذکرہ بالا تحریر کیا ہے)

ی کی ماموری اور حرکت

اب رسول نے بعد اس مکرر آزمائش کرا دیکھنے آخری مرتبہ پھر اپنے اسی کرار غیر فرار سپہ سالار علی کو روانہ کیا۔ یہ بہادر افسر حسب معمول عصابہ سر پر باندھکر بردیمنی کاندھے پر ڈالکر نیزۂ خطی ہاتھ میں لئے سرخ گھوڑے پر سوار ہو کر معہ لشکر روانہ ہوا۔ گذشتہ مہمات کے ناکام افسر بھی ساتھ کئے گئے تھے تاکہ دیکھیں کہ فن جنگ کی واقفیت و شجاعت اسکو کہتے ہیں اور افسری کی قابلیت ایسی ہوتی ہے اور پھر کسیکو بمقابلہ علی کے دعوی ہمسری نہ پیدا ہو اور سب کو حکم دیا گیا تھا کہ علی کے حکم و رائے کے ہرگز خلاف نہ کیا جائے علی معمولی راہ کو ترک کر کے براہ عراق عرب ایسی راہ سے روانہ ہوئے جو فم وادی پر منتہی ہوتی تھی۔ رات کو کوچ کرتے تھے۔ جب قریب مسکن دشمن

اہلبیت کی تخصیص وطہارت کا

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ "صحیح مسلم میں بسند ابی وقاص تحریر ہے کہ بعد نزول آیہ مباہلہ رسول نے علی، فاطمہ، حسن، حسین کو جمع کیا اور کہا کہ بار الہا یہ سب اہلبیت ہیں" اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ بروز مباہلہ رسول نے فاطمہ علی و حسنین کو ایک کملی میں لیا تو آیہ "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا" نازل ہوئی۔ اور سید امیر علی اسپرٹ آف اسلام میں لکھتے ہیں کہ "اہلبیت ایک خطاب ہے جو بالعموم علی و فاطمہ اور انکی اولاد و نسل کو دیا جاتا ہے اور ابن خلدون بھی انہیں اکثر اسی لقب سے ملقب کرتا ہے۔" مظاہر حق میں ہے کہ "اطلاق اہلبیت کا ان چار تن پاک پر شائع و مشہور ہے۔ علی، فاطمہ، حسن، حسین۔" اس عمل رسول سے حسنین کا ابناء رسول اور علی کا نفس رسول ہونا پورے طور پر ظاہر ہوگیا۔

غرض جب اہل نجران نے اس دعوئ نبوت کرنے والی محترم ذات کو اس شان سے آتے ہوئے دیکھا اور دریافت کرنے پر انکو معلوم ہوا کہ رسول کیساتھ اولاد میں آپکے نواسے حسنین اور عورتوں میں آپکی بیٹی فاطمہ و نفس میں آپکے داماد علی ہیں جن سے رسول فرماتے آتے ہیں کہ جب میں خدا سے دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ اس شان و عزم رسول کو دیکھکر اہل نجران کے دلوں میں ہیبت و خوف طاری ہوا کہ اگر رسول کو اپنے سچے ہونیکا مستحکم یقین نہ ہوتا تو ہرگز اپنے ایسے عزیزوں کو غضب خداوندی کے اندیشہ میں لاتے

اہل نجران نے مباہلہ سے انکار کر دیا

ابو الحارث نے اپنے ہمراہیان سے کہا کہ ہرگز محمدؐ سے مباہلہ نہ کرنا میں انکو اس شان سے آتا دیکھتا ہوں جو سچے نبیوں کی شان ہوتی ہے اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ دعا کرینگے تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے جنبش میں آجائیگا اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو عجب نہیں کہ تمام نصاریٰ غضب الٰہی میں گرفتار ہو جائیں بہتر ہے کہ جزیہ دینا قبول کرکے صلح کرلیجائے چنانچہ انہوں نے

نتیجہ

مباہلہ سے انکار کردیا اور ہر سال ایکہزار حلے ماہ صفر میں اور ایکہزار ماہ رجب میں بطور جزیہ دینے اور بروقت ضرورت جنگ ۳۰ زرہ و ۳۰ نیزے و ۳۰ گھوڑے دینے کے اقرار پر صلح کرلی۔ اور واپس گئے۔ اتفقت بعد واپسی رسول کی تبلائی ہوئی ایک خبر کو صحیح پاکر مسلمان ہوگیا۔

سریہ علی بیمن۔ علی کو خطاب اقضیٰ ملا۔ علی کی رسول سے شکایت۔ رسول کی شکایت کنندہ کو تنبیہ

سریہ علی بیمن

اس سال حضرت نے علی کو تین سو نفر شجاعان اسلام کا سردار کرکے بغرض تبلیغ و دعوت اسلام بمقابل قبائل ہمدان بجانب یمن بھیجا جہاں بقول ابن خلدون خالد ابن ولید کو پیشتر بھیجا گیا تھا مگر چھ ماہ تک انکا رہنا بے سود ہوا اور کوئی نتیجہ برآمد نہوا تھا اب علی بھیجے گئے اور بقول "روضۃ الصفا" رسول نے علی کے سینہ پر ہاتھ رکھکر دعا فرمائی تھی کہ "اللھم ثبت لسانہ و اہد قلبہ" جس کی برکت سے علی امر قضا میں اس پایہ پر پہنچے تھے کہ زبان رسول سے خطاب "اقضیٰ کم علی" ..... کا حاصل کیا۔

علی کا خطاب اقضیٰ

اہل ہمدان تبلیغ علی سے مسلمان ہوئے

علی نے منزل مقصود پر پہنچ کر اہل یمن کو جمع کیا اور خطبہ پڑھا۔ احکام رسول سنائے۔ اور اصول اسلام بتلائے۔ اور دعوت اسلام دی۔ افسوس ہے کہ علی کا وہ خطبہ و تقریر جو اس وقت کی گئی تھی؛ ہم کو کسی کتاب میں دستیاب نہیں ہوئی جو نہایت فصیح و بلیغ و اثر خیز ہوگی۔ جس کو سنکر ایک بہت بڑا قبیلہ ہمدان کا ایمان لایا۔ جس کی خبر علی نے رسول کے پاس بھیجی۔ جس پر ابن خلدون نے بروایت براء بن عازب لکھا ہے کہ رسول اللہ نے سجدہ شکر ادا فرمایا۔ اور تین مرتبہ فرمایا کہ "السلام علی ھمدان" ۔ دیگر اہالیان یمن بھی جوق جوق آکر مسلمان ہونے لگے ۔

جنگ علی با مشرکین اہل یمن

اسکے بعد علی نے اطراف و جوانب میں سرایات بھی بھیجے جنمیں بہت سا اسباب مال غنیمت ہاتھ آیا صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ بعض کتب میں ہے کہ علی نے بریدہ بن الحصیب کو حفاظت غنایم پر مامور کرکے خود متوجہ دیگر مشرکین یمن کیطرف ہوئے جو مقابلہ پر آمادہ ہوئے اور انسے جنگ ہوئی علم لشکر مسعود بن سنان سلمی کو دیکر علی خود مصروف جنگ ہوئے۔ بدان نامی ایک پہلوان مخالف کو اسود خزاعی نے قتل کیا۔ علی نے تنہا بیس آدمی دشمن کے لڑائی میں قتل کئے بقیہ شکست کہا کر بہاگ گئے تھے جو بعد کو آکر مسلمان ہوگئے۔ غنایم بعد نکالنے خمس کے تقسیم کردیئے گئے۔ اور خمس کو بحفاظت ابو رافع چھوڑکر علی بہ تعجیل تمام واپس ہوئے کیونکہ رسول عازم حج ہوئے تھے۔ بعض کتب سیر میں بریدہ بن الحصیب سے منقول ہے کہ وہ پہلے علی

علی کی رسول سے شکایت

سے عداوت رکہتا تھا جب خمس علیحدہ ہوا علی نے ایک کنیز کو جو حسن جمال میں سب سے اچھی تھی اپنے واسطے مخصوص کیا۔ بریدہ بمشورہ خالد بن ولید اس امر کی شکایت جاکر رسول سے کی۔ رسول نے غضبناک ہوکر بریدہ سے فرمایا کہ کیا تو علی سے دشمنی رکہتا ہے اور علی کی نسبت گمان بد کرتا ہے۔ "علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں وہ تمہارا ولی ہے اور بعد میرے جسکا میں ولی ہوں علی اسکا ولی ہے۔" بریدہ کہتا ہے کہ اسکے بعد سے میں علی کو سب سے زیادہ دوست رکہنے لگا۔ (روضۃ الصفا)

بریدہ پر رسول غضبناک ہوئے

واقعہ کی دوسری نوعیت

اور بعض کتب سیر میں اصل واقعہ اس سریہ کا یہ تحریر ہے کہ بعد غزوہ تبوک کے عمرو بن معدی کرب الزبیدی خدمت رسول میں آکر معہ قوم خود مسلمان ہوا تھا۔ اسی اثنا میں اس نے ابی اشعث خثعمی کو جو اسکے باپ کے قاتل تھے دیکھا تو غصہ میں اسکے گریبان کو پکڑکر خدمت رسول میں لایا۔ اور انتقام کا خواستگار ہوا۔ رسول نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کے قتل کا اسلام میں بدلا نہیں لیا جاسکتا عمرو بن معدی کرب اس بات سے ناخوش ہوکر مرتد ہوکے اپنے ملک کو واپس گیا اور راستہ میں قبیلہ بنی الحارث کو لوٹ مار کرتا گیا رسول نے اس کی خبر پاکر علی کو معہ ایک گروہ مہاجرین کے بنی زبید کیطرف روانہ کیا اور خالد بن ولید کو بھی ایک ورخزرج کا سردار کرکے ایک دوسرے قبیلہ جعفی کیطرف بہیجا تھا۔ ابو موسیٰ اشعری بھی اسکے ساتھ بھیجے گئے تھے کہ یہ بھی بعد فراغت لشکر علی سے جاکر ملجاوے اور حکم دیا تھا کہ جب دونوں لشکر ملجاویں تو سب زیر فرمان علی رہینگے۔ خالد جس قبیلہ کیطرف گیا تہا اسکے

دن عنفوان شباب راستی. اتقا. دانشمندی. سخاوت. توکل اسلام کے جان نثار محمد صلعم پر جان قربان کرنیوالے جس پہلو سے دیکھو یہ شخص اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا. انکو پیغمبری کا درجہ نہیں ملا ورنہ ہارون نے موسیٰ کیساتھ اتنا نہیں کیا جتنا علیؑ نے محمدؐ کے ساتھ کیا. انگریز مورخ بھی اس ہیرو یعنی مرد میدان کے انتہا مداح ہیں اور بعض مسلمانوں نے تو گویا اُن کی محبت کو جزو ایمان سمجھ رکھا ہے" (تاریخ اسلام گورکھپوری)

حدیث کی سند۔

اور صاحب مناہج النبوت نے اس واقعہ کو حسب صراحت متذکرہ صدر لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ "جان تو کہ اس حدیث میں نہایت فضل و عظمت و جلال و تکریم ہے علی مرتضیٰ کے تئین اور ترغیب و تحریص ہے، مومنین کے تئین اوپر محبت و موالات اس ولی کے و اجتناب و احتراز ہے بغض و عداوت سے اسکی جیسا کہ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ دوست نہ رکھیگا علی کے تئین مگر مومن صادق اور دشمن نہ رکھیگا علی کے تئین مگر منافق کاذب.... اور یہ حدیث (یعنے من کنت مولاہ) صحیح ہے اور اسکو روایت کیا ہے جماعت کثیرہ و ترمذی و نسائی اور احمدؒ نے اور طرق اسکے کثیر ہیں اور روایت کیا ہے اسکو جماعت کثیر نے صحابیوں سے اور گواہی دی ہے اصحاب نے اوپر اسکے جسوقت کہ نزاع کی گئی علی مرتضیٰ سے ایام خلافت میں اور التفات نہیں اس شخص کے قول پر جسنے سخن کیا ہے اس روایت کی صحت میں" (مناہج النبوت)

مناہج النبوت تصدیق

تحقیق معنی مولا

اب دیکھنا یہ ہے کہ مولیٰ کے معنی "دوست" کے ہیں جیسا کہ ایک گروہ اسلام نے لیے ہیں یا اولی بالتصرف یعنی امام مفترض الطاعت کے ہیں جو دوسرے گروہ اسلام نے سمجھے ہیں اسکے واسطے ناظرین کو دیکھنا اور غور کرنا ہوگا کہ کیا رسول نے محض اس امر کے اظہار کے واسطے کہ "جسکا میں دوست ہوں اسکے علی بھی دوست ہیں" تمام حاجیوں کو اسقدر اجتماع کی تکلیف دی تھی اور اسقدر اہتمام کی ضرورت سمجھی تھی کہ میدان صاف کرایا گیا. پالان شتر کا منبر بنایا گیا خطبہ فصیح و بلیغ ادا کیا گیا سب سے اقرار لیا گیا کہ کیا میں تمہارا مولیٰ نہیں ہوں. علی کو اتنا بلند کرکے دکھلایا گیا کہ انکے قدم زانوے رسول تک پہنچگئے اور تب صرف اسقدر فرمایا کہ "جسکا میں دوست ہوں اسکے علی بھی دوست ہیں" یہ تو کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہوتی کہ اسکے واسطے اسقدر اہتمام کی ضرورت ہوتی کیونکہ اسلام میں تو ایسا کوئی ایک شخص بھی نہیں ہو سکتا تھا جو اسلام کا دعوے کرے اور جسکے رسول دوست ہیں اسکا وہ دوست نہو جسکے رسول دوست ہونگے اسکا تو ہر مسلمان دوست ہوگا. اس میں تخصیص و افتخار کی کیا بات ہوئی کہ جسکے واسطے مبارکباد دیکی بھی ضرورت ہوئی اور جسکے لیے حضرت عمر جیسے ممتاز شخص علی کے خیمہ میں مبارکباد دینے گئے کہ مبارک ہو کہ آج میرے اور کل مومنین کے دوست ہوئے. کیا اسکے پہلے وہ دشمن تھے؟ اس بات کا تو اس گروہ میں سے بھی کوئی قائل نہیں کہ علی سے اور عمر سے پہلے کبھی کوئی سوء مزاجی بھی ظاہر ہوئی ہو. پھر مبارکباد کیسی اور آج دوست ہونا کیسا؟

تردید معنی دوم

دوسرے یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ شخص جو لسان قدرت سے بہت اسناد عروج منازل و مراتب حاصل کر چکے علاوہ زبان رسالت کبھی

ایک عام مجمع کے سامنے رسول کا بھائی و وزیر کہا جا چکا ہو اور جو مثل ہارون موسیٰ کے بتلایا جا چکا ہو جسکو عیسیٰ جیسے جلیل القدر نبی سے تشبیہ دیجا چکی ہو جس کی ایک ضرب کو عبادت ثقلین سے افضلیت کا مرتبہ حاصل ہو چکا ہو جو کل ایمان قرار پا چکا ہو جسکو کار رسالت کی نیابت کا عہدہ بعزول شخص دیکر مل چکا ہو جو نفس رسول ہونے کے مرتبہ پر ممتاز ہو چکا ہو اور بہت سے افضل و اعلیٰ خطابات و مناقب مثل کرار غیر فرار، اقضی، محب و محبوب خدا وغیرہ کے حاصل کر چکا ہو اسکے واسطے یہ امر کہ جسکا مین دوست ہوں اسکا وہ بھی دوست ہے کیا مایہ ناز و فخر کے تہا کہ لوگ اپنی دوستی کی اسکو مبارکباد اس اہتمام و تاکید کیساتھ دیتے ۔

اہتمام سے تقرر ولیعہدی کا معلوم ہوتا ہے

یہ اہتمام و مبارکباد تو صاف بتلا رہے ہین کہ آج علی کو کوئی نیا اور پیشتر سے ممیز و ممتاز خطاب اختیار یا عہدہ دیا گیا ہے کیونکہ پیشتر کسی خطاب یا عہدہ کے عطیہ پر کبھی مبارکباد نہین دلوائی گئی تھی۔ نہ یہ کہ عام مسلمانونکا صرف دوست بنا دیا گیا ہو جسکا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ علی شاید پہلے مومنین تو درکنار بیچاری مومنات کے بھی دشمن تھے۔ یا عام مسلمان علی کے انکے دوست ہونیکی بابت مشکوک تھے اور اسکے ماننے کیواسطے کوئی فرد بھی اسلام کی تیار نہین ہو سکتی نہ کوئی واقعہ اسکی تائید کریگا۔ تو پھر یہ قول و فعل رسول عبث ہوتا ہے جو ہو نہین سکتا پس لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہاں مولیٰ کے معنی ہرگز دوست کے نہیں ہین ۔

موقعہ کس امر کا مقتضی تھا

تیسرے یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ موقعہ کیا تہا اور کس امر کا مقتضی تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ رسول کے آخری حج کا موقعہ تہا۔ اور وقت رحلت رسول قریب تھا جس کی رسول خبر بھی دیچکے تھے۔ اور آج بھی خطبہ مین اسکی طرف اشارہ فرمایا تہا۔ اسکے بعد رسول کو ایسا موقعہ ملنے والا نہ تہا کہ اس قدر اجماع تمامی اطراف و جوانب کے مسلمانونکا ہو سکتا۔ ایسا موقعہ تو اپنے بعد کیواسطے ہی کسی خاص اعلان۔ تقرر یا وصیت کا مقتضی ہے نہ محض اس ذراسی بے حقیقت بات کے اظہار کا کہ جسکا مین دوست ہوں اسکا فلاں شخص بھی دوست ہے، اور وہ بھی اس شخص کیمتعلق جس کی دوستی کو زمانہ دیکھ چکا تہا ۔

عادات سے تقرر ولیعہدی ظاہر ہوتا ہے

تاریخ مین حضرات جنہوں نے کسی بادشاہ کی ولیعہدی کے موقعہ کے طرز عمل کو دیکھا یا سنا ہے وہ اس اعلان مبارکباد اور پھر آخر کی ان دعاؤں سے کہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ صحیح نتیجہ نکال سکینگے کہ یہ اعلان سوائے ولیعہدی کے اور کچھ نہین ہو سکتا کیونکہ اسی قسم کے اعلان کیوقت اسطرح کی مبارکبادین جیسی علیحدہ خیمہ مین بٹھا کر علی کو اسموقعہ پر دلوائی گئین اور دعائین اور عام رعایا کو خیر خواہی اطاعت کی ہدایات کیجاتی ہین و انکی بہبودی و خیر طلبی کا اطمینان دلایا جاتا ہے۔ اور ایسے موقعہ پر جبکہ زمانہ رحلت رسول قریب تہا۔ رسول کا فرض اخلاقی و تمدنی بھی تہا کہ کسیکو اپنا ولیعہد مقرر کرتے کیونکہ یہ قیاس مین نہین آتا کہ وہ رسول جس نے اپنا دین قائم کرنیکے لیے پتھر کہائے۔ فاقے کئے برا بھلا سنا بھوکا رہا۔ وطن چھوڑا اور زخم کہائے اور طرح طرح کی ناقابل شان تکلیفیں اٹھائیں اور اسکو ہر طرح مضبوط و مستحکم کیا وہ اسقدر مصائب اٹھانیکے بعد بھی اس دین کو غلط فہمیوں اور خود اسکے ہاتھوں کمزور ہونیکو چھوڑ جاتا اور یہ ایک متضاد خیال ہے کہ جو شخص تفرقہ

دو ٹکڑے ہوکر ایک یمن چلا گیا۔ دوسرا بنی زبید کیطرف آگے ان سے آملا۔ خالد کا قصد انکے تعاقب مین یمن جانیکا تہا۔ علی نے خبر پاکر خالد کے پاس پیغام بہیجا کہ وہ جہان پہنچا ہے وہین ٹہرا رہے آگے نہ بڑہے۔ مگر خالد نے اس حکم کی تعمیل نہ کی تو علی نے خالد بن سعید کو بہیجا کہ فوراً جاکر خالد کو محصور کرے جب تک حضرت نہ پہونچین۔ ابن سعید نے ایسا ہی کیا۔ علی نے وہان پہنچکر خالد کو سخت ملامت کی اور متوجہ قبیلہ بنی کرب کے ہوئے۔ جنسے مقام کثیر پر مقابلہ ہوا۔ علی نے خود میدان مین آکر حملہ کیا اور بہت سونکو قتل کیا۔ باقی بہاگ گئے جنکا تعاقب کیا گیا معدی کرب کے بہائی و بہتیجے بہی علی کے ہاتہ سے مارے گئے اور اسکی زوجہ ریگانہ دختر سلامہ اسیر ہوئی۔ علی نے بعد فتح خالد بن سعید کو حفاظت غنایم و وصولی زکوٰۃ پر مامور چہوڑکر حکمدیا کہ جو شخص آکر مسلمان ہوجاوے اسکو امان دینا اور خود واپس چلے گئے۔ انکے بعد معدی کرب خالد بن سعید کے پاس آکر مسلمان ہوگیا اسکی زوجہ و مال اسکو واپس دیدیا گیا۔ معدی کرب نے ایک تلوار جسکو صمصامہ کہتے تہے خالد کو تحفہ مین دی۔ بعد فتح ایک کنیز خمس مین سے علی نے اپنے واسطے مخصوص کرلی تہی۔ خالد بن ولید نے عداوت علی کیوجہ سے بریدہ بن الحصیب اسلمی کو سب سے آگے رسول سے علی کی شکایت کرنیکو بہیجا جسنے رسول سے جاکر کہا کہ علی نے خمس مین خیانت کی ہے کہ ایک کنیز کو اپنے واسطے مخصوص کرلیا ہے۔ روایت مین یہ بہی ہے کہ بریدہ نے اول عمر و بن خطاب سے جاکر کہا تہا اور انکے ایماء سے رسول سے شکایت کی۔ رسول شکایت علی کو سنکر غضبناک ہوئے اور فرمایا "دعہ یا بریدہ علی کو مال غنیمت مین وہ سب حلال ہے جو مجہے حلال ہے۔ علی بہترین مردمان موجودہ اور بہترین انکا جو بعد میرے ہونگے تمامی امت مین سے۔ اے بریدہ پرہیز کر دشمنی علی سے کہ علی کے دشمن کا خدا دشمن ہے" بریدہ کہتا ہے کہ مین نے توبہ کی اور علی سے التجا کی کہ میرے واسطے استغفار کرین اور اس وقت علی سے زیادہ مین کسیکو نہ سمجہتا تہا (روضۃ الصفا) اور صاحب اعلام الوریٰ کہتے ہین کہ اس واقعہ کو احمد بن حنبل نے اپنی مسند مین اسیطرح لکہا ہے ٭

خطبۂ علی و کعب الاحبار

روضۃ الصفا مین یہ بہی روایت ہے کہ جب علی یمن مین خطبہ و تعلیم احکام اسلام فرماتے تہے تو کعب الاحبار یہودی کو فصاحت و بلاغت کلام حضرت کی خبر سنکر بہت اشتیاق سننے کا ہوا چنانچہ وہ معہ ایک دو عالم یہودی کے مجلس علی مین آیا آپ خطبہ بیان فرما رہے تہے جب آپنے فرمایا کہ "ومن الناس من یبصر باللیل ولا یبصر بالنہار" کعب نے کہا کہ سچ فرمایا۔ پہر جب حضرت نے فرمایا کہ "یعط باللہ القصرة یعط بالید الطویلة" کعب نے پہر تصدیق کلام حضرت کی کی۔ اور تمام خطبہ کو بغور سنتا رہا۔ بعد اختتام خطبہ علی کے پاس آکر اوصاف رسول اللہ دریافت کئے علی نے کچہہ اوصاف رسول بیان فرمائے جنکو مطابق بشارات کتاب خود پاکر وہ مسلمان ہوگیا اور بقدر گنجایش وقت موقعہ احکام اسلام سیکہے اور یمن مین واپس جاکر تمہید قواعد و قوانین شریعت مین مشغول رہا۔ اور ایام خلافت عمر مین مدینہ آیا تہا۔ خدمت رسول مین حاضر نہو سکنے کا افسوس کرتا تہا۔ مگر تاریخ ابن احمد مین تحریر ہے کہ اسوقت یہ کعب شام مین تہا۔ یہ اسی وقت مسلمان ہوا تہا۔ جب عمر ابن الخطاب فوج لیکر بلاد شام کو گئے تہے ٭

اسیسال باذان حاکم یمن کا انتقال ہوگیا جو مسلمان ہوگیا تہا۔ رسول نے اسکے ملک کو اسطرح تقسیم کردیا کہ ایک حصہ انکے لڑکے شہر کو دیا ایک جزو عامر بن شہر ہمدانی کو دیا وسطی حصہ ابوموسیٰ اشعری کی سپرد کیا کچہہ جزو یعلی بن امیہ کو اور کچہہ معاذ بن جبل کو دیا جو حضرموت کہلاتا تہا اور معاذ کو [illegible]

گئے۔ اور فرمایا کہ اگر مین جانتا کہ پھر تیرے ملاقات ہوگی تو اتنے نصائح نکرتا چنانچہ ایسا ہی ہوا پھر معاذ کی رسول سے ملاقات نہوسکی یہ بعد وفات رسول مدینہ آئے تھے ؎

حجۃ الوداع نزول آیہ بلغ و واقعہ غدیر خم علی مولائے کل حدیث کے پہلووں پر نظر تحقیق معنی مولیٰ اعلان ولیعہدی علی

الوداع

اس سال رسول نے ارادہ حج کا کیا اور تمامی قبائل عرب کو جو مسلمان ہو گئے تھے خبر بھیجی کہ حضور حج کو تشریف لیجا رہے ہیں جس کسیکو حضرت کیساتھ حج کرنا ہو وہ چلا آئے۔ اس خبر کا پہنچنا اور مشہور ہونا تھا کہ اس کثرت سے مسلمان آکر جمع ہوئے کہ شمار نہو سکا۔

آپکی ۲۵ یا ۲۶ ذیقعدہ

علی بھی جو یمن بھیجے گئے تھے (یا بقول ابن خلدون بنجران بغرض وصولی صدقات بھیجے گئے تھے) بعد سر کرنے مہم مذکور کے

تعینہ رسول بہ رکے روانگی

مع شتران قربانی کے مکہ مین آملے تھے۔ رسول بروز شنبہ ۲۵ ذیقعدہ دبقولے دو شنبہ ۲۶ ذیقعدہ کو دبروایتے شروع ماہ مذکور مین مدینہ سے بعد غسل و تبدیل لباس چار رکعت نماز ظہر مسجد مدینہ مین ادا فرماکر جانب ذوالحلیفہ روانہ ہوئے۔ نماز عصر ذوالحلیفہ مین پہنچکر پڑہی۔ سو اونٹ دبروایتے ۶۶ ہدیہ کے اپنے واسطے مخصوص فرماکر ناجیہ بن جندب کو انکی نگرانی و محافظت پر مامور فرمایا تھا جناب فاطمہ زہرا دختر رسول و جمیع ازواج حضرت ساتھ تھین۔ قریب ایک لاکھ آدمیونکا مجمع تھا اُسی مقام سے رسول نے احرام باندھا اور تلبیہ کیا۔ یہین پر محمد بن ابوبکر بطن اسماء بنت عمیس سے پیدا ہوئے۔ وہاں سے روانہ ہوکر ذی طوی مین پہنچے اور نماز صبح وہاں ادا کی۔ وہاں سے روانہ ہوکر طی مراحل کرتے ہوئے ۴ ذی الحجہ کو سمت اعلیٰ سے

داخلہ مکہ و ادائیگی ارکان حج

مکہ مین داخل ہوئے۔ اول مسجد الحرام مین تشریف لیگئے۔ در بنی شیبہ سے داخل مسجد ہوئے۔ دروازہ ابراہیم پر صلوٰۃ بھیجی ستیلام حجر اسود کیا اور بوسہ دیا سات مرتبہ طواف خانہ کعبہ کا کیا اور دو رکعت نماز طواف پڑہی۔ بعد ازان چاہ زمزم پر تشریف لے گئے تہوڑا سا پانی پیا اور یہ دعا پڑہی اللھم اسئلک علماً نافعاً و رزقاً واسعاً و شفاءً من کل داءٍ و سقم۔ پھر حجر اسود پر آئے ہاتھ پھیرا اور بوسہ دیا۔ پھر کوہ صفا پر گئے۔ اور حمد و ثنا الٰہی کی اور دعا کی پھر کوہ مروا پر گئے وہاں بھی ایسا ہی کیا اسی طرح سات مرتبہ صفا و مروا پر گئے۔ تمام مجمع مسلمانان ہمراہ رسول کے تھا۔ اب حکم دیا کہ جو شخص قربانی نہ لایا ہو وہ محل ہو جائے اور اپنے حج کو عمرہ پر ختم کردے۔ علی بھی مع شتران کے آپہونچے تھے جنکو رسول نے اپنے ہدی مین شریک کرلیا۔ ۸ ذی الحجہ کو رسول نے احرام حج باندھا منے تشریف لیگئے ۹ تاریخ واپس ہوکر عرفات گئے پھر مشعر الحرام تشریف لیگئے غرض کہ تمام ارکان حج ادا فرمائے منے مین قربانی کے ۶۶ اونٹ جو رسول ساتھ لائے تھے اور ۳۴ اونٹ جو علی ساتھ لائے تھے کل سو اونٹ کی قربانی کی گئی ۶۶ کو خود رسول نے نحر کیا اور ۳۴ کو علی نے۔ رسوم جاہلیت کو منسوخ فرمایا۔ حرمت کعبہ و مکہ کی سخت سے سخت تاکیدین فرمائین۔ کچھ گوشت قربانی کا پکوایا گیا۔ علی کو کہانے مین اپنا شریک کیا اور ہمراہ خاندان لوا بن غالب کے گوشت تناول فرمایا۔ اسی حج مین بقول روضۃ الصفا سورہ اذا جاء نصر اللہ

رسول کا آخری حج تھا

..... الخ نازل ہوئی جس سے رسول نے سمجھ لیا کہ یہ حج آخری انکا ہے اسی حج کو بوجہ اسکے کہ ہادی سلام کو پھر موقع حج کرنیکا نملا

حجۃالوداع کہتے ہین بعد فراغت ادائے مناسک حج چند روز مکہ مین قیام فرماکر رسول بجانب مدینہ منورہ واپس ہوئے +
رسول غدیر خم
جب رسول مع مجمع کثیر حجاج کے مقام خم مین پہنچے جو نواح جحفہ مین بقول ابن خلدون ایک گھاٹی کا نام ہے مکہ اور مدینہ کے درمیان جو قریب التہیجہ کے ہے جہان ایک گڈھا ہے جسکو غدیر کہتے ہین۔ سیاٹھارون تاریخ ذی الحجہ کی تھی۔ کہ فرمان
نزول آیہ بلغ
الہی پہنچا کہ "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس" (اے رسول پہنچادے اُس چیز کو جو ہمنے تیرے اوپر نازل کی ہے اگر تونے نہ پہنچایا تو گویا تونے رسالت ادا نہ کی اور خدا تجھے لوگوں سے بچائیگا۔ دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۹۸) حافظ ابن مردویہ اپنے مناقب مین عبداللہ بن مسعود سے
روایت عبداللہ مسعود کہ علی کے لیے مین نازل ہے
روایت کرتے ہین کہ ہم لوگ عہد رسول مین آیہ کو اسطرح پڑہا کرتے تھے۔ "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین"..... الخ اور ابونعیم و ثعلبی سوانح عمری لکھتے ہین کہ عن البراء بن عازب قال فی قولہ تعالیٰ یا ایھا الرسول بلغ..... ای بلغ من فضایل علی نزلت فی غدیر خم فخطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال عمر بخ بخ لک یا علی اصبحت مولای ومولی کل مومن ومومنۃ" (براء ابن عازب سے روایت ہے کہ کہا اس نے کہ قول تعالیٰ کے لئے رسول پہونچادے" مین مراد ہے کہ پہنچادے فضائل علی مین جو غدیر خم مین نازل ہوئی پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑہا پہر کہا کہ جسکا مین مولا ہون اسکا علی مولا ہے۔ پس کہا عمر نے مبارک ہو مبارک تجھکو اے علی صبح کی تو نے کہ مولی ہوا میرا اور مولی کل مومنین اور مومنات کا)
اجتماع حجیج
حلیۃ الاولیاء و تفسیر ثعلبی مین براء ابن عازب سے روایت ہے اور اعلام الوریٰ و ربیع الابرار مین بھی ہے کہ رسول اللہ ٹھہر گئے میدان صاف
واقعہ حدیث
کرایا اور اس خیال سے کہ حاضرین کی بڑی جماعت رسول کو بخوبی دیکھ سکے پالان شتر کا ممبر بنایا اور بروایت حیات القلوب بحکم رسول بلال نے سب کو حی علی خیر العمل کہکر ندا دی کہ سب جمع ہوئے اور رسول نے علی کو اپنے قریب کھڑا کیا اور بالا ممبر تشریف لیجاکر خطبہ فصیح و بلیغ حمد و ثنائے خدا مین ادا فرمایا پھر تمام حضار کو مخاطب کر کے (بروایت روضۃ الصفا و اعلام الوریٰ و ربیع الابرار) فرمایا "الست اولی من انفسکم" (کیا مین تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہین ہون) سب نے جواب دیا "بلیٰ یا رسول اللہ" (یعنی بیشک حضور اولیٰ ہین) اور بروایت دیگر حضرت نے فرمایا کہ مجھے عالم بقا کی طرف دعوت دی گئی ہے اور مینے اُسے منظور کر لیا ہے مین تمکو وصیت دیتا ہون اسطرف کہ "انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض" (۱۲) تمہارے درمیان دو امر عظیم چھوڑتا ہون اور وہ قرآن و اہلبیت میرے ہین۔ جب تک تم نے تمسک کروگے تو میرے بعد گمراہ نہوگے اور یہ دونوں جدا

ہونگے۔ تا وقتیکہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں اور بعض روایات میں ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ دیکھنا ہے کہ میرے بعد تم ان دونوں ثقلوں سے کیسا سلوک کرتے ہو اور انکی کیسی رعایت کرتے ہو پھر زبان معجز بیان سے ارشاد فرمایا کہ بہ تحقیق کہ خدا میرا مولیٰ ہے اور میں مومنین کا مولیٰ ہوں اور اسوقت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ وادر الحق معہ حیث کان" (جسکا میں مولیٰ ہوں پس اسکا علی مولیٰ ہے پروردگارا دوست رکھ اسکو جو دوست رکھے اسکو اور دشمن رکھ اسکو جو دشمن رکھے اسکو اور ترک نصرت کر اسکی جو اسکی ترک نصرت کرے اور نصرت کر اس کی جو نصرت کرے اُسکی اور پھیر حق کو ساتھ اُسکے جہاں کہیں وہ رہے) روضۃ الصفا و مناقب مرتضوی) صاحب علام الورےٰ و مصنف ربیع الابرار نے اسقدر اور لکھا ہے کہ علی کو ہاتھ پکڑ کے اسقدر بلند کیا کہ قدم علی رسول کے زانو تک پہنچ گئے تھے۔ مناقب ابن مردویہ میں ابی ہریرہ سے روایت ہے "عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ انہ قال من صام یوم الثامن عشر ذی الحجہ کان لہ ستین شہرا و ھو یوم الذی اخذ فیہ النبی بید علی بغدیر خم فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ" اس حدیث کی صحت میں صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ "انہ رواہ عن النبی ثلاثون صحابیاً" (مناقب مرتضوی)

رسول نے کہا جسکا میں مولیٰ علی مولیٰ ہے اور دعا

مولانا عباسی گورکھپوری حنفی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ اُسی روز آیہ "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً" نازل ہوئی اور فتح الباری پارہ اصفہ میں بھی درج ہے کہ یہ آیت حجۃ الوداع میں نازل ہوئی جس روز رسول نے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" فرمایا تھا۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ اسکے بعد رسول ممبر سے اوتر آئے اور اپنے خیمہ میں تشریف لیگئے اور علی کو دوسرے خیمہ میں بٹھلایا۔ اور کل مردوں اور عورتوں کو یہانتک کہ اپنی کل ازواج مطہرات کو بھی حکم دیا کہ علی کو جا کر مبارکباد دیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سب نے جا کر علی کو مبارکباد دی اور عمر ابن الخطاب یعنی فاروق اعظم کا یہ فقرہ کہ "بخ بخ لک یا علی لقد اصبحت مولای ومولی کل مومن و مومنۃ" مشہور عام ہے۔ حسان بن ثابت نے قصیدہ تہنیت نظم کرکے پڑھا جسکو سنکر رسول اللہ بہت مسرور ہوئے اور حسان کو دعا دے تائید روح القدس کی (مگر مادمت فینا کی قید لگائی)

اکملت لکم نازل ہوئی

حضرت عمر کی مبارکباد

مولانا گورکھپوری اپنی تاریخ الاسلام میں اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ "یہ سب باتیں سطور پر لکھی گئیں جیسے کوئی وصیت کرتا ہے، اس میں کلام نہیں کہ دس بارہ برس میں ہوش سنبھالنے کے بعد علی سے ایسے ہی کام ہوئے اور اشاعت اسلام میں ان سے ایسی ہی مدد ملی کہ آنحضرت کے نزدیک یہ بہت ہی ممتاز و پیارے تھے جو خونی تعلق آنحضرت کو انکے ساتھ تھا اس سے قطع نظر کرکے دیکھیئے تب بھی مسلمانوں کی جماعت میں علی سے زیادہ کوئی دوسرا ہمہ صفت موصوف نہ تھا۔ شجاعت جرات امید و

مولوی گورکھپوری کی تحریر از تاریخ الاسلام

کو توحد سے بدل دے وہی توحد کو تفرقہ کی پامالی کیواسطے چھوڑ جائے ۔ ایک معمولی بادشاہ تو اپنے آخری وقت میں اپنی رعایا کی داشت اور بہبود کیواسطے اپنا ولیعہد بناتا ہے یہ خلاف قیاس ہے کہ رسول اپنی امت کو جنکے خاندانوں کو اُس نے قبیلہ اور قبیلوں کو ایک قوم بنایا اور انکے دینی و دنیوی مفاد کیلئے ایک قانون مرتب کر دیا اسکو بلا کسی مستند دیکھنے والے کیلئے بے مہار چھوڑ جائے ۔

کیا رسول بلا تو… امت کو چھوڑ…

کیا یہ امر قیاس میں آسکتا ہے کہ رسول جو اپنی عارضی علیحدگی مدینہ کیحالات میں بھی کسی نہ کسی کو اپنی جگہ خلیفہ مقرر فرمادیا کرتے تھے اپنے بعد کیواسطے اپنی امت سے غافل رہے ہوں یا اپنے خیال کو عملی حیثیت سے عام موقعہ پر ظاہر نہ کیا ہو ۔ ہرگز نہیں اس خیال رسول کی تصدیق تو ان "تمسکتم بھما لن تضلو بعدی" اور "واعتصمو بحبل اللہ جمیعاً" یا جیسی کہ عرباض ابن ساریہ سے ابوداؤد نے نقل کیا ہے کہ "جو تم میں سے زندہ رہیگا عنقریب ایک بڑا اختلاف دیکھیگا" اور اسی قسم کی اور حدیثوں سے ہوتی ہی اور موقعہ ہذا کا اعلان جو اس منصب کی تکمیل و اطلاع کیلئے تھا جسکی ابتدا دعوت عشیرہ میں ہوئی تھی ۔ علانیہ عملی اظہار اس خیال کا تھا ۔

معنی مولیٰ کا حسب مولوی امرتسری

مولوی عبید اللہ امرتسری نے مولیٰ کے لغوی معنوں کی ایک فہرست دیکر آخر میں "سید لمطاع" یا "اولیٰ" کو اس موقعہ کیلئے قبول کیا اور لکھتے ہیں کہ یہ کہنا کہ جناب امیر حجۃ الوداع میں شریک نہ تھے یا حدیث متواتر نہیں یا مولیٰ کے معنی متعین کرنے میں چون و چرا بالکل خبط ہے جو اکثر تعصب کے بڑھجانے سے پیدا ہوتا ہے ۔ کسی شاعر نے اس موقعہ کیلئے نہایت ہی معقول شعر کہا ہے ؎

عبث در معنی من کنت مولیٰ می دوی ہر سو
علی مولیٰ بآں معنی کہ پیغمبر بود مولے

واقعہ عدم ولیعہدی

اور مسٹر امیر علی اسپرٹ آف اسلام میں تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ رسول نے ولیعہد نامزد نہیں کیا لیکن یہ واقعات کا ایک غلط توہم ہے کیونکہ اسکی کافی شہادت ہے کہ رسول نے اکثر مرتبہ ولیعہدی کیلئے علی کیطرف اشارہ کیا خصوصاً حجۃ الوداع کی واپسی کیوقت اسجگہ جسے خم کہتے ہیں ٹہر گئے اور مجمع میں جو الفاظ استعمال فرمائے اُس سے انکے ارادہ ولیعہدی میں شبہ کی گنجایش باقی نہیں رہتی" ۔

اسکے بعد اہل اسلام ہمراہی رسول سے متفرق ہو کر اپنے اپنے مقامات کو چلے گئے اور رسول واپس مدینہ تشریف لائے ۔

واقعہ عقبہ بروایت ثانیہ و خوفناک عہدنامہ منافقین

واقعۂ خوفناک

معارج النبوت میں واقعہ عقبہ یعنی رسول پر چودہ آدمیوں کے حملہ کی سازش کو اسی واپسی کے دوران میں لکھا ہے جسکو حیات القلوب میں واپسی جنگ تبوک کیوقت کا تحریر ہے جس کی مفصل کیفیت اُس مقام پر درج ہو چکی ہے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں کیونکہ صاحب تفسیر کبیر بھی اسی وقت کا بتلاتے ہیں ۔ روایات حیات القلوب سے رسول کے مدینہ واپس آنے کے بعد ایک اور شورہ و تحریر عہدنامہ کا پتہ چلتا ہے جسپر دستخط و گواہیاں ہو کر امانت رکھا گیا تھا جس میں اعلان غدیر خم کی آئندہ تردید کے لئے تحریر کیا گیا تھا کہ رسول نے کسیکو اپنا خلیفہ یا ولیعہد نہیں کیا بلکہ یہ امر امت پر چھوڑ دیا ہے جسکو وہ چاہیں اپنا امیر بنالیں اگرچہ تاریخ اہلسنت اس کے متعلق

باقی ساکت ہیں۔ مگر منافقین کے ارادوں اور منصوبوں سے یہ امر بعید از قیاس بھی نہیں معلوم ہوتا بلکہ بلحاظ حالات کے فطری معلوم ہوتا ہے اور عجب نہیں کہ صاحب معارج النبوت کو اسی سازش پر سازش عقبہ کا گمان ہوا ہو۔ گو بعد رسول معاملہ حسب لخواہ ہو جانے سے اس عہدنامہ کے نکالنے کی اور کام میں لانیکی ضرورت نہوئی جسکی وجہ سے تواریخ مذکورہ کو سکوت و ترک کا موقعہ ملگیا۔ اگر معاملہ منصوبوں کیخلاف ہوتا یعنی علی موافق اس اعلان رسول کے خلیفہ ہو جاتے تو وہ ضرور کام میں لایا جاتا اسکا علم رسول کو بھی ضرور ہو گیا ہوگا۔ اور عجب نہیں کہ جیش اسامہ کی ترتیب اور اسکی معیت کی تاکید اکید اسی مصلحت کی بنا پر ہو کہ مخالف عنصر دور ہو جائے

سخاوت علی واہلبیت کا نمونہ وانعام ھل اتیٰ و وفات حضرت ابراہیم فرزند رسول

اسکے بعد ایک مشہور واقعہ علالت حسنین علیہم السّلام کا ہوا جسکو مولانا محمد ہارون صاحب نے شہید اسلام میں ۲۵ ذی الحجہ سنہ کا تحریر کیا ہے۔ ممکن ہے کہ تاریخ میں کچھ غلطی ہو کیونکہ ۱۸ ذی الحجہ کو قیام رسول و علی وغیرہ مقام خم میں تہا۔ لیکن واقعہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور مشہور عام ہے۔ وہ یہ ہے کہ جناب امام حسن و حسین نونہالان فاطمہ زہرا دختر رسول خدا دلبندان علی مرتضی علیل ہو گئے علی و فاطمہ نے حسب ہدایت رسول انکی صحت یابی کے واسطے تین روزے رکہنے کی نذر کی حسنین اچھے ہو گئے تمام گہر نے یہانتک خود ان بچوں نے بہی روزہ رکہا۔ افطار کا کچھ سامان نہ تہا شمعون یہودی کے یہاں سے عبائے علی گرو رکہکر تین صاع جو مہیا کئے گئے جسکے تین حصہ کر کے ایک حصہ کی روٹیاں پکائی گئیں۔ افطار کا وقت تہا کہ دروازہ پر جو سخاوت کیواسطے مشہور تھا ایک مسلمان مسکین نے آواز دی۔ علی نے لقمے ہاتہ سے رکھدیا۔ اور فاطمہ زہرا کو مخاطب کر کے فرمایا جسکو ہم مولانا موصوف کی عبارت میں نقل کرتے ہیں "اے صاحب مجد و یقین اے بنت خیر الناس کیا تم اس خراب حال مسکین کو نہیں دیکھتیں جو دروازہ پر کہڑا ہوا ہے اسکی آواز دردناک ہے۔ وہ بہوکا ہے اور ہم سے اپنی بہوک کی شکایت کرتا ہے ہر شخص اپنے فعل میں گرو ہے"۔

حسنین و تین روزہ

زکیہ نے فرمایا اے ابن عم میں تمہارا حکم سنا اس کی اطاعت کرونگی اس فقیر کو کہانا کہلا دونگی اسوقت کچھ پرواہ نہ کرونگی جب میں ایک بہوکے کو سیر کرونگی تو مجھے امید ہے کہ نیکوں میں میرا شمار ہو گا جنت میں داخل ہونگی" اور حق شفاعت بہی مجھے دیا جائیگا۔ بچوں نے بہی اپنے والدین کی تاسی کی اور کل کہانا فقیر کو دیدیا گیا۔ دوسرے دن دوسرے صاع کی روٹیاں تیار کی گئیں آج پہر دروازہ پر ایک یتیم نے آواز دی اسکی صدا سنکر علی پہر فاطمہ سے مخاطب ہوئے کہ۔

اہلبیت کی سخاوت کی بےمثال نظیر

اے فاطمہ کریم سردار قوم کی بیٹی! اور اس کریم نبی کی بیٹی جو ہرگز برا نہیں۔ دیکھو یہ یتیم خدا نے ہمارے پاس بہیجا ہے جو شخص آج اسپر رحم کریگا وہ رحیم سمجہا جائیگا۔ فاطمہ نے کہا اے علی میں سے بہی دونگی۔ اور اللہ تعالیٰ کو اپنے عیال پر ترجیح دونگی اگرچہ وہ بہوکے ہیں اور میرے بچے ہیں۔ آج بہی کل کہانا یتیم کو اٹہا دیا گیا۔

تیسرے روز ایک اسیر آیا۔ آج بقیہ حصہ کی روٹیاں تیار کیگئی تہیں اور سب کو معہ بچوں کے تین روز کا فاقہ تہا۔ علی نے کہا

اے فاطمہ! اے نبی مسمی احمدؐ کی بیٹی اور سردار کئے گئے کی صاحبزادی۔ دیکھو یہ ہدایت یافتہ بنی کا قیدی ہے اور غل بہ زنجیر مین مقید ہے۔ اسے شدت کی بھوک ہے جو آج کہلائیگا کل پائیگا نزدیک خدا ہے بلند و یکتا ہے بزرگ کے۔ فاطمہ نے فرمایا میرے پاس تو سوا اس ایک صاع کے اور کچھ نہین رہگیا ہے۔ میرا ہاتھ تو دراع سے زخمی ہو چکا ہے اور مقنع بھی نہین ہے خدائے بلند رتبہ اور مجیب کے پاس سب کچھ ہے۔ خدا کی قسم میرے دونوں بچے بھوکے ہین اے پروردگار ان دونوں کو بھوکا نہ رکھیو۔ مگر مین اسے بھی دونگی" اور اس روز بھی وہ روٹیاں اسیر کو دیدیگئین ۔

خدا کی طرف انعام

اب مولف اسوقت کی پوری تصویر کھینچتا ہے جب علی حسنین کو لیے ہوئے رسول کی خدمت مین گئے اور رسول نے انکا غیر حال دیکھکر سبب پوچھا ہے اور فاطمہ کے گھر آکر دیکھا ہے کہ انکا پیٹ بھی پشت سے لگا ہوا ہے اور آنکھیں گڑگئی ہین۔ اب یہ وقت عطا و رحمت الٰہی کے جوش کا وقت تھا۔ جبریئل آتے ہین اور اہلبیت کیلئے سورہ ھل اتی کا انعام و آیہ "ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا" کا مخصوص خلعت بارگاہ احدی سے لاکر پیش کرتے ہین جس سے بھوک کا تعب خوشی و اطمینان سے مبدل ہو جاتا ہے۔ اس واقعہ سے علی اور اس گھرانہ کی خدا ترسی۔ ترحم۔ سخاوت کی ایسی شان نظر آتی ہے جس کی کوئی دوسری مثال اسلام مین پیش نہیں کیجا سکتی ۔

وفات حضرت پسر رسول
اصحاب کا اعتراض

اسی سال حضرت ابراہیم پسر حضرت کا جو از بطن ماریہ قبطیہ تھے۔ سولہ ماہ کی عمر مین انتقال ہو گیا جس پر رسول گریان ہوئے۔ بعض اعتراض کے عادی اصحاب نے عرض کیا کہ حضور نے ہم لوگو نکو تو جزع و فزع سے منع فرمایا ہے رسول نے فرمایا کہ جزع فریاد کرنے۔ منہ پیٹنے۔ کپڑے وغیرہ پھاڑنے کو منع کیا ہے نہ کہ رونے سے جو فطری امر ہے اور ترحم پر دلالت کرتا ہے جو ترحم نہ کریگا۔ ترحم نہ کیا جائیگا ۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اب رسول پر انکے فطری افعال پر بھی اعتراض کی اصحاب کو جرأت ہونے لگی یہ انہین سازشوں کا اثر ہے ۔ جنازہ ابراہیم رسول نے نماز جنازہ پڑھی اور دفن کیا ۔

آغاز علالت رسولؐ مسدودی دروازہ ہائے اصحاب عمر کی درخواست نامنظور

آغاز علالت
و مسدودی در اصحاب

مدینہ واپس آنے کے بعد رسول اللہ کی طبیعت کچھ علیل ہو گئی تھی مگر پھر آرام ہو گیا۔ اسی ناسازی کے دوران مین روایت ام سلمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول نے ایک روز عصابہ سر سے باندھکر ممبر پر جا کر اول شہدائے احد کیواسطے طلب مغفرت کی اور بعد ازاں حکم دیا کہ دروازے تمام اصحاب کے جو مسجد مین کھلے تھے بند کر دیئے جائین سوا دروازہ علی کے۔ کیونکہ مجھے اسکی صحبت سے گریز نہیں ہے نہ اسکو میری صحبت سے" اس کلام رسول سے جو کچھ نتیجہ ان اصحاب کے متعلق نکلتا ہے جنکے دروازے بند کرائے گئے تھے ناظرین خود نکال سکتے ہین ۔ جن اصحاب کے دروازے مسجد کیطرف تھے انہین یہ حکم ناگوار ہوا ۔

عمر کی درخواست نامنظور

ابا حفصہ یعنی حضرت عمر نے کہا کہ مجھے اتنی اجازت ہو جائے کہ ایک سوراخ رکھ لوں کہ رسول کو گھر سے مسجد مین تشریف لاتے دیکھ لیا کرون مگر یہ درخواست بھی نامنظور ہوئی اور فرمایا کہ سوئی کے ناکہ کی برابر بھی سوراخ نہ چھوڑا جائے۔ دریافت وجہ پر ارشاد ہوا کہ دروازہ کا کھلا رکھنا یا بند کرانا سب حکم خدا سے ہے (منظاہر الحق۔ روضۃ الصفا۔ مناقب مرتضوی۔ نسائی و حاکم از سوانح عمری)

علالت رسول کی خبر مشہور ہوگئی

اگرچہ رسول کو آرام ہوگیا مگر خبر علالت نزدیک و دور مشہور ہوگئی بعض مدعیان نبوت بھی پیدا ہوگئے مثل مسیلمہ کذاب بن یمامہ حنفی و اسود بن کعب عبسی کے جو بزمانہ خلافت ابوبکر مارے گئے ۔

سریہ جریر و اسلام فردہ

بروایت حیات القلوب۔ رسول نے اسی سال جریر بن عبداللہ کو بجانب ذی الکلاع بھیجا تھا جو شاہ طایف تھا وہ مسلمان ہوگیا فردہ جذامی جو عامل شاہ روم تھا وہ بھی مسلمان ہوا اور ہدایا معہ ایک نامہ کے رسول کی خدمت مین بھیجے شاہ روم کو معلوم ہوا تو اسکو بلا کر قتل کرا دیا ۔

سنہ ۱۱ھ

واقعات سنہ ۱۱ ہجری

دو وفد یمن

محرم سنہ ۱۱ ہجری ایک وفد چالیس آدمیوں کا یمن سے جو بہ تعلیم معاذ بن جبل مسلمان ہوئے تھے خدمت رسول مین حاضر ہوا اور اسلام کی تصدیق کی ۔

بار دیگر علالت رسول و حکم تیاری جیش اسامہ و ماموری اصحاب

بار دیگر علالت رسول

اسی ماہ مین طبیعت حضرت کی پھر ناساز ہوگئی۔ بحالت ناسازی طبع ہی ایک روز حضرت نے قبرستان بقیع مین جا کر مردگان بقیع کی بابت استغفار کی ۔

تیاری لشکر بمحتی اسامہ بن زید

اب علالت رسول دن بدن زیادہ ہونے لگی۔ حالت علالت مین ہی حضرت نے بروایت روضۃ الصفا ۲۶ صفر سنہ ۱۱ھ کو اصرار غیر معمولی بے عنوانیان دشمنگیر بجانب روم جانیکے واسطے ایک لشکر کی تیاری کا حکم دیا اور اسامہ بن زید کو سردار لشکر مقرر کر کے حکم دیا کہ اول نواح حد مین جا کر جہان اسامہ کا باپ زید شہید ہوا تھا انتقام لین اور روانگی مین تعجیل کرین قیس بن سعد بن عبادہ و حباب بن منذر کو تاکیداً مامور کیا کہ مردمان مدینہ کو جیش اسامہ مین جا کر شامل ہونے پر آمادہ و مجبور کرین۔ اس تہیہ و تاکید کے اسباب و واقعات آئندہ پر غور کرنے سے دراصل وہ نہین معلوم ہوتے جو اوپر ذکر کئے گئے ہین بلکہ در پردہ اسقدر تاکید کیوجہ جیسا کہ آئندہ کے حالات سے ظاہر ہوگا کچھ اور ہی معلوم ہوتی ہے مصلحت بینی دور اندیش رسول کو منافقین و اہل اسلام کی سازشوں۔ ارادوں اور منصوبوں سے واقفیت تھی وہ اپنے آخر وقت مین اپنے بعد کے موقعہ کیواسطے مدینہ کی فضا کو اس زہریلے عنصر سے پاک و صاف رکھنا چاہتے تھے اور

اسیوجہ سے اسدرجہ خیال تاکید ین تہین ۔

ابوبکر و عمر و عثمان کی خاص ماموری علی و عباس مستثنیٰ تخلف سزاوار لعن

بہرحال اسامہ بہ تعمیل حکم علم لیکر بیرون مدینہ آگئے اور بریدہ بن الحصیب کو علمدار لشکر مقرر کر کے منتظر اجتماع لشکر کے تھے ۔ فرمان رسول جاری ہوا کہ ابوبکر و عمر و عثمان بھی ہمراہ اسامہ جائینگے (روضۃ الصفا) علی کا نام مامورین مین بجز ابن خلدون کے اور کسی تاریخ اسلام مین نہین ملتا لیکن آگے چلکر یہی مورخ لکھتا ہے کہ "جب لشکر کو کوچ کی اجازت دیگئی تو علی و عباس کو رسول نے اپنی تیمارداری کے لیئے رکھہ لیا۔ باقی روانہ ہوئے" پس ثابت ہو گیا کہ علی و عباس فرمان حکم روانگی سے مستثنیٰ رکھے گئے تھے ۔

ابوبکر و عمر و عثمان خاص مامور علی و عباس مستثنیٰ

"مطابق روضۃ الصفا" ابوبکر نے بھی تیمارداری کے لیئے حاضر رہنے کی اجازت چاہی تھی لیکن رسول نے منظور نہ فرمایا" اور صاحب مناہج النبوت نے اس واقعہ کو ان الفاظ مین لکھا ہے کہ "ابوبکر صدیق نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مین چاہتا ہون کہ آپکی تیمارداری کرون اور شرائط خدمت بجالاؤن فرمایا اے ابوبکر اگر مین تیمارداری بغیر اہلبیت کے اور کسی سے لون تو مصیبت آنکی زیادہ ہوگی ۔

ابوبکر کی درخواست نامنظور

بروایت "روضۃ الصفا" اسامہ کی ماتحتی بعض اصحاب کو گران تھی اور رسول پر طعن کئے گئے کہ ہمکو غلام زادہ کی ماتحتی مین بھیجا جاتا ہے ۔ اور بروایت ابن خلدون ابوبکر وغیرہ بعد فرمان مذکور بھی لشکر سے حضرت کے دیکھنے کو آتے جاتے تھے جب یہ باتین رسول کو معلوم ہوئین تو نہایت خشمناک ہوئے اور باوجود شدید درد سر کے عصابہ سر مبارک سے باندھکر و بروایت ابن خلدون عباس و علی کے کاندھوں پر سہارا دیکر مسجد مین تشریف لائے اور آنحالیکہ پائے اقدس زمین پر مستقیم نہ پڑتے تھے ۔ لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "اے گروہ مردم مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسامہ کی امارت مین کلام کیا گیا ہے آج تم اسامہ کی ماتحتی پر طعن کرتے ہو اسکے باپ کی ماتحتی پر (یعنی سریہ موتہ مین) طعن کیا۔ بخدا اسامہ ویسا ہی امارت کا سزاوار ہے جیسا کہ اسکا باپ تہا" اور اسامہ کو جو رخصت کیواسطے آئے تھے دعا دیکر حکم دیا کہ روانگی مین تعجیل کرو اور سب سے کہا کہ جاتے جاؤ" (روضۃ الصفا و ابن خلدون) یہ حکم کچھ ملائم الفاظ مین نہین دیا گیا تہا۔ بلکہ فرمایا گیا تہا کہ "جہزوا جیش اسامہ لعن اللہ من تخلف عنہا" (سب جاؤ جیش اسامہ کے ساتھ۔ جو شخص اس سے تخلف کریگا اسپر خدا کی لعنت ہوگی) اللہ اکبر کس قدر سخت حکم تہا جس کی مصلحت ضرورت کو رسول ہی جانتے ہین ۔

اصحاب کی ناگواری و طعن و عتاب رسول

جو تخلف کریگا اس کی لعنت ہے

ابوبکر و عمر کا تخلف و اسباب پر نظر پر لطف مکالمہ عائشہ با رسول

چنانچہ اسامہ نے واپس جاکر کوچ کا حکم دیدیا۔ اور لشکر مقام جرف پر پہنچکر پہر رک گیا۔ روانگی لشکر کی تاریخ روضۃ الصفا نے ۱۱ ربیع الاول لکھی ہے۔ لیکن کس قدر تعجب انگیز ہے کہ لشکر اسامہ کتنے عرصہ تک رکا رہا۔ موافق حیات القلوب ابوبکر و عمر و

ابوبکر و عمر و ابو... کا تخلف

ابو عبیدہ جراح نے اسامہ سے کہا تھا کہ رسول کا مرض ترقی پر ہے ہم سب کا مدینہ سے جانا مصلحت نہین ہے نہ معلوم ہماری عدم موجودگی مین کیا ہو جاوے اور توقف کیا۔ عائشہ ذریعہ صہیب کے خبر پہنچاتی رہی کہ رات کیوقت خفیہ یہ لوگ لوٹ آئے۔ و بروایت روضۃ الصفا ام ایمن مادر اسامہ نے خبر بھیجی کہ رسول حالت نزع مین ہین تو تمام اصحاب لشکر سے واپس چلے آئے مجبوراً اسامہ بھی واپس آگئے بہرحال دونوں روایات سے اسامہ کی بدرجہ مجبوری واپسی معلوم و ثابت ہوتی ہے انکا اپنی ذات سے تساہل یا تخلف کسی تاریخ سے ثابت نہین ہوتا اور انکی نیت مین شبہ کرنے کی کوئی خاص معقول وجہ دکھائی دیتی ہے اسامہ نے جب دیکھا ہوگا کہ لشکر سے وہ بڑے لوگ جنہین رسول نے خاص طور پر ساتھ جانیکا حکم دیا تہا جنکے نام مورخین نے صاف طور پر ظاہر کر دیئے ہین اور وہ دو ہی بزرگ ہین جنکے آنے اور دیکھ جانیکا ابن خلدون نے تذکرہ بھی کیا ہے اور انہین سے ہی ایک بزرگ کو اسامہ کی امارت مین بھی کلام ہوا تھا یہی وہ لوگ تھے جنہین رسول کے قریب سے خبرین پہنچنے کی امید تھی۔ انکو رسول کی ترقی پذیر علالت کیوجہ سے بھی نوعدیگر کے خیال نے روانگی مین عجلت کرنے سے روکا اور باوجود اس سخت ترین حکم رسول کے جو دیا گیا تہا وہ واپس چلے آئے تو اسامہ کیا کرتا ۔

ف کرنیوالے رسول کے سامنے آتے ہچکتے

یہ ظاہر ہے کہ یہ حکم رسول سے تخلف کرنیوالے رسول کے سامنے تو ہرگز نہ جاتے ہونگے لیکن انکو رسول کی بڑہتی ہوئی علالت کی اطلاع پہنچتی رہنا قریب کے مددگاروں سے بہت ممکن تہا جو اور کسیکو ممکن تہا۔ رسول نے اس تخلف کی کیفیت سے مطلع ہو کر تخلف کرنے والوں سے سخت اظہار بیزاری کیا۔ مگر کیا کرتے اب وہ بستر مرگ پر تھے ۔

یا تکلف خلاص محبت کیوجہ سے تہا

اب غور طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ اخلاص و محبت رسول تھی جس نے ان لوگوں کو روانگی سے روکا اور مستحق لعن ہونے کے مقابلہ مین بھی تخلف پر مجبور کیا۔ یا کوئی اور مخفی راز یا وجہ تھی۔ یہ آگے کے واقعات سے ناظرین کو اندازہ ہو جائیگا ۔

عائشہ کا رسول سے پرلطف مکالمہ

موافق روضۃ الصفا کے آغاز مرض حضرت کا حجرہ میمونہ سے ہوا تھا۔ لیکن جب زیادتی ہوئی تو حجرہ عائشہ مین لے آئے تھے۔ (جس کی کوئی خاص وجہ ہوگی) اسمقام پر ایک مکالمہ عائشہ کا رسول سے نہایت پرلطف ہے جسکو بروایت حیات القلوب جملہ علمائے سیر و تواریخ نے لکھا ہے کہ "جب رسول کو حجرہ عائشہ مین لائے تھے تو عائشہ کے بھی درد سر تھا۔ رسول نے عائشہ سے فرمایا کہ کیا اچھا ہو اے عائشہ اگر تم مجھ سے پہلے مرجاؤ اور مین تمکو نماز جنازہ پڑہکر دفن کرون (ایک نیک نفس و شریف بی بی کیواسطے اس سے زیادہ اور کیا خوش نصیبی کی بات ہو سکتی ہے کہ آلام بیوگی سے محفوظ رہے اور شوہر کے سامنے مرجائے اور شوہر کے ہاتھ سے اسکی تجہیز و تکفین ہو اور شوہر بھی کیسا۔ رسول خدا جسکا نماز جنازہ پڑہنا کیسا ہوتا) مگر عائشہ کیجانب سے کیا جواب دیا جاتا ہے "واہ تم یہ چاہتے ہو کہ مجھے دفن کر کے آؤ تو میرے حجرہ مین دوسری سے شادی کرو" جسپر رسول متبسم ہوئے اور فرمایا کہ بل انا ۔

رسول کو افاقہ ہوتا تو خود نماز پڑہاتے تھے

بروایت روضۃ الصفا جسوقت رسول کو افاقہ ہوتا تہا خود باہر تشریف لاکر نماز پڑہاتے تھے جب زیادتی ہوتی تھی تو کہلا بھیجتے تھے کہ خود پڑہ لین۔ (یہ عائشہ والی روایت امامت کے کس قدر منافی ہے)

سبب علالت رسول

مادر بشیر بن برا کہتی ہے کہ رسول نے شدت مرض مین اس سے فرمایا تہا کہ اے ام البراء یہ مرض اسی گوشت زہر آلود کا اثر ہے جسکا خیبر مین تیرے لڑکے کے ساتھ مین مین نے بھی ایک لقمہ لیا تہا جو اکثر مجھکو تکلیف دیا کرتا تہا۔

قصہ قرطاس حضرت عمر کی مخالفت رسول۔ رفع الزام کیلیے ہمدردانہ کوششین وتردید

قصہ قرطاس

اب ایک نہایت ہی نازک و افسوسناک واقعہ کے ذکر کا وقت آگیا ہے جسپر زمانہ دراز سے خوش فہم و خوش عقیدہ حضرات کی طبع آرائیاں ہوتی چلی آتی ہین اور ہر زمانہ کے محافظت کرنے والون کو نئے تراش خراش کی ضرورت ہوئی ہے وہ "قصہ قرطاس" ہے

رسول نے دوات قلم منگایا

واقعہ یہ ہے کہ رسول نے بقول ابن خلدون وفات سے چار روز پہلے بہت کچھ پند و نصائح فرمائے اور مسائل کے جوابات دیے اور اسکے بعد فرمایا کہ "میرے پاس کاغذ دوات لاؤ۔ مین کچھ لکھدون کہ بعد اسکے تم گمراہ نہو۔ لوگون نے دوات قلم لانے نہ لانے

اصحاب کا اختلاف و انکار

مین اختلاف کیا"۔ اور بقول روضۃ الصفا بعض نے کہا کہ جو کچھ حضور نے فرمایا ہے اسپر عمل کرنا چاہیے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ بات ایسی ہے جیسے شدت مرض مین کہنے لگتے ہین اور مولف تاریخ الاسلام کہتا ہے کہ لوگ بیماری کیحالت سمجھے اور پوچھا تو صرف اس قدر کہا کہ "مین جس حال مین ہون وہ تمہارے خطاب سے اچھا ہے"۔

مورخین نے ابھی کسیکا نام ظاہر نہیں کیا

یہانتک تو مورخین نے کسیکا نام نہیں ظاہر کیا گول الفاظ بعض لوگون اور اصحاب کے لکھکر ٹالدیا جس سے پتہ نہ چلتا کہ کس کس نے رسول کی آخری خواہش یا وصیت کی تعمیل نہ کرنے یا اس مین عذر کرنے کی ابتدا کی اور کن الفاظ سے۔ اگر واقعہ یہین تک ختم ہوکر رہجاتا تو ان صاحب کا نام بھی پردہ خفا مین رہکر ان کی کافی پردہ پوشی کرلیتا مگر چونکہ واقعہ کی سنگینی بڑھتی ہی گئی جس سے مجبور ہوکر اب مورخین کو نام کہولنا ہی پڑا ورنہ انکے جملہ ممدوحین پر ناگوار الزام آتا تہا۔ اب ظاہر ہوا کہ وہ بزرگوار جناب حفصہ زوجہ رسول کے والد بزرگوار، رسول کے سسر یعنی حضرت فاروق اعظم تھے۔ مگر اسپر بھی ان بزرگوار کے قول کو ان کے حلقہ بگوش مورخین کی عقیدتمندی نے کیسے کیسے خوشنما لباس پہنائے ہین اور اسکی کیسی بخیہ گری کی ہے کہ بایدوشاید۔ ان قابل داد کوششون کا حال ناظرین کو عبارات ذیل سے ظاہر ہوگا۔ مگر اصلیت کبھی چھپتی نہین نہ شگاف رفو سے بند نہین ہوتا۔ انصاف پسند نگاہین صحیح نتیجہ پر پہونچ جاتی ہین۔

واقعہ کی اصلیت
عمر کا قول رسول ہذیان تھا

واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ "ان الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللہ" جسکے معنے ہین کہ تحقیق کہ یہ شخص (گویا انکے نزدیک رسول اب نبی یا رسول کے خطاب کے قابل بھی نرہے تھے) ہذیان کی حالت میں ہے (معاذ اللہ) ہمکو کتاب اللہ کافی ہے یعنی رسول کی کسی تحریر کی ہمکو ضرورت ہی نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم)

مختلف موضوع ہمدردانہ کوشش

روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ عمر نے کہا کہ درد والم رسول پر مستولی ہوگیا ہے قرآن درمیان ہمارے ہے اور ہمکو وہی پسند ہے (یعنی رسول کی کوئی ہدایت یا تحریر چاہے وہ آیندہ گمراہی سے بچانیکو ہی تحریر فرمائے ہمکو پسند نہیں ہے) روضۃ الصفا۔

ابن خلدون

ابن خلدون نے تحریر کیا ہے کہ عمر نے کہا کہ ہمارے لیئے قرآن مجید کافی ہے جو ہمارے پاس ہے (یعنی کسی حدیث یا تحریر رسول کی ضرورت نہیں اور بیشک آپکے اسوقت درد زیادہ ہو رہا تھا (گویا ابن خلدون صاحب اسوقت نبض اپر ہاتھ دھرے ہوئے رسول کے درد کی جانچ فرما رہے تھے)۔

مترجم ابن خلدون

مترجم ابن خلدون نے اسکو در گلپوش فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں کہ یہ قصہ بخاری و مسلم میں بروایت ابن عباس ہے گو رہے... عام قاعدہ ہے کہ لوگ اپنے اعزہ کو تکلیف نہیں دیتے (گویا انکے نزدیک کسی مریض کو اسکی خواہش یا وصیت کے مکمل نکرنے دینے سے کچھ تکلیف نہیں ہوتی بلکہ اسکی خواہش کو پورا کرنا تکلیف کا باعث ہوتا ہے) علاوہ اسکے عمر نے یہی کہا تھا کہ قرآن مجید ہمارے لیے کافی ہے اور یہ بہت درست ہے جو امور اور ارکان دین میں وہ سب قرآن مجید میں مذکور ہیں جیسا کہ اس واقعہ سے تین مہینہ پیشتر آیہ الیوم اکملت لکم سے ظاہر ہوتا ہے (گویا ان حضرت کے نزدیک بعد نزول اس آیت کے حدیث رسول یا رسول کی ضرورت ہی نہیں رہی تھی وفات سے تین مہینہ پہلے سے رسول رسالت سے معزول ہو چکے تھے۔ اور اگر ان حضرت سے پوچھا جائے کہ جناب نماز پنجگانہ کی تعداد رکعات و طریقہ ادائے نماز اور اسی قسم کے اور صدہا فروع اور تفصیل و تشریح اجمالات و ابہامات قرآن میں کہاں ہیں جو قرآن کافی ہوگیا اور یہ مقولہ درست ہوا۔ تو بجز خاموشی کیا جواب ہوگا؟

تاریخ الاسلام

مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے تاریخ الاسلام میں اسکو در مزے دار بنایا ہے جو تحریر فرماتے ہیں کہ "عمر فاروق نے لوگوں سے کہا کہ رہنے دو بیمار کو تنگ نہ کرو حسبنا کتاب اللہ ہمکو کتاب خدا کافی ہے (گویا دوسرے لوگ رسول سے کچھ تحریر کرنیکی خواہش یا اسپر مجبور کر رہے تھے۔ رسول کی خواہش نہ تھی۔)

مولوی شبلی

مولوی شبلی صاحب الفاروق میں یوں داد انصاف دیتے ہیں کہ "اسپر حضرت عمر نے لوگوں کو مخاطب کرکے کہا کہ آنحضرت کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لیئے قرآن کافی ہے۔ حاضرین میں سے بعضوں نے کہا رسول اللہ بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں (گویا ان کے نزدیک حضرت عمر نے نہیں فرمایا تھا کہ رسول اللہ بہکی باتیں کر رہے ہیں) پھر تحریر فرماتے ہیں کہ "ہجر" کا لفظ ہے جسکے معنی ہذیان کے ہیں" اور آگے پھر خود ہی تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ واقعہ بظاہر تعجب انگیز ہے۔ ایک معترض کہہ سکتا ہے (یہ تو خود ایسا نہیں کہہ سکتے) کہ اس سے زیادہ اور کیا گستاخی و سرکشی ہوگی کہ جناب رسول صلعم بستر مرگ پر ہیں اور امامت کی درد و غمخواری کے لحاظ سے فرماتے ہیں کہ ایک ہدایت نامہ لکھدوں جو تمکو گمراہی سے محفوظ رکھے یہ ظاہر ہے کہ گمراہی سے بچانے کیلئے جو ہدایت ہوگی وہ منصب نبوت کے لحاظ سے ہوگی اسلئے اس میں خطا و سہو کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ باوجود اسکے بھی حضرت عمر بے پرواہی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ ضرورت نہیں ہمکو قرآن کافی ہے۔ طرہ یہ کہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمر نے ہی آنحضرت کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا "نعوذ باللہ" الحمد للہ۔ جادو وہ ہے جو سر پہ چڑھ کر بولے۔

قول رسول میں سہو و خطا کا احتمال نہیں ہو سکتا

لیکن اب اگر مولانا موصوف کیخدمت مین عرض کیا جائے کہ جناب والا بعض روایتون میں ہی نہین بلکہ آپکے مستند صحاح اسکی تصدیق کرتی ہین کہ رسول کے واسطے لیہجر کا لفظ کہنے والے جسکے معنے آپ نے خود لغت سے ہذیان کے بتائے ہین یہی حضرت عمر ہی ہین تو اب یہ آپ کی نعوذباللہ من کس سےمتعلق ہوگی۔ اور ان مستند کتب کی بناء پر اس جرات و بیباکی کا الزام جسکو آپنے بھی گستاخی و سرکشی تسلیم کیا ہے کس پر عاید ہوگا؟

مولوی شبلی کی ہی تدبیر رفع الزام حضرت؟

لیکن مولانائے موصوف کو جب دوسرے روغن قاز ملنے والوں کی بخیہ گری بقول خود مفید نہ معلوم ہوئی اور اپنے مطلع کی اس الزام سے جان اسطرح بچتی نظر نہ آئی تو اول تو اسکو دوسروں یعنی "بعضوں" کے سر منڈھنا چاہا تھا لیکن یہ دیکھکر کہ یہ بات بھی چلنے والی نہین کیونکہ تمام بڑی بڑی کتب مسلمہ اسکی تردید کرینگی تو دوسری راہ نکالی کہ اصل روایت کو ہی جس کی صحت مین ابتک کسی عالم مورخ یا اہل سیر کو کلام نہوا تھا زمانہ دلالت النبہ کیجاتی تہین، اب اسکو بھی یہ کہکر مشکوک و کم حیثیت کردو کہ اسکے راوی ابن عباس کی اسوقت عمر ۱۳ - ۱۴ برس کی تھی لہذا اس عمر کا بیان لائق اعتماد و وثوق کے نہیں ہے اور قبل اسکے کہ کوئی دوسرا اسکے جواب کو تیار ہو خود ہی اقرار بھی کیا ہے کہ کیوں اور کس وجہ سے یہ راستہ گریز کا نکالا گیا ہے۔ آگے چلکر خود وہ

توجیہ کے اسکا اقرار

تحریر فرماتے ہین کہ "ممکن ہے کہ کسی کوتاہ نظر پر یہ امر گراں گذرے کہ بخاری و مسلم کی حدیث پر شبہ کیا جاتا ہے تو اسکو سمجھنا چاہیے کہ بخاری و مسلم کے کسی راوی کی نسبت یہ شبہ کرنا (یقین نہیں) کہ وہ واقعہ کی پوری ہیئت محفوظ نہ رکھ سکا اس سے کہین زیادہ آسان ہے کہ رسول اللہ کی نسبت ہذیان اور حضرت عمر پر گستاخی کا الزام لگایا جاوے"۔ (اب تو صاف ظاہر ہوگیا کہ کس وجہ سے روایت یا راوی کو مشکوک کیا گیا ہے کہ حضرت عمر پر گستاخی رسول کا الزام عاید نہو۔ کیونکہ رسول پر تو حضرت عمر یا کسی کے کہنے سے ہذیان کا خیال کسی مسلمان کو تو پیدا ہو ہی نہین سکتا بجز اسکے کہ کہنے والی کی گستاخی اور نفاق ظاہر اسی کے رفع الزام کی یہ تدبیر نکالی گئی ہے۔ واقعی حسن عقیدت اسیکو کہتے ہین۔ دوسرے کو جھوٹا کہدینا نا قابل اعتبار قرار دیدینا مولانا موصوف کے نزدیک کوئی بری بات یا کوئی اخلاقی جرم نہیں اور وہ بھی کیسا شخص جسکی روایات سے صحاح ستہ پُر ہین جنکی ثقاہت مین آجتک کسی نے کلام نہین کیا تھا۔ یہ امر قابل غور ہے کہ ابن عباس تو اسکے بعد جوان ہوئے ضعیف ہوئے عرصہ تک زندہ رہے پھر بھی کبھی انکو اپنے اس غلطی یا واقعہ کی غلط فہمی کا احساس اور ادراک نہوا اور انہوں نے اپنی اس روایت کی تصیح نہ کی جو انکی ثقہ ہونیکے قطعی منافی ہے اور نہ ان مسن لوگوں مین سے جو خانہ رسول مین اس وقت موجود تھے کسی نے ابن عباس کی اس روایت کی تکذیب کی نہ اوسمین کسی نے شبہ کا اظہار کیا تو پھر اب مولانا شبلی یا اور کسی شخص کے بالسبب شبہ کرنے سے کیا ہو سکتا ہے۔ تعجب ہے کہ عایشہ کی تو ۹ - ۱۰ سال کی عمر کیخلاف قیاس روایات بیت تاریخ بن سند لینے کی قابل ہون اور ابن عباس کی ۱۴ سال کی عمر کی روایت (اگر اس تخمینہ عمر کو صحیح بھی مان لیا جاوے) تو وہ قابل وثوق نہ سمجھی جاوے۔ اسموقعہ پر اگر مولانا موصوف

سے سوال کیا جائے کہ ابن عباس تو بوجہ کم عمری واقعہ کی پوری ہیئت محفوظ نہ رکھ سکے تھے تو پھر آپ تک وہ محفوظ اصلی ہیئت کیسے پہنچی اور کیا پہنچی؟ تو بجز حضرت عمر سے خوش عقیدتی کے اور کچھ نہ بتا سکیں گے۔ دوسری بات یہ کہ اگر آپکے نزدیک روایت ہی مشکوک تھی تو پھر بیھودہ الی گستاخی کو دوسرے کے سر رکھنے کی کیا ضرورت تھی جسکو پھر آپکو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ وہ گستاخی اگر ہوئی تھی تو حضرت عمر سے ہی ہوئی تھی ٭

کس لہجہ میں رسول سے اختلاف کیا گیا

یہ امر بھی دیکھنے کی قابل ہے کہ یہ فقرہ کس انداز اور کس لہجہ میں ادا کیا گیا ہوگا۔ عربی دان حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے کہ خود فقرہ کی ترکیب الفاظ بتلا رہے ہین کہ یہ الفاظ وہی شخص کہہ سکتا ہے جو پہلے سے کچھ بگڑ بیٹھا ہوا اور حضرت عمر کی مشہور عام و مسلمہ درشتی مزاج سے لہجہ کا پتا لگا لینا کچھ زیادہ دشوار نہین ہے۔ اور روایت کے باقی حصہ مین رسول کے ارشاد سے اسکا بھی پتہ چلتا ہے جو تاریخ روضۃ الصفا سے ذیل مین درج کیا جاتا ہے ٭

مجلس رسول میں آوازین بلند

رسول نے تنگ آکر حکم دیا کہ اٹھ جاؤ

صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہین کہ ایک گروہ نے عمر سے اتفاق کیا اور کچھ نے اسکے مخالفت پر اصرار کیا اس پر جھگڑا ہونے کے قریب ہوا مجلس نبی مین آوازین بلند ہوگئین اور نزاع حد اعتدال سے متجاوز ہوگیا پس حضور نے حکم دیا کہ اٹھ جاؤ میرے پاس سے کہ کسی پیغمبر کے سامنے آواز بلند کرنا زیبا نہیں۔ گویا رسول نے آیت قرآنی و حکم ربانی یاد دلایا کہ "لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی"۔ بقول ابن خلدون فرمایا کہ "میرے پاس سے چلے جاؤ پیغمبروں کے پاس شور و شغب کا کام نہیں"۔ اور بقول مولف تاریخ الاسلام فرمایا کہ "پیغمبروں کے سامنے ایسی گفتگو بیجا ہے میرے سامنے سے اٹھ جاؤ" ٭

حضرت عمر کی دلیری۔ وجہ انقلاب۔ مخالفت کا راز تصفیہ بر رائے ناظرین

حضرت عمر کی دلیری و ہمدردی

اب ذرا ناظرین حضرت عمر کی دیدہ دلیری کو بھی ملاحظہ فرمالین کہ باوجود خلاف حکم رسول جیش اسامہ سے تخلف کرنیکے بھی رسول کے سامنے انجمین چار کئے ہوئے اسوقت اس مجمع مین موجود تھے اور پھر اس زور و شور و حکومت کیساتھ اور یہ بھی دیکھ لین کہ کہانتک تکمیل ہمدردی تکلیف رسول کیوجہ سے تھا اور کہانتک ہذیان رسول کا خیال موقعہ کے حسب حال تھا ٭

انقلاب طبیعت کیسے پیدا ہوا

تحریر ابن خلدون جو اوپر تحریر ہوچکی ظاہر ہوتا ہے کہ اغذ دوات طلب کرنے سے پہلے رسول نے بہت کچھ پند و نصائح کئے اور مسائل کے جوابات دیئے۔ اور روضۃ الصفا نے بھی اکثر نصائح و وصایا حضرت کے لکھے ہین جو اسکے بعد علیحدہ درج ہو گئے پس اسوقت تک تو کسیکو ہذیان کا خیال نہوا سب خاموشی سے سنتے رہے۔ کوئی قابل شکایت حرکت کسی سے سرزد نہوئی نہ کسی نے رسول کی بیماری پر رحم کرکے یہ عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ حالت مرض مین ہین۔ زیادہ کلام کرنے کی زحمت نہ فرمائین۔ نہ کسی نے یہ یاد دلایا کہ آپ دین کے کامل ہونیکا پہلے اعلان کر چکے ہین۔ اب ہمین نہ آپ کی نصیحتین سننے کی ضرورت ہے نہ آپکو اب ہدایت کرنیکا منصب ہے کیونکہ آپ کی مشن بعد اس اعلان کے ختم ہوگئی اب آپکو نبی سمجھنے کی بھی ضرورت

مراد
عطا

نہیں مگر رسول کے دوات قلم مانگتے ہی یہ دیکھکر کہ اب رسول کچھ لکھنا چاہتے ہیں باوجود اس اطمینان دلانیکے کہ وہ ایسی چیز ہوگی جو آئندہ گمراہی سے بچائیگی، دفعتاً انقلاب ہوگیا کہ اب رسول کو ہذیان بھی ہوگیا انکے درد و تکلیف کا بھی خیال پیدا ہوگیا اور رسالت بھی ختم کردی گئی، اور ایسے انداز و عنوان سے جسکو سنکر ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ کہنے والیکے دلمیں ہرگز کوئی عزت رسول کی نہ تھی اور ہرگز وہ سچا پیرو رسول کا نہیں سمجھا جا سکتا "ہذیان" رسول معاذ اللہ! اول تو ویسے ہی رسول کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے دوسرے آیات اول کے تمام پند و نصائح اور بعد کی نزاع کرنے والوں کو حکم ربانی یاد دلا کر زجر و توبیخ کرانا اسکی کافی تردید اور قول عمر کی کافی تکذیب کرتے ہیں +

مخالفت کا راز

از مظاہر

اب دیکھنا یہ ہے کہ آخر یہ رسول کا ارادہ تحریر ہدایت نامہ کا جس سے بقول رسول عام مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا حضرت عمر کے اسقدر مخالف طبع کیوں ہوا کہ پاس آداب رسول بھی بالائے طاق ہوگیا! اسکے متعلق ہم صرف "مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح حنفی" کی ذیل کی عبارت لکھکر اس تکلیف دہ روایت کو ختم کر دینگے جس سے اسپر کسیقدر بلا تشکیل روشنی پڑتی ہے اور اس تمام مخالفت و شور و شغب کا راز سربستہ کھلتا ہے جسمیں اور ہمدرد تاریخیں خاموش نظر آتی ہیں! ورود یہ ہے کہ:-

"کہا بعضوں نے کہ رسول نے چاہا تھا کہ معین کر دیں ایک کو اصحاب میں سے واسطے خلافت کے تا واقع نہو نزاع مؤمنین"

اب وہ راز سربستہ کھلا کیونکہ بعد تقرر خلافت مدینہ و ماموری قرارۃ سورہ برأۃ و اعلان غدیر خم جسکے شدو مد کے ساتھ مبارکباد دینے والے بھی حضرت عمر ہی تھے و دیگر اعلانات رسول و خدمات علی کے انکو کامل یقین ہوگا کہ وہ شخص جسکو رسول خلافت کیواسطے اس تحریر کی رو سے معین کرنا چاہتے ہیں وہ سوائے علی کے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا جو انکے ارادوں اور منصوبوں کے قطعی خلاف تھا ..... پس کہا عمر نے کہ تحقیق غالب آنحضرت پر بیماری اور ہمارے پاس ہے قرآن کفایت کرتی ہے ہمکو کتاب اللہ " فاختلف اهل البیت (یعنی اختلاف کیا اس رائے عمر سے اہلبیت نے اگر اہلبیت کے معنی سب گھر والوں کے ہیں تو شاید عائشہ و حفصہ بھی عمر سے اختلاف کرنے والوں میں ہونگی) ..... اور حضرت عمر کو مقصود اس کہنے سے تخفیف و آسائش دینی آنحضرت کی تھی۔ وقت سختی درد بیماری کے اور جان لیا تھا انہوں نے کہ یہ حکم حضرت و جوب جزم کے نہیں ہے (کیوں اور کیسے جان لیا تھا اسکا کچھ پتہ نہیں) بلکہ انکی مصلحت کیلئے ہے اگر کریں تو مختار ہیں اور نہ کریں تو وہ جانیں (تو پھر تحریر سے مخالفت کرنے اور رسول کو آزردہ کرنیکی کیا ضرورت تھی بعد تحریر بھی جب وہ متعلق بوجوب نہ تھا جسکو وہ جان چکے تھے تو اسپر عمل کرنے و نکرنے کے مختار ہوتے) رسول نے جب دیکھا کہ بعضے راغب نہیں ہیں جیسے کہ عمر اور جو کہ موافق انکے تھے (جنمیں سے کسیکا نام سوائے عمر کے نہیں بتایا جاتا) ترک کیا لکھنا ..... ابن عباس کہتے ہیں کہ تحقیق مصیبت کامل وہ حال ہے کہ ہوا حائل اور مانع درمیان پیغمبر خدا کے اور درمیان اسکے کہ لکھیں انکے لئے

یہ نوشتہ بسبب اختلاف آنکے کے اور شور وشعب انکے کے. کاش کہ وہ اختلاف وغل نہ کرتے تاکہ حضرت کچھ لکھتے کہ سبب ہدایت کا ہوتا پس تھا ابن عباس مائل طرف خلاف اس چیز کے کہ بھی عمر نے اور انہون نے کہ مانع تھے انکے اصحاب مین سے.... پھر روئے ابن عباس اتنا روئے کہ تر کر دیا انکے انسوؤن نے سنگریزون کو کہ وہان پڑے تھے"۔ (مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح) روضۃ الصفا نے اس روایت ابن عباس کا اتنا خلاصہ لکھکر چھوڑ دیا ہے کہ ابن عباس کہتے ہین کہ ایک مصیبت عظیم تھی کہ اصحاب رسول اللہ کو وصیت نہ لکھنے دی" اور خود حضرت عمر کے دو مقولوں نے جو ابن ابی الحدید معتزلی نے اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ مین نقل کئے ہین اسکی پوری تصدیق کر دی جو یہ ہین "ان رسول اللہ اراد ان یذکرہ (علی) للامر فی مرضہ فصددتہ (تحقیق رسول نے ارادہ کیا کہ ذکر کرین انکا (علی کا) واسطے امر خلافت کے پس روکدیا مین نے انکو) "ولقد اراد فی مرضہ ان یصرح باسمہ فمنعت من ذالک" (البتہ تحقیق ارادہ کیا رسول نے اپنے مرض مین تاکہ تصریح کرین ساتھ نام اسکے (علی کے) پس منع کیا مین نے ایسا کرنے سے)۔

اب ہم اس امر کے تصفیہ کو کہ مخالفین جیش اسامہ کا تخلف اور حضرت عمر کا قول وطریق عمل نسبت مانع ہونے تحریر رسول کے کیسا تھا کیوں تھا اور کیا نتائج اس سے پیدا ہوتے ہین ناظرین کی رائے وانصاف پر چھوڑ کر آگے بڑھتے ہین کیونکہ ہمارا مطمع نظر مناظرہ نہیں ہے واقعات کا صحیح اظہار ہے اور انکے مختلف پہلوؤں پر ناظرین کی توجہ دلادینا ہے مگر اتنا ضرور افسوس ہے کہ ایسے خاص وقت پر رسول کے ہدایت نامہ کو روکدیا جانا جو بقول حضرت گمراہی سے بچانیوالا ہوتا اس سے نہ صرف اسوقت کے مسلمان محروم ہوئے بلکہ ابدالآباد تک ہر مسلمان کو تاسف رہیگا کہ نہ معلوم رسول کیا لکھتے اور کیا ایسی ہدایت فرماتے جو سب کو گمراہی سے بچاتی۔ اور بظاہر اسباب رسول کو ایک مرکز قایم کرنے سے روک کر آئندہ افتراق کی مضبوط بنیاد قایم کر دیگی جس سے شیرازہ اسلام بالکل منتشر ہوگیا اور اسی وجہ سے حضرت ابن عباس کا رونا بھی ہمدردی اسلام کا رونا تھا۔

ہمین یہ دیکھکر بھی ضرور کسیقدر تعجب ہوتا ہے کہ اس تمام تضیہ وشور وشعب مین حضرت ابوبکر کا کوئی تذکرہ نہین پایا جاتا نہ معلوم وہ ہین کہان کیا ابن خلدون کی وہ روایت صحیح ہے کہ وقت رحلت رسول کے وہ اپنی اہل وعیال کے پاس سنح مین تھے۔ اگر وہ ہوتے تو کس پارٹی کے ہمخیال ہوتے اسکو ناظرین خود قیاس فرمالینگے۔

تصفیہ ناظرین کی رائے پر

وصایائے رسول۔ قصہ قصاص عکاشہ

وصایائے رسول از روضۃ الصفا

روضۃ الصفا کی بعض روایات سے رسول کے بعض وصایا ونصائح پائے جاتے ہین جنمین سے بعض جو آئندہ پر کسیقدر روشنی ڈالتے ہین خالی از دلچسپی نہین جو ذیل مین درج کئے جاتے ہین۔ اگرچہ عقیدت کیش مورخ نے انکو اپنے عقاید اور

جنبہ داری کے رنگ مین رنگا ہے. مگر انصاف بین نگاہ کو سچے ٹکڑے علیحدہ چمکتے ہوئے نظر آجائینگے ۔

وصیت، تاریخ مذکور مین تحریر ہے کہ رسول نے مہاجرین کو وصیت کی کہ تم مین سے جو کوئی انصار پر حکمران ہو وہ انکے ساتھ نیکی پیش آئے (اس سے یہ ظاہر کرنا معلوم ہوتا ہے کہ رسول نے کسیکو امر حکومت کیواسطے مخصوص نہین فرمایا تھا)

انصار سے وصیت کی کہ اے گروہ انصار میرے بعد ایک جماعت کو تمہارے اوپر ترجیح دینگے. انصار نے عرض کی کہ اسوقت ہمکو کیا سلوک کرنا چاہئیے. فرمایا صبر کرنا جب تک کہ تم میرے پاس حوض کوثر پہنچو (ناظرین اس کلام سے اگر یہ واقعی قول رسول ہے خود غور فرمائینگے کہ یہ ترجیح دینا رسول کے نزدیک کیسا معلوم ہوتا ہے)

قریش کو وصیت کی کہ مین تم کو حکومت کی وصیت کرتا ہوں کہ قریش اسکے متصدی ہونگے اور خلق انکی پیروی کریگی اہل بر و احسان تابع ارباب بر و احسان ہونگے و اہل شر و اسارت تابع ارباب شر و اسارت کے ہونگے (جملہ آخر نہایت معنی خیز ہے غرض اسکی بھی کیقدر غرض وصیت مہاجرین پر مبنی معلوم ہوتی ہے)

علی سے علی سے وصیت فرمائی کہ اے علی بعد میرے تیرے بہت سے مکروہات واقع ہونگے تمکو چاہئیے کہ اُنسے دل تنگ نہو اور صبر و تحمل سے کام لو اور جب دیکھو کہ لوگ دنیا کیطرف متوجہ ہوگئے تم آخرت کو اختیار کرنا (روضة الصفا و مناہج النبوت) کیسی واقعہ کیمطابق وصیت ہوئی ہے آئندہ کے واقعات کے مطالعہ کرنے والے دیکھینگے کہ بعد رسالت کیا کیا مکروہات علی پر واقع ہوئے اور کس کے ہاتھ ہوئے اور علی نے وصیت رسول پر کیسا پورا پورا عمل کیا. اور نیز یہ کہ وہ کون لوگ تھے جو دنیا کی طرف متوجہ ہوگئے اسی ایک قول و وصیت رسول سے خلافت ثلاثہ کی حقیقت کہ وہ دنیاوی حکومت تھی یا دینی خلافت پورے طور پر منکشف ہوجاتی ہے)

عائشہ کو عائشہ سے حسب خواہش اسکے نصیحت فرمائی کہ "تم کو چاہئیے کہ قدم گھر سے باہر نہ نکالو کیونکہ خدا فرماتا ہے" وقرن فی بیوتکن ...... الخ (اسکی عائشہ نے کہانتک تعمیل کی واقعہ جمل شاہد ہے)

وداع حسـ حضرت فاطمہ حسنین و علی کو امر بہ صبر فرمایا اور ملکر وداع کیا. (العبد ناکامی قصد تحریر و ملاحظہ حالات اصحاب کے جو کچھ وصایا فاطمہ ع ان حضرات نے فرمائے ہونگے انکو صرف ان سرسری و مختصر الفاظ مین لکھکر ٹالدیا گیا ہے. کیونکہ انکا اظہار روافق ان مورخین کے خلاف ہوتا. ہم بھی انکو ناظرین کی قوت ادراک قیاس پر چھوڑکر آگے بڑھتے ہین کیونکہ وہ بالکل فطری ہین اور بجائے تحریر کے انکا قیاس کرلینا زیادہ آسان ہے کہ وہ کیا کیا ہونگے)

علی کو ادائیگی وصیة مرض رسول بڑھتا گیا. رسول نے تمام دیون و قصاص ادا فرمائے ایک یہودی کے قرضہ کی بابت جو واسطے صرف لشکر اسامہ لیا گیا تھا علی کو اسکی ادائیگی کی ہدایت فرمائی (روضة الصفا مناہج النبوت) اعلان کیا کہ اگر مین نے کسیکو

تکلیف پہنچائی ہو تو مجھ سے انتقام لیلے عکاشہ ایک شخص کھڑا ہو گیا "یا رسول اللہ مجھے آپ کی ایک چھڑی لگ گئی تھی" رسول آمادہ ہوئے کہ عکاشہ انتقام لے۔ علی نے اس سے کہا کہ رسول کے بدلے چھڑی مجھے مارلے (طبری) عکاشہ نے پشت مبارک پر بوسہ دیا اور درگذرا ۔

علی قصاص دینے پر آمادہ

بروایت "ابو الفدا" حالت زیادتی مرض مین جو لوگون نے زیارت کی خواہش کی تو رسول نے فرمایا "کہ میری بیماری کی تکلیف کم ہے بہ نسبت تمہاری موجودگی کے" اب اس سے ناظرین غور کرلینگے کہ اسوقت کے مسلمانون نے کس قدر رسول کو خوش کیا تھا ۔

دو اصحاب کے انکار

قصہ امامت نماز۔ عائشہ کی چالاکی۔ رسول نے خود پہنچکر ابو بکر کو ہٹا دیا۔ ابو بکر غائب رسول کا خطبہ

اسی حالت شدت مرض مین جو وقت نماز آیا تو بلال آستانہ اقدس پر اطلاع دینے آئے حضرت بوجہ شدت مرض معذور تھے فرمایا جسکا دل چاہے پڑھا دے اہلسنت کہتے ہین کہ ابو بکر کو اجازت دی تھی (یہ عبارت صاحب روضۃ الصفا کی ہے جو تحریر کرتے ہین کہ "اہلسنت کہتے ہین" یعنی وہ اپنی ذاتی تحقیق سے نہین لکھتے) اور بقول حیات القلوب بوجہ شدت مرض بلال کے آنے سے رسول کو اطلاع نہوئی یا نہ کی گئی تو عائشہ نے چپکے سے ابو بکر سے کہلا بھیجا "کہ تم جاکر نماز پڑھا دو" صاحب مناقب مرتضوی حنفی بھی کہتے ہین "کہ امامت مسجد کا حکم رسول کیطرف سے نہ تھا بلکہ عائشہ کے ایما سے تھا کیونکہ اگر رسول کا حکم ہوتا تو خود باہر تشریف نہ لاتے۔ اعثم کوفی کا بھی یہی خیال ہے ۔

امامت نماز

بہرحال بقول "روضۃ الصفا" جب ابو بکر نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو اصحاب مین حضور کی عدم موجودگی سے گریہ وزاری ہونے لگی۔ تو رسول نے شور کی آواز سنی اور بعبارت حیات القلوب اصحاب امامت ابو بکر پر راضی نہوئے اور منازعت ہوئی جسکی اطلاع بلال نے در دولت پر اگردی۔ رسول خود اسی حالت مرض مین علی و عباس کے کندھوں پر سہارا دیکر مسجد مین تشریف لائے اور بقول روضۃ الصفا ابو بکر کو ہٹا کر خود بیٹھکر نماز پڑھائی۔ روضۃ الصفا مین یہی لکھا ہے کہ بعض روایات مین ہے کہ عمر نے نماز پڑھائی اور غلط قرات سے پڑھائی (مبلغ علم حضرت عمر اس سے ظاہر ہوتا ہے) رسول نے جو غلط قرأت کی آواز سنی تو خود باہر تشریف لائے اور انکو ہٹا کر خود نماز پڑھائی (اب ناظرین خود غور فرمالینگے کہ حضرت ابو بکر کو مامور بہ امامت نماز کرنا جو استحقاق و ثبوت خلافت مین استدلالاً پیش کیا جاتا ہے۔ رسول کے اس طریقہ عمل اور اختلاف روایات سے مفقود بصدق ہوسکتا ہے اسوجہ سے اعثم کوفی و مناقب مرتضوی کو بھی اسکی عدم صحت کا اعتراف کرنا پڑا)

رسول خود پہنچکر ابو بکر کو ہٹا دیتے ہین

بعد ختم نماز جو رسول نے مڑکر دیکھا تو ابو بکر نظر نہ آئے یعنی وہاں سے غائب تھے اور واقعی بعد خفیہ تخلف جیش اسامہ و نیز اس خود ساختہ امامت نماز کے انکو رسول کی نگاہ کے سامنے سے علیحدہ ہوجانا ہی چاہیئے تھا۔ حضرت نے بیٹھے فرمایا کہ "اے گروہ مردم تمکو

ابو بکر کا غائب ہونا رسول سے
اب خطبہ رسول

وہن تحافہ والسکے اصحاب پر تعجب نہین ہوتا کہ مین نے انکو اسامہ کے ساتھ جانیکا حکم دیا تھا پس انہوں نے میرے حکم کی مخالفت کی اور مدینہ کو واپس چلے آئے واسطے طلب فتنہ و فساد کے۔ پس حضرت نے حکم دیا کہ حضرت کو ممبر پر بٹھا دین چنانچہ بٹھا دیا گیا۔ حضرت نے مختصر خطبہ ارشاد کیا اور فرمایا کہ اے گروہ مردم مین نے تم کو تاریکی سے روز روشن مین پہنچایا۔ پس آپس مین اختلاف نکرنا میرے بعد جیسا کہ بنی اسرائیل نے اختلاف کیا تھا مین تمھارے درمیان دو بھاری چیزین چھوڑتا ہوں (انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ..... الخ) مین بروز قیامت تم سے سوال کرونگا کہ بعد میرے انکے ساتھ کیسے پیش آئے۔ پس ممبر سے اتر کر تشریف لیگئے۔

فاطمہ سے راز کی باتین۔ اسباب ذاتی حوالہ علی۔ داخلہ عزرائیل و اجازت فاطمہ

فاطمہ سے راز کی باتیں اب وہ وقت قریب ہے کہ ہادی عالم اس دنیائے ناپائیدار کو خیرباد کہے۔ اپنی پیاری بیٹی فاطمہ کی بیقراری دیکھکر پاس بلایا۔ عائشہ راوی ہیں کہ حضرت نے فاطمہ زہرا کو جنسے زیادہ حضرت کو کسی کی محبت نہ تھی اپنے پاس بلا کر کان مین کچھ کہا فاطمہ بے اختیار ہو کر رونے لگیں پھر حضرت نے بطور راز کے کچھ کہا کہ فاطمہ مسرور و خنداں ہو گئین۔ مین نے تعجب سے فاطمہ سے دریافت کیا تو انہوں نے اسوقت کچھ نہ بتلایا کہ رسول کے راز کو ظاہر کرونگی۔ مگر بعد انتقال حضرت کے جب مین نے فاطمہ سے پوچھا تو جواب دیا کہ اول حضرت نے اپنی وفات کی خبر دی تھی جس پر مین روئی تھی پھر دوبارہ مین خبر دی کہ اول جو شخص کہ حضرت سے جنت مین ملیگا وہ مین ہونگی اور فرمایا تھا کہ اے فاطمہ تو سیدہ زنان جنت ہوگی۔ اسپر مین خوش ہوئی تھی۔

اسباب ذاتی کے حوالہ اب وہ قیامت خیز واقعہ آگیا کہ مسلمانوں کا پشت و پناہ۔ غریبوں اور بیکسوں کا والی مصلح عالم اس عالم فانی سے عالم جاودانی کیطرف رخ کرے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بھائی علی مرتضی کو بلاؤ۔ علی آئے اپنی تلوار۔ خود۔ زرہ۔ ناقہ اور کپڑے کا وہ ٹکڑا جسکو کہ تنگی کیوقت شکم مبارک پر باندھا جاتا تھا عنایت کر فرمایا کہ میرا اسباب خاصہ تیرا ہے (کسیکو آئندہ اسمین مضایقہ نہوگا (مناقب مرتضوی) علی بالین سر رسول کے بیٹھے سر مبارک اپنے زانوں پر رکھا اور روح پاک حضرت کی اپنے اصلی مرکز عالم قدس کیطرف چلت کرگئی۔ تمامی کتب سیر و تواریخ مین حضرت عزرائیل قابض ارواح کے آنے اور حضرت فاطمہ سے تین مرتبہ اجازت داخلہ طلب کرنے اور حسب ہدایت حضور فاطمہ کے اجازت دینے پر داخل ہو کر بعد بشارت روح القدس باجازت حضرت قبض روح کرنیکے تفصیلی حالات درج ہین جو ناظرین کو کتب مناقب و سیر سے ملسکتے ہین۔

عزرائیل کا اجازت فا

وفات حسرت آیات رسول عمر کی تلوار بکف ممانعت اشاعت خبر وفات ابوبکر کی فہمایش و خطبہ

وفات وفات حسرت آیات حضرت کی بروایت اہل سنن بروز دوشنبہ دوازدہم ولقولے ۲ ربیع الاول ۱۱ھ و بروایات اہل تشیع متفقہ طور پر ۲۸ صفر ۱۱ھ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء بعمر ۶۳ سال ہوئی اور شب چہارشنبہ مین دفن ہوئے

یہ ظاہر ہے کہ اس قیامت عظمیٰ سے فاطمہ زہرا علی و حسنین کی جو ہر وقت پیارے شفیق نانا کے سینہ سے چپٹے رہتے تھے۔ خصوصاً اور بنی ہاشم کی عموماً اسوقت مدینہ کی فضا اور مہاجرین و انصار کی حالت دیکھتے ہوئے کیا حالت ہوتی ہوگی +

روضۃ الصفا میں روایت ہے کہ بعد انتقال حضرت اندر اہلبیت میں سخت ماتم برپا تھا۔ باہر انصار و مہاجرین کا مجمع ہوگیا (بسول عمر تلوار) عمر بعد انتقال حضرت قسم کھاکر لوگوں سے کہتے تھے کہ رسولخدا ہرگز فوت نہیں ہوئے بلکہ ضعف ہوگیا ہے جیسا موسیٰ کو ہوا تھا (جو کہے گا) اور بنجد احضرت دار دنیا میں اسوقت تک زندہ رہینگے کہ زبان اہل کذب کی کاٹیں گے (اب ناظرین خود دیکھ لینگے کہ قسمیں حضرت (یا انتقال کیا) عمر کی کہانتک سچی اور فاروقیت کے شایاں تہیں اور یہ بھی آئندہ دیکھ لینگے کہ انکی غرض کیا تھی) اور تلوار نیام سے نکالکر (دے گا) دروازہ مسجد پر کھڑے ہوکر کہتے تھے کہ جو کوئی یہ کہیگا کہ رسولخدا نے انتقال کیا اسکے جسم کے دو ٹکڑے کردونگا (اللہ رے بہادر اور واہ رے مدبر کہ واقعہ انتقال تا حصول مقصد شہرت نہ پکڑنے پاوے) اس سے اصحاب میں حضرت کی وفات کی بابت اشتباہ پیدا ہوگیا (کسقدر غرض حاصل ہوئی۔ ممکن ہے کہ بہت سے اصحاب وہاں سے چل بھی دئیے ہوں) اسپر ابوبکر (جو غالباً سنخ سے آگئے ہونگے) دوڑے ہوئے اندر گئے اور حال دیکھکر باہر آئے اور چھ مرتبہ عمر سے کہا کہ اے عمر چپ رہو اور ایسا مت کہو۔ رسول فوت ہوگئے کیا تو نے نہیں سنا کہ خداوند عالم نے اپنی کتاب میں حضرت سے خطاب کرکے فرمایا ہے "انک میت و انہم میتون" اور قرآن میں یہ بھی ہے کہ "وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد فان مت فہم الخالدون" اور ابوبکر نے بالائے منبر جاکر خطبہ پڑہا اور کہا کہ "من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت" (اگر نظر عمیق محل استعمال پر لحاظ کرکے غور کیا جائے تو اسموقعہ کے یہ فقرے بھی وہی حسبنا کتاب اللہ کی تفسیر معلوم ہونگے) اور بعد اسکے آیہ کریمہ "وما محمد الا رسول ... الخ" تلاوت فرمائی (اور واقعی ایسے موقعہ پر اسکے پڑہنے کی ضرورت بھی تھی تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ محمد تھے ہی کیا ایک رسول تھے جو ختم ہوگئے جیسا کہ آجکل کے نجدیوں کا عقیدہ ہے) عمر کہتے ہیں کہ بخدا گویا میں نے ان آیات کو کبھی سنا ہی نہ تھا (کیا علم قرآن ہے اسکا جو جائز حقدار خلافت رسول سمجھا جاتا ہو) جب ابوبکر سے سنا تو لرزہ میرے بدن میں پڑگیا اور میں گر پڑا۔ تب آدمیوں کو (جو دو چار سمجھے ہونگے) یقین حضرت کی وفات کا ہوا بہم

عمر و ابوبکر و ابوعبیدہ رسول کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر سقیفہ چلے گئے جو صرف اہلبیت کے ذمہ رہی

بعد فراغت اس خطبہ کے ابوبکر بعد ادائے مراسم تعزیت اہلبیت سے یہ کہکر کہ غسل و کفن و دفن کا کام تمہارے متعلق ہے (اور حکومت کا ہمارے متعلق ہے؟ کیا خوبصورت تقسیم کام کی تھی۔ اور کیوں نہ ہوتی رسول انکے قصور ہی تھے تیمار داری کی درخواست بھی ایک مصلحت پر مبنی تھی جو حاصل ہوگئی) اور خود معہ عمر و ابوعبیدہ جراح جانب سقیفہ بنی ساعدہ دوڑ گئے کیونکہ سنا تھا کہ سرداران انصار سقیفہ میں جمع ہوکر چاہتے ہیں کہ امر خلافت کو قرار دیں یہ سب عبارت روضۃ الصفا (ابوعبیدہ ساتھ عمر بھاگ گئے)

کی ہے ابن خلدون. طبری. ابوالفدا. تاریخ الخلفا وغیرہ سے بھی بالکل یہی مضمون ظاہر ہوتا ہے کہ ابوبکر وعمر کار تجہیز و تکفین رسول کو صرف اہلبیت پر چھوڑ کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے "اور مصطفےٰ را بکفن نگذاشتند"

صرف اہلبیت و تکفین میں

تجہیز و تکفین و غسل رسول مین کون کون شریک ہوا و سبب تاخیر دفن رسول صحابہ تین دن بعد تک غایب. عایشہ کی لاعلمی وقت دفن رسول سے

کون کون تجہیز و رسول کو رہ

بقول روضۃ الصفا جب ابوبکر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے تو گھر مین رسول کے صرف علی عباس فضل. قثم پسران عباس اسامہ بن زید و صالح آزاد کردہ رسول جسکا لقب شقران تھا رہ گئے تھے مردونمین سوا انکے اور کوئی نہ تھا. در حجرہ بند کر لیا گیا. انصار مین سے صرف اوس بن خولی انصاری و بقول ابوالفدا کے ابوطلحہ انصاری نے علی سے التجا کی کہ اسکو تجہیز و تکفین رسول مین شریک کر لیا جاوے چنانچہ وہ شریک کر لیا گیا۔

غسل رسول و کس کس نے دیا

بروایت روضۃ الصفا رسول کو انکے کپڑونمین ہی غسل دیا گیا علی نے غسل دیا ایک پارچہ ہاتھ سے لپیٹ کر جامہ مبارک کے اندر ہاتھ ڈالکر غسل دیا گیا. فضل بن عباس حضرت کے پیراہن کو اٹھائے تھے. اسامہ بن زید و شقران پانی ڈالتے تھے۔ عباس و قثم کروٹ بدلواتے تھے ایک مرتبہ آب خالص سے ایک مرتبہ آب سدر سے. اور ایک مرتبہ آب کافور سے غسل دیا گیا جسم اطہر پر دو پیراہن و ایک نیم تنہ تھا جسکو بعد غسل نچوڑ دیا گیا. بروایت عائشہ حضرت کو تین کپڑوں مین کفن دیا گیا جو سیے ہوے نہ تھے و بروایت عباس کفن حضرت کا دو قطعہ ثوب سفید کے تھے اور ایک برد یمانی تھی. بعد غسل و کفن کے حضرت کو ایک سریر پر لٹا یا گیا جو ام سلمہ کا چار ہزار درہم کا خرید کردہ تھا. تھوڑی دیر جنازہ حضرت حسب ہدایت حجرہ مین تنہا چھوڑ دیا گیا کہ ملائکہ نے نماز پڑھی. پھر علی و عباس و گروہ خواص اہلبیت نے نماز پڑھی۔

سبب تاخیر دفن رسول

اسکے بعد صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہین کہ تمام مہاجرین و انصار و لڑکوں اور عورتوں نے آکر علیحدہ علیحدہ بلا امامت کے نماز ادا کی بعضے کہتے ہین کہ یہی سبب تاخیر دفن کا ہوا گویا تین روز تک نمازین ہی پڑھی جاتی رہین) اور بعض کہتے ہین کہ تاخیر کا سبب یہ تھا کہ اس امر مین اختلاف ہوا کہ حضرت کو دفن کہاں کیا جاوے کچھ رائے تھی کہ قبرستان بقیع مین دفن کیا جائے بعض کی رائے مسجد کی تھی بعض کے نزدیک گھر مین ہی دفن کرنا مناسب تھا. اب لکھتے ہین کہ شیعہ کہتے ہین کہ سبب تاخیر یہ تھا کہ تمامی مہاجرین و انصار تعین امر خلافت مین مشغول تھے مگر بزعم اہلسنت یہ نہین ہے (جا ہے واقعہ یہی ہو) ابوبکر نے انکو کہا کہ اسمقام پر دفن ہونا چاہیئے جہاں روح قدس قالب اطہر سے علیحدہ ہوئی. مگر مولوی عبید اللہ امرتسری اپنی سوانحمری مین لکھتے ہین کہ ابوبکر سقیفہ سے اسوقت لوٹے تھے جب حضرت دفن ہو چکے تھے اور شرکت جنازہ سے محروم رہے جسکا انکو مدت العمر قلق رہا۔

ابوبکر کا سقیفہ سے بعد دفن رسول لوٹے

ینہ رسول ہو کہ ... ل کب دفن ہوئے

بہر حال طے یہی ہوا کہ حجرہ عائشہ میں ہی دفن ہوں۔ لیکن "روضۃ الصفا" میں حضرت عائشہ سے ایک حیرت انگیز روایت نقل کی گئی ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ ہمکو معلوم نہوا کہ رسول اللہ کب دفن ہوئے۔ سہ شنبہ کی صبح تک" (ایک تو زوجہ رسول دوسرے انکے ہی حجرہ میں رسول دفن ہوں اور انکو خبر نہو کہ رسول اللہ کب دفن ہوئے۔ کیا یہ بھی تعیین خلافت کے شور و شغب میں شریک اور مصروف تھیں موقعہ تو تھا باپ کو شاہی اسلام ملنے کی کوشش تھی)

ابوطلحہ انصاری نے قبر کھودی

مدینہ میں دو شخص گورکنی کا کام کرتے تھے ایک ابوعبیدہ جراح جو قبور مہاجرین بطریق حفر کھودا کرتا تھا۔ دوسرا ابوطلحہ انصاری جو قبور انصار بطریق لحد کھودتا تھا۔ دونو کو بلوایا گیا کہ جو پہلے آجائیگا۔ اسی سے قبر کھدوالی جائیگی۔ ابوعبیدہ جراح نہ ملے یا نہ آئے اور وہ ملتے یا آتے کہاں سے وہ تو سقیفہ بنی ساعدہ میں ساتھ لیجائے گئے تھے انکو معاملہ خلافت سے فرصت کہاں تھی ابوطلحہ آئے انہوں نے اپنے طریق پر قبر حضرت کی کھودی ؛

دفن رسول علی آخر شخص تھے جو قبر رسول سے نکلے و مرثیہ فاطمہ

دفن رسول

بروایتے شب چہار شنبہ کو جسد اطہر آغوش قبر میں اتار اگیا۔ دوشنبہ کو انتقال ہوا تھا۔ بروقت دفن کے بروایت روضۃ الصفا صرف عباس، علی، عقیل بن ابیطالب، شقران، فضل و قثم پسران عباس، اسامہ، عبدالرحمن بن عوف قبر پر تھے۔ شقران نے ایک قطیفہ جو فتح خیبر میں حضرت کے ہاتھ آیا تھا فرش قبر پر بچھا دیا تھا یہ بات مخصوص حضرت کیواسطے ہی تھی۔ آخر شخص جو قبر رسول سے باہر آیا وہ علی تھے جب سب مخصوصین حضرت قبر سے نکل آئے تو مٹی دیدی گئی۔ صورت قبر منور کی بروایتے مسطح و بروایتے سنم تھی۔ اس تمام تحریر روضۃ الصفا سے ظاہر و ثابت ہو گیا کہ غسل و تجہیز و تکفین یہانتک کہ دفن رسول میں بھی سوائے خاندان رسالت کے صحابہ میں سے جو پروانے شمع رسالت کے کہے اور مانے جاتے ہیں کوئی بھی شریک نہوا اور مولانائے روم کا یہ شعر بالکل سچ ہے ؎

علی آخر شخص تھے جو قبر رسول سے نکلے

چوں صحابہ حب دنیا داشتند ✦ مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند

مرثیہ رسول مصنفہ فاطمہ

انتقال پرملال حضرت میں حضرت فاطمہ و دیگر اہل خاندان حضرت نے مراثی کہے جو کتب سیر میں بکثرت موجود ہیں حضرت فاطمہ کے تین شعر درج کئے جاتے ہیں ؎

اذا اشتد شوقی زرت قبرک باکیاً ✦ انوح و اشکوا لا اراک مجادبی

جب میرا شوق بڑھا تو میں روتے ہوئے آپ کی قبر کی زیارت کی ✦ میں نوحہ کرتی ہوں اور شکایت بھی لیکن یہ کیا ہو گیا کہ آپ مجھکو جواب نہیں دیتے

فیا ساکن البطحا علمتنی البکاء ✦ و ذکرک انسانی جمیع المصایب

پس اے پتھریلی جگہ میں رہنے والے آپ نے مجھکو رونا سکھا دیا ✦ اور آپ کی یاد نے تمام مصیبتیں مجھے بھلا دیں ؛

فان کنت عنی فی التراب مغیباً — فما کنت عن قلبی الحریق بغائب

پس اگر آپ مجھ سے علیحدہ ہو کر زمین میں پوشیدہ ہو گئے ہیں — تو آپ میرے دل سوزان سے تو غایب نہیں ہیں

دفن رسول کا نظارہ۔ مولوی شبلی کی تسلیم واقعات و رفع الزام کی کوشش و اسپر تنقیدی نظر

جنازہ رسولؐ سوائے اہل خا[نہ] کوئی شریک

ناظرین مسلمانان عالم تو درکنار غیر اقوام کو بھی خیال ہوگا کہ رسول اسلام کا جنازہ تھا جس کے فیض ہدایت سے اس ۲۳ سال کی مدت میں اتنے مسلمان ہو گئے تھے کہ حجۃ الوداع میں انکے ساتھ ایک لاکھ مسلمانوں کا مجمع تھا غیر مستطیع مسلمان اسکے علاوہ رہے اور جسکے دین کا تمام عرب میں ڈنکا بج رہا تھا اسکا جنازہ بڑے ہجوم و شکوہ و شان کے ساتھ اٹھا ہوگا انکی رعیت نے خصوصاً اس کی سب سے پیاری اکلوتی بیٹی فاطمہ کو ایسے جلیل القدر باپ کا بڑے مجمع کے ساتھ پرسا دیا ہوگا خصوصاً وہ لوگ تو ضروری جنازہ کی شمولیت میں ہونگے جنھیں تاریخ ہائے اسلام نے رکن اسلام قرار دیا ہے اور جو ایک جم غفیر کے نزدیک دلدادگان رسول و رہبر و ماہ اسلام مانے جاتے ہیں مگر آپ ان لوگوں کے نام بھی انھیں تاریخوں سے سن چکے جو تجہیز و تکفین و دفن رسول میں شریک ہوئے اور جس شکوہ کے ساتھ جنازہ رسول اٹھا اور جتنے آدمی جنازہ کیساتھ تھے دیکھ چکے واقعی اس سے زیادہ مسلم کو کوئی دوسرا موقعہ شرم کرنے کا غیر قوموں کی نگاہوں میں نہیں ہو سکتا علی و فاطمہ کو جس جس عنوان و الفاظ سے پرسا دیا گیا اور ان مصیبت زدہ پس ماندگان رسول سے جو جو ہمدردیاں کیگئیں ان سے تواریخ خالی نہیں جو تالیف ہذا کے آخر میں ملاحظہ فرمائینگے لیکن آخر یہ کیوں ایسی کایا پلٹ مسلمانوں کی اور اسلام کی ہو گئی؟ اسکا دیکھنا تاریخ میں نگاہ کیواسطے جس نے ابتدا سے تمدن و طبائع عرب۔ اسلام کی تدریجی کیفیات۔ رسول کی آخری حصہ عمر کے حالات۔ علی کے غیر معمولی عروج منزلت اور اسباب۔ منافقین کی ریشہ دوانیوں وابستگان اسلام کے منصوبوں و ارادوں کا بغور مطالعہ کیا ہے کچھ زیادہ دشوار نہیں ہے

ہم ایک انگریز مورخ واشنگٹن ارونگ کی ایک مختصر سی تحریر لکھکر جس سے اسپر ایک خفیف سی روشنی پڑتی ہے اس بحث کو ختم کردینا چاہتے ہیں وہ لکھتا ہے کہ "جس وقت علی اور انکے دوست فاطمہ کے گھر میں مشورہ دفن میں مصروف اور حیران (یعنی مدینہ یا سقیفہ) کے واقعات سے بیخبر تھے۔ ان لوگوں نے شوریٰ کی ترکیب اختیار کی کہ مسئلہ خلافت کو آپس میں طے کر ڈالیں۔ انمیں سب سے ممتاز دو شخص ابوبکر و عمر تھے اس مجمع کا پہلا کام اس امر کا اعلان تھا کہ حکومت اسلام موروثی نہیں بلکہ انتخابی ہونی چاہیئے جس سے علی کے حقوق برباد کردیئے گئے اور معاملہ خلافت کو انتخاب پر چھوڑ دیا یہ قریش کے حسد پر مبنی کہا جاتا ہے جو قریش کی شاخ عبد الشمس کی اولاد میں موجود تھا جنہیں خوف تھا کہ اگر علی کے حقوق کا لحاظ کیا گیا تو اختیار خلافت مثل خانہ کعبہ کی مجاوری کے ہمیشہ کے لیئے آل ہاشم کے اندر مخصوص ہو جائیگا... ابوبکر کے حقوق کو انکی بیٹی عائشہ نے بہت زور دیکر پیش کیا جنکا مسلمانوں میں بہت اثر تھا! اور جنہیں اپنے باپ کے لیئے ویسا پر جوش غبطہ نہیں ہوا تھا جتنا کہ علی

کی نفرت کی وجہ ہے کیونکہ انہوں نے عائشہ کی نسبت ایک الزام سننے کی توجہ کی تھی مولف تاریخ الاسلام بھی کسیقدر جائز تاسف سے لکھتے ہیں کہ افسوس خاندان نبوت بھی اس سے خالی نہ رہ سکا. ابھی حضرت دفن بھی نہ ہوئے تھے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت پر بحث شروع ہو گئی" +

مولانا شبلی کا تسلیم واقعات
...استعجاب...

مولانا شبلی نے بھی جو کسیقدر واقعات کو تسلیم کرتے ہوئے اس حالت کا نقشہ کھینچکر اس دھبہ کے دھونیکی بیکار کوشش فرمائی ہے جو خالی از دلچسپی نہیں وہ استعجاباً تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ واقعہ بظاہر تعجب سے خالی نہیں ہے کہ آنحضرت نے انتقال فرمایا تو فوراً نزاع پیدا ہو گئی اور اس بات کا بھی انتظار نہ کیا گیا کہ پہلے تجہیز و تکفین سے فراغت کر لیجائے. کسکے قیاس میں آسکتا ہے کہ رسول اللہ انتقال فرمائیں اور جن لوگوں کو عشق و محبت کا دعوی ہو وہی انکو بے گور و کفن چھوڑ کر چلے جائیں اور اس بندوبست میں مصروف ہوں کہ مسند حکومت اوروں کے قبضہ میں نہ آجائے. تعجب پر تعجب یہ ہے کہ یہ فعل ان لوگوں (حضرت عمر و ابوبکر) سے سرزد ہو جو آسمان اسلام کے مہر و ماہ تسلیم کیئے جاتے ہیں اس فعل کی ناگواری اور زیادہ نمایاں ہوتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں کو آنحضرت سے فطری تعلق تھا یعنے حضرت علی و خاندان بنی ہاشم انپر فطری تعلق کا پورا اثر ہوا اور اسی وجہ سے انکو آنحضرت کے درد و غم اور تجہیز و تکفین سے ان باتوں کیطرف متوجہ ہونے کی فرصت نہ ملی" آگے چلکر فرماتے ہیں کہ "ہم اسکو تسلیم کرتے ہیں کہ کتب و سیر سے بظاہر اسی قسم کا خیال پیدا ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں (کیوں نہیں؟ کچھ پتہ نہیں. اور نہیں معلوم ہوتا کہ اس حقیقت کا انکشاف یا انعکاس مولانا موصوف پر کس الہامات کے ذریعہ سے ہوا) فرماتے ہیں کہ "یہ سچ ہے کہ حضرت عمر و ابوبکر وغیرہ آنحضرت کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے

مولانا شبلی کا اقرار
...حالات

یہ بھی سچ ہے کہ انہوں نے سقیفہ میں پہنچکر خلافت کے بارے میں انصار سے معرکہ آرائی کی اور اسطرح کوششوں میں مصروف رہے کہ گویا انپر کوئی حادثہ ہی نہیں پیش آیا تھا یہ بھی سچ ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت کو نہ صرف انصار بلکہ بنی ہاشم اور حضرت علی سے بھی بزور منوانا چاہا. گو بنی ہاشم نے بآسانی انکی خلافت تسلیم نہیں کی (ان سب باتوں کو

...الزام کی کوشش

تسلیم کرکے مولانا شبلی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ) لیکن اس بحث میں غور طلب جو باتیں ہیں وہ یہ ہیں کہ کیا خلافت کا سوال حضرت عمر وغیرہ نے چھیڑا تھا. کیا یہ لوگ خود اپنی خواہش سے سقیفہ بنی ساعدہ گئے ..... اور ایسی حالت میں جو کچھ حضرت عمر وغیرہ نے کیا کیا وہ کرنا چاہیے تھا یا نہیں؟ +

...مولانا شبلی پر
...عیدی نظر

ہمارا مقصد واقعہ بحالات پر روشنی ڈالنا تھا جو مولانا موصوف کے مسلمات سے جو خود انہوں نے کیئے ہیں حاصل ہو جاتا ہے اب آگے جو انکی توجیہات ہیں انکی تشریح و تردید یہ مناظر کا کام ہے جو بآسانی انہیں کے بیان کی تواریخ و حالات و نوعیت واقعہ سے بخوبی کر سکتا ہے ہمارا مطمع نظر مناظرہ نہیں ہے کہ انکی تردید کریں مگر مولانا موصوف سے اتنا عرض کیئے بغیر

گذرجانیکو بھی دل نہین چاہتا کہ اوّل تو آئندہ واقعہ کیحالت سے ظاہر ہوگا کہ یہ سوال ضرور انہیں حضرات کا اٹھایا ہوا تھا اور آج کا نہین بلکہ پہلے کا سوچا اور سمجھا ہوا تھا جیسا کہ کسیقدر ناظرین واقعہ عقبہ کارروائی سقیفہ سے بھی دیکھ چکے مین اور اگر یہ بھی نہو تو اسطرف توجہ کرنیکا سب سے پہلے بنی ہاشم و علی کا کام اور حق تھا نہ کہ اُن حضرات کا جو نہ بحیثیت قرابت نہ بحیثیت علم و فضل نہ بحیثیت خدمات کے اس منصب خلافت کا کوئی جایز حق رکھتے تھے مصاحب رسول ضرور تھے جیسے اور ہزاروں تھے اور وہ بھی ایسے کہ ہمیشہ مشکل و مخدوش موقعوں پر رسول کو دشمنوں مین تنہا چھوڑ چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے رسول کے اقوال و افعال پر معترض رہتے تھے اور مخالفت پر آمادہ. آخر وقت تک مین رسول کو ناخوش کیا. کسی وقت مین کوئی نمایاں خدمت اسلام کی اُن سے ظاہر نہوئی. اُنہین رسول کے جنازہ کو چھوڑ کر دوڑ جانے کی کیا ایسی ضرورت تھی اور اگر کچھ ہمدردی اسلام تھی تو خبر ملنے پر سب سے پہلے علی اور بنی ہاشم کو اسکی اطلاع کرتے اور انکے صلاح و مشورہ سے جو کچھ کرتے کرتے جسکا کوئی ثبوت کسی تاریخ سے نہین ملتا نہ یہی پتہ چلتا ہے کہ اپنی خواہش سے نہیں گئے تھے بلکہ کسیکے بھیجے یا مجبور کیئے ہوئے گئے تھے. اور گئے بھی تھے اور انکو رسول و دین رسول سے کچھ محبت یا ہمدردی تھی تو اس مجمع مین جاکر اخلاقاً بھی انکا فرض یہ تھا کہ اُنسے کہتے کہ بھائیو اول دفن رسول سے فارغ ہو لو اُسکے بعد اس قصہ خلافت کو طے کرنا ہمارے خیال مین تو کوئی مسلمان بھی ایسا نہوتا جو اس معقول بات کو نہ مانتا اس اہم فرض کیطرف علانیہ توجہ دلانے پر بھی اسکی طرف سے منہ موڑتا اور اگر یہ بھی نہین تو ان کی نیک نیتی و انصاف کا مقتضی تو یہ تھا کہ یہ کہتے کہ بھائیو اس جلسہ مین علی کو یا خاندان رسول مین سے بھی تو کسیکو شریک کرو جس کی جانشینی کا قصہ طے کر رہے ہو اور اگر یہ نہین تو خلوص و نیک نیتی کی بات تو یہ تھی کہ سب سے پہلے وہ رسول کے صاف و صریح اعلانات کیطرف توجہ دلاکر اور علی کی اُن عظیم خدمات اسلامی کو یاد دلاکر جن کی بدولت اسلام اسلام کہلائے جانے کی قابل ہوا اور جو کیا بلحاظ قرابت و محبت رسول و کیا بلحاظ علم و فضل، زہد و اتقا، عدل و شجاعت و تمامی صفات حمیدہ کے تمامی امت سے افضل تھے اور بوجہ اپنی خدمات کے بھی سب سے زیادہ مستحق خلافت رسول تھے انکو اس مجمع کے سامنے پیش کرتے اگر کثرت رائے انکے یا خاندان رسول مین سے اور کسیکے بھی خلاف ہوتی تب ہی اپنے آپ کو پیش کرتے. مگر سقیفہ کی کارروائیوں سے جو آگے چلکر پیش کیجائینگی ناظرین دیکھ لین گے کہ ان مین سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی پھر کیسے کوئی منصف طبیعت یہ طے کر سکتی ہے کہ انہوں نے وہ کیا جو انکو کرنا چاہیئے تھا جسکا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے کیا وہ اسطرح پر ہرگز انکو نہ کرنا چاہیے تھا۔

انس بن مالک روایت

اسکی تائید مین ہم صرف مدارج النبوت کی انس بن مالک والی روایت کو پیش کرینگے جو یہ ہے کہ انس کہتے ہین کہ ہنوز رسول خدا کے دفن سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ دل ہمارے پھر گئے زکاہے ؎ غالباً محبت رسول یا خاندان رسول یا

خود اسلام سے مطلب ہوگا، اور پردہ ہمارے اوپر پڑا کہ ایسا انکار کیا ہے جسنے اپنے دلون کے تیئن ہر ایک سے " (یعنی اس چیز سے کو جو ہم کرنا چاہیئے تھی)

اگرچہ ہمارا کام جو سوانحعمری رسول کا تھا وہ وفات رسول تک ہی پہنچکر ختم ہوجاتا ہے سقیفہ بنی ساعدہ مین کیا ہوا اور کسطرح ہوا یہ بعد کے واقعات ہین جنکے واسطے علیحدہ ایک مبسوط رسالہ وتالیف کی ضرورت ہے، لیکن چونکہ واقعہ سقیفہ اور وفات رسول ایک دوسرے سے دست وگریبان ہین اور تواریخ کیموافق دفن حضرت بھی تین روز کے بعد یعنی بعد طے ہونے امر سقیفہ کے ہوا لہذا ضرورت ہوئی کہ وہاں کے واقعات کا بھی مجملاً ومختصراً ذکر کرتے چلین +

واقعات وحالات سقیفہ بنی ساعدہ۔ مخبری کی تحقیق۔ سقیفہ مین مجمع کن لوگونکا تھا

...عات سقیفہ
...نی ساعدہ

کہا یہ جاتا ہے کہ بعد رحلت رسول ہی سقیفہ بنی ساعدہ مین کچھ انصار واسطے طے کرنے امر خلافت کے جمع ہوگئے تھے جسکی خبر بقول دیگر مورخین تو ایک مخبر نامعلوم الاسم کے ذریعہ سے اور بقول روضۃ الصفا مغیرہ بن شعبہ کے ذریعہ سے جو ایک بڑا مشہور تھا ابوبکر وعمر کو ہوئی تو یہ دونون ابوعبیدہ جراح کو ساتھ لیئے ہوئے بلا توقف وبلا انتظار تجہیز وتکفین رسول وہاں کو چلدیے اصل صورت واقعہ کے سمجھنے کے واسطے ناظرین کو یہ ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ سقیفہ بنی ساعدہ مدینہ سے تین کوس کے فاصلہ پر تھا۔ اتنا فاصلہ طے کرنیکو کم ازکم ڈیڑھ گھنٹہ کی ایک جوان آدمی کیلئے ضرورت ہے، اب دیکھنا اس امر کا ہے کہ آیا یہ مخبر کوئی اتفاقیہ اور ہمدرد اسلام مخبر تھا یا پیشتر کا کسیکا مخصوص معین کردہ تھا۔ اس نے کہانسے آکر خبر دی اور کسکو؟ اور یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ بقول ابن خلدون انتقال رسول کیوقت ابوبکر اپنے عیال کے پاس سنح مین تھے معلوم نہین کب تشریف لائے۔ غالباً خبر رحلت رسول پاکر ہی تشریف لائے ہونگے پس اگر یہ مخبر اتفاقی اور ہمدرد رسول یا اسلام کا ہوتا تو سب سے پہلے وہ اس خبر کو علی یا کسی بنی ہاشم کے پاس پہنچاتا جنکو رسول سے تعلق قرابت و وراثت تھا مگر وہ لوگ آخر وقت تک اس شوریٰ اور اجماع سے لاعلم رہے یا سوا ان مخصوص دو بزرگوارونکے جنکے نام اوپر آچکے ہین۔ دیگر مہاجرین یا اہل مدینہ مین اور کسی سے اسکا تذکرہ کرتا۔ انہین دو شخصوں کی خصوصیت کی کیا وجہ تھی لیکن اسکا کسی اور سے کہنا یا کسی اور کا ان بزرگوارونکے ساتھ جانا کسی تاریخ سے ثابت نہین ہوتا۔ لہذا ثابت ہوا کہ یہ مخبر پہلے کا معین کردہ انہین دو حضرات کا تھا اب رہا یہ امر کہ مخبر نے کہاں سے آکر خبر دی۔ ضرور ہے کہ سقیفہ سے ہی آکر خبر دی ہوگی ورنہ اسکو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ کس غرض سے اجماع ہے اور کہاں جمع ہونگے تو ایسی حالت مین جبکہ مخبر وہاں سے اجماع دیکھکر آیا اور یہ یہاں سے چلتے جبکہ پہونچتے پہونچتے جبکہ پیدل گئے تھے۔ کم ازکم تین گھنٹہ کا وقفہ ہوجاتا۔ اتنی مدت مین تو انصار آپس مین نہایت آسانی سے سعد بن عبادہ کو جو رئیس قوم اور رسول کے نزدیک بھی ممتاز تھے یا کسی اور کو امیر وخلیفہ بنا کر جبکہ کوئی مخالف نہ تھا بیعت وغیرہ کے قصہ سے

خبر آزاد تھا یا
...مین کردہ

بھی فراغت حاصل کرسکتے تھے جسکے بعد انکا پہونچنا اور اختلاف کرنا ویسا ہی بے سود ہوتا جیساکہ انکی بیعت کے بعد دوسروں کا اختلاف بے سود ہوا۔ یہ عین وقت پر جبکہ گفتگو شروع ہی ہوئی تھی پہنچا کیسا +

مخبر نے خبر کہاں پہنچائی

دوسری بات یہ دیکھنی ہے کہ مخبر نے یہ خبر کہاں پہنچائی۔ یہ بالکل ظاہر ہے کہ اسمقام پر تو پہنچائی نہیں جہاں چند خاندانی آدمی تجہیز و تکفین رسول کے سامان مین مصروف تھے ورنہ علی و بنی ہاشم کو بھی ضرور اطلاع ہوتی۔ اگر مخبر کسیوجہ سے ان تک نہ پہونچ سکتا تھا تو یہ دونوں بزرگوار تو صفائی قلب سے علی یا عباس یا کسی اور بنی ہاشم سے اسکا تذکرہ کرتے کہ انصار کے اس غرض سے اجتماع کی خبر ملی ہے ہم اسکے انسداد کو جاتے ہین یا اور مہاجرین یا شرفاء اہل مدینہ کو اطلاع دیتے یا تجہیز و تکفین رسول اس معاملہ کے التوا کیغرض سے انکو اپنے ساتھ لیجاتے۔ انکو یہ کیسے یقین یا گمان تھا کہ انصار کے مجمع کثیر کے مقابلہ مین ہم دو یا تین شخص سربرو کامیاب ہو جاینگے۔ ان تمام باتوں پر لحاظ و غور کرنے سے ایک منصف تاریخ بین نگاہ اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہسکتی کہ یہ سب وہی پہلے کی کہی بدی اور طے شدہ باتین تھین جنکی بابت پیشتر عہدنامہ تحریر ہو چکا تھا کہ بعد رحلت رسول فوراً جمع ہو کر امر خلافت کو قبل اسکے کہ علی و بنی ہاشم رسول کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہون طے کرلینا چاہیئے ÷

پہلے کی کہی باتین

اعثم کوفی روا

اس خیال کا کچھ کچھ ثبوت اعثم کوفی اور روضۃ الصفا کی اس عبارت سے بھی ملتا ہے کہ ایک جگہ جہان ابوالہثیم بن تیہان ابوبکر و دیگر مہاجر و انصار جمع تھے یہ طے پایا کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین مشورہ کر کے خلافت کو طے کیا جاوے اسے ان لوگون نے منظور کیا۔ اور دوسرے روز وہان جمع ہوئے" اسسے اس مخبری کے قصہ پر بھی روشنی پڑتی ہے اور واقعہ سقیفہ رحلت کے دوسرے روز کا طے شدہ معلوم ہوتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ جسوقت قرارداد مذکور کیموافق انصار مقام موعود پر کو چلے ہونگے ان بزرگوارون کو بھی حسب وعدہ اطلاع دیگئی ہوگی کہ ہم لوگ چلتے ہین آپ بھی آجائیے وہ مجمع انصار ہرگز ان دونوں بزرگوارونکے مخالف مجمع نہین تھا۔ ورنہ بیرون قیاس ہے کہ یہ دو یا تین شخص اس جم غفیر انصار کے مقابلہ مین خاص انہین کے شہر و دیار مین غالب یا کامیاب ہو جاتے یہ تو اس مجمع اور اس مین جانیکی کیفیت تھی اب ذرا اس مجمع کی معرکہ آرائیان قابل غور ہین کہ کہانتک وہ مخلصانہ اور آزادانہ کہی جاسکتی ہین +

سقیفہ میں کس کا مجمع

اعثم کوفی مین ہے کہ مجمع قبائل اوس و خزرج کا تھا۔ یہ ناظرین کو یاد ہوگا کہ ان دونوں قبائل مین قبل اسلام سخت مخالفت اور عداوت تھی۔ اور اگرچہ اسلام نے آپس مین انکو ملا دیا تھا۔ مگر رقابت کے خیالات برابر چلے جاتے تھے قبیلہ اوس تعداد اور قوت مین زیادہ تھا۔ اور قبیلہ ابتدا سے راسخ الاعتقاد نہ تھا اور شدہ سے جبسے رسول نے بنی قریظہ کے بارے مین انکی سفارش کو نہ مانا تہا اور انکو قتل کرا دیا تہا۔ رسول سے کاوش رکھتا تھا۔ اور یہ قبیلہ اکثر قبائل یہودیان نواح مدینہ

کا جکو رسول نے زیر کیا تہا سوگند تھا اسوجہ سے جی ان قبائل کی سرکوبی ہمیشہ انکے خلاف ہوتی تھی۔ اب کارروائی سقیفہ سے ناظرین کو معلوم ہوجائیگا کہ مدبران خلافت نے اس قبیلہ کو پیشتر سے کچھ قرارداد اور من سمجھوتہ کرکے اپنے موافق کرلیا تھا۔ جو کامیابی کا ذریعہ ہوا۔

سقیفہ بنی ساعدہ کی معرکہ آرائیاں وانعقاد بیعت ابوبکر کی کیفیت

...ی ساعدہ کی ...رائیان

اعثم کوفی مین ہے کہ :- مجمع سقیفہ بنی ساعدہ مین قبل پہنچنے شیخین کے سب سے پہلے خزیمہ بن ثابت جنہین ذوالشہادتین کہتے ہین کہڑے ہوئے۔ انہوں نے انصار کی خدمات کا تذکرہ کرکے انصار مین سے کسیکو امیر بنالینے کی رائے پیش کی اسپر انصار نے یکبارگی سعد بن عبادہ کی امارت پر رضامندی ظاہر کی۔

...ی اور قریش ...سفارش

اسید بن خضیر نے قریش کی وکالت کی جسکو انصار نے پسند نہ کیا اسپر بشیر بن سعد نے جو قبیلہ اوس سے تھا۔ نہایت پرمعنی بات کہی کہ "امروز خلافت بہ قریش مسلم دارید کہ بافساد شما باشد واگر برخلاف این بود شل شما باشد" (اعثم کوفی) یعنے آج خلافت قریش کو دیکر انپر احسان کرد تاکہ وہ تمہارے زیر اثر رہین اور وہ کسی وقت تمہارے ہاتھ آجائے گی ورنہ تمہارا موقعہ انسے کچھ برا ہوگا۔ اب ناظرین خود سمجھ سکتے ہین کہ یہ ان دونوں کی آزادانہ رائے تھی یا انپر ایسا کہنے کا پہلے سے اثر ڈالا گیا تھا کیونکہ ابھی قریش مین سے کوئی موجود نہین قریش کیطرف سے ابھی کوئی دعویٰ نہین۔ بلا دعوے کے ہی سفارش و وکالت کیجارہی ہے۔ اور وہ بھی اُس عنوان سے جو ابوبکر کے فیصلہ کن وعدہ وزارت سے بالکل ملتا جلتا ہے۔

...ساعد کی رائے ...خاندان رسالت ...سا چھوڑ دو

اسیر عویم بن ساعد جنکی شان مین آیۂ فیہ رجال یحبون ان یتطہروا کا نازل ہونا کہا جاتا ہے۔ کہڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ :- سب سے پہلے تو تم جس نے رسول کے لیئے تلوار اٹھائی تم تھے اور سب سے پہلے جو انکے دوست اقربا کیخلاف کرینگے وہ تم ہوگے۔ خلافت کو خاندان نبوت مین چھوڑ دو اور اس نفاق سے ہاتھ اٹھاؤ۔" اسوقت ابوبکر و عمر پہونچ گئے۔

...بکر کی تقریر

اب ان مدبرین نے اس گفتگو کو بیچ سے منقطع کرکے ابوبکر نے اسکے جواب مین اوّل انصار کے خدمات فضائل کا اعتراف و اقرار کیا (جو کمال تدبر تہا کہ انصار کی اوّل تالیف کردیجاوے) لیکن اسکے بعد مہاجرین کی تعریف شروع کی (جسمین امامت نماز کا بھی کچھ تذکرہ آیا تہا) اور اسکے بعد کہا کہ عرب بجز قریش کے اور کسی کی امارت پر راضی نہونگے اور پھر کہا کہ ہم تمہارے لیئے ان دو بزرگواروں مین سے کسیکو اختیار کرتے ہین خواہ عمر بن الخطاب یا ابوعبیدہ جراح سے بیعت کرلو۔

...بوعبیدہ سے بیعت کرلو

(گویا مہاجرین مین سے قریش کو چنا اور قریش مین سے انہین دو بزرگواروں کو جنہوں نے ساتھ آنے کی تکلیف گوارا کی تھی جن سے راستہ مین مشورہ ہوکر یہ طریقہ طے کرلیا گیا ہوگا) انصار مین کچھ چون وچرا ہونے لگی۔ ثابت بن قیس کہڑا ہوا اور طریقہ ابوبکر پر کیا خوبصورت طنز یہ ایراد کیا ہے۔ کہتا ہے کہ تمہین نہ چاہیئے کہ صدیق کو گناہ سے نسبت دو اور جب لوگوں نے پوچھا کہ

...بن قیس کی خوبصورت طنز ...ستدلال امامت نماز

کیسے تو جواب دیا کہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ رسول صلعم نے انکو ہمیں نماز میں مقدم کیا جبکہ وہ زندہ تھے اور اسے اس کی دلیل قرار دیتے ہو کہ آنحضرت نے انہیں اپنا خلیفہ کیا۔ اگر ایسا ہے تو ابوبکر نے گناہ کیا اسوجہ سے کہ باوجود اسکے کہ نبی نے انہیں ایک کام پر مقرر کیا تھا مگر وہ اس سے بچے (یعنی عمر و ابو عبیدہ کو بغرض بیعت پیش کیا) اسکے دو معنی ہیں کہ یا تو تم معصیت میں گرفتار ہو رہے ہو کہ اس چیز کی گواہی دیتے ہو جسے انہوں نے (یعنے رسول نے) نہیں کہا یا وہ جو اس سے بچتے رہیں"۔

شیخین کی تسل

یہ سنکر مہاجرین نے (یعنی ابوبکر، عمر، ابو عبیدہ نے کیونکہ یہی تین مہاجرین میں سے وہاں موجود تھے) ثابت کی دلیل کو قبول کیا اور کہا کہ رسول نے اپنی علالت کیوجہ سے نیابت کا حکم دیا تھا۔ وہ صرف نماز کی امامت تھی کیونکہ جب رسول آئے اور صدیق کو معلوم ہوا تو وہ (ابوبکر) صف اول میں چلے آئے اور رسول نے آگے جا کر امامت نماز کی وہ نماز رسول کی تھی نہ صدیق کی"۔ اب وہ لوگ جو اس امامت نماز کو جو بذاتہ مشتبہ بھی ہے کہ رسول نے بعد تخلف اپنے حکم کے بھی انکو امامت کا حکم دیا ہو جیسا کہ پہلے دکھلایا اور ثابت کیا جا چکا ہے دلیل استحقاق خلافت میں پیش کرتے ہیں۔ دیکھیں کہ یہ دلیل روز اول ہی جڑ سے کاٹ دیگئی تھی جسکو خود انکے پیشواؤں نے تسلیم کر لیا تھا کہ یہ دلیل خلافت نہیں ہے)

تم اپنا امیر بنا لو اپنا

اب حباب نے جو قبیلہ خزرج سے تھا کہا اگر مہاجر تمہاری (یعنے انصار کی) امارت پر راضی نہیں ہوتے تو تم اپنا امیر بنا لو وہ اپنا امیر بنا لیں"۔

ابوبکر کی دھمکی خاندان رسا خلیفہ کر

ابوبکر نے کہا کہ اے حباب تم نے بات ٹھیک نہیں کہی عرب تمہاری امارت پر راضی نہونگے۔ اور جب تم نہو گے تو خاندان نبوت میں کسیکو چاہیں گے" (جسکو یہ خود کسیطرح نہیں چاہتے ہونگے۔ کیونکہ اگر پوچھا جائے کہ پھر اس میں کیا قباحت تھی اور کیا نقصان تھا جو اسکی دھمکی دیگئی کیا خاندان نبوت میں کوئی اسکا مستحق نہ تھا تو جواب بجز خاموشی اور کچھ نہوگا اور اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ کسی پہلی قرارداد کے خلاف ہونیکی دھمکی ہے کہ خلافت کو خاندان رسالت میں ہرگز نہ رہنے دینا چاہیئے) پھر فرمایا ہے کہ یہ اختلاف جو تم امت میں پیدا کر رہے ہو (یعنی خلاف باہمی قرارداد کی رائے دیتے ہو) خرابی دنیا کے خلل کا باعث ہوگا" (اعثم کوفی) اور بقول روضۃ الصفا۔ ابوبکر نے انصار سے کہا کہ "وظیفہ آنکہ امارت بنام ما باشد و وزارت بنام شما بے مشورت شما ہیچ مہمے تمشیت نہ پذیرد" (یعنے امارت ہمارے نام ہو اور وزارت تمہارے نام اور بغیر تمہارے مشورہ کے کوئی کام نہو) کیا معقول تصفیہ ہے۔ ناظرین دیکھ لینگے کہ یہ بشیر اوسی کے قول سے کتنا ملتا جلتا ہے۔

ابوبکر کا فیص
وزار
انص

انصار نے علیؑ
عمر نے جلدی
پکڑ کے

جب مہاجرین نے بمقابلہ انصار افضلیت کا ذکر کیا تو بقول طبری۔ انصار نے کہا کہ تو پھر علیؑ سے بیعت کر لو۔ کہ وہ پسر عم رسول ہیں" عمر ڈرے کہ اختلاف ہوگا (کیوں ہوگا اور کسکو ہوگا کچھ پتہ نہیں) ابوبکر سے کہا کہ ہاتھ بڑھاؤ

کہ تم سے بیعت کرلین۔" (طبری)

چنانچہ بلا کسی مزید استفسار رائے زنی یا انتظار پسندیدگی کے فوراً ہاتھ بڑھا دیا گیا اور اوّل عمر بن الخطاب پھر ابوعبیدہ جراح نے جو پہلے سے ہم صلاح ہو کر آئے تھے بیعت کی۔

(اعثم کوفی میں ہے کہ بشیر بن سعد جو قبیلہ اوس میں سے تھا یعنی وہی جسنے سب سے پہلے قریش کی وکالت کی تھی) حضرت ابوبکر کی بیعت پر سبقت کرنیوالا تھا۔"

حباب کی طعن

حباب نے جو خزرج سے تھا جس نے اوّل انصار کی پھر علی کی امارت کی رائے دی تھی، کہا کہ "اے بشیر تجھے کیا ہوا کہ تو نے اپنے پسر عم سعد بن عبادہ سے حسد کیا۔" اب گویا مین دیکھ رہا ہون کہ تمہارے بچے ان لوگونکے دروازونپر کھڑے ہوئے جام آب طلب کر رہے ہین اور انکو نہین ملتا۔"

ابوبکر کا جواب

ابوبکر نے جواب دیا کہ "اے حباب ہم سے اور ہمارے ابنائے جنس سے تم ایسی امید کرتے ہو؟"

سر ایرونگ کی تحریر

واشنگٹن ایرونگ نے بھی لکھا ہے کہ اسکے بعد عمر منبر پر گئے اور بولے کہ اسکے بعد اگر کوئی شخص بلا عوام کی آواز کے شاہی اقتدار کو اپنے ہاتھ مین لینے کی جسارت کریگا تو اسکی سزا موت ہوگی اور اسطرح کسی دوسرے امیدوار کی کوششوں مین روکاوٹ ڈالدے گی" (سکسیرز آف محمدؐ)

اب ناظرین نے دیکھ لیا کہ کیسی بیعت ہوئی۔ کیسا اجماع ہوا کیسی آزادانہ رائے لیگئی کیسی اتفاق آراء سے معاملہ طے ہوا

کس کس نے بیعت کی

بقول الفاروق۔ پہلے پانچ آدمیوں نے بیعت کی۔ اور روضۃ الصفا مین ہے کہ اُس روز صرف خواص نے بیعت کی (جو غالباً وہی پانچ آدمی عمر۔ ابوعبیدہ۔ اسید بن حضیر بشیر بن سعد ہونگے) مہاجرین وقبیلہ اوس نے برغبت تمام صدیق سے بیعت کی اور خزرج کو خجالت حاصل ہوئی۔" (روضۃ الصفا)

عبدالرحمن کی طعن

زید کا جواب علی نہ ہوتے تمہارا کام ناتمام تہا

بعد قرار داد خلافت کے جب خلافت مآب مع بیعت کنندگان کے باہر نکلے تو عبدالرحمن بن عوف نے انصار پر طعن کیا کہ کیوں تمنے انصار کو مہاجرین پر ترجیح دی تھی؟ (یعنی نتیجہ دیکھ لیا کہ کیا ہوا) تو ان مین سے زید بن ارقم نے جواب دیا کہ "اے پسر عوف اگر علی رسول کی تجہیز وتکفین مین مشغول نہ ہوتے تو تم سب کا کام ناتمام رہ جاتا۔" (واقعی کیا پر معنی کنایہ ہے؟)

سلوک آسانی سے بیعت طے ہوئی

کسی تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ معرکہ سقیفہ مین کوئی ایسی دلیل ابوبکر کے لیے پیش کیگئی ہو جو انکے استحقاق خلافت یا بیعت انتخاب کے واسطے کافی ہو۔ دو وجہ ترجیح البتہ پیش ہوئی تہین۔ ایک تو دوسرونکی زبانی دوسری خود منتخب ہونیوالے کی زبان سے۔ دوسروں کی زبانی وجہ ترجیح امامت نماز تھی جو دہین پر منقطع کردیگئی اور یہ انقطاع تسلیم بھی کرلیا گیا

خود اپنی زبانی جو وجہ ظاہر کیگئی تھی۔ وہ عام مہاجرین کی افضلیت انصار پر اور مہاجرین مین تمام قریش کی افضلیت تھی اس سے بھی ابوبکر کی کوئی مخصوص فضیلت کسی بات سے ظاہر نہیں ہوتی۔ اسکی بھی انصار نے جبکہ وہ استدلال پیش کی گئی ایک الزامی جواب سے تردید کردی کہ اگر تم کو بوجہ مہاجر ہونیکے انصار پر فضیلت کا دعویٰ ہے تو علی تو تم سب مہاجرین اور نیز قریش کے اعلیٰ قبیلہ بنی ہاشم سے ہین اور پسر عم و داماد رسول و شیخ المہاجرین والانصار ہین اُنسے بیعت کیون نہ کیجائے جواب تو معقول تھا اور ان امیدواران خلافت کیواسطے تھا بھی نہایت مخدوش کیونکہ اس جواب سے جسکا کوئی جواب نہ تھا تمام خوشگوار امیدین ختم ہوئی جاتی تھین۔ کہ فوراً حضرت عمرؓ نے ہاتھ بڑھا کر مشکلکشائی کردی اور واقعی اُن سے زیادہ اس مشکلکشائی کا حق بھی کس کو تھا بصیغہ اخوت آخر کس دن کام آتا۔ اور بلا اسکے کہ مجمع حضرت ابوبکر کے استحقاق و قابلیت یا مناسبت کے متعلق کافی غور کرے رائے دیتا تو درکنار اسکو فوراً امید ل بہ عمل کردیا۔ اور حضرت ابوبکر نے بھی بلا دوسروں سے پوچھے ہوئے کہ بھائی تم لوگ بھی اسکو پسند و منظور کرتے ہو یا نہیں؟ ہاتھ بڑھا ہی دیا۔ اور فوراً بیعت لے لی۔ عمرؓ کا اتباع ابوعبیدہ نے جو ساتھ مین آئے تھے اور بشیر نے جس سے وعدہ وزارت کیا گیا تھا۔ اور بعض دیگر اشخاص نے جو پہلے سے خوشآمیندہ و عدوان اور لالچ سے تیار کئے گئے تھے جسکو اجماع کہا جاتا ہے اور اسطرح پر رسول کی خلافت نہایت آسانی سے طے کرلیگئی،

طرق تقرر خلافت و صحت خلافت ابوبکر کی جانچ

صحت خلاف ابوبکر کی جا

ناظرین غور فرمائین گے کہ تقرر خلافت کے بظاہر دو ہی طریقہ ہو سکتے ہین وہ یہ کہ (۱) یا تو یہ تقرر مثل تعین رسالت کے منجانب خدا و رسول بر بنا افضلیت و قابلیت کے ہو جس حالت مین اسکی صحت و حقیت مین شبہ کی گنجایش اور غلطی کا امکان باقی نہین رہتا جیسا کہ سلف سے وصایت جملہ انبیاء سابقین کے متعلق ہوتا آیا ہے، یہی مذہب اہل تشیع کا ہے جو خلافت رسول کو علیؑ کے واسطے بوجہ علیؑ کے فضائل و مدارج عرفانی کے نصوص قرآنی و احادیث رسول ربانی سے ثابت کرتے ہین۔ یا (۲) یہ کہ وہ بذریعہ انتخاب اجماع عام امت کے ہو جس حالت مین صحت البتہ احتمالی و اختلافی ہو جاتی ہے، جیسا کہ عقیدہ اہلسنت کا ہے، ہم اس امر مین بحث کرنا نہین چاہتے کہ ان دونوں طریقوں مین سے کون صحیح اور کون غلط ہے اس امر کا تصفیہ ناظرین خود فرمالینگے کہ رسول اور ایسے رسول کی خلافت کیواسطے جو خاتم النبین ہوا اور جسکا دین کامل و حی کیساتھ مخصوص کیا گیا ہو کون طریقہ صحیح ہو سکتا ہے، مگر ہان تاہم ضرور دیکھنا چاہتے ہین کہ آیا خلافت ابوبکر کسی طریقہ پر بھی صحیح تصور ہو سکتی ہے یا نہیں؟ طریقہ اول کو اس وجہ سے اُس سے متعلق نہین کہ عقیدہ جمہور اہلسنت کا یہ ہے کہ تعین خلافت کا کام خدا یا رسول سے متعلق ہی نہین بلکہ اسکا تعلق محض امت سے ہے جسکے واسطے افضلیت بھی ضروری نہیں۔ اور طریقہ انعقاد خلافت مذکو بھی جو بقول اہلسنت اجماعؑ سے ہوا اسی امر پر دال ہے کہ

اُسکے واسطے کوئی نص قرآن یا قول رسول کی موجود نہ تھی اور یہی آنکے اکثر علماء کا عقیدہ ہے ورنہ کسی ایسی نص کے ہوتے ہوئے اجماع کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور نہ حضرت ابوبکر خود عمر یا عبیدہ کے واسطے اوّل تحریک کرتے پس اب جو احادیث رسول متعلق تعین یا سلسلہ خلافت ثلاثہ کہین کہین پیش کی جاتی ہین وہ یقینی وضعی وخلاف عقاید جمہور اہلسنت ثابت ہوتی ہین اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا طریقہ ثانی یعنی اجماع سے بھی خلافت اوّل کی صحت ثابت ہوتی ہے یا نہین لیکن اسکے دیکھنے کیواسطے اوّل یہ سمجھنا ہوگا کہ اس عقیدہ کیموافق اجماع کسکو کہتے ہین اور کہانتک وہ کسی امر کی صحت وحقیقت کیلئے حجت ہو سکتا ہے؟

اجماع کی تعریف. اس سے انحراف. اجماع خلافت پر آخری نظر

ع کی تعریف از کتب اہلسنت

نورالانوار اصول فقہ حنفیہ صفحہ ۲۲۰ و ۲۲۱ و شرح مسلم امام نووی صفحہ ۳۸ و ۳۵۰ و حصول المامول فی علم الاصول سید صدیق مین ہے اور ابن حجر مکی و امام غزالی بھی اسیکے قایل ہوئے ہین کہ کل افراد امت کے اجتماع و اتفاق کو اجماع کہتے ہین کسی ایک فرد کا مخالف ہونا بھی مانع اجماع ہے یعنی اجماع بعد اختلاف ایک کے بھی اجماع نہیں رہتا" اور وہ لکھتے ہیں کہ مذہب صحیح و مشہور یہی ہے اور اسیوجہ سے امام احمد حنبلؒ امام شافعی و شوکانی و شاہ ولی اللہ اسکے قایل ہوئے ہیں کہ اجماع ہونا ممکن ہی نہین اور نہ کسی مسئلہ پر کبھی اجماع ہوا" اور لکھتے ہین کہ "جو شخص کسی امر مین اجماع کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے" (ترجمان القرآن) جلد ا صفحہ ۲۶۱ اعلام الموقعین جلد ا صفحہ ۱۱ نیل الاوطار صفحہ ۲۲ و ۱۰۵ و ازالۃ الخفا وغیرہ (اب قایلین اجماع خود غور فرمالین) علامہ شوکانی رسالہ ابطال الاجماع مین و ابن حجر مکی کتاب اعلام مین اور سید صدیق حصول المامول مین کہتے ہین کہ "اجماع کسی امر کی حقیت پر حجت نہیں ہو سکتا کیونکہ غیر معصومین کے اجماع مین احتمال غلطی کا باقی رہتا ہے" امام نووی کا بھی یہی قول ہے ابن حزم نے محلی سفر ہجم و ششم مین و علامہ سیوطی نے تفسیر اکلیل مین صرف اجماع اہلبیت کو یعنی اجماع معصومین کو بسبب نزول آیہ تطہیر کے البتہ حجت قرار دیا ہے بلکہ ابن حزم نے تو یہانتک لکھا ہے کہ "اس اجماع پر خدا کی لعنت ہو جس سے علیؑ اور انکے ساتھ کے اصحاب خارج ہون" +

اب ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ خلافت ابوبکر کے اجماع مین اختلاف ہوا یا نہین اور کس کس نے اس بیعت فلتہ سے جس بقول ابن ابی الحدید خود حضرت عمر خدا سے پناہ مانگا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اب جو کوئی ایسی بیعت کریگا تو بیعت کرنے والا اور لینے والا دونون قابل قتل ہونگے" انحراف کیا اور بیعت نہیں کی جس سے اجماع بیعت کی حقیت پر روشنی پڑے گی +

مولوی عبداللہ امرتسری لکھتے ہین کہ "اس مین شک نہین کہ حضرت امیر (علیؑ) ہمیشہ اپنی خلافت کے خواہان رہتے تھے اور انکی یہ خواہش نہ اس غرض سے تھی کہ انکو دنیوی سلطنت ملجائے (اس سے دوسری خلافتین دنیاوی سلطنت ظاہر ہوتی ہین) بلکہ انکا منشاء یہ تھا کہ امور خلافت مین کوتاہیان جو بہ تقضائے بشریت اکثر خلفاء سے ظہور مین آتی ہین احیاناً

بھی وقوع مین نہ آوین"۔ (اس سے علاوہ خلافت ثلثہ کی حقیقت و نوعیت کے اور علی کے حدود شریعت سے اعلی و کوتاہیوں سے مبرا ہونیکے انکا ہمیشہ بیعت شیخین سے اختلاف و انحراف ظاہر و ثابت ہوتا ہے)

ابوالفدا کی تفصیل

ابوالفدا کہتا ہے کہ بنی ہاشم (جنکے راس و رئیس علی تھے) اور زبیر و عتبہ بن ابولہب و خالد بن سعید بن العاص و مقداد بن عمر سلمان فارسی۔ ابوذر غفاری۔ عمار یاسر۔ براء بن عازب۔ ابن کعب۔ علی کے ساتھ رہے۔ ان لوگوں نے بیعت نہین کی۔ ابوسفیان جو بنی امیہ سے تھا الگ رہا۔ عتبہ بن ابولہب نے تو اشعار ذیل بھی اسکے متعلق کہے تھے۔ کہ ؎

اشعار عتبہ

ما کنت احسب ان الامر منصرف * من بنی هاشم ثم منهم من ابوالحسن
من اول الناس ایمانا سابقاً * واعلم الناس بالقرآن والسنن
وآخر الناس عهداً بالنبی ومن * جبریل عون له فی الغسل والکفن
من فیه ما فیهم لا یمترون به * ولیس فی القوم ما فیه من الحسن

ترجمہ: "ہم جانتے تھے کہ خلافت اور حکم اولاد ہاشم سے جاتا رہیگا۔ اور بالخصوص انہین سے ابوالحسن سے۔ جو سب سے پہلے ایمان لائے اور قرآن و سنن کے سب سے بہتر جاننے والے تھے۔ اور سب سے آخر عہد رسول سے تھے جن کی غسل و کفن رسول مین جبرئیل علیہ نے مدد کی۔ اور بیشک انمین تمام وہ خوبیان ہین جو اورون مین ہین اور جو خوبیان انمین ہین وہ اورون مین نہین (انکو تو خلافت نہ ملے گی بلکہ اور ہی شخص کو ملجائیگی" (ابوالفدا)

ابن خلدون کہتا ہے کہ "سعد بن عبادہ نے بھی بیعت سے تخلف کیا۔ پس ان سے بوجہ شاذ ہونیکے چھیڑ چھاڑ نہ کی گئی اپنی حالت پر چھوڑ دئے گئے۔ سعد خلیفہ کی نماز مین بھی شرکت نکرتے تھے اور ان سے بات بھی نکرتے تھے" (ابن خلدون)

صواعق محرقہ صفہ ۹ پر ہے کہ "بتحقیق انصار نے بیعت ابوبکر سے کراہت کی۔۔۔۔ اور حکایت اجماع مین علی و زبیر و طلحہ و عباس کا بیعت نہ کرنا کوئی ضرر نہیں دیتا۔ (کیوں؟) ۔۔۔۔ بعد کو انصار بھی سب کے سب سقیفہ مین جمع ہوئے اور بیعت نہ کی بخاری جلد ۲ صفہ ۳۹ پر ہے کہ "سعد بن عبادہ و زبیر نے بیعت نہیں کی۔۔ سعد فوت ہونے تک مخالفت کیحالت پر رہے"

اجماع خلافت ابوبکر آخری نظر

ان مختصر اقتباسات سے ظاہر ہے کہ کیسے کیسے اکابر اصحاب رسول نے جنکے نام اوپر آچکے ہین بیعت نہیں کی اور مثل انکے اور بہت سے کتب تواریخ سے پائے جاتے ہین جو بخیال طوالت ترک کئے گئے ہین اب ناظرین خود غور فرمائینگے کہ حسب عقیدہ و اقوال اہلسنت بھی کیا اس اجماع کو جو خلافت ابوبکر کی نسبت کہا جاتا ہے اجماع اسلام کہا جاسکتا ہے؟ جس مین تمام قبائل اسلامی یا انکے نمائندے تو در کنار مقام اجماع کے بھی کل آدمی موجود و متفق نہ تھے بالخصوص جسکی جانشینی کی تجویز غور طلب تھی اسکے خاندان کا بھی کوئی شخص باوجود مسلمہ افضل و اعلی قابلیتوں کے بلایا اور شریک نہین کیا گیا کیا کوئی

معقول آزادانہ و منصفانہ کارروائی یا انتخاب اس اجماع مین ہوا؟ بجز اسکے کہ چند انصار یعنی قبیلہ اوس کے دو ایک آدمیون کے جنکو وعدہ وزارت نے مسخر کرلیا تھا۔ تنہا حضرت عمر کے خلاف استحقاق اٹھائے ہوئے ہاتھ پر بیعت کر لینے پر معاملہ ختم ہو گیا جو عقلاً و نقلاً از روے عقاید و مسلمات اہلسنت متذکرہ بالا بھی کسیطرح جایز و باضابطہ انتخاب نہین کہا جا سکتا پس اب ناظرین خود نتیجہ نکال لینگے کہ کہانتک یہ بیعت اجماعی یا اتفاق عامہ کی کہلائی جاسکتی ہے؟ اور کہانتک یہ اجماع حجت ہوسکتا ہے؟ بلکہ علی و دیگر اہلبیت علیہم السّلام و اصحاب کرام کے شامل نہ ہونے سے موافق قول ابن حزم کے اسکو کس چیز کا مستحق قرار دیسکتے ہیں؟ برخلاف اسکے اہلبیت رسول و دیگر اصحاب جلیل القدر مثل سلمان فارسی ابوذر غفاری مقداد و عمار وغیرہ کا اجماع جو علی کی نسبت تھا وہ بقول سیوطی و ابن حزم صحیح و قابل حجت قرار پاتا ہے ؞

حضرت ابوبکر کی قابلیت خلافت

ابوبکر مین کیا کیا قابلیتین خلافت کی تہین

اب اجماع سے قطع نظر کرکے یہ امر بھی غور کرنیکے قابل ہے کہ حضرت ابوبکر مین کیا قابلیتیں خلافت کی تہین اور کیا خدمات اسلام کی انہون نے ایسی کی تہین جنکی وجہ سے مستحق خلافت سمجھے گئے۔ کیا یہ وجہ تھی کہ غار ثور مین انسے کمال اطمینان قلب ظاہر ہوا تھا جس سے رسول معرض ہلاکت مین پڑنے سے مطمئن ہو گئے تھے؟ کیا سراقہ کے حملہ کیوقت انہون نے بہادری سے اسے مغلوب کیا تھا؟ کیا احد مین انکے ثبات نے کوئی وقعت مسلمانون مین قایم کی تھی؟ کیا خندق مین کوئی شان دکہلائی تھی؟ کیا بدر و خیبر مین کوئی کارنمایاں کیا تھا؟ کیا حنین و ذی السلاسل مین کوئی نام آوری حاصل کی تھی؟ کیا سورہ برأت کے کعبہ مین جاکر سنانیکے قابل قرار پائے تھے؟ کیا جیش اسامہ سے مستثنیٰ ہوکر لعن رسول سے بچے تھے؟ کیا فاطمہ دختر رسول کیساتھ عقد کی قابل ٹھہرے تھے؟ کیا تیمارداری رسول کا شرف انکو حاصل ہوا تھا؟ کیا حکم مسدودی دروازہ سے مستثنیٰ ہوئے تھے کیا جنازہ رسول کی تجہیز و تکفین مشایعت و دفن کی شرکت کا شرف حاصل کیا تھا؟ کیا حیات رسول مین کبھی خلافت عارضی کے بھی کبھی لایق سمجھے گئے تھے؟ کیا رسول کی جانب سے کبھی بھی کوئی صریحی یا ضمنی کنایہ یا اشارہ انکی وصایت کا ہوا تھا؟ جنمین سے ایک سوال کا جواب بھی اثبات مین نہیں ملسکتا ؞

ابی قحافہ کا لطیفہ

اس خلافت کے متعلق ابن ابی الحدید نے ایک عجیب لطیفہ انکے والد بزرگوار یعنی ابی قحافہ کا لکھا ہے کہ جب انکو خبر انکی خلافت کی دیگئی تو استعجاباً پوچھا کہ وہ کیسے خلیفہ ہوگیا؟ کہا گیا کہ مسن ہونے کی وجہ سے (یعنی اور کوئی قابلیت یا استحقاق نہ تھا) تو ابی قحافہ نے کہا کہ مین تو اس سے زیادہ مسن ہوں (یعنی اگر یہی معیار خلافت ہے تو خلافت مجھے ملنی چاہیئے تھی) اب مدعیان استحقاق ملاحظہ فرمائین کہ وہ ایسا استحقاق تھا جس سے انکے والد بھی لاعلم و بیخبر تھے اور ایسی وجہ انتخاب تھی جسکو یہ بزرگوار بھی معقول نہ سمجھتے تھے ؞

شیخین کے ذاتی خیالات نسبت استحقاق و نوعیت خلافت ابوبکر

ناظرین کی مزید دلچسپی ہوگی اگر یہاں پر یہ دکھلادوں کہ یہ حضرات یعنی حضرت ابوبکر و عمر خود اس خلافت و بیعت کارروائی تقرر کو کیسا سمجھتے اور جانتے تھے؟ آیا وہ خود بھی اس کارروائی کو جائز اور اپنے آپ کو اسکا مستحق سمجھتے تھے یا نہیں جس سے خیر خواہانِ تمام خوش نمائیوں اور دعوٰیکا قطعی فیصلہ ہوجاتا ہے اس امر کے متعلق ہم خود انکے ہی دو تین اقوال کیطرف ناظرین کو متوجہ کرینگے (۱) بخاری جلد ۶ صفحہ ۳۶۴ مین ہے کہ حضرت عمر نے خود خلافت ابوبکر کی نسبت فرمایا کہ یہ بیعت فلتۃ (یعنی ناگہانی بلاکسی استحقاق کے) تھی جسمین شر مضمر تھا مگر خدا نے ہمیں اسکے شر سے بچالیا۔" جس شر کی وجہ سے بقول ابن ابی الحدید وہ ہمیشہ خدا سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

(۲) بعد بیعت سقیفہ کے عمر نے حکم دیا کہ اب اگر کوئی بلا عوام کی رائے اور آواز کے ایسا کریگا تو بیعت کرنے والا اور لینے والا دونوں قتل کیے جائینگے۔ (یعنی ہمنے تو ایسا کرلیا لیکن اگر کوئی اور کریگا تو قابل سزائے موت ہوگا) جس سے استحقاق و اجماع پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

(۳) کنز الاعمال جلد ۲ صفحہ ۱۸۹ و ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ پر ایک اور پر لطف قصہ لکھا ہے جس سے خلافت پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے کہ عقبہ بن حصین و اقرع بن حابس کو حضرت ابوبکر نے ایک قطعہ زمین بعد مشورہ بعض اصحاب حاضرین کے دیدی تھی اور تحریر بھی لکھدی تھی جسپر موجودین کی تو گواہیاں ثبت ہوگئی تہین عمر موجود نہ تھے انکی گواہی کی جگہ مخصوص کردیگئی تھی۔ وہ دونوں بغرض ثبت گواہی عمر وثیقہ مذکور کو عمر کے پاس لے گئے۔ عمر نے سنکر اور تحریر مذکور انسے لیکر اس پر تھوک دیا اور حکم کو مٹا دیا اور غصہ مین ابوبکر کے پاس آکر کہا کہ کیا یہ زمین تیری ہے یا جملہ مسلمین کی؟ ابوبکر نے کہا کہ سب مسلمین کی عمر نے کہا کہ پھر کس چیز نے تجھے اتنا دلیر کردیا کہ بغیر اجازت دیگر مسلمین کے انکو دیدی؟ ابوبکر نے کہا کہ مین نے حاضرین کے مشورہ کے بعد ایسا کیا تھا عمر نے کہا کہ کل مسلمین سے تو مشورہ نہین لیا تہا۔ (اب معلوم ہوا کہ کل کا مشورہ کیسی ضروری شے ایک قطعہ زمین کے واسطے تھا چہ جائیکہ خلافت کیلیے مگر انعقاد خلافت کیواسطے غالباً اس اصول کی ضرورت نہوگی یا آئندہ کی امید عروج نے اسکو محو کرادیا ہوگا) ابوبکر نے کہا کہ مین نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ خلافت کیواسطے تو مجھسے زیادہ قوی ہے لیکن تو نے زبردستی مجھے بٹھادیا۔ اسکو ابن ابی شیبہ بخاری و بیہقی و ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے اب اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ حضرت ابوبکر خود آپکو سزاوار و مستحق خلافت نہ سمجھتے تھے محض عمر کے بٹھانے سے بیٹھ گئے تھے۔ روایت ہذا مین وہی پہلو قابل غور ہے۔

(۴) کنانۃ ابن اثیر صفحہ ۱۵ مین لکھا ہے کہ ابوبکر سے کسی اعرابی نے پوچھا کہ کیا آپ رسول اللہ کے خلیفہ ہین؟ ابوبکر نے کہا کہ نہین اس نے کہا کہ پھر آپ کیا ہین؟ ابوبکر نے کہا کہ مین خلیفہ نہین ہوں خالفہ ہوں۔

(۵) کنز الاعمال جلد ۳ صفحہ ۱۵۳ مین ہے کہ ابوبکر نے اپنے مرض موت مین افسوس کرکے کہا کہ کاش مین فاطمہ کے گھر کو نہ کھلواتا

اور سقیفہ کے دن خلافت کو عبیدہ یا عمر کے ہی گلے مین ڈالدیتا" ۔ اب ناظرین نے دیکھ لیا کہ ان حضرات نے خود اپنی خلافت کو کیسا سمجھا۔

سقیفہ مین علی کے لیے تحریک کیسے ہوئی تھی۔ استحقاق خلافت علی کے وجوہ

اب ہم کو ایک بات اور دکھانی ہے کہ غیر اقوام نے جنکو اسلام سے کچھ تعلق نہین ہے اس خلافت کے اور کارروائی تقرر کے متعلق کیا راے قایم کی ہے اور انکی راے اور تحقیق مین واقعی مستحق خلافت کون تھا۔ مگر قبل اسکے کہ ہم انکو ہدیہ ناظرین کرین ایک بات دیکھنے کی قابل یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے اس مخالف وبیشتر سے تیار شدہ مجمع مین علی کا نام کیسے آگیا تھا جو نہ خود موجود تھے نہ انکا کوئی شخص وکیل وہان موجود تھا۔ شخص تو بیشک نہ تھا مگر دلون مین جمی ہوئی علی کی افضلیت تھی جن بلا کسی سفارش وکوشش کے ایسے موقعہ پر اور ایسی فضا مین جہاں پولیٹکل چالونکا بازار گرم تھا۔ زبانوں پر آگئی مسلمانوں کے جسم کی چربی اصلاً انہین فتوحات سے بنی تھی جو علی کی مخلصانہ شجاعت سے حاصل ہوئی تھین۔ علاوہ برین رسول کے ہارون موسیٰ، مثیل عیسیٰ، کل ایمان، "افضل الثقلین"، نور واحد، اقضیٰ کم کے اشارات۔ ذوالعشیرہ وحجۃ الوداع کے صاف وصریحی اعلانات خلافت، شب ہجرت کی جانفروشی وامانت، مدینہ کی خلافت، سورۂ براۃ کی قرات، بدر واحد وخندق وغیرہ کی جانبازیان، خیبر کی در شکنی وکعبہ کی بت شکنی کی عملی کارروائیان علی کے استحقاق خلافت کو انکے سامنے ضرور پیش کرتی ہونگی جس نے باوجودیکہ ذاتی مفاد کی امیدین دنیاوی عروج کے لالچ، پولیٹکل جال پھیلانے والون کی دانہ پاشیان انکی زبانون اور قلب پر مہر لگاتی تھین مگر پھر بھی بعض آزاد خیالون کی زبان سے ایسے جملے نکلوا ہی دیئے کہ اگر علی موجود ہوتے تو تمہاری سب کاشت بے ثمر ہوجاتی۔

نوعیت واستحقاق خلافت کے متعلق عیسائی مورخین کی تحقیق ورائے

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس بحث کے متعلق کہ واقعی مستحق خلافت کون تھا اور یہ کارروائی خلافت کیسی تھی بعض عیسائی مورخین ومحققین کی راے وتحقیق کو جنکو کسی فرقہ اسلامی سے کوئی وجہ طرفداری یا مخالفت کی نہین۔ ہدیہ ناظرین کردین۔

(۱) مسٹر واشنگٹن ایرونگ کارروائی سقیفہ کے حالات لکھتے ہوئے جو کسیقدر پیشتر تحریر ہوچکے ہین لکھتا ہے کہ "اس پوری کارروائی مین عمر نے جو پالیسی برتی وہ اگرچہ سرسری نظر مین عالی ظرفی کا دہوکہ دیتی ہے لیکن اسکی سخت نکتہ چینی کی گئی ہے اس بنا پر کہ یہ سب مکاری اور خود غرضی کی چالین تھین تاڑنے والے اسکو سمجھ گئے کہ ابوبکر کا سن بہت ہوچکا تھا۔ کیونکہ سن پیری کی عمر کو تو پہنچ ہی چکے تھے۔ اغلب تھا کہ وہ زیادہ دنوں تک زندہ رہین گے۔ اسلیئے اسوقت عمر کو تھوڑے ہی دنون بعد برسر حکومت ہوجانیکا یقین تھا...... انکی اس آخری کارروائی نے علی کی امیدون پر پانی پھیر دیا۔ وہ علی جو ان سب کے بڑے رقیب تھے اپنے دوستوں کے ساتھ خانہ فاطمہ مین بند رہکر اس جلسہ کا کچھ علم نہ رکھتے تھے جس مین انکی توقعات سطرح

پامال کردگئین۔ ...... علی محمد کے ابن عم اور رسول کی اکلوتی بیٹی کے شوہر تھے۔ قرابت کے لحاظ سے بھی خلافت علی ہی کا حق تھا۔ اور آپکے فضایل ومناقب ور آپ کی اسلامی خدمات آپکو اس عہدہ کا بدرجہ اتم مستحق ثابت کر رہی تہین۔ آپ کی عالی ہمت سرگرمی اور جوش کے پہلی بار پھوٹ پڑنے پر جبکہ اسلام تمسخر وایذا دہی کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ محمد نے آپکو اپنا بھائی وخلیفہ قرار دیا تھا اور اسیوقت سے آپ نے قول وفعل سے اپنے آپکو رسول کے لیئے وقف کر دیا تھا۔ اور اسلام کو اپنی بلند ہمتی و اولوالعزمی سے اتنی ہی عزت بخشی جتنی اپنی بہادری سے اس کی حفاظت کی (دکسیز آف محمد)۔

انسائیکلو پیڈیا

(۲) رسول کے بعد اسلام کی افسری کا دعویٰ علی کو زیادہ مناسب معلوم ہوتا تھا...... علی اولین ہی مین اول وہ شخص تھے جنہون نے پیغمبر کی غرض وغایت کی اعانت کی اور نصرت مین ناموری حاصل کی جسکی عوض مین پیغمبر نے انکو اپنا جانشین کیا تھا۔ ...... علی مین مذہب اسلام کے مسلم الثبوت ہونیکے حقوق معلوم ہوتے تھے لیکن تین دوسرے اصحاب ابوبکر وعمر وعثمان نے قبل سکے کسی نہ کسی صورت خلافت پر قبضہ کر لیا...... عائشہ علی کی سخت دشمن تھی اور خاص اسی کیوجہ سے علی اب تک خلیفہ نہ ہو سکے تھے" (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا)۔

مسٹر طامس لائبل

(۳) مسٹر طامس لائبل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بغداد اپنی مشہور کتاب "انس اینڈ آوٹس آف میسو پوٹیمیا" مطبوعہ سنہ ۱۹۲۳ء مین لکھتا ہے کہ "وفات رسول پر اس بزرگ ہستی (علیؑ) کیساتھ جنہین نبرد آزمائی کے جوہر موجود تھے قدیم اختلاف اور شک جلد ظاہر ہونے لگا۔ ابوبکر کا خلیفہ اسلام منتخب ہونا۔ اتحاد کو قایم نہ رکھ سکا۔ وہ خود اور انکے جانشین لوگوں مین یک جہتی پیدا نہ کر سکے انکی سرداری مین کوئی غیبی امداد شامل نہ تھی نہ انمین کوئی بات ایسی تھی جسکی وجہ سے وہ معمولی انسانوں سے زیادہ سمجھے جاتے بجز چند بعض خاص واقعات کے۔ اب ایک ایسی ہستی کی ضرورت تھی جو سب سے اعلیٰ ہو اور بلا شبہ عام طور پر ہادی تسلیم کر لیا جائے اور جسپر ہر کہ ومہ کی نظر پڑے۔ بالآخر ایسا ہادی علی کیصورت مین انکو ملگیا تھا۔ یہ ناممکن معلوم ہوتا تھا کہ ایک امت جسکو خدا نے کامل وحی کیساتھ مخصوص کیا ہو جو انہین سے ہی ایک خدائی پیغمبر کے ذریعہ سے پہنچتی رہی ہو اب بالکل کس مپرسی کیحالت مین چھوڑ دیجائے اور معمولی آدمی اسکو ہدایت کر سکے۔ علاوہ برین سیاسی اختلافات اور باہمی بغض وعناد کیوجہ سے بھی ضرورت تھی کہ کوئی ہادی خدا کا منتخب کردہ ان لوگون کو ملے۔ لیکن بالآخر اس خواہش کا خاتمہ ان واقعات نے کر دیا جو قتل علی وحسن اور میدان کربلا کی شہادت حسین سے تعلق رکھتے ہین یہ ظاہر ہے کہ اسلام کا پیشوا اگر حسب ہدایت خدا کام کرنے والا ہو تو وہ پیغمبر کے ہی خاندان کا ممبر ایسا ہو سکتا ہے۔ علی کی ذاتی شہرت۔ میدان کارزار مین بہادری پیغمبر کی اطاعت اور سب سے بالاتر پیغمبر سے رشتہ داری (وہ پیغمبر کے داماد و ابن عم تھے) ان تمام باتوں نے ظاہر کر دیا کہ وہ خدائی منتخب کردہ امام نمونۂ رسول تھے جو خالق ومخلوق کے درمیان واسطہ تھے اور انکے جانشین

اسی قسم کے خداوالے ہونے چاہئین۔" ڈانس اینڈ آوٹس آف منیسوپوٹمیا (جانشینی رسول خدا کے منصوص من اللہ وقابلیت کے متعلق کیسے پاکیزہ خیالات کا اظہار ہے)۔

(۴) مسٹر سیدیو مورخ فرانس اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام مین لکھتا ہے کہ "اگر قرابت کیوجہ سے تخت نشینی کا اصول علی کیموافق ابتدا سے مانا جاتا تو وہ برباد کن جھگڑے نہ ہوتے جس نے اسلام کو مسلمانونکے خون مین غوطہ دیا۔" (حسین کشتۂ شد بروز سقیفہ کی پوری تائید ہوتی ہے) اسپرٹ آف اسلام)۔ پڈیو فرانس

(۵) "علی ۶۵۵ھ مین تخت خلافت پر بٹھائے گئے جو حقیقت کے لحاظ سے بیس سال قبل رسول کی رحلت کے بعد ہی ملنا چاہئے تھا۔" (الفاظ حقیقت کے لحاظ سے قابل غور ہین) (بریف سروے آف ہسٹری)۔ رواف ہسٹری

(۶) "ڈیکلائن اینڈ فال آف رومن ایمپائر مین ہے کہ علی کی خصلت۔ خاندان۔ اور قرابت انہین انکے ہموطنوں مین سے زیادہ بلند مرتبہ ٹھہراتی ہے۔ اور عرب کے خالی تخت کے لئے انکا حق جائز ٹھہرایا جاسکتا ہے ابوطالب کا بیٹا خود اپنے ذاتی حق سے خاندان ہاشم کا سردار اور شہر کے علاوہ کعبہ کے معبد کا متولی تھا۔ نبی اب زندہ نہ تھے لیکن زوج فاطمہ انکے باپ کی میراث اور برکات کی امید کرسکتا تھا عرب اکثر اوقات عورتون کی حکومت سے بھی راضی رہے ہین رسول نے اپنے دونوں نواسونکو گود مین پالا تھا اور ممبر پر سے لوگونکو دکھایا تھا کہ یہ سید جوانان بہشت کے اور میری زندگی کی امیدین ہین۔ علی مین شاعر۔ مرد میدان اور ولی ہونے کی صفتونکا مجموعہ تھا انکی عقل اجتک انکے اخلاقی و دینی ضرب الامثال سے معلوم ہوتی ہے انکا دشمن تلوار و زبان مین انکی جرأت و فصاحت کے آگے مغلوب ہو جاتا تھا۔ دعوت کے پہلے گھنٹہ سے تجہیز و تکفین کے آخری وقت تک اس عالی ہمت دوست نے رسول کو نہ چھوڑا۔ رسول نے اسکو خوشی سے اپنا بھائی۔ ولیعہد۔ اور دوسرے موسیٰ کا ہارون کہا۔ ابوطالب کے بیٹے کو لوگوں نے طعنہ دیا کہ اپنے فائدہ کیلئے اپنے حق کا اظہار نہ کیا جس سے کل رقابت ختم ہوجاتی اور ولیعہدی پر حکم خدا کی مہر ہوجاتی لفالباً وقت کارروائی سقیفہ کی نسبت لکھا ہے) لیکن اس غیر متوہم مرد میدان کو اپنے اوپر بھروسہ تھا۔ سلطنت کا حسد و مخالفت کا خوف ممکن تھا کہ رسول کے ارادہ کو ملتوی رہنے دیتا۔ رسول کے بستر کو ٹپرفن عائشہ نے جو علی کی دشمن اور ابوبکر کی بیٹی تھی محصور کر رکھا تھا۔" اینڈ فال رومن ایمپائر

(۷) مسٹر ٹائیلر اپنی کتاب ایلیمنٹس آف جنرل ہسٹری مطبوعہ ۱۸۵۰ء مین لکھتے ہین کہ "محمد نے خود ہی اپنے داماد علی کو اپنا خلیفہ و جانشین بنا دیا تھا لیکن انکے خسر ابوبکر نے لوگونکو اپنی سازش مین لیکر خلافت پر قبضہ کرلیا۔" (سازش مین لیکر قابل لحاظ ہے)۔

مسٹر ڈیون

(۸۰) مسٹر ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب خلافت میں نہایت شرح وبسط کیساتھ ایسی بحث کی ہے جسکا ضروری
ضروری اقتباس ہدیہ ناظرین ہے وہ لکھتا ہے کہ آنحضرت نے چند مرتبہ بخود علی کو اپنا جانشین بھی ظاہر کیا تھا علی
الخصوص دو موقعوں پر (۱) جب آنحضرت نے اپنے گھر میں بنی ہاشم کی دعوت کی تھی۔ اور علی نے باوجود تمسخر و توہین کفار کے
اپنا ایمان لانا ظاہر کیا تھا آنحضرت نے اپنی باہیں اس نوجوان کے گلے میں ڈالکر اور اسکو چھاتی سے لگا کر باواز بلند کہا
دیکھو میرے بھائی میرے وصی خلیفہ کو (۲) جب حضرت نے اپنے انتقال سے چند ماہ پیشتر بحکم خدا خطبہ پڑھا تھا۔۔۔ اس گاؤں کے
پاس جسے غدیر خم کہتے ہیں۔۔۔۔۔ (یہاں پر مورخ نے تمام خطبہ وآیہ بلغ کا ترجمہ اور اہتمام کی کیفیت تحریر کی ہے)۔۔۔
کہا تھا کہ تین دفعہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں ظاہر کردوں کہ علی میرے خلیفہ۔ وصی و امام ہیں۔۔۔۔۔ اور بعد میری وفات کے
وہ تمہارے ہادی ہونگے۔۔۔۔ جس کسی نے علی کی نافرمانی کی اسنے خدا ورسول کی نافرمانی کی۔۔۔۔ جو کوئی اسبات کو نہ مانیگا
اللہ کی دائمی لعنت ضرور اسپر ہوگی۔۔۔ علی کے بعد انکے بیٹے حسن و حسین اور انکے جانشین ہونگے۔۔۔ ۶۳۲ء میں بھی
صرف تین دن قبل انتقال کے آنحضرت نے پھر اپنے تابعین کو بلا کر۔۔۔۔۔ مزید تاکید کی اور یوں فرمایا کہ جو مجھکو مولیٰ
مانتا ہے وہ علی کو بھی اپنا مولیٰ سمجھے۔۔۔۔۔۔ (پھر آگے چلکر لکھتا ہے کہ) ایسے مکرر و صریح بیانات سے جو خود رسول
کے لبوں سے ادا ہوئے تھے ایک وقت تک تو شک و شبہ امر خلافت کے متعلق دور رہا۔ مگر آخر میں سب کو مایوسی ہوئی
کہ بی بی عائشہ ابوبکر کی بیٹی اور آنحضرت کی زوجہ دوم نے کچھ اپنے ساز و باز کرکے اپنے باپ کو پہلا خلیفہ لوگوں سے
مقرر کروالیا۔ ملک الموت کے انتظار میں آنحضرت کا حجرہ عائشہ میں جانا خواہ انکی مرضی سے ہوا ہو یا بی بی عائشہ
کے حکم سے وہ انکے خاصکر مفید مطلب ہوگیا کہ آنحضرت کا حکم آخر دربارہ خلافت علی کے لوگوں کے کانوں تک
نہ پہنچنے دیا۔۔۔ پس علی العموم یہ سمجھا گیا کہ رسول نے بغیر اپنی جانشینی کے متعلق آخری وصیت کئے انتقال فرمایا! اور
اسطرح یہ بات ہوئی کہ تین خلیفوں نے پیہم راج کیا قبل اسکے کہ علی اپنے حق کو پہونچیں جسکے وہ اسقدر مستحق تھے۔
نہ صرف بلحاظ قرابت و زوجیت فاطمہ دختر رسول کے بلکہ نیز بلحاظ ان بیشمار اور بڑی خدمتوں کے جو انہوں نے مذہب اسلام
کی کی تھیں۔ یہ بھی یقینی ہے کہ شاید بی بی عائشہ کی اس تدبیر کے باعثوں میں ایک خدمت فرزندی بھی ہو کہ اپنے باپ کے
خلیفہ ہونے میں اعانت کی مگر اس میں شک و شبہ نہیں کہ نہایت قوی باعث اسکا بغض و کینہ دیرینہ علی کی
طرف سے تھا جسکا سبب معاملہ افک تھا۔۔۔۔ اسکو وہ کبھی نہ بھولیں اور کبھی درگذر نہ کی ہمیشہ اسکے بدلے
میں علی کو ستایا کیں اور ایسا انتقام لیا کہ مثل اسکے کسی نے نہ لیا ہوگا"۔۔۔۔۔ (پھر آگے سقیفہ کی تمام
کاروائیاں اور عمر کے فاطمہ کے گھر پھونکنے کی دھمکی کی کیفیت تحریر کرکے کہتا ہے کہ) عمر کے اسطرح جبری بلکہ

بے محابہ کردار کا باعث بیشک یہ خیال ہوا کہ ابوبکر جو سن رسیدہ ہین وہ بعد رسول کے غالباً بہت دن زندہ رہینگے انکو امید تھی کہ ٹھیک تدبیر سے وہ خود ابوبکر کے خلیفہ مقرر ہو جا سکتے ہین بشرطیکہ علی کو خارج کرسکین کیونکہ وہی ایک مقابل ایسے تھے جن سے انکو کسی وجہ سے خوف کرنا پڑتا تھا۔ کس قدر مدلل و واقعہ کے قریب قریب بیان ہے ۔

علی کے فضائل و خصائل از روے تحقیق عیسائی مورخین

اسی کے ضمن مین مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض اُن خوشگوار خیالات کا بھی جو علی کے خصائل و فضائل، عادات و کردار قابلیت و تبحر کے متعلق عیسائی مورخین محققین نے ظاہر کیے ہین اظہار کردوں تاکہ ناظرین کو زیادہ صحیح رائے قائم کرنیکا موقع ملے کہ واقعی مستحق خلافت نبوی کون تھا اگرچہ تمامی قرآن و حدیث، کتب تواریخ و سیر فضائل علی سے پر ہین مگر غیر اقوام کی آزادانہ شہادت و تحقیق زیادہ دلچسپی کا باعث ہوا کرتی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو:

انسائکلوپیڈیا — (۱) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا: علی ایک بہادر، شریف، سخی، اور سابقین مین مذکور ہین اور اُن سب مین لائق ترین اب فقط علی ہی تھے جو کہ خود پیغمبر کی صحبت سے جوش مذہبی حاصل کرکے آخر عمر تک انکی سادہ مثال کی پیروی کرتے رہے۔ علی علم اور عقل مین مشہور تھے اور اب تک کچھ مجموعے ضرب الامثال اور اشعار کے انسے منسوب ہین خصوصاً مقالات علی جنکا انگریزی ترجمہ ولیم یول نے ۱۸۳۲ء مین بمقام ایڈنبرا شایع کرایا ہے" ۔

کارلائل — (۲) مسٹر کارلائل: اس شخص (علی) کی طبیعت مین کچھ عجب طور کی جوانمردی تھی، شیر سا تو بہادر تھا، مگر باوجود اسکے اُسکے مزاج مین ایسی نرمی اور رحمدلی اور سچائی و محبت تھی کہ جو ایک کریچین نائٹ (عیسائی دیندار جوانمرد) کے شایان ہے"۔ (ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ لکچر دوم)

ہملیپ لطاکی — (۳) مسٹر فیلپ الطاکی: علم فقہ کی جڑ اور بنیاد امیرالمومنین علی صلوات اللہ علیہ ہین۔ اس قول مین کوئی جنگ جدل نہین کہ آپ اعلم العلما، افقہ الفقہا، اور ان تمام لوگوں مین جنکے سینوں مین علوم دنیا و آخرت تھے بلند و اعلیٰ پایہ رکھتے تھے۔۔ خود حضرت محمد مصطفےٰ ۔۔۔۔۔۔ اسکے شاہد و گواہ ہین ۔۔۔۔۔ فرمایا ہے کہ "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" ۔۔۔۔۔۔ دوسری جگہ آپنے فرمایا ہے علی میرے علم کا خازن ہے۔ علم فقہ پر احکام شریعت کا دارمدار ہے ۔۔۔۔۔۔ بلاشک و شبہ سیدنا امیرالمومنین علی صلوات اللہ علیہ اس علم کے اصل اساس ہین اور دنیا کے قدیم و جدید فقہا آپ کے تبحر علمی کے خوشہ چین ہین ۔۔۔۔۔۔ عبداللہ بن عباس فقہ مین مشہور بالاجماع افقہ صحابہ ہین ۔۔۔۔ یہ خود امیرالمومنین علی کے ایک شاگرد تھے ۔۔۔۔۔۔ سیدنا عمر بن الخطاب ہر احکامی و دولتی مشکل مین امیرالمومنین ہی سے رجوع کرتے تھے ۔۔۔۔۔۔ وہ کہا کرتے تھے کہ علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا ۔۔۔۔ دوسری جگہ کہا ہے کہ خدا مجھے اس سخت دشواری کے لیے زندہ نہ رکھے جسکے حل کرنے کو ابوالحسن نہون ۔۔۔۔۔ علم تفسیر و

تشریع میں بھی علی کے تفوق کے معترف تھے اور کہا کرتے تھے کہ مسجد نبوی میں علی کی موجودگی میں کوئی فتویٰ نہ دے ...... بڑی شہادت تو سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی جنہوں نے فرمایا ہے "اقضیٰ کم علیٰ" یہ حدیث ثابت ہے، اور اس میں گنجائش جنگ جدل کی نہیں۔ اقضیٰ وہی ہوگا جو سب سے اعلیٰ۔ افضل اور برتر ہو۔" (الخلیفہ الحلیہ) مطبوعہ رسالہ عرفان صید۔ سرفراز شعبان ۱۳۴۶ھ) نوٹ: اس محقق نے نہایت مدلل و شرح بحث کی ہے جبکا ضروری اقتباس تحریر کیا گیا ہے۔ علاوہ وسعت سیر و نگاہ کے اسکی تہذیب تحریر بھی قابل داد ہے۔

علامہ جرجی زیدان

(۴) علامہ جرجی زیدان، عیسائی علامہ مورخ تاریخ اسلام، پروفیسر یونیورسٹی مصر جو عربی فارسی۔ انگریزی۔ جرمنی۔ فرانسیسی لاطینی زبانوں میں پورا عالم و ماہر ہے۔ اپنی تاریخ اسلام جلد چہارم عربی میں لکھتا ہے کہ "حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کیحالت کیا بیان ہو آپکے زہد و تقوی کے متعلق حکایتیں اور واقعات بہت کثرت سے ہیں اصول اسلام کی پابندی کرنے میں آپ بہت سخت اور اپنے ہر قول و فعل میں نہایت شریف اور آزاد تھے جعل و فریب کو آپ جانتے تک نہیں تھے ...... آپ کی تمام تر ہمت صرف دین اور آپکا کل اعتماد و بھروسہ محض سچائی اور حق پر تھا اسکی اکثر مثالیں اور آپکے عدل و انصاف کے واقعات لکھنے کے بعد یہ مورخ لکھتا ہے کہ اگر حضرت عمر کے زمانہ میں جب لوگوں کے دلوں میں نبوت کی دہشت اور سچا تدین باقی تھا حضرت علی خلیفہ و بادشاہ ہوتے تو آپ کی حکومت اور سیاست کہیں بہتر اور اعلیٰ ثابت ہوتی (وہ کوتہ بین جو قائل ہیں کہ علی میں مادہ سیاست نہیں تھا۔ غور کریں) ...... لیکن آپکے قبضہ میں خلافت اسوقت آئی جب لوگوں کی نیتیں فاسد ہو گئی تھیں اور انتظامات ملکی کے متعلق ماتحتوں کے دلوں میں حرص و طمع پیدا ہو گئی تھی ...... جنمیں سب سے زیادہ طماع اور مکار معاویہ بن ابوسفیان تھا جسنے دھوکہ و فریب اور مکر و حیلہ سے اپنی حکومت جمانے کے لیے مسلمانوں کا مال بیدریغ خرچ کرکے لوگوں کو اپنی طرف کر لیا تھا۔" (تاریخ التمدن اسلامی جلد چہارم)۔

مسٹر ایرونگ

(۵) مسٹر ایرونگ "لکھتے ہیں کہ تتمہ کلام میں ہم علی کے اعلیٰ خصائل اور مکارم اخلاق پر کسی رنگ آمیزی کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ آپکے تمام تحریر شدہ سوانح زندگی میں اسپر پوری بحث اور کافی وضاحت ہو چکی ہے ...... سب سے پہلے ایمان لانیوالوں میں آپ بہترین اور سب سے افضل تھے انہیں خود پیغمبر کی صحبت اور رفاقت نے دین کے نشہ میں سرشار کر دیا تھا اور اپنی زندگی کے آخر وقت تک رسول کی سادہ اور زاہدانہ معاشرت کی پیروی کرتے رہے آپکا بہت عزت و احترام کیساتھ ذکر کیا جاتا ہے آپ ہی وہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے علوم و فنون کی بڑی حمایت و حفاظت کی آپ کو خود بھی شعر گوئی کا پورا مذاق تھا اور آپ کے بہت سے حکیمانہ مقولے اور ضرب الامثال اسوقت تک لوگوں کی زبان زد ہیں۔ اور مختلف زبانوں میں انکا ترجمہ ہو گیا ہے" (سکسیسرز آف محمد صفحہ ۱۸۶)۔

مسٹر اوکلے

(۶) مسٹر اوکلے۔ تمام مسلمانوں مین بالاتفاق علی کی عقل و دانائی کی شہرت ہے جسکو سب تسلیم کرتے ہین آپکے چند کلمات ابھی تک محفوظ ہین جنکا عربی سے ترکی و فارسی مین ترجمہ ہوگیا ہے ماسوا اسکے آپ کے اشعار کا دیوان بھی ہے جسکا نام انوار الاقوال ہے اور بوڈلین لائبریری (کتب خانہ) مین آپکے اقوال کی ایک بڑی کتاب موجود ہے جسکا نمونہ اس کتاب مین شامل ہے۔ لیکن آپ کی مشہور ترین تصنیف جفر و جامعہ ہے جو ایک وصلی پر ایک بعید الفہم خط مین جسکے ساتھ اعداد و ہندسے بھی شامل مین لکھی ہوئی ہے یہ ہندسے ان تمام عظیم الشان واقعات کو جو ابتدا اسلام سے بقاء عالم تک ہونیوالے ہین بتلاتے ہین یا انپر دلالت کرتے ہین۔ یہ وصلی جو آپ ہی کے خاندان مین بطور امانت رہا کی ہے اسوقت تک پڑھی نہین جاسکی ہے البتہ حضرت جعفر صادق اسکے کچھ حصہ کی تشریح و تفسیر کرنے مین کامیاب ہوئے ہین لیکن اسکے مطالب کا مکمل حل بارہوین امام کیلئے مخصوص ہے جنکا لقب مہدی (رہبر و ہدایت کرنیوالا) ہے۔ علاوہ ان کتابوں کے جنکا ہم تذکرہ کر رہے ہین متعدد مصنفین کی کتابوں مین بہت سے جملے اور کلمات حکمت علی کے نام سے ملتے ہین۔ اس جلیل القدر خلیفہ کی یادگار زمانہ داستانین ہین۔ اگر ان تمام خارق عادت لکھے ہوئے قصوں سے جو آپ کے بارے مین ذکر کئے جاتے ہین قطع نظر بھی کرلیجاوے اور آپکا شرف آپکی جرات، ہمت، خصلت، مزاج، پرہیزگاری، فہم اور دانش سے اندازہ کیا جائے تب بھی اُس قوم عرب مین جو عظیم الشان شخصیتین گذری ہین ان سب مین آپ سب سے زیادہ ممتاز تھے۔ (تاریخ عرب از اوکلے صہ ۳۳۲ و صہ ۳۳۳)

مسٹر گلمین

(۷) مسٹر گلمین لکھتے ہین کہ "وہ (یعنی علی) اس لحاظ سے بھی قابل احترام ہین کہ آپ ہی وہ پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے علم و فن کی کتابت کی پرورش کی اور حکمت سے مملو اقوال کا ایک بڑا مجموعہ آپ کے نام سے منسوب ہے اگر وہ واقعی آپ ہی کی عقل و فکر و دماغ کے نتائج مین تو یقیناً آپ کا قلب و دماغ ہر شخص سے خراج تحسین وصول کرتا رہیگا۔ آپ کے متعلق بہت سے دلچسپ اور عقل کو حیرت مین ڈالنے والے واقعات لکھے ہوئے ہین جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا قلب و دماغ مجسم نور تھا۔ جب ہم زوج فاطمہ کے حسرت ناک انجام پر پہونچتے ہین تو اپنے جذبات سے مجبور ہو جاتے ہین کہ تھوڑی دیر توقف کرکے آپکی گذشتہ زندگی پر ایک نگاہ ڈالین اُس روز سے جب عنفوان شباب مین علی نے محمد کے پیرو ہونیکا مصمم ارادہ ظاہر کیا تھا اور غور کرین اس استقلال مزاج پر جس کے ذریعے اُس مقصد پر اڑے رہے جو محض وقتی آمد کا نتیجہ معلوم ہوتا تھا ہم یاد کرتے ہین اُس امداد کو جو آپنے ہجرت کے وقت محمد کو دی۔ وہ شجاعانہ جنگی کارنامے جو بعد اسکے وقوع ہوئے اور ابوبکر کی بیعت خلافت کو قبول کرنے مین پس و پیش کو چونکہ جانتے تھے کہ اس عہدہ کی عزت الکا حق تھی۔ ہم افسوس کرتے ہین کہ آپ کی زندگی حسرت و آلام و شکست سے مملو تھی۔ آپ نرم دل اور متحمل مزاج، دنیوی لذات و عاقبت سے بے پرواہ اور بیفکر تھے۔ مخالفت اور انتقام کو طرح دینے کے عادی تھے۔ صلاح و مشورہ مین آپ کی دانائی اور پر مغز نکتہ

سبع ضرب الامثال کی ایجاد مین آپ کی مسلم الثبوت فراست بہت اعلیٰ پایہ کی تھی" (تاریخ عرب از گلمین) ٭

(۸) مسٹر جسٹس تی زبلڈ جج ہائیکورٹ بمبئی نے بمقدمہ ایڈوکیٹ جنرل بنام محمد حسین خوجہ تجویز مین لکھا ہے کہ "الغرض علی کی شہادت سے سب مسلمانوں مین ایک تہلکہ عظیم پڑگیا علی کو سب لوگ دل سے دوست رکھتے تھے اور وہ اسی قابل تھے بھی اس زمانہ مین جبکہ شجاعان عرب شہرہ آفاق تھے ضرغام آل ابوطالب . اسد اللہ الغالب انکا لقب تھا اور انکو اشجع العرب کہتے تھے شجاعت . حکمت . ہمت . عدالت . سخاوت . زہد اور تقوے مین علی کا عدیل و نظیر تاریخ عالم مین کم نظر آئیگا" (انڈین لا رپورٹ بمبئی جلد دوازدہم)

علی کے مستحق خلافت ہونیکا تصفیہ و خلاصہ

ان مختصر اقتباسات کی ہی معنویت کی اگر تشریح اور توضیح کیجاوے تو جداگانہ مبسوط کتاب ہوسکتی ہے مگر ہمارا کام محض تاریخی حیثیت سے ہر واقعہ کے مختلف پہلو دکھلا دینا ہے . لہذا محض نقل مضمون پر ہی اکتفا کیا گیا . بس اب اتنی آزاد شہادتوں اور علی کے مسلمہ فضایل . اوصاف خدمات و استحقاق کے بعد کیا کوئی منصف شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ علی مستحق خلافت اول نہ تھے اور کارروائیات سقیفہ جایز و حق بجانب تہین . اور رسول کے اس قدر صاف و صریح اقوال . احکام و اعلانات کے بعد بھی اگر کوئی اسلام مین سے یہ کہنے کی جرات کرے کہ رسول نے علی کو صاف و صریح الفاظ مین اپنے بعد کیواسطے

علی کی بابت رسول کی حدیث صریح

خلیفہ نہین مقرر کیا تھا تو ہم اسکو رائے دینگے کہ وہ ذرا روضۃ الاحباب کی اس حدیث کو ہی دیکھ لے جو حضرت ام سلمہ سے مروی ہے جس کی تصدیق حضرت عایشہ نے بھی کی ہے کہ رسول نے فرمایا "علی خلیفتی علیکم فی حیاتی و مماتی فمن عصاہ فقد عصانی" (علی میرا خلیفہ ہے میری زندگی مین اور میرے مرنے کے بعد بس جس کسی نے اس کو آزردہ کیا اسنے مجھے آزردہ کیا) (روضۃ الاحباب) اب خلیفتی کی صراحت علیکم کی عمومیت اور حیاتی و مماتی کی قوت و تسلسل قابل غور ہین . اس سے کون شخص اور کون زمانہ بچ سکتا ہے اور اس سے انحراف . اختلاف و نکث کیصورت مین فقد عصانی سے کیسے مفر ہوسکتا ہے ٭

متخلفین بیعت کے ساتھ طریقہ عمل

خلافت ابوبکر کی کیفیت حقیقت و استحقاق کیحالات تو ناظرین کے ملاحظہ سے گذر چکی . اب دکھانا یہ ہے کہ اس خلافت استحقاق خلافت کیواسطے کس کس طریقہ پر بیعت لینے کی کوششین کیگئین اور انکار و انحراف کرنے والوں کے ساتھ کیا کیا عمل ہوئے . ناظرین گھبرائین نہین اس امر پر ہم جملہ متخلفین بیعت کے جداگانہ حالات نہین دکھلائینگے کیونکہ اس مین طوالت ہوجائیگی اور ہم کو اپنی حد تالیف سے بہت زیادہ بڑھجانا پڑیگا . ہم محض علی و فاطمہ دختر رسول کے ساتھ جو طریقہ عمل ہوا اسکی ہی مختصر کیفیت پر ختم کردینگے ٭

سعد بن عبادہ کی نسبت ابن خلدون نے تو لکھا ہے کہ ان سے چھیڑ چھاڑ نہیں کی گئی . مگر صواعق محرقہ . بخاری

شرح فقہ اکبر و تاریخ کامل و اصابہ و استیعاب وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سعد شدائد خلافت سے پریشان ہو کر شام کو چلے گئے تھے۔ اور وہیں فوت ہوئے ❊

بیعت ابوبکر کے لئے علی پر جابرانہ زور۔ عمر کا آگ لیکر چڑھ جانا اور قصد احراق خانہ فاطمہ

لینے علی پر جبر
ارادہ احراق خانہ فاطمہ

علی پر بہ تحریک عمر بن خطاب خلافت کیطرف سے بیعت کیواسطے ایسے جابرانہ زور دیئے گئے کہ بروایت ابو الفداء عمر سعد کچھ سیاہی بچے لکڑیان اور آگ لیکر خانہ فاطمہ پر چڑھ گئے۔ گھر پھونکنے کی قسم کھا کر دھمکی دی اور علی کو گرفتار کر کے لیگئے (ابو الفدا) ہم تو ضرور اس امر کے یقین کرنے میں تامل کرتے کہ حضرات خلافت مآب اول و دوم کا رسول کی آنکھیں بند ہوتے ہی علی و فاطمہ کیساتھ جنکی نسبت انہوں نے رسول کو اکثر "انی سلم لمن سالمکم و حرب لمن حاربکم" یا "من اذاھا و اغضبھا فقد اذانی و اغضبنی" کہتے ہوئے خود سنا ہوگا۔ ایسا ظالمانہ برتاؤ ہوا ہوگا۔ مگر ہم کیا کریں تواریخ سابقہ مستند اہلسنت ہی اسکی تصدیق کرتی ہیں چنانچہ اصل عبارت ابو الفدا ملاحظہ ہو۔ ثم ان ابا بکر بعث عمر بن الخطاب الی علی و من معہ لیخرجھم من بیت فاطمہ و قال ان ابوا فقاتلھم فاقبل عمر بشیء من نار علی ان یضرم الدار فلقیتہ فاطمہ فقالت الی این یا ابن الخطاب اجئت لتحرق دارنا قال نعم۔ پھر ابوبکر نے عمر کو بھیجا کہ وہ علی اور جو لوگ انکے ساتھ ہیں انکی طرف جائیں اور انکو فاطمہ کے گھر سے نکالیں اور یہ بھی حکم دیا کہ اگر وہ انکار کریں تو انکو قتل کر ڈالو۔ پس عمر کچھ آگ لیکر گئے کہ گھر کو جلا ڈالیں اسوقت فاطمہ دروازہ پر آئیں اور کہنے لگیں کہ اے خطاب کے بیٹے یہ کیا قصد ہے۔ کیا تو ہمارے گھر کو جلانے آیا ہے۔ عمر نے کہا کہ بیشک (

ماہیر مستند علماء اہلسنت
تصدیق

علاوہ ابو الفدا کے مشاہیر مستند متقدمین علماء اہلسنت یعنی امام شہاب الدین احمد معروف بابن عبد ربہ اندلسی نے عقد الفرید میں۔ عمر بن شیبہ نے کتاب سقیفہ میں۔ علامہ ابو الولید محمد بن شحنہ نے روضۃ المناظر برحاشیہ جلد یازدہم تاریخ کامل میں وابن خرابہ نے کتاب غرر میں وابو جعفر محمد بن جریر طبری شافعی نے تاریخ الامم والملوک و تاریخ کبیر میں۔ وامام ابو الفتح محمد بن عبد الکریم شہرستانی نے کتاب ملل و نحل میں و امام ابی محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ نے کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں وغیرہ واقدی نے اس واقعہ کی اور حضرت عمر کے قصد احراق خانہ سیدہ کی روایت کی تصدیق کی ہے اور متاخرین میں بھی مولوی ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں و امام عبد البر نے استیعاب میں اور مولوی شبلی نعمانی نے اپنی کتاب الفاروق میں اسکو تسلیم کرتے ہوئے اسکی تصدیق کی ہے بلکہ مولوی شبلی صاحب نے تو یہانتک تحریر فرمایا ہے کہ "انکار کی کوئی وجہ نہیں حضرت عمر کی تندی و تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں ہے" اور صاحب ملل و نحل نے تو صاف طور پر بروایت نظام جو حضرت عمر کے ہمراہیوں میں تھا شکم فاطمہ سے اسقاط حضرت محسن کا سبب بھی تشدد حضرت عمر جو اسوقت انسے ظہور

اسقاط محسن ضرب سے ہوا

ہوا بتلایا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہین کہ "قال النظام ان عمر ضرب بطن فاطمہ علیہا السلام یوم البیعۃ حتی القت محسنا من بطنہا وکان یصیح احرقوھا بمن فیہا وما کان فی الدار غیر علی وفاطمہ والحسن والحسین" "نظام کہتا ہے کہ عمر نے لات ماری فاطمہ علیہا السلام کے بطن پر بیعت کے دن یہانتک کہ اسقاط ہوا محسن کا انکے شکم سے اور عمر غل مچاتے تھے کہ جلادو گھر کو معہ انکے جو اسمین ہین۔ حالانکہ گھر مین سوائے علی وفاطمہ وحسن وحسین کے اور کوئی نہ تھا نعوذ باللہ من ذالک!!

عیسائی مورخین تصدیق لسبب احراق

انے مستند حوالجات کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس شبہ کے دہونیکو مولوی فضل روزبہان کیطرح آنکھو پر پٹی باندھکر اس واقعہ سے انکار کرے اور اسکو ایجاد روافض تبلائے تو یہ اسکی ہمت ہے۔ مگر اسکو اول ان کل علمائے متبحرین اہلسنت سے رفض کا معتقد ہونا پڑیگا۔ بہرحال ہمکو کسی کے اعتقاد سے کچھ مطلب نہین ہمارا کام واقعات اصلی کا دکھا دینا ہے اور انکے ہر پہلو پر ناظرین کی توجہ دلادینا۔ لیکن دیکھین تو اس حیرت انگیز واقعہ کے متعلق عیسائی مورخین کی کیا تحقیق ہے جنکو کسی فرقہ بندی سے تعلق نہین۔ ملاحظہ ہو۔

عیسائی مورخین کی تصدیق نسبت قصد احراق خانہ فاطمہ

مسٹر ڈیون پورٹ

(۱) مسٹر ڈیون پورٹ لکھتے ہین کہ کھلے طور پر عمر نے کہا کہ اگر اس حکم بیعت کی تعمیل نہو گی تو وہ اس گھر مین آگ لگاکر اسکو اور جو جو لوگ اسمین ہین ان سب کو جلا کے سزا جاری کرینگے۔ پس فاطمہ بطور تشنیع کے کمال غیظ وغضب سے چلائین کہ اے خطاب کے بیٹے تو ایسے ظلم قبیح ووحشیانہ کا مرتکب نہ ہونا۔ عمر نے جواب دیا مین ضرور ضرور ایسا کرونگا" (کتاب خلافت)

مسٹر گبن

(۲) مسٹر گبن نے لکھا ہے کہ "بنی ہاشم نے بیعت سے انکار کیا اور انکا سردار علی ۶ ماہ سے زیادہ تک بالکل بے تعلق اور چپ چاپ گھر مین بیٹھا رہا۔ اسنے عمر کی دہمکیون کی کچھ پرواہ نہ کی جسنے دختر رسول کے گھر کو آگ لگادینے کا قصد کیا تھا" (ڈیکلائن اینڈ فال)

مسٹر ایرونگ

(۳) مسٹر ایرونگ لکھتے ہیں کہ عمر نے کہا کہ بیعت کرو۔ ورنہ گھر اور جو لوگ اسمین ہین سبکو پھونک دونگا۔ فاطمہ نے ملامت کے طور پر چلاکر کہا کہ اے ابن خطاب تو ایسا ظلم نہ کیجیو۔ عمر نے جواب دیا کہ اگر تم لوگ اوروں کی طرح بیعت نکروگے تو واللہ مین ضرور جلادونگا" (سکسیسرز آف محمد)

مسٹر اوکلے

(۴) مسٹر اوکلے نے لکھا ہے کہ عمر گھر مین آگ لگانے ہی کو تھا کہ فاطمہ نے پوچھا تیرا مطلب کیا ہے۔ عمر نے کہا کہ اگر اور دن کی طرح تم بیعت نہ کروگے تو مین گھر کو جلاکر خاک سیاہ کردونگا" (ہسٹری آف سیراسنز)

ابوالفرج نصرانی

(۵) ابوالفرج نصرانی نے بھی اپنی تاریخ عربی مختصر الدول مین یہ روایت اسیطرح لکھی ہے جسطرح اوکلے نے لکھی ہے +

علی کی طلبی وجوابات وبجبر گرفتاری

علی کے اسطرح پر بغرض حصول بیعت بلانے اور بہ جبر لیجانیکو روضۃ الصفا۔ روضۃ الاحباب۔ اعثم کوفی وتاریخ الاسلام وکتب الامامۃ والسیاسۃ مین بھی بہ تغیر الفاظ وبتردد کی بعض جزئیات تحریر کیا گیا ہے جسکو ہم امام ابن قتیبہ کی کتاب امامۃ والسیاسۃ سے بدیہ ناظرین کرتے

مصنف موصوف نے حضرت عمر کے لکڑیاں و آگ لیکر چڑھ جانے کا ذکر کرتے ہوئے اسوقت کا نقشہ بھی دکھلایا ہے جب عمر نے اول مرتبہ آکر علی کو دروازہ فاطمہ پر آواز دی تھی۔ اور بیعت کیلئے باہر بلایا تھا۔ اور اول جواب علی سنکر واپس چلے گئے تھے۔ اور پھر دوبارہ آگ و لکڑیاں لیکر آئے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ علی نے کہا کہ مینے تو قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن نہ جمع کرلونگا۔ روانہ اوڑھونگا نہ گھر سے نکلونگا پس فاطمہ دروازہ پر آئیں اور عمر سے کہا کہ ہم سے اُس قوم سے کچھ مطلب نہیں جو تم ایسوں کیطرح فعل بد پر قائم ہو تمنے رسول کو چھوڑ دیا انکا جنازہ ہمارے ہاتھوں میں رہا۔ اور تمنے امر خلافت کو اپنے لیئے طے کر لیا۔ تم کیونکر امیر بنگئے اور ہمارے حق کو ہم سے کیونکر پلٹا دیا۔ پس عمر ابوبکر کے پاس واپس گئے (یہ پہلا آنا تھا) اور انسے کہا کہ کیا تم اس تخلف کرنے والے سے بیعت نہ لوگے۔ پس ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ کو بھیجا کہ علی کو بلالا۔ پس وہ گیا اور علی کو پکارا۔ علی نے پوچھا کیا کام ہے؟ اسنے کہا کہ آپ کو رسول کے خلیفہ نے بلایا ہے۔ علی نے کہا کہ تمنے رسول اللہ پر کیا جلد بہتان باندھا ہے۔ پس وہ لوٹ آیا اور جواب بیان کردیا۔ تو ابوبکر دیر تک روتے رہے۔ عمر نے دوسری مرتبہ کہا کہ اس تخلف کو مہلت نہ دو۔ پھر ابوبکر نے قنفذ کو بھیجا کہ جاکر کہے کہ امیر المومنین آپکو بلاتے ہیں تا کہ بیعت لیں۔ پس قنفذ گیا اور پیغام ادا کیا تو علی نے بلند آواز سے کہا کہ سبحان اللہ ایسی صفت کا دعوے کرتے ہیں جو انہیں نہیں پہنچی۔ قنفذ نے واپس آکر یہ بھی کہدیا۔ پھر ابوبکر دیر تک روئے۔ پس عمر کھڑے ہوگئے اور ایک گروہ کو ساتھ لیکر آئے (یہ دوبارہ کا آنا تھا۔ جب آگ و لکڑیاں لیکر آئے تھے) اور فاطمہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پس جب فاطمہ نے ان لوگوں کی آوازیں سنیں تو بلند آواز سے فریاد کی کہ اے میرے باپ۔ اے خدا کے رسول! آپ کے بعد ابن خطاب و ابن قحافہ کے ہاتھوں سے ہمکو کیا کیا دکھ پہنچ رہے ہیں جب قوم نے فاطمہ کی یہ آواز سنی تو چیخیں مار کر روتے ہوئے پلٹے اور انکے دل پارہ پارہ اور کلیجے ٹکڑے ہو رہے تھے مگر عمر اور انکے ساتھ کے کچھ آدمی ٹھہرے رہے۔ یہانتک کہ علی کو گھر سے نکالا اور ابوبکر کے پاس لیگئے۔" (نوٹ۔ کیسے نکالا؟ اور فاطمہ کی ایسی آہ و زاری کیوں اور کس وجہ سے تھی جس سے دوسروں کے کلیجے ٹکڑے ہوگئے؟ اسکا تذکرہ یہاں سے متروک ہے۔ لیکن ناظرین اگر بہا پر ملل و النحل کی نظام والی روایت کو جو اوپر ذکر ہو چکی ہے ملا لیں تو نتیجہ ظاہر ہو سکتی ہے۔ اور علی اپنی قسم کیخلاف کسطرح گھر سے نکالے گئے ہونگے۔ اور خلاف مرضی لیجائے گئے ہونگے۔ اسکا قیاس ناظرین خود فرمالیں)

دربار خلافت میں طلبی بیعت پر علی و شیخین و ابو عبیدہ وغیرہ کی گفتگو و علی کا انکار بیعت

اب دربار خلافت میں طلب بیعت پر جو مکالمہ مابین علی و شیخین ہوا خواہان خلافت کے ہوا وہ زیادہ پر لطف و معنی خیز ہے۔ روضۃ الصفا۔ تاریخ الاسلام۔ روضۃ الاحباب۔ صحیح مسلم۔ تاریخ الامم و الملوک ابن جریر طبری و کتاب امامۃ و السیاسۃ و اعثم کوفی سے حسب ذیل ہدیہ ناظرین ہے۔ جب علی لائے گئے اور ان سے سوال بیعت کیا گیا۔ تو علی نے جواب دیا کہ "تمنے جو انصار پر مہاجرین کی عزت قائم کی وہی دلیل میری مہاجرین پر ہے۔" اور حسب عبارت ابن قتیبہ مندرجہ کتاب امامۃ و السیاسۃ و نیز اعثم کوفی علی

کلام علی با شیخین و ابو عبیدہ و انکار بیعت

کہا کہ "مین اس امر کا تم سے زیادہ سزاوار ہوں۔ تملوگوں کو لازم ہے کہ میری بیعت کرو۔ تملوگوں نے اس امر کو انصار سے لیا۔ اور حجت لائے
تم اُنپر قرابت رسول کے ساتھ اور لیتے ہو ہم اہلبیت سے محض غصب کے طور پر۔ آیا نہیں زعم کیا تملوگوں نے انصار سے کہ تم اسوجہ سے
زیادہ مستحق ہو کہ رسول تم مین سے ہین پس اُن لوگوں نے تمہارے سامنے گردن جھکا دی اور حکومت تمہاری سپرد کر دی پس اب ہی
حجت مین تمپر قایم کرتا ہوں جو انصار پر تم نے قایم کی ہے اسطرح کہ ہم زندگی و موت مین رسول کے اقرب ہین اگر تمہارا
مومن ہونیکا دعویٰ سچا ہے تو ہمارے لیے انصاف کرو۔ ورنہ یاد رکھو کہ تم عمداً ظلم کرو گے۔" عمر نے کہا کہ "یہ تحقیق تمکو نہ چھوڑا جائیگا
جب تک تم بیعت نکرو گے۔" علی نے کہا کہ "دوہ لے خوب دوہنا کہ تیرا بھی اسمین حصہ ہے اور تو آج اس کیلیئے اس کام کو خوب
مضبوط کر کیونکہ وہ کل تیری طرف پھیر دیگا۔" پھر کہا کہ "قسم ہے اللہ کی مین تیرا قول قبول نہیں کرتا۔ اور نہ اس کی بیعت کرتا ہون"
عمر نے کہا کہ "تمکو بیعت کرنی پڑیگی۔" علی نے کہا کہ "اگر ہم بیعت نکرین تو کیا ہوگا۔" عمر نے کہا "خدا کی قسم تمہاری گردن اڑا دینگے"
علی نے جواب دیا:۔ "اسکا مجھکو کب اندیشہ ہے جب تک رستے جان بھی باقی ہے اپنے حق سے دست بردار نہونگا۔" اور
بقول ابن قتیبہ کہا کہ "تو تم ایک خدا کے بندے اور اسکے رسول کے بھائی کو قتل کرو گے۔" پس عمر نے کہا کہ "خدا کا بندہ ہونا تو
تسلیم لیکن رسول کے بھائی تم نہیں ہو سکتے ہو (غالباً اسپر گفتگو کا رخ بدلنے کو) ابو عبیدہ جراح نے کہا کہ "تمہاری فضیلت
اور سبقت اسلام سب پر روشن ہے اور تم اہلبیت مین سے ہو بیشک تم زیادہ حقدار ہو۔ لیکن جب صحابہ نے ابو بکر کی
بیعت پر اتفاق کر لیا تو تم بھی موافقت کر لو۔" علی نے جواب دیا:۔ "اے ابو عبیدہ وہ بات نہ کر جو سچ سے علیحدہ ہو خدا نے
جو عزت خاندان رسالت کو دی ہے اور سلطنت عرب جو محمد کی ہے انکے گھر سے نکالکر دوسروں کے گھر کیطرف منتقل نکر جائے
گھر مین قرآن نازل ہوا معدن علم دین و سنن سید المرسلین ہم ہین۔ شریعت اور مصالح ملت کو ہم بہتر جاننے والے ہین
پس ہوا و حرص کی متابعت نکرو ورنہ خدا کے راستے سے گمراہ ہو جاؤ گے اور حق سے دوری مین پڑے جاؤ گے +"
اب بشیر بن سعد نے کہا:۔ "یا علی بیعت ابو بکر سے پہلے اگر یہ کلام انصار آپ سے سنتے تو دو آدمیوں سے (غالباً ابو بکر و عمر مراد
ہوگی) زیادہ کوئی اور کیطرف نہ جاتا اب تمہاری بیعت کر لیتے۔ چونکہ تم گھر مین بیٹھے رہے سبکو خیال ہوا کہ تمکو رغبت خلافت کی
نہین اب یہ باتین لوگوں کے قرار داد کیخلاف ہونگی۔ لوگوں نے اس خوف سے کہ مبادا دین رسول مین خلل پڑے ابو بکر کی بیعت
کرلی۔" علی نے جوابدیا:۔ "اے بشیر کیا تو اسے پسند کریگا کہ مین رسول کو گھر مین بے غسل و کفن چھوڑ جاتا اور لوگوں کے ساتھ سلطنت
کے جھگڑے کے لیے کھڑا ہو جاتا۔" اب سبکو خاموش دیکھکر ابو بکر نے کہا کہ:۔ "اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم مخالفت کرو گے تو مین ہرگز
قبول نکرتا۔ اب اگر بیعت کرو تو مناسب ہے نہین تو تمپر کوئی تکلیف نہین ہے (کیا ڈپلومیٹک گفتگو ہے) عمر نے ابو بکر سے
مخاطب ہو کر کہا کہ "تم کچھ حکم کیوں نہین دیتے (غالباً حکم قتل کے ہی خواستگار ہونگے) ابو بکر نے کہا:۔ "میں انکو کسی شے پر مجبور

بچوں کی جبتک فاطمہ اسکے پہلو میں رہیں پس علی قبر رسول پر جاکر لیٹ گئے اور باآواز بلند رو رو کر فریاد کرتے تھے کہ اے میری ماں کے بیٹے قوم نے مجھے کمزور و مجبور کردیا اور اب چاہتی ہے کہ مجھے قتل بھی کردے " (کتاب امامۃ والسیاستہ اعثم کوفی و روضۃ الاحباب) حالاںکہ بیعت کئے گئے چلے

واقعہ طلبی وگرفتاری علی وطریقہ عمل پر تنقیدی نظر

اب اس تمام واقعہ و تحریرات ابوالفدا و ابن قتیبہ وغیرہ میں چند امور قابل غور ہیں اور چند نتائج برآمد ہوتے ہیں جنکی طرف ناظرین کی توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ حسب ذیل ہیں :۔ امور غور طلب

امور غور طلب

(۱) الفاظ من معہٗ مندرجہ عبارت ابوالفدا سے مراد کون تھے ؟ آیا کوئی اور مجمع خانہ فاطمہ میں تھا جیسا کہ اس عمل قبیح کی توجیہ رکیک میں کہدیا جاتا ہے یا اس سے صرف علی و فاطمہ و حسنین ہی مراد تھے ، یہ ظاہر ہے کہ جبوقت علی کو گھر سے باہر نکالا گیا ہے تو صرف یہی ایک گرفتاری عمل میں آئی تھی۔ اگر اور کوئی موجود ہوتا تو وہ بھی علی کے ساتھ گرفتار ہوتا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ روایت صاحب ملل کی ہی صحیح ہے کہ سوائے علی و فاطمہ و حسنین کے اور کوئی نہ تھا اور خبر اجتماع رفع الزام یا حجت عمل کیلئے ہے۔

(۲) کیا فاطمہ کا احتجاج و بیان شیخین کی نسبت کہ تم نعل بد پر ہو اور تم نے میت رسول کو چھوڑ کر امر خلافت اپنے لیئے طے کرلیا ، جو ہمارا حق تھا صحیح ہے یا جھوٹا ؟ فاطمہ کو بقول رسول صدیقہ مانتے ہوئے اسکا غلط سمجھنا ذرا دشوار معلوم ہوتا ہے اور شیخین کیطرف سے اسکا کوئی معقول جواب تردیدی بھی نہیں دیا گیا +

(۳) قنفذ کی زبانی علی کیطرف سے القاب خلیفہ رسول امیرالمومنین کی عدم تسلیم کو سنکر ابوبکر کے گریہ طولانی کی کیا وجہ تھی ؟ کیا یہ علی کے اعتراضات کی تسلیم نہیں جا سکتی ؟ کیا جو کچھ علی نے کہا تھا وہ غلط تھا ؟ زبان رسول سے " الحق مع علی و علی مع الحق " سنکر یہ بھی ماننا دشوار معلوم ہوتا ہے +

(۴) خلیفہ وقت ابوبکر کے ہوتے ہوئے تمام مجمع میں سے صرف حضرت عمر کا ہی بیعت علی پر اسقدر اصرار اور ایسا خود اختیاری سنگین عمل کس قانونی یا اخلاقی حق سے تھا ؟ کیا یہ محض خیر خواہی خلافت کیوجہ سے تھا یا علی سے انکو کوئی خاص وجہ عداوت کی تھی ؟ کیا مسٹر ڈیون پورٹ کا خیال صحیح ہے کہ مد مقابل علی کا راستے سے قطعی اخراج ہی انکی ذاتی کامیابی کی ضمانت کر سکتا تھا ؟ +

(۵) دروازہ فاطمہ جو بند تھا آخر کیسے کھلا ؟ کیا وہ اسی آگ سے جو بقول ابوالفدا وغیرہ ساتھ لائی گئی تھی کچھ کام لیا گیا ؟ یا بقول اہل تشیع وہ دروازہ جلا کر گرایا گیا جو پہلوئے فاطمہ پر گرکر اسقاط حضرت محسن کا باعث ہوا جسکو صاحب ملل نے حضرت عمر کے لات مارنے کے صدمہ سے لکھا ہے۔ فاطمہ کی ایسی فریاد کے جسکو سنکر باہر کے آدمی بھی چیخیں مار کر رونے لگیں کچھ نہ کچھ اسباب تو ضرور ہونگے جسکو ناظرین خود قیاس کرلیں گے +

(۶) علی آخر کسطرح گھر مین سے نکالے گئے. نکالا جانا سوا جبر کے نہیں ہو سکتا پس وہ جبر کیا تھا؟ کیا گلا باندھنے کی روایات صحیح ہین؟ (واللہ اعلم بالصواب)

(۷) حضرت عمر کیطرف سے اسقدر خواہش و اصرار قتل علی کیلئے اور حضرت ابو بکر کا اس سے گریز و انکار ان دونون مین نہین معلوم کون حق پر تھا. اور کون ناحق پر؟ اور اگر اسوقت بجائے ابو بکر کے عمر خلیفہ ہوتے تو کیا علی اسیوقت قتل نہ کر دیئے جاتے اور اسحالت مین یہ فیصل کیسا ہوتا؟

(۸) کیا علی رسول کے بھائی نہین تھے. ؟ علاوہ قول "ھو اخی فی الدنیا والآخرۃ" کے کیا رشتہ کے لحاظ سے علی رسول کے چچازاد بھائی نہین تھے؟ کیا چچا کے بیٹے کو سوا بھائی کے اور کچھ بھی کہا جاتا ہے؟ پس حضرت عمر کے صریحی انکار کو کیا کہنا چاہیئے

(۹) کیا ایسی جبر و سختی کیحالت مین اگر علی بیعت کر بھی لیتے تو وہ بیعت واقعی بیعت کہلائے جانیکی قابل ہوتی؟ ہرگز نہیں؟

(۱۰) کیا کسی حالت مین بھی علی و فاطمہ کے ساتھ جنکے فضائل و مراتب و تعلقات رسول سے ہر شخص واقف ہے ان حضرات کا ایسا جابرانہ طرز عمل اور ایسا توہین آمیز جبر و تشدد زیبا و مناسب تھا؟ جسکے اثرات آئندہ کوفہ و شام و کربلا کے خونی مناظر کیصورت مین رونما ہوئے کیا اس طریقہ عمل سے بنت رسول کی حرمت و اہلبیت کی وقعت کو جنکی مودت اجر رسالت ہے نا قابل تلافی صدمہ نہین پہنچا؟ کیا وفات رسول کا اونکی مصیبت زدہ پیاری بیٹی کو اسیطرح پرسا دیا جانا چاہیئے تھا؟ افسوس

(۱۱) کیا علی کے ادعائے افضلیت کی کسی نے تردید کی؟ کیا شیخین نے خاموشی سے اور ابو عبیدہ و بشیر نے لفظون مین اسکو تسلیم نہین کیا؟

ان جملہ امور کے تصفیہ کو ہم ناظرین کی عقل سلیم و رائے و انصاف پر چھوڑ کر ان لازمی نتائج کیطرف متوجہ کرتے ہین جو اس واقعہ و روایت سے پیدا یا مترتب ہوتے ہین جو حسب ذیل ہین ÷ نتائج روایت و واقعہ :-

نتائج

(۱) علی و فاطمہ کے نزدیک یہ خلافت و بیعت شیخین بالکل خلاف استحقاق و ناجائز بلکہ غصبی تھی جسوجہ سے انکو بیعت سے انکار تھا. جو "علی مع الحق" کی رو سے غلط نہین سمجھے جاسکتے. علی کے اعتراضات پر ابو بکر کا رو دینا. خلیفہ رسول کے خطاب کو بدلکر امیر المومنین کی ترمیم اور علی کے ادعائے فضیلت و استحقاق پر خاموشی اعتراضات و ادعائے مذکورہ کی صحت و تسلیم پر دلالت کرتے ہین ÷

(۲) یہ کہ حضرت عمر کو حضرت ابو بکر سے زیادہ فکر و کوشش بیعت علی یا انکے قتل کی تھی. اور انکے قلب مین کوئی حرمت خاتون بتول و عزت و محبت اہلبیت رسول کی نہ تھی ÷

(۳) بیعت لینے کیواسطے ایسے جبر و تشدد سے بھی کام لیا جاسکتا ہے اور لیا گیا جو معلوم نہین کہ کہانتک ایسی شریعت مین جو کافرون پر بھی ایسی مظالم کو روا نہ رکھتی ہو جائز ہو سکتا ہے ÷

(۴) حضرت ابو بکر کا دامن بھی روایت ابو الفدا کی رو سے ان مظالم کے بدنما دھبہ سے بالکل پاک نہین ہوتا. کیونکہ خانہ فاطمہ کے

اخراج وہلاکت کا حکم انکی طرف بھیجا ہوا تھا جیسا کہ الفاظ اُن ابابکر دعث عمرؓ سے ظاہر ہوتا ہے اور نہ معلوم ہو سکیکے بعد انہون نے مرتکب کو کوئی سزا دی ٭

(۵) علیؑ نے باوجود اس جبر تشدد و خوف ہلاکت کے بیعت نہین تو پہر آئندہ کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ۶ ماہ بعد یا اور کسی وقت مین جبکہ کوئی جبر بھی نہ کیا گیا ہو بیعت کرلی ہوگی ٭

علی کی بیعت ابو بکر کے متعلق تحقیق و دلائل عدم امکان بیعت از علی و نتیجہ تحقیق

...ہرگز بیعت نہیں کی ...کر سکتے تھے

اب بعض متعصب۔ خالی از ذہن یا محض سطحی نظر رکہنے والون نے جو محبت شیخین مین علی کے موافق وصیت رسول صبر و تحمل و بمقتضے مصلحت وقت سکوت و خاموشی واز روئے اخلاق محمدی خلفائے ظاہری میل جول بباعث سچی ہمدردی اسلام کے مفید نیک مشورے دینے یا بر بنائے فرائض امامت جائز خود و ذمہ داری ہدایت راہِ مستقیم خلاف شریعت لغزشون کو وقتاً فوقتاً روکنے اور اصلاح کر دینے سے یہ نتیجہ نکالا ہے اور اپنی تواریخ و تصانیف مین ذکر کیا ہے کہ علی نے بھی ابو بکر کی بیعت کرلی تھی۔ یہ یا تو انکی عقل و فہم کا قصور ہے کہ وہ کسی واقعہ کی حقیقت کے ادراک و امتیاز کی قوت نہین رکہتے یا تعصب نے انکی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے علی کی سیرت و فطرت کے مطالعہ کرنے اور سمجھنے والے غور کر سکتے ہین کہ وہ بہادر جس نے اپنی بہادری کے عرب میں سکے بٹھا دیئے ہون جو ہزارون کی تعداد مخالفین کو ہیچ سمجھتا ہو۔ وہ مستقل مزاج و مستحکم ارادہ کا شخص جسنے سنت شیخین پر عمل کرنیکے زبانی اقرار سے بھی جس سے خلافت مل جاتی تھی قطعاً انکار کر دیا ہو جس نے اپنی چندروزہ خلافت ظاہری کے زمانہ مین باخیر خواہ شیر و نکے پولیٹکل مشورو نکو کہ معاویہ و دیگر ظالم عمال کو بالفعل نہ چہیڑا جائے بدستور قایم رکہا جائے با وجود حالت پر آشوبی کے بالکل لاپرواہی سے پس پشت ڈالکر انکی برطرفی کے احکام صادر کر دیئے ہون۔ جو حق کے مقابلہ مین دنیا کی کسی قوت سے مرعوب و کسی قربانی سے باز نہ رہتا ہو اور جو بقول انگریز مورخین بھی جبل و دنیاداری کو جانتا بھی نہو۔ وہ خلافت ابو بکر یا دیگر خلفا ثلثہ کو نا جایز سمجھنے و تقین کرنے بلکہ مجمع عام مین اسکو غضبی ظاہر کرنے اور یہ کہنے کے بعد کہ جب تک میرے جان باقی ہے ہرگز بیعت نکرونگا اور اپنے حق سے دست بردار نہوں گا کیسے دوسروں کی بیعت واقعی یا ظاہری کرلیتا اور پھر ہر خلافت کے انعقاد کیوقت بلکہ ہر وقت مین اپنے کو جایز حقدار ظاہر کر کے دعویدار خلافت بھی رہتا۔ یہ کسی صحیح العقل آدمی کے سمجھ مین آنیوالی بات معلوم نہین ہوتی ٭

علی ظاہری بیعت بھی نہ کر سکتے تھے

جو لوگ اپنی سادہ لوحی یا تنگ نظری سے اس بات کے قایل ہوئے ہین کہ واقعی تو نہین البتہ ظاہری بیعت کرلی تھی انکی عقل کیحالت اور زیادہ قابل افسوس ہے۔ انہوں نے قطعی اندازہ نہین کیا کہ اگر علی کی طبیعت ایسی کمزور یا ڈیپلومیٹک دو عملی کی ہوتی تو وہ اول ہی بیعت ظاہری کر لیتے۔ کیا علی کی طبیعت سلمان۔ مقداد۔ ابوذر و سعد وغیرہ سے بھی کمزور تھی کہ وہ تو آخر عمر تک بیعت تقیہ بھی نکرین اور علی بلا کسی مزید جبر کے بیعت ظاہری کرلین۔ کیونکہ تمام تاریخیں متفق ہین کہ ان لوگوں نے آخر عمر تک بیعت

نہین کی باوجودیکہ بہت سے مظالم اُنپر ہوئے. کیا علی یہ بھی نہ سمجھتے تھے کہ انکا ظاہری بیعت کرلینا بھی ان لوگوں کیواسطے جو انکو خلیفہ منصوص اور امام مفترض الطاعۃ سمجھتے ہین جنکو انکی قلبی کیفیت کا اندازہ یا علم نہو سکیگا کس قدر مغالطہ مین ڈالنے والا عمل ہوگا؟ اور وہ اس عمل سے ایسے امر یعنی خلافت امامت مین جو دونوں فرق اسلامی مین داخل اصول دین ہے سخت مغالطہ کے باعث ہونگے؟ جو کسیطرح قیاس مین تو کیا وہم گمان مین بھی نہین آسکتا. پس اگر کہین ایسا قول ملے تو وہ یقینی دیوار سے دے مارنے کی قابل ہے ⁂

واقعہ کی صحت جانچنے کے طریقے

ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ ہر واقعہ اختلافی و متنازعہ کی صحت کی جانچ کیواسطے عقلاً چند امور کا دیکھنا اور انکا کافی طور پر ثابت ہونا لازمی ہوتا ہے جس سے اس کی صحت یا عدم صحت کا انکشاف ہوجاتا ہے. اول یہ کہ وہ واقعہ کس مقام خاص پر ہوا. دوسرے یہ کہ کب اور کس وقت ہوا. تیسرے یہ کہ کس حالت مین ہوا. چوتھے یہ کہ کن کن اشخاص کے روبرو ہوا. پانچوین یہ کہ شہادت واقعہ معتبر و آزاد ہے یا نہین. چھٹے یہ کہ کوئی ایسا امر یا مواد تو موجود نہین ہے جو عدم وقوع یا عدم صحت پر دلالت کرتا ہو. پس اگر تاریخ مذکرہ بالا امور محقق نہوں یا اُن کی بابت شہادت مین صریحی اختلاف ہو تو فطری اور یقینی طور پر نتیجہ اخذ کرلیا جاتا ہے کہ واقعہ در اصل ہوا ہی نہین اور سند معقولی بھی ہے کہ "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" اب خلافت ابوبکر کے متعلق بیعت علی کے واقعہ کے جانچنے کیواسطے جب ہم امور مذکورہ بالا کو تاریخ سے جانچ کرتے ہین. تو امر اول کی بابت تو کسی تاریخ سے پتہ نہین چلتا کہ یہ بیعت کس مقام پر واقعہ ہوئی. مسجد رسول مین ہوئی یا دار الخلافت مین. علی کے مکان پر ہوئی یا منازل شیخین پر یا راستہ چلتے ہوگئی. پس جب مقام واقعہ ثابت نہین تو واقعہ کا کیسے یقین کیا جاسکتا ہے ⁂

امر دوم کی بابت تواریخ مین سخت اختلاف ہے مطالبہ اول کیوقت کی بابت تو روضۃ الصفا کی عبارت یہ ہے کہ "بیعت ناکردہ برخاست" اور حبیب السیر مین ہے کہ "شاہ ولایت بے آنکہ صدیق را بیعت نماید مراجعت فرمود" اور بعض اور تاریخین بھی اس کی متفق ہین لیکن اسکے بعد کے متعلق صاحب حبیب السیر لکھتے ہین کہ "عقیدہ فرقہ شیعہ کا یہ ہے کہ آنجناب نے ابوبکر بلکہ خلفاء ثلثہ مین سے کسی سے ہرگز بیعت نہین کی مگر بعض اہلسنت کہتے ہین کہ وفات رسول سے چالیس روز بعد بیعت کی اور ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ تا حیات فاطمہ کے بیعت نہین کی اسکے بعد کی اب کی کچھ پتہ نہین. اور بعض کتب مین نظر سے گذرا ہے کہ اسی روز جب علی نے خلافت ابوبکر کی خبر سنی نہایت تعجیل کے ساتھ انکے پاس جاکر بیعت کرلی". روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۴۳ مین ہے کہ ۶ ماہ تک تا حیات فاطمہ علی نے بیعت نہیں کی. شرح عقاید مین ہے کہ "علی نے بعد اس توقف کے جو رہا روبرو گواہان ابوبکر کی کرلی" مدت و نام گواہان کا پتہ نہیں. مسلم جلد ۱ صفحہ ۹۱ مین ہے کہ بعد انتقال فاطمہ علی نے بیعت کی خواہش کی مرحج البتہ مسعودی جلد ۱ صفحہ ۲۸۸ مین ہے کہ "بہ تحقیق بیعت علی بن ابیطالب کی ابوبکر سے ہوئی اسمین اختلاف ہے. بعض علماء نے کہا ہے

کہ بعد وفات فاطمہ دس دن گذرنے پر بیعت کی جو وفات رسولؐ سے کچھ زیادہ ستر دن گذرنے پر ہوئی تھی اور بعض کے نزدیک تین ماہ گذرنے کے بعد اور بعض کے نزدیک چھ ماہ کے بعد اور بعض کے نزدیک اور کچھ کم مدت کے بعد ہوئی"

ان اختلافات کثیرہ کا فطری و عقلی نتیجہ بھی عدم وقوع واقعہ بیعت علی کیطرف راجع ہوتا ہے ممکن ہے کہ کوئی یہ شبہ پیدا کرے کہ اسی قسم کے اختلافات زمانی تو بہت سے اسلامی واقعات مین موجود ہین مثلاً ولادت و وفات رسول کی ہی تاریخین کتب تواریخ مین مختلف نظر آتی ہین پس یہ اختلاف انکے عدم وقوع کی دلیل نہین ہوسکتا مگر یہ شبہ بالکل اسطرح باطل و راسمو قعہ سے غیر متعلق ہے کہ وہاں یعنی وفات و ولادت مین واقعہ کا وقوع ہونا اختلافی یا متنازعہ نہیں ہے بلکہ انکا وقوع ساری دنیا کو مسلم ہے اور نہ انہین جملہ امور تنقیح طلب متذکرہ صدر اختلافی و غیر محقق ہین اور اگر ان واقعات سے بھی کوئی انکار کرنے والا پیدا ہوجاتا جو ہو نہین سکتا تو البتہ وہان بھی عقلاً ایسے اختلافات و عدم ثبوت اسی نتیجہ کیطرف منجر ہوسکتے ہین۔ برخلاف اسکے مسئلہ بیعت مین تو نفس واقعہ ہی اختلافی و متنازعہ ہے اسلام مین ایک فرقہ شیعہ اصولاً و بالاستحکام اس سے منکر ہے جیسا کہ صاحب حبیب السیر نے بھی لکھا ہے تو اب ان لوگونکے اختلافات زمانی و مکانی سے جو وقوع بیعت کے قایل و مدعی ہین قطعی طور پر یہ فیصلہ کریگا حق ہے کہ بیعت مذکور واقع ہی نہین ہوئی۔ ورنہ ایسے اہم امور مین وقت و جگہ کا ہرگز اختلاف نہوتا ؛

اب تیسرے، چوتھے اور پانچوین امور کے متعلق بھی کوئی تاریخ پتہ نہین دیتی کہ کن کن اشخاص کے روبرو یہ بیعت ہوئی اور کس حالت مین ہوئی شرح عقاید مین اتنا تو لکھا ہے کہ روبرو گواہان کے ہوئی مگر نام گواہان کا پتہ نہین تاکہ اسکی جانچ ہوسکتی کہ در اصل اشخاص مذکور کہانتک اس واقعہ کی تصدیق یا تکذیب کرتے ہین اور وہ کس پایہ کے ہین اور کہانتک آزاد و قابل اعتبار قرار پاسکتے ہین نہ یہی کسی تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب پیشتر علی قسم کیساتھ بیعت سے انکار کر چکے تھے تو اب کس طور پر اس قسم شکنی پر آمادہ ہوئے کاروائی سقیفہ سے مین مابعد کے علاوہ علی سے مطالبہ بیعت کے واسطے کوئی اور جلسہ قبل یا بعد وفات فاطمہ کے ہونا کسی تاریخ سے ثابت نہین ہوتا اور اس جلسہ مین علی کے بیعت کرنے سے خود روضۃ الصفا و حبیب السیر وغیرہ انکاری ہین تو پھر کون سے جلسہ مین وہ بیعت ہوئی ؟

اب رہا امر ششم تو بیشمار امور اسکے عدم وقوع و عدم صحت کے ثبوت مین ملتے ہین جنمیں سے کچھ تو پہلے ذکر ہی ہوچکے ہین انہیں مین ایک یہ بھی ہے کہ جب علی اپنے آپ کو حق پر اور خلافت ثلثہ کو باطل پر سمجھتے تھے اور قول رسول بھی الحق مع علیؑ ہے تو اگر وہ کبھی باطل کا اتباع کیا ہوتا تو البتہ یہاں بھی یقین کرلیا جاسکتا تھا کہ علی نے بیعت کرلی ہوگی۔ دوسرے علی بمصداق آیہ تطہیر معصوم اور برادر آیہ مباہلہ نفس رسول تھے انکا ابوبکر یا ثلثہ مین سے کسی کی بیعت کرنا ایک معصوم یا رسول کا غیر معصوم کی بیعت کرنا تھا جو قطعاً ناممکن ہے تیسرے خود علی کا وہ خطبہ جو خطبہ شقشقیہ کے نام سے موسوم ہے اسکی کامل تکذیب کر رہا ہے اور اس سے صاف

طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ علی نے خلفا ثلثہ میں سے کسیکو کبھی جایز خلیفہ نہیں سمجھا نہ کسی کی بیعت کی جسکا ترجمہ بقدر ضرورت پیش کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

پیغمبر کی وفات کے بعد جو ہمنے جہاد اور لحقاق حق میں تاخیر کی اسکی وجہ یہ نہ تھی کہ اغیار اسکے مستحق تھے اور ہمیں وہ حق نہیں پہنچتا تھا اے سننے والے خبردار ہو جا کہ ابو بکر نے پیراہن خلافت کو ناحق زیب تن کیا۔ حالانکہ وہ خوب جانتا تھا اور اسے اچھی طرح یقین تھا کہ خلافت کے لیے میرا (یعنی علی کا) وہ مقام ہے اور مجھے اس سے وہ نسبت ہے جو آسیا کو قطب آسیا سے ہے۔۔۔ جب ابن قحافہ (ابو بکر) نے اس پیراہن کو ناحق اپنی زینت بنالیا تو میں نے اپنے اور اس خلافت کے درمیان پردہ ڈالدیا۔۔ میں دیکھ رہا تھا کہ میری میراث کسطرح تاراج و غارت ہو رہی ہے۔۔۔۔ جب خود ابو بکر ہی کی مصاحبت بیعت مجھے پسند نہ تھی جو انکا پیشوا تھا تو انکا شریک شوریٰ ہونا مجھے کیونکر پسند ہوتا۔" (اب مدعیان بیعت دیکھیں کہ کہاں تک انکا دعویٰ قول علی سے سچا ثابت ہوتا ہے)۔۔۔ پھر عمر کی خلافت کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ " اول (یعنی ابو بکر) تو اپنے راستے سے گذر گیا مگر اپنے بعد خلافت کے ڈول کو ابن خطاب کے کنوئیں میں جھونک گیا مگر مجھے تو تعجب اور سخت تعجب ہے کہ وہ جانے والا اپنی حیات میں تو بیعت خلافت کے توڑنے کا حکم دیتا تھا اور اقالہ طلب کیا کرتا تھا۔ مگر باوجود اس قول کے اپنے مرنے کے بعد دوسرے کیسا تھ خلافت کو منعقد کر گیا۔ واقعی امر یہ ہے کہ پستان ناقہ خلافت کو دونوں نے آپس میں خوب چوسا افسوس وہ خلافت کو ایک درشت مزاج و تند خو کے حوالہ کر گیا جسکی زبان کے زخم نہایت سخت اور کاری تھے جسکا چھونا بھی ناگوار تھا جس کی گفتار اور کردار دونوں ناہموار تھے۔ اسکی طبیعت میں سخت لغزشیں تھیں۔۔۔۔۔ میں نے ان صدمات پر بھی صبر کیا۔" اب ناظرین دیکھیں کہ کیا ان خیالات سے علی کا بیعت کرنا ظاہر ہوتا ہے؟ بلکہ آخر تک جبکہ خلافت ظاہری آپکو ملی ہے تب بھی آپنے ارشاد فرمایا تھا کہ:۔ " الحمد للہ علی احسانہ قد رجع الحق الی مکانہ" یعنی خدا کا شکر ہے اسکے احسان پر کہ اب حق اپنے مرکز اصلی پر واپس آیا جسکے صاف معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس سے پہلے جہاں جہاں بھی خلافت رہی وہ ناحق تھی۔ اب ناظرین کو اختیار ہے کہ اگر وہ علی کو سچا سمجھتے ہیں تو خلفا ثلثہ کے ان اوصاف اور انکی خلافت کی اس حقیقت کو جو علی نے ظاہر کی ہے قایل ہوں ورنہ اسکے برعکس کے مگر یہ یاد رہے کہ پھر علی کو جو تھی خلافت بھی علیحدہ کرنا پڑیگا اور اسلام سے بھی ہاتھ اٹھانا لازم ہوگا۔ بہرحال ہمیں اس سے کچھ بحث نہیں۔ ہماری غرض تو یہ دکھلانی تھی کہ جب خلافت ہائے سابقہ کے متعلق علی کے ایسے خیالات تھے تو وہ کیسے بیعت دینے پر تسلیم کر سکتے تھے۔ پس ان تمام وجوہ و مواد مخالف کے موجود و ثابت ہوتے ہوئے اور جملہ امور تنقیحی متذکرہ صدر میں اختلاف و عدم ثبوت سے لازمی نتیجہ بجز اسکے اور کیا نکل سکتا ہے کہ علی نے حقیقتاً کبھی بھی بیعت نہیں کی؟ واقعی بیعت تو در کنار خود معترض الطاعت ہونیکی حالت میں وہ ظاہری یا تقیۃً بھی بیعت نہیں کر سکتے تھے جو ایک سخت مغالطہ میں ڈالنے والا عمل ہوتا جیسا کہ ہم او پر دکھا آئے ہیں جو ان کی شان سے قطعی بعید تھا۔ بیعت تو ایک طرف انعقاد خلافت سوم کیوقت محض سنت شیخین پر عمل کرنیکے طلب پر

یا زبانی اقرار کو تو علی نے گوارہ ہی نہ کیا۔ اگر علی اسوقت واقعی یا ظاہری بیعت کر چکے ہوتے تو سنت شیخین پر عمل کرنیکے انکار پر اسوقت سیکڑوں آدمی کہنے کو موجود ہو جاتے کہ آپ تو پہلے بیعت کر چکے ہیں اب انکے طریقہ پر عمل کرنے سے کیوں انکار کرتے ہیں مگر ایسا کسی نے نہیں کہا کیونکہ واقعہ ہی نہ تھا امام کیواسطے غیر مستحق کی بیعت تو ایسی چیز تھی کہ امام حسن سے تو باوجود مصالحت کے طلب ہی نہیں کی گئی تھی امام حسین سے جسوقت طلب کی گئی تو انہوں نے اپنی اور اپنے ساتھ بہتر کی قربانی کر دی اور ناحق کی بیعت کو گوارا نہ کیا۔ ورنہ ممکن تھا کہ وہ بھی ظاہری ہی بیعت کر لیتے جس سے سب کی جان و کنبہ کی بربادی بچ جاتی ٭

رت عمر کا خط سے
پاس

اس امر کے متعلق ایک اور مسکت تردید خود حضرت عمر کی ایک تحریر ہے جو انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں معاویہ حاکم شام کو ایک خط میں لکھکر بھیجی تھی جو یزید کے پاس محفوظ تھی اور اس نے وہ تحریر عبد اللہ بن عمر کو جب وہ بعد واقعہ کربلا کے یزید کو لعنت ملامت کرنے شام کو گئے تھے دکھلا کر ساکت کیا تھا۔ یہ ایک بہت طولانی تحریر ہے جسکو علامہ مجلسی نے اپنی کتاب بحار الانوار میں حسب اجازہ روایت علما کے جنکو وہ روایت دلائل الامامتہ سے ملی تھی درج کیا ہے۔ جو بعض تصانیف اہلسنت میں بھی موجود ہے اسمیں سے ہم صرف اس قدر ٹکڑا جو بحث ہذا کے متعلق ہے حسب ریاض الشہادت کی عبارت میں ہدیہ ناظرین کر کے ختم کر دینگے۔ اس بحث پر اور تفصیلی تحقیق و بحث۔ ثبوت و دلائل ہم انشاء اللہ ایک جداگانہ رسالہ کی شکل میں نذر ناظرین کرینگے۔ تحریر مذکور حسب ذیل ہے ملاحظہ ہو۔ "حضرت عمر اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ "قسم است کہ نہ علی بیعت کرد نہ دو ازدہ نفر دیگر و ما شہرت دادیم با یاراں خود کہ بیعت کرد و تقصیر نہ کرد۔ در بیعت یار غار پیغمبر و ہر قدر ابوذر فریاد میزد کہ نکرد بیعت ما تکذیب او نمودہ مغشوش کردیم" (قسم ہے کہ نہ علی نے بیعت کی نہ اور بارہ آدمیوں نے اور ہمنے اپنے دوستوں کے ساتھ شہرت دیدی کہ بیعت کر لی اور یار غار پیغمبر کی بیعت میں کوتاہی نہیں کی اور جسقدر ابوذر فریاد کرتے تھے کہ بیعت نہیں کی ہم نے اسکو جھٹلا کر آمیزش میں ڈالدیا)

اب ناظرین خود رائے قایم فرمالیں اور تصفیہ منصفانہ فرمالیں ٭

ناظرین سے رخصت و
ختم کلام

اب ہم خلافت اول کے انعقاد۔ استحقاق و قابلیت و بیعت وغیرہ کے متعلق جو واقعہ وفات رسول سے دست و گریباں تھے تمام کیفیت حالات اور علی و اہلبیت رسول کے ساتھ بعد رحلت اصحاب خاص کا طریقہ اہلسنت کی ہی مستند کتابوں سے کافی وضاحت کیساتھ ناظرین کو دکھلا چکے یہی ہماری حد تالیف تھی۔ مسئلہ خلافت جو سخت اختلافی بلکہ بناء اختلاف فرق اسلامی کا ہے ہمارے واسطے اور ہمارے موضوع تالیف کیواسطے البتہ ایک سخت دشوار گذار مرحلہ تھا جس سے بغیر اپنے بیان کی تحقیق کے حوالہ و تمسک کے گذرنا اور عبور کرنا مشکل تھا بحمد للہ ناظرین دیکھ لیں گے کہ ہمنے اس میں کہیں بھی اپنے بیان کی کسی تاریخ یا تالیف سے کام نہیں لیا بلکہ تمام تر حالات اہلسنت کی ہی کتابوں اور غیر اقوام کی تاریخوں سے ہدیہ ناظرین کئے ہیں اور انکے معقولی پہلو دکھلا دیئے ہیں یہی ایک طریقہ آزاد خیالی کا ہمارے پاس تھا۔ لہذا۔ اب ہم بھی اس ناچیز تالیف کو دعا پر ختم کرتے ہیں کہ پروردگار عالم اور اسکا حبیب پاک اس حقیر ہدیہ کو مقبول فرمائیں ناظرین سے اس سمع خراشی اور صرف اوقات عزیز کی جو اسکے مطالعہ میں واقع ہوئی معافی کے خواستگار ہو کر رخصت ہوتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ناظرین براہ کرم اس حقیر کو دعا میں یاد فرماتے رہیں اور اگر کسی جگہ کوئی

غلطی پائیں تو بنظر اصلاح اسکی درستی فرماکر حقیر کو ممنون فرمائیں۔ والسّلام * علی من اتبع الہدیٰ *

اللّٰہم صلی علی محمد و آل محمد و بارک وسلم علی خیر خلقہ سید الاولین والآخرین اشرف المرسلین و

خاتم النبیین ابی القاسم محمد و آلہ الطیبین الطاہرین المعصومین من یومنا ہذا الی یوم الدین

اقل الزائرین احقر الکونین السید انصار حسین ذکی نقوی امروہوی

(نوٹ) ناظرین۔ تالیف کتاب ہذا کو ماہ شعبان سنہ ۱۳۴۶ھ مین اپنے دوسری مرتبہ کربلائے معلیٰ جانے سے پیشتر ختم کر چکا تھا۔ جسکو بعض علمائے نجف اشرف کیخدمت میں بغرض توثیق پیش کیا گیا جنمین سے جناب علامہ طباطبائی نے مضامین کتاب کے مطالب کی ترجمانی کراکر و جناب مولانا علی نقی صاحب نبیرہ جناب غفرانمآب صاحب اعلی اللہ مقامہ لکھنوی نے خود مطالعہ فرماکر اپنی بیش بہا تقاریظ سے اسکو مزین و موثق فرمایا ہے اور وہان سے واپسی پر بعد اضافہ بعض مضامین خاتمہ و تقریظ جات مشمولہ اسکو افاضل و مستند علمائے ہند کے ملاحظہ سے گذرانا گیا۔ ان مقدس بزرگوارون نے اسکے متعلق جن زرین خیالات کا اظہار فرماکر میری قدر افزائی فرمائی ہے جس کی مین اور میری ناچیز تالیف قابل نہ تھی۔ اسکا شکریہ میرے وسعت قدرت سے باہر ہے وہ سب سلسلہ تقاریظ مین ناظرین کے ملاحظہ سے گذرین گی * (مولف)

قطعات تاریخ از مولف کتاب

شدہ ختم این مرقع	کہ مثال بوستان است
شدہ فکر سال طبعش	چو ذکی خوش بیان را
کر ذکی شکر خالق علام	جو کہ واحد ہے اور رب انام
عادل و قادر و سمیع و بصیر	رازق و رب و منعم و منعام
مقصد کن و مطلع افلاک	منبع فیض و مصدر اکرام
ہے وصی جسکا مظہر آیات	بولتا جاگتا خدا کا کلام
حامی دین ناصر ملت	ماحی کفر و کاسر اصنام
گیارہ چشمے مین جو ہدایت کے	جنسے جاری ہین دین کے احکام
ہے دعا ذکی عاصی کی	کر الٰہی بحق خیر انام
میری بخشش کا یہ ذریعہ ہو	مغفرت کا ہو میری سرانجام
فکر تھی سال طبع کی جب یہ	طبع موزون کو یہ ہوا الہام

دیگر

بہ بیان آن رسولے	کہ شفیع انس و جان است
زفلک ندائے آمد	چہ بہار بیخزان است ۱۳۴۶ھ
ذات واجب ہے جسکی لامحدود	جسکا آغاز ہے نہ کچھ انجام
جس نے ہمکو عطا کیا وہ نبی	ہے جو سرتاج انبیائے کرام
عاصیونکا شفیع روز نشور	بیکسونکا معین روز قیام
وجہ حق نور حق علی ولی	کل ایمان و سابق الاسلام
ذات ہے جس کی کشتی دین کو	بہر لنگر ہے ہین گیارہ امام
بارہ یہ رکن ہیں رسالت کے	انپہ خالق کا ہو درود و سلام
کر یہ خدمت مری قبول و پسند	ہو یہ مرغوب طبع خاص و عام
تیرے محبوب کی شفاعت سے	بہرہ ور حشر مین ہو یہ ناکام
بن گیا فیض رحمت حق سے	صبح خندان مرقع اسلام ۱۳۴۶ھ

فہرست غزوات اسلام بزمانہ رسول اللہ (یعنی وہ لڑائیاں و فوج کشیاں جن میں حضرت رسولؐ خود بنفس نفیس شریک رہے)

نمبر	نام غزوات	تاریخ و ماہ سنہ	مخاصمین	سبب جنگ	تعداد لشکر: اسلام	تعداد لشکر: مخالف	علمدار لشکر: اسلام	علمدار لشکر: مخالف	نتیجہ جنگ	کس کے ہاتھ فتح ہوئی	خاص کارگزاری
۱	غزوہ ابواء	صفر سنہ ۲ھ	رسول اللہ، مخشی بن عمرو یہودی از قبیلہ بنی ضمرہ۔	بنی ضمرہ نے بہ سازش مشرکین قریش کمر تہیہ مسلمانوں پر حملہ کا کیا تھا۔	.	.	.	.	بنی ضمرہ نے بموجب مشرب سابق خود دبکر صلح کر لی۔	جنگ نہیں ہوئی	.
	غزوہ عشیرہ	آخر جمادی الاول سنہ ۲ھ	ابوسفیان سردار قریش مکہ	قافلہ قریش بغرض تجارت شام جاتا تھا جس سے بوجان کی دیکھ کے خوف تھا	۱۵۰ نفر	لا معلوم	حضرت حمزہ	ابوسفیان	مقابلہ نہ ہوا۔ قبیلہ بنی مدلج سے بنی صلح ہو گئی	"	علی خدمت جاسوسی پر مامور تھے ان کو ابوتراب کا لقب ملا۔
۲	غزوہ بدر اولیٰ	جمادی الثانی سنہ ۲ھ	کرز ابن جابر فہری قریش	کرز کچھ مویشی لوٹ کر لے گیا [illegible]	.	.	علی	کرز	دشمن بھاگ گیا ہاتھ نہ آیا۔	.	.
۳	غزوہ بدر کبریٰ	۱۷ رمضان سنہ ۲ھ	ابوسفیان و ابوجہل قریش	قریش پھر تیار ہوئے تاکہ [illegible] اس کے بعد تین مسلمان قید کر لیے جن کا انتقام منظور تھا قریش نے مکہ سے امداد منگائی جنہوں نے لشکر عظیم مرتب کر کے مسلمانوں پر چڑھ آیا تھا	۳۱۵	۹۵۰	حضرت حمزہ، علی، حباب، سعد	کرز، طلحہ ابن ابی طلحہ، نضر	مسلمانوں کی فتح ہوئی، دشمن شکست کھا کر بھاگ گیا، بہت سا مال غنیمت و اسیران جنگ مسلمانوں کے ہاتھ آئے	علی، حمزہ (بقول تمدن عرب)	تنہا علی کے ہاتھ سے ۳۶ آدمی سرداران لشکر مخالف منجملہ مقتولین مخالف کے مارے گئے جس سے دشمن کے پیر اکھڑ گئے اور بھاگ گیا جس کے صلہ میں ذوالفقار علی کو عطا ہوئی
	غزوہ کدر	۲۶ ایضاً	قبیلہ بنی سلیم	معلوم ہوا کہ بنی سلیم بغرض جنگ جمع ہو رہے ہیں	.	.	.	.	لشکر اسلام کے پہنچنے پر خوف سے دشمن بھاگ گیا	جنگ نہیں ہوئی	.
۴	غزوہ بنی قینقاع	۱۵ ماہ شوال سنہ ۲ھ	یہودیان قبیلہ بنی قینقاع	مخالفین نے خلاف عہد سابقہ جنگ کی تیاری کی تھی	.	۷۰۰	حضرت حمزہ بروایتے علی	.	چھ روز کے محاصرہ سے تنگ آ کر مخالفین جلاوطنی پر مجبور ہو کر شام کی طرف چلے گئے۔	"	.
	غزوہ سویق	.	ابوسفیان قریش	دشمن ہزیمت بدر کے انتقام کو کچھ سوار لیکر آیا اور دو مسلمانوں کو قتل کر دیا خبر ملنے پر فوج کشی کی گئی	۲۰۰	۱۰۰	.	.	دشمن خبر آمد لشکر اسلام پا کر بھاگ گیا۔ ایک جماعت دشمن معہ سویق کے مسلمانوں نے گرفتار کر لی۔	"	بعض مؤرخ اسکو سنہ ۳ھ کا بتلاتے ہیں
	غزوہ قرقرۃ الکدر	صفر سنہ ۳ھ	یہودیان بنی سلیم و بنی غطفان	خبر ملی کہ مخالفین بغرض تاخت مدینہ جمع ہوئے ہیں	.	.	.	.	موقعہ پر دشمن نہ ملا چند اونٹ و ایک غلام گرفتار ہوا	"	.

۹	غزوہ بنی ثعلبہ عرف غزوہ غطفان	صفر ۳ھ	رسول اللہ۔ دعثور سردار بنی ثعلبہ	خبر ملی کہ مخالفین بغرض تاخت مدینہ جمع ہوئے ہیں۔	۴۵۰	.	.	.	دعثور سردار بنی ثعلبہ خود مرعوب ہوکر مسلمان ہوگیا	جنگ نہیں ہوئی	
۱۰	غزوہ اُحد	شوال ۳ھ	ابوسفیان قریش مکہ	قریش مکہ نے بغرض انتقام شکست بدر بڑے پیمانہ پر جنگ کرنے کے ارادہ سے عظیم لشکر کیساتھ مدینہ پر فوج کشی کی	۷۰۰	۲۰۰ سوار ۳۰۰۰ پیادہ	علی حباب سعد	طلحہ عکرمہ خالد	اوّل غلبہ و فتح اسلام کی ہوئی تھی مسلمان لوٹ میں لگ گئے دشمن نے موقعہ پاکر حملہ کردیا مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے سب بھاگ گئے صرف تین آدمی ابودجانہ زخمی سہل و علی رسول کے پاس رہ گئے علی کی ثابت قدمی بے مثل بہادری و جنگ نے قطعی شکست سے بچا لیا اور دشمن کو بخوف اجتماع لشکر اسلام کے فیصلہ قطعی کو سال آئندہ کیواسطے ملتوی کرکے میدان چھوڑنا پڑا۔	قطعی فتح و شکست کسی کی نہیں ہوئی	حضرت حمزہ جوہر بہادری دکھاکر شہید ہوگئے علی کی بے نظیر جنگ بہادری نے قطعی شکست سے بچالیا جسکے صلہ میں لافتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار کا تمغہ پایا ابودجانہ و سہل نے بھی پوری ثابت قدمی دکھائی۔
۱۱	غزوہ حمراء الاسد	.	.	چونکہ جنگ اُحد قطعی فیصلہ نہ ہوا تھا قریش نے پھر واپسی کا بغرض فیصلہ کلی ارادہ کیا	.			.	دشمن لشکر اسلام کے مجتمع ہوکر مقابلہ کو نکلنے کی خبر سے خوف زدہ ہوکر بلا جنگ واپس گیا	جنگ نہیں ہوئی	
۱۲	غزوہ بنی النضیر	ربیع الاول ۴ھ	یہودیان بنی النضیر	بنی نضیر نے مکر سے رسول کو قتل کرنا چاہا تھا	.		علی	حی ابن اخطب	جو شخص سامنے آئے مارے گئے جو گرفتار کرلئے گئے دشمن مغلوب کرکے جلا وطن کئے گئے بہت مال اسلام کے ہاتھ آیا	علی	علی نے حضرت سے علیحدہ ہوکر غزوزا نامی بہادر کو درات قتل کیا
۱۳	غزوہ بنی لحیان		بنی لحیان	بغرض انتقام شہداء بئر معونہ جو دھوکہ سے شہید کئے گئے تھے فوج کشی کی گئی					دشمن بخوف بھاگ گئے	جنگ نہیں ہوئی	
۱۴	غزوہ بدر صغریٰ	یکم ذی الحجہ ۴ھ	قریش مکہ	حسب وعدہ جنگ اُحد ابوسفیان فوج لیکر آیا تھا	۱۵۰۰	۲۰۰۰	علی	ابوسفیان	دشمن دو دن ٹھہر کر بوجہ بدفالی لشکر و خوف بلا جنگ واپس چلا گیا	.	

	غزوہ ذات الرقاع	۱۰ محرم سنہ ۵ھ	رسول اللہ۔ بنی انمار و بنی ثعلبہ	مخالفین نے بغرض جنگ مسلمانان لشکر فراہم کیا تھا	۵۰۰	•	•	•	•	دشمن خوف زدہ ہو کر پہاڑ پر بھاگ گئے	جنگ نہیں ہوئی	
۱	غزوہ دومۃ الجندل	ربیع الاول سنہ ۵ھ	،، اکیدر بن عبدالملک نصرانی	باشارہ قیصر اکیدر نے بغرض جنگ لشکر فراہم کیا تھا	۱۰۰۰	•	•	•	•	دشمن خبر آمد لشکر اسلام پا کر خوف سے بھاگ گیا ایک آدمی دکھائی دیا مویشی مسلمانوں نے گرفت کیے	،،	
۱۷	غزوہ بنی مصطلق عرف غزوہ بیع یا مریسیع		،، یہودیان قبیلہ بنی مصطلق	حارث سردار قبیلہ مخالف نے بامداد قبائل عرب بغرض جنگ مسلمانان لشکر جمع کیا تھا	•	•	علی سعد بن عبادہ		مالک صفوان	دشمن کو شکست اور اسلام کی فتح ہوئی	علی	مالک صفوان علمدار لشکر مخالف کو علی نے قتل کیا اور سخت حملہ کرکے فتح حاصل کی۔
۱۸	غزوہ احزاب یا خندق	آخر رمضان شروع شوال سنہ ۵ھ	،، ابوسفیان قریش مکہ و یہودیان بنی النضیر	یہودیان بنی النضیر وغیرہ نے بغرض انتقام جلاوطنی خود قریش مکہ کو ملا کر لشکر عظیم فراہم کرکے مدینہ پر فوج کشی کی، لہذا مدافعت میں مقابلہ کیا گیا۔	۳۰۰۰	۱۰۰۰۰	علی		عمرو بن عبدود	اسلام کی فتح ہوئی	،،	عمرو بن عبدود سردار لشکر دشمن جو برابر ہزار سوار کے مانا جاتا تھا اسکے مقابلہ کو لشکر اسلام میں سے کوئی نہ جاتا تھا علی نے نہایت بہادری سے جنگ کرکے قتل کیا اور کلاً ایمان اور ضربت علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین کا شرف پایا۔
۱۹	غزوہ بنی قریظہ	شوال سنہ ۵ھ	،، بنی قریظہ یہودی	بنی قریظہ نے حیی ابن اخطب کو پناہ دی اور ہم مشورہ ہو کر مسلمانوں سے جنگ کا سامان کیا تھا چنانچہ فوج کشی کی گئی۔	۳۰۰۰	•	علی		•	۲۵ روز کے محاصرے کے بعد دشمن مغلوب ہوا قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اسیر قتل کرا دیے گئے۔	علی	علی شب کو گرد قلعہ گشت کرتے تھے جس میں کبھی کبھی جنگ بھی ہو جاتی تھی دشمن کو پسپا کرتے تھے۔
۲۰	غزوہ بنی قردہ عرف غزوہ یمانہ	سنہ ۶ھ	،، عبدالرحمن بن عیینہ قریش	عبدالرحمن نے مع ایک جماعت کے آنحضرت کے اونٹ لیے اور چرواہے کو قتل کر دیا تعاقب میں فوج کی گئی	•	•	•		•	دشمن مغلوب ہو کر بھاگ گئے عبدالرحمن سردار مخالف مارا گیا۔ اونٹ چھین لیے گئے۔	سلمہ، ابوقتادہ	سلمہ تیر و پتھر سے حملہ کرتا تھا تب دشمن کے چلا گیا بہت دشمنوں کو ہلاک کیا ابوقتادہ نے عبدالرحمن مخالف کو قتل کیا۔
۲۱	غزوہ خیبر	صفر سنہ ۷ھ	،، یہودیان خیبر	یہودیان خیبر نے بنی النضیر وغیرہ کو پناہ دی تھی و ہم مشورہ ہو کر مسلمانوں سے	۱۴۰۰	لا معلوم	ابوبکر عمر علی		حارث مرحب	دشمن کے چار قلعے مسلمانوں نے فتح کیے قلعہ آخر یعنی قلعہ قموص کو بمعیت ...	علی	علی آشوب چشم کی وجہ سے ابتدائی جنگ میں شریک نہ تھے جب قلعہ قموص کسی طرح فتح نہ ہوتا تھا

				جنگ پر آمادہ تھے ان کی سرکوبی کو فوج کشی کی گئی۔					ابو بکر و عمر کے علی نے نہایت بہادری سے فتح کیا۔ دشمن کو کامل شکست ہوئی۔		ابو بکر و عمر متواتر شکست کھا کر واپس آئے تو علی بھیجے گئے جنہوں نے حارث و مرحب کو قتل کیا در خیبر اکھاڑ لیا اور فتح حاصل کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا جس کے صلہ میں کرار غیر فرار کا لقب پایا
۲۲	غزوہ وادی القری	صفر سنہ ۷ھ	رسول اللہ۔ یہودیان وادی القری	بعد جنگ خیبر یہ لوگ بھی آمادہ جنگ ہوئے چنانچہ علاوہ خیبر پر فوج کشی کی گئی۔	۔	۔	علی	۔	دشمن کو شکست ہوئی بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔	علی	زبیر اور علی کے ہاتھ سے بہت سے افراد لشکر مخالف مارے گئے۔
۲۳	غزوہ فتح مکہ	۱۰ رمضان سنہ ۸ھ	، قریش مکہ	قریش نے عہد نامہ حدیبیہ کے خلاف اپنے ہم عہد بنی بکر کی امداد میں رسول کے ہم عہد بنی خزاعہ پر حملہ کر کے ۲۰ آدمی قتل کر دیئے تھے انتقام کے واسطے یہ فوج کشی کی گئی۔	۱۲۰۰۰	۔	،	۔	کچھ خفیف سی جنگ ہوئی دشمن مغلوب ہوا کل مکہ فتح ہو گیا۔ خانہ کعبہ پر پہلا مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ جہاں کے بت کل توڑ دیئے گئے	۔	رسول اللہ نے علی کو اپنے کاندھے پر سوار کرا کر کعبہ کے بت ان سے تڑوائے۔
۲۴	غزوہ حنین	آخر رمضان سے شروع شوال سنہ ۸ھ	، قبائل ہوازن و ثقیف	بعد فتح مکہ مخالفین نے فوج جمع کر کے اور بہت سے قبائل کو بلا کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کو روانہ ہوئے۔ رسول نے کافی تعداد سے مقابلہ کیا	۱۶۰۰۰	۲۰۰۰۰	علی سعد خالد و عمر	مالک قارب	اول دشمن کے کمین گاہ سے بے خبر حملہ کرنے سے لشکر اسلام منتشر ہو کر فرار اختیار کیا مگر پھر مجتمع ہو کر جنگ کی دشمن کے نامی سردار کو علی نے قتل کیا دشمن شکست کھا کر بھاگا فتح اسلام کی رہی	علی	علی رسول کے ساتھ نہایت دلیری سے ثابت قدم رہے دشمن کے حملوں کی مدافعت کر کے رسول کی حفاظت کی دشمن کے نامی سردار ابو جرول کو قتل کیا اور منجملہ ۸۰ کے ۴۰ آدمی مقتولین مخالف کے علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔
۲۵	غزوہ طائف	شوال سنہ ۸ھ	، اہل طائف و مفرورین حنین	بغرض تعاقب سرکوبی مفرورین جنگ حنین فوج کشی کی گئی	۔	۔	علی	۔	۱۸ روز کے محاصرہ کے بعد حسین جنگ ہوتی رہی شکست کھا کر دشمن نے بہ جبر صلح کر لی۔	،	علی نے خثعم کو شکست دی نواح طائف کے بتوں کو پاک کر دیا۔ رسول نے ان سے دیر تک رازداری کی باتیں کیں۔ دشمن کے نامی سردار نافع کو قتل کیا
۲۶	غزوہ تبوک	آخر رجب تا جزو رمضان سنہ ۹ھ	، شاہ روم	خبر معلوم ہوئی کہ شاہ روم نے بڑا لشکر جمع کیا ہے مدینہ پر حملہ کا ارادہ ہے رسول نے علی کو خلافت مدینہ پر چھوڑ کر بغرض مقابلہ فوج کشی کی۔	۲۵۰۰۰	۔	۔		سرحد پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔ لہٰذا بلا جنگ واپس ہوئے	جنگ نہیں ہوئی	نوٹ اس غزوہ کے دوران منافقین نے رسول علیہ کے خلاف ایک سازش کی تھی جو واقعہ عقبہ کے نام سے موسوم ہے۔

فہرست واقعات اہم جو رسول کو پیش آئے اور حالت و عمل اصحاب خاص رسول کی محض تواریخ اہلسنت سے

نمبر	نام واقعہ	تاریخ ماہ وسنہ	حالت و عمل اصحاب خاص رسول مقبول			
			ابوبکر	عمر	عثمان	علی
	ازابتداے ولادت تابعثت رسول	.	حالت کفر مین بت پرست تھے۔ اسحالت مین حضرت کی ۲۰ سال کی عمر مین انکو بغرض برکت تجارت اپنے ساتھ لے گئے تھے۔	حالت کفر مین بت پرستی کرتے تھے۔	حالت کفر مین بت پرست تھے +	یوم ولادت سے پرورش و تربیت رسول مین رہے کبھی بت کو سجدہ نہین کیا۔ بعد شعور ہمیشہ رسول کے سینہ سپر و محافظ رہے۔ رسول کی خاص شاگردی کا فخر ملا۔
	تصدیق و قبول اسلام	.	بعد بعثت رسول تیس لوگون مین سب سے اول ایمان لائے	سال ششم بعثت مین مسلمان ہوئے	بعثت سے دوسرے سال مین ایمان لائے	روز ولادت خود سے ایمان لائے تھے اور روز بعثت سب سے پہلے تصدیق رسالت کی۔ اور سب سے پہلے نماز رسول کے پیچھے پڑھی۔
	دعوت ذوالعشیرہ	سال چہارم بعثت	.	مسلمان نہ ہوئے تھے۔	.	نہایت جوش سے اعانت رسول کا وعدہ مستحکم کیا۔ زبان رسول سے وصایت و وزارت و خلافت رسول کا عہدہ ملا
	محصوری شعب ابیطالب ہجرت رسول از مکہ	ششم تا نہم بعثت چہاردہم بعثت سنہ ۱ھ	شہر مکہ مین رہے شعب مین رسول کیساتھ نہین تھے۔ چار سو کا خرید کردہ اونٹ آنحضرت کو رسول کے ہاتھ فروخت کیا۔ در روضۃ الصفا ہمراہ رسول غار مین پنہان رہے جب مشرکین تلاش مین پہنچے پر گریہ کیا جس سے خوف گرفتاری ہوا خدا کیجانب سے تسکین کا نزول نہ ہوا۔ ہجرت کے وقت کا ان سے تعاقب پر پریشان ہوکر گریہ کیا جسپر رسول کو انکی تسکین کرنی پڑی۔ مدینہ پہنچکر رسول کو ساتھ چھوڑ کر رسول سے پہلے شہر مین جا کر مقیم ہوگئے	شعب مین حضرت کیساتھ نہین تھے۔ تاریخ پتہ نہین دیتی کہ کہان تھے	ہجرت حبشۂ اولیٰ مین حبشہ چلے گئے تھے + غالباً حبش مین ہون گے یا مکہ مین ہی رہے ہون۔ روایت مندرجہ اصابہ سے معلوم ہوتا ہے ۳ھ مین یہ مع اپنی زوجہ رقیہ کے ہجرت کر کے مدینہ گئے تھے	رسول کیساتھ شعب مین محصور رہے اور محافظت کرتے رہے۔ حسب خواہش رسول دشمنوں کے نرغہ کیحالت مین اپنی جان کی پروا نہ کر کے بستر رسول پر سوئے جسپر خدا کیطرف سے ومن یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ کا انعام پایا۔ رسول کیواسطے غار پر سواری و رہبر کا انتظام کر کے بھیجا۔ امانات رسول ادا کین بعدازان اہلبیت رسول کو لیکر پیادہ مدینہ گئے انکے انتظار مین رسول بیرون مدینہ مقیم رہے۔ انکے پہنچنے پر انکے ساتھ داخل شہر ہوئے +

نمبر شمار	نام واقعہ	تاریخ ماہ و سنہ	حالات و عمل اصحاب خاص رسول اللہؐ — ابوبکر	عمر	عثمان	علی
۶	عقد مواخاۃ	سنہ ۱ھ	انکا عمر سے عقد باندھا گیا۔	انکا ابوبکر سے عقد باندھا گیا۔	انکا عبدالرحمن بن عوف سے۔	انکا عقد مواخاۃ رسول نے خود اپنے ساتھ باندھا۔
۷	غزوہ عشیرہ	سنہ ۲ھ	کوئی نمایاں کام نہیں کیا۔	کوئی کام کرنا ظاہر نہیں ہوتا۔	کوئی کام نہیں کیا	قدمت جاسوسی پر مامور ہوئے اور خطاب ابوتراب پایا
۸	عقد فاطمہ زہرا دختر رسول		ان کی درخواست نامنظور ہوئی۔	درخواست نامنظور ہوئی۔	خواستگاری نہیں کی۔	بموجب حکم الہامی درخواست انکی منظور ہوکر انکے ساتھ عقد کیا گیا۔
۹	غزوہ بدر کبریٰ		دوران جنگ میں رسول کے پاس عریش پر بیٹھے رہے کسی سے جنگ نہیں کی۔	کوئی نمایاں کام یا کسی سے جنگ کرنا تاریخ سے ظاہر نہیں ہوتا البتہ بعد فتح جنگ کے ابوحذیفہ کے قتل کی سفارش رسول سے ضرور کی تھی جو رسول نے منظور نہیں کی اسیران جنگ کی بابتہ بھی خلاف رائے رسول قتل کا مشورہ دیا تھا۔ جو قبول نہ ہوا۔	بوجہ بیماری زوجہ خود جنگ میں نہیں گئے تھے۔	اول خبرگیری دشمن پر مامور ہوئے دشمن کے دو آدمیوں کو گرفتار کیا جن سے حالات معلوم ہوئے دشمن کی مبارزطلبی پر علی حمزہ و ابوعبیدہ بھیجے گئے اور ایسی بہادرانہ جنگ کی کہ دشمن مغلوب ہوکر بھاگ کھڑا ہوا بڑے بڑے نامی سرداروں کو قتل کیا ۳۶ آدمی تنہا علی کے ہاتھ سے مارے گئے فتح کا سہرا انکے سر رہا صلہ میں ذوالفقار دی گئی
۱۰	غزوہ بنی قینقاع	سنہ ۲ھ	کوئی کام نہیں کیا۔	کوئی کام نہیں کیا۔	کوئی کام نہیں کیا۔	علمدار لشکر تھے دشمن کو بعد محاصرہ مغلوب کیا۔
۱۱	غزوہ احد	سنہ ۳ھ	جب لڑائی کا رخ بوجہ غفلت مسلمانان کے بدلا اور دشمن کا سخت حملہ ہوا تو رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور تین روز کے بعد واپس آئے تھے۔	دشمن کے حملہ پر یہ بھی رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ تین روز کے واپس ہوئے تھے خود فرماتے تھے کہ ہم بکری کی طرح پہاڑ پر بھاگے جاتے تھے۔	یہ بھی دشمن کے پہلے ہی حملہ میں بھاگ گئے عریض پر پہنچ گئے تھے۔ تیسرے روز واپس ہوئے تھے۔	علمدار لشکر مہاجرین تھے (نو نفر علمداران لشکر و ۱۱ آدمی بہادران قریش کو تنہا علی نے جنگ کرکے قتل کیا) جب لشکر اسلام بھاگ گیا تھا آخر تک ثابت قدم رہ کر جنگ کرتے رہے اور رسول سے دشمن کے حملوں کو دفع کرتے رہے تنہا علی کی تلوار و بہادری نے رسول کی جان بچائی اور اسلام کی آبرو رکھ لی گو دشمن کو قطعی فتح کا موقع نہ ملا۔ بہ صلہ ذوالفقار و منجانب اللہ لافتیٰ الا علی کا خطاب پایا۔

غزوہ حمراء الاسد	شوال ۳ھ	بوجہ فرار جنگ احد ساتھ نہیں لیے گئے تھے۔	بوجہ فرار احد ساتھ نہیں لیے گئے تھے	بوجہ فرار احد ساتھ نہیں لئے گئے تھے۔ مگر معاذ بن مغیرہ اسیر جنگ مفرور کو انہی نے یہان خلاف منشاء رسول پناہ دی اور انکے سفارشی ہوئے اور انکی سواری کا انتظام کیا +	باوجود سخت زخمی ہونیکے جنگ کو ہمراہ رسول گئے اور علمدار لشکر کیے گئے +
غزوہ بنی النضیر	ربیع الاول ۴ھ	کوئی کام نہیں کیا	کوئی کام نہیں کیا	کوئی کام نہیں کیا	سردار لشکر کیے گئے ایک رات کو تنہا جا کر دشمن کے نامی سردار عزور کو قتل کیا اور اسکے ہمراہیون کو بھی حملہ کر کے قتل کیا اور فتح حاصل کی +
غزوہ بنی مصطلق	ربیع الآخر ۵ھ	ایضاً	مقدمہ لشکر پر مامور ہوئے۔ ایک جاسوس گرفتار شدہ پر سختی کر کے اقرار لیا مگر اسنے کچھ حال نہ بتایا کسی سے جنگ کرنا ظاہر نہیں ہوتا +	ایضاً	علمدار لشکر تھے ایک وادی مین جنات سے جنگ کر کے مغلوب کیا مالک و صفوان علمداران لشکر مخالف بہت آدمیوں کو قتل کیا اور دشمن کو شکست دی +
غزوہ خندق	شوال ۵ھ	دشمن کے نامی مبارز عمرو بن عبدود کے مقابل جانے سے بخوف گریز کیا +	باوجود استفسار رسول مقابلہ عمرو بن عبدود جانے پر آمادہ نہ ہوئے بلکہ اسکا ایک واقعہ بہادری بیان کر کے دوسروں کو بھی کم ہمت کر دیا +	عمرو بن عبدود کے مقابلہ سے گریز کیا۔ [illegible]	خندق کھودنے مین شریک رسول تھے دوران جنگ کے راتکو خندق کے پار جا کر دشمن کی نگہداشت کرتے تھے بوقت جنگ عمرو بن عبدود کے مقابلہ کو جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا اور لشکر اسلام مین کوئی اسکے مقابلہ کو جانیکی ہمت نہ کرتا تھا یہ تنہا گئے رسول نے اپنی ذوالفقار دی اور کل ایمان ہونیکا شرف عطا فرمایا نہایت بہادری سے جنگ کر کے عمرو و نوفل و ہبیرہ ہمراہیان عمرو کو قتل کیا جسکے صلہ مین ضربۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین کا تحفہ پایا دشمن کو شکست دی فتح کا سہرا انکے سر رہا +

نمبر	نام واقعہ	تاریخ ماہ و سنہ	ابوبکر	عمر	عثمان	علی
۱۶ ۱۷	غزوہ بنی قریظہ صلح حدیبیہ	شوال ۵ ھ ۶ ھ	شرائط صلح منظور کردہ رسول پر خاموشی سے رضامندی کر دی۔ بلکہ عمر کے خطور پر انکو تنبیہ کی۔	رسول کے مامور کرنے پر کہ اہل قریش میں جا کر انکو مطمئن کریں انھوں نے بخوف عذر کیا اور کہا کہ عثمان کو بھیجئے چنانچہ وہ بھیجے گئے۔ بعد منظوری شرائط صلح بہت برافروختہ ہوئے اور بقول خود انکے دل میں شبہ عظیم نسبت رسالت حضرت کے پیدا ہو گیا۔ اور حضرت سے کہا کہ کیا آپ نبی نہیں یا ہم مسلمان نہیں اور حضرت کے اثبات میں جواب دینے پر کہا کہ کیوں ان سے ذلت حقارت منظور کی۔ حضرت کے جواب پر کہ مجھے جیسا حکم خدا ہوتا ہے ویسا کرتا ہوں انکو فرار احد و گریز خندق یاد دلایا۔ تب مجلس رسول سے باہر آکر ابوبکر سے اپنے خطور بیان کیے جنہوں نے تنبیہ کی جس پر حضرت سے معذرت کی اور از سر نو بیعت کی۔	رسول کے مامور کرنے پر قریش کے پاس گئے جنہوں نے انکو محصور کر لیا تھا۔ حضرت نے معاوضہ میں دشمن کے اسیر چھوڑ کر انکو رہا کرایا۔ اس دوران میں جو دوبارہ بیعت لی گئی تو ان کی جانب سے رسول نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے داہنے ہاتھ پر بطور بیعت رکھا۔	علمدار لشکر تھے محاصرہ کر کے دشمن کو مغلوب کیا قلعہ پر قبضہ کیا۔ منشاء و حکم رسول کی بلا عذر پوری تعمیل کی مطابق ارشاد نبوی صلحنامہ تحریر کیا۔ بعد تکمیل صلحنامہ رسول نے ان سے فرمایا کہ تم کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئیگا۔ جو انکو جنگ صفین میں معاویہ کے ساتھ پیش آیا
۱۸	غزوہ خیبر	صفر ۷ ھ	بحالت محاصرہ قلعہ قموص دوسرے روز علم دیکر جنگ کو بھیجے گئے تھے مگر منہزم ہو کر واپس آئے۔ یہ ہمراہیوں کو ملامت بزدلی کی کرتے تھے اور ہمراہی انکو۔	یہ میمنہ پر مامور تھے۔ محاصرہ قلعہ قموص میں اول روز یہ علمدار کر کے بغرض حملہ و جنگ بھیجے گئے تھے شکست کھا کر واپس آئے۔ یہ بھی ہمراہیوں پر بزدلی کا الزام رکھتے تھے۔ اور ہمراہی ان پر۔ تیسرے روز پھر دوبارہ بھیجے گئے۔ پھر پسپا ہوئے۔ چوتھے روز پھر بعہد ستمنی علم ملنے کے تھے۔ کہتے تھے کہ میں بادشاہی	انکا کچھ پتہ نہیں کہ جنگ میں شریک تھے یا نہیں	تین روز جنگ متواتر پسپائی لشکر اسلام پر رسول نے فرمایا کہ کل ہم اسکو علم دینگے جو کرار غیر فرار ہے اور خدا و رسول کا دوست ہے اور چوتھے روز علمدار لشکر علی کو بلا کر جو بوجہ آشوب چشم اول سے شریک جنگ نہ تھے لعاب دہن آنکھوں میں لگایا جو اچھی ہو گئیں بڑے بڑے اصحاب کو اس روز علم کی تمنا تھی مگر سب اس شرف سے محروم رہے علی نے

				کو اس روز کے علم ملنے سے بہتر نہیں سمجھتا تھا مگر محروم رہے ۔		نہایت بہادری سے جنگ کی حارث مرحب جیسے بہادروں کو قتل کیا۔ خیبر ہاتھ سے اکھاڑ لیا۔ اور قلعہ فتح کر لیا جو قلعہ کشا و شیر خدا کا لقب پایا۔ بنگام واپسی مقام صہبا پر علی کے واسطے رجعت شمس ہوئی ۔
۱۹	غزوہ وادی القریٰ	صفر سنہ ۷ھ				علمدار لشکر تھے جنگ کرکے فتح حاصل کی ۔
۲۰	سریہ ذات السلاسل	سنہ ۸ھ	بماتحتی ابو عبیدہ جراح بھیجے گئے تھے۔ عمرو بن العاص کی اقتدا میں نماز پڑھی جسنے بحالت جنب ہونیکے نماز پڑھائی	یہ بھی ماتحتی ابو عبیدہ بھیجے گئے تھے انہوں نے بھی عمرو بن العاص کے پیچھے جبکہ وہ جنب تھا نماز پڑھی ۔	نہیں بھیجے گئے	نہیں بھیجے گئے
۲	فتح مکہ	۲۰ رمضان سنہ ۸ھ	اول حسب درخواست ابو سفیان بعد اُن کی عہد شکنی کے رسول سے سفارش تجدید عہد کی کی جو نا منظور کی گئی ۔	حسب حال ابو بکر۔ دوران فوج کشی میں ابو سفیان کے قتل کا جس کی عباس نے سفارش کی تھی اصرار کیا جسکو رسول نے منظور نہ کیا ۔	کچھ تذکرہ نہیں	علی نے خلاف رائے رسول ابو سفیان کے تجدید عہد نامہ کی سفارش کرنے سے انکار کر دیا۔ سارہ کے خط اطلاع دینے والی کے واپس لینے پر مامور ہوئے اور خط برآمد کرکے گرفتار کیا۔ پھر علمدار لشکر کئے گئے سعد سے علم انکو دلوایا گیا۔ کنجی خانہ کعبہ کے لانے پر مامور ہوئے جو حاصل کی۔ رسول نے اپنے کاندھے پر انکو چڑھا کر کعبہ کی بت شکنی کرائی۔ بعض قابل قتل اشخاص کو بحکم رسول قتل کیا۔
۲۲	سریہ خالد بن ولید	۸ھ				خالد نے بلا وجہ بوجہ عداوت خاندانی بنی خزیمہ کے بہادروں کو قتل کر دیئے تھے جو مسلمان ہو چکے تھے علی بغرض رضامند کرنے و دینے دیت قبیلہ مذکور مامور کیئے گئے اور سب کو رضامند کر دیا جس سے رسول بہت خوش ہوئے ۔
۲۳	غزوہ حنین	شوال سنہ ۸ھ	کثرت لشکر پر غرور کیا کہ ہم اب مغلوب نہونگے جو رسول کو ناپسند ہوا اور اسی تکبر کی وجہ سے اول خدا نے لشکر اسلام کو زک دی جب	ایک علم لشکر انکو بھی دیا گیا تھا۔ دشمن کے کمین گاہ سے حملہ ہونے پر باوجود بیعت رضوان کے بھاگ کھڑے ہوئے پھر عباس کے غیرت دلانے پر واپس آئے	مثل عمر کے بھاگ کھڑے ہوئے تھے حضرت عباس کے غیرت دلانے پر واپس آئے تھے ۔	علمدار لشکر رسول تھے۔ رسول کیساتھ ثابت قدم رہے اور دشمن کے حملوں کو نہایت بہادری سے روکا۔ ابو جرول نامی

نمبر	نام واقعہ	تاریخ ماہ و سنہ	ابوبکر	عمر	عثمان	علی
			دشمن نے کمین گاہ سے حملہ کیا تو یہ بھی پھر رسول کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے بعد کو حضرت عباس کے غیرت دلانے پر واپس ہوئے تھے۔	تھے۔ باوجود ممانعت رسول اسیر حنین سے دو کو قتل کرادیا جس کی پھر بعد کو معافی چاہی۔		پہلوان مخالف کو قتل کیا اور علاوہ اسکے ۴۰ آدمی اور دشمن کے قتل کیے کہ دشمن کے پیر اکھڑ گئے اور بھاگ گیا فتح اسلام کی انکی بہادری کی بدولت ہوئی۔
۴۴	غزوہ طایف	شوال ۸ھ	کوئی خاص کام نہیں کیا	رسول کے علی سے دیر تک رازداری کرنے پر اس سے شاکی ہوئے اور جواب پایا کہ میں نے بحکم خدا ایسا کیا ہے جس پر نادم ہوئے (حسب روایت جابر)	کوئی خاص کام نہیں کیا	علمدار لشکر تھے۔ نواح طایف کے بتخانوں کو غارت کیا اور گروہ خثعم سے جنگ کرکے اسکو شکست دی۔ رسول نے ان سے دیر تک راز کی باتیں کیں جو دیگر صحابہ کو ناگوار ہوا۔ دشمن کے نامی سردار نافع کو قتل کیا کہ دشمن نے دب کر صلح کر لی۔
۴۵	غزوہ تبوک	آخر رجب یا رمضان ۹ھ	ایک علم انکو دیا گیا تھا۔ رسول کے خلاف اس سفر میں سازش کی گئی تھی۔ ۱۴ آدمی بغرض ہلاکت رسول لشکر کیساتھ مسلح ہوکر ہوگئے تھے۔ واپسی میں حضرت کا اونٹ بھی بھڑکایا گیا تھا۔ حذیفہ نے حسب ہدایت رسول ان سازش کنندگان کو خفیہ ہوکر دیکھ لیا تھا (تفسیر) ابن بابویہ نے بسند حذیفہ یمانی انکا نام بھی سازش کنندگان میں تحریر کیا ہے۔ (واللہ اعلم)	ابن بابویہ نے بسند حذیفہ یمانی انکا نام بھی سازش کنندگان خلاف رسول میں لکھا ہے (واللہ اعلم) اور احیاء العلوم غزالی جلد چہارم صفحہ ۔۔ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حذیفہ سے اکثر سوال کیا کرتے تھے کہ ان منافقین کی فہرست میں میرا نام تو حضرت نے تمکو نہیں بتایا تھا باللہ یا حذیفہ انا من المنافقین کا جملہ انکا مشہور ہے۔	کچھ پتہ نہیں کہاں تھے۔	خلافت مدینہ پر مامور کرکے چھوڑ گئے تھے۔ منافقین نے انکے اور رسول کے ہلاک کرنے کی سازش کی۔ ادھر مدینہ میں علی کے درپے تھے اور ادھر لشکر رسول کیساتھ گئے تھے راستہ میں عقبہ پر گڑھا کھودا گیا تھا۔ غلط افواہ رسول کی علی سے کدورت کی مشہور کردی۔ علی نے اثنائے راہ میں رسول سے جاکر تحقیق کیا۔ رسول نے انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ کی سند عطا کرکے واپس کیا۔
۴۶	سریہ وادی الرمل یا ذات السلاسل	رمضان ۹ھ	اول علم دیکر انکو مع چار ہزار کی فوج کے بھیجا گیا۔ دشمن سے شکست کھاکر بھاگ آئے (روضۃ الصفا) تیسرے روز علی کی ماتحتی میں بھیجے گئے علی کے آمادہ کامیابی پر اہل لشکر کو خلاف علی عمل کرنے کی تحریک کی جو کامیاب نہ ہوئی۔	پھر انکو علم دیکر معہ اسیقدر جمعیت کے بھیجا گیا۔ یہ بھی شکست کھاکر بھاگ آئے (روضۃ الصفا) تیسرے روز علی کی ماتحتی میں بھیجے گئے بمشورہ عمرو عاص لشکر کو خلاف علی کے ابھار کر کامیاب نہ ہوئے۔	کوئی عہدہ سپرد نہیں ہوا	تین مرتبہ کے متواتر شکست کے بعد علی کو علم دیکر بھیجا۔ ابوبکر و فاروق و عمرو عاص جو شکست کھا چکے تھے علی کی ماتحتی میں بھیجے گئے۔ علی نے نہایت بہادری سے جنگ کرکے دشمن کو کامل شکست دی کہ سورہ والعادیات نازل ہوئی۔ رسول نے علی کو اس فتح میں حضرت عیسیٰ سے تشبیہ دی۔

۲۷	موت عبداللہ بن ابی سلول منافق	سنہ ۹ھ		رسول نے نماز جنازہ پڑھائی، انہوں نے رسول پر اعتراض کیا		
۲۸	نزول و قرات سورہ برأت وابرا نامہ	ذی الحجہ سنہ ۹ھ	اوّل انکو مامور کیا گیا تھا کہ مکہ جاکر سنائیں اور رسول کیطرف سے قربانی کریں۔ مگر بحکم خدا اس خدمت سے معزول کیے گئے اور علی مامور ہوئے۔ یہ راستے سے واپس چلے آئے ؛			بموجب حکم الٰہی کہ کار تبلیغ سوا رسول یا علی کے یا جو ہو ہو اور کوئی نہیں کرسکتا بمعزولی ابوبکر علی مامور ہوئے جنہوں نے راستے میں ابوبکر سے سورہ لیکر نہایت دلیری سے سورہ برأۃ و ابرا نامہ کے خانہ کعبہ و صفا و منیٰ پڑھکر سنایا اور برأنامہ کی تعمیل کرنی
۲۹	واقعہ مباہلہ	سنہ ۱۰ھ	نصارائے نجران سے مباہلہ ہوا ساتھ نہیں لیے گئے	ساتھ نہیں لیے گئے	ساتھ نہیں لیے گئے ؛	مباہلہ میں مع حسنین و فاطمہ ساتھ لیے گئے اور اسطرح زیر آیت تعالو..... انفسنا نفس رسول ہونیکا شرف پایا اور حسب روایت عائشہ نزول آیہ تطہیر کے تخصیص اہلبیت ہوکر شامل اہلبیت و آیہ تطہیر ہوئے ؛
۳۰	سریہ یمن		نہیں بھیجے گئے			سردار لشکر کرکے بھیجے گئے۔ اقضی کم کا لقب ملا و اللّٰھم ثبت کی دعا زبان رسول سے ملی ہمدان کو ذریعہ تبلیغ مسلمان کیا اہل یمن کو جنگ کرکے مغلوب کیا بریدہ بمشورہ خالد بروایتے بمشورہ عمر علی کی شکایت کی رسول سخت برہم ہوئے
۳۱	حجۃ الوداع ۲۵ ذیقعد	۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ	ہمراہ رسول گئے تھے	ہمراہ رسول گئے تھے۔ غدیر خم میں اعلان ولیعہدی علی پر سب سے پہلے علی کو بخٍ بخٍ کہہ کر مبارکباد دی۔	ہمراہ رسول گئے تھے	سریہ یمن سے مکہ پہونچے تھے۔ رسول نے اپنی قربانی میں انکو شریک کیا۔ بہنگام واپسی مقام غدیر خم آیہ بلغ نازل ہوئی رسول نے کل حجاج کو جمع کرکے بعد خطبہ بلیغ علی کا ہاتھ پکڑ کر من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ کا اعلان فرمایا اور سب سے مبارکباد دلوائی۔ اس اعلان خلافت کے بعد آیہ اکملت لکم نازل ہوئی
۳۲	مسدودی دروازہ ہا صحابہ	سنہ ۱۰ھ	انکا دروازہ مسجد نبی میں کا بند کرادیا گیا ؛	انکا دروازہ بھی بند کرایا گیا انہوں نے درخواست کی اسقدر	انکا دروازہ بھی بند کرادیا گیا ؛	انکا دروازہ بدستور کھلا رکھا گیا ؛

نمبر شمار	نام واقعہ	تاریخ ماہ و سنہ	ابوبکر	عمر	عثمان	علی
				سلاح رکھنے کی اجازت چاہی کہ حضور گھر پر تشریف رکھتے ہیں جو کچھ کیا کرین۔ مگر یہ بھی نامنظور ہوئی +		
۴۳	علالت رسول و تیاری جیش اسامہ بن زید	محرم سنہ ۱۱ھ	انکو خاص طور پر لشکر اسامہ کیساتھ جانیکا حکم دیا گیا تھا اور ایسا سخت حکم تھا کہ لعن اللہ من تخلف عنہا کہ ساتھ تھا انہوں نے تیمارداری رسول کی غرض سے حاضر رہنے کی اجازت چاہی وہ منظور نہین کی گئی۔ باوجود ایسی تاکید کے یہ خبر طوالت مرض پا کر جیش اسامہ سے بلا اجازت رسول واپس چلے آئے جو سخت ناخوشی رسول کا باعث ہوا	انکو بھی سخت حکم جیش اسامہ کی معیت کا دیا گیا تھا ایسی تاکید کے ساتھ یہ بھی باوجود ایسی تاکید کے بلا اجازت رسول ہمراہ ابوبکر کے واپس چلے آئے جو سخت ناخوشی رسول کا باعث ہوا +	انکو بھی لشکر اسامہ مین جانے کا بتاکید حکم تھا۔ یہ بھی واپس چلے آئے تھے جس سے رسول سخت ناخوش ہوئے تھے +	علی تیمارداری رسول مین تھے۔ اس وجہ سے انکو جیش اسامہ کے ساتھ جانے کا حکم نہیں دیا گیا تھا
۴۴	قصہ طلب قرطاس	۲۴ صفر سنہ ۱۱ھ	ٹھیک پتہ نہین چلتا کہ اس واقعہ کے وقت یہ کہان تھے	اپنی وفات سے چار روز قبل رسول نے دوات قلم و کاغذ مانگا تھا کہ ایسی چیز لکھدین کہ بہت گمراہ نہو مگر عمر نے یہ کہکر کہ ان الرجل لیہجر حسبنا کتاب اللہ یعنی یہ شخص ہذیان کہتا ہے ہمکو کتاب خدا کافی ہے دوات قلم نہین دینے دیا بعض اصحاب کی رائے دینے کی ہوئی ان سے سخت کلامی کی۔ رسول نے جو صاحب فراش تھے حکم دیدیا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔	پتہ نہین چلتا کہ کس گروہ مین تھے +	انکا ارادہ ورثائے رسول و دیگر اہلبیت دوات قلم دینے کا تھا مگر عمر نے جب جھگڑا کیا تو چونکہ وہ کتبہ انہیں کے متعلق لکھنے کا رسول کا ارادہ تھا۔ لہذا یہ خاموش ہو رہے +
۴۵	وفات و تجہیز و تکفین رسول	۲۸ صفر سنہ ۱۱ھ	شریک تجہیز و تکفین رسول نہین ہوئے بلکہ سعد و عمر کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ مین اپنے واسطے خلافت کی بیعت لینے مین مصروف ہو گئے۔ نماز جنازہ رسول مین شریک نہین ہوئے	اول تلوار لیکر دروازہ پر کھڑے ہو گئے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ رسول نے وفات پائی تا کہ خبر مشہور نہو پھر ابوبکر کو ساتھ لیکر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے اور چالاکی سے سب سے پہلے انہوں نے ابوبکر کی خلافت کی بیعت کی اور کرائی۔ تجہیز و تکفین و نماز جنازہ رسول مین شریک نہوئے	تجہیز و تکفین رسول مین شریک نہین ہوئے +	انہون نے مع چند دیگر اہل خاندان کے رسول کو غسل دیا تجہیز و تکفین کی اور دفن کیا اور تمام مراسم عزاداری کئے جس کی وجہ سے سقیفہ بنی ساعدہ مین ان سے میدان خالی پا کر اوروں نے خلافت پر قبضہ کر لیا +

فہرست و حالات مختصر ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

	نام زوجہ و کنیت ولقب	حسب و نسب	نام شوہر اولی	تاریخ عقد با حضرت: تاریخ	تاریخ عقد با حضرت: مہر	سبب عقد با حضرت	مختصر حال	اولاد از حضرت: ذکور	اولاد از حضرت: اناث	اولاد از شوہر اولی: ذکور	اولاد از شوہر اولی: اناث	وفات: تاریخ	وفات: عمر	وفات: مقام دفن
	خدیجۃ الکبریٰ قرشی کنیت سابقہ ام ہند لقب۔ طاہرہ	والد۔ خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی والدہ۔ فاطمہ بنت زائدہ خاندان مذکور	۱۔ عتیق بن عابد ۲۔ ابوہالہ ہند بن نباش (مطابق ابن مسلم) ۳۔ صیفی (دیگر مورخین)	پندرہ سال قبل بعثت	بیس ہزار شتران یا بروایۃ ۱۲ مثقال طلا بقولے ۵۰۰ درہم	بیوہ تھیں باپ مر چکے تھے بہت مالدار تھیں کوئی نگران و سرپرست نہ تھا حضرت کی دیانت و فضائل خصائل وجلالت عظمت شان دیکھ کر حسب خواہش حضرت سے عقد کیا	یہ نہایت حسین و جمیل با عفت تھیں۔ رسول اللہ سے انکو اور رسول کو ان سے بیحد محبت تھی اپنے تمام مال سے رسول کی کفالت کی جسکا اشارہ قرآن میں ووجدک عائلاً فاغنیٰ میں کیا گیا ہے۔ روز بعثت عورتوں میں سب سے پہلے تصدیق رسالت انہوں نے کی۔ محصوری شعب میں حضرت کے ساتھ رنج و مصائب برداشت کیے۔ ۲۴ سال حضرت کی زوجیت و صحبت میں رہیں رسول کی نگاہ میں ان سے زیادہ اور کسی زوجہ کی قدر و منزلت نہیں ہوئی نہ ان کی حیات میں رسول نے کسی اور سے عقد کیا۔ انہیں کے بطن سے جناب فاطمہ زہرا پیدا ہوئیں جن سے نسل رسول آج تک قائم ہے۔	۱۔ قاسم بہ سال خوردسالی فوت ہوئے ۲۔ عبداللہ ملقب بہ طیب و طاہر فوت ہوئے	فاطمہ زہرا	۱۔ عبداللہ ۲۔ ہند	زینب رقیہ ام کلثوم	سال نہم یا دہم بعثت ۱۰ رمضان	۶۴ یا ۶۵ سال	حجون مکہ
	سودہ۔ قرشی	والد۔ زمعہ بن قیس بن عبدالشمس بن عبدود عامری والدہ شموس بنت قیس بن زید بن عمر	سکران بن عمیر	رمضان سال دہم بعثت	معلوم نہیں	رسول کی زوجہ خدیجہ کا انتقال ہو چکا تھا انکا بھی بعد انتقال شوہر اولی کوئی ولی و سرپرست نہ تھا۔ یہ مسلمان ہو چکی تھیں۔ مشرکین کے ہاتھ میں پڑ کر ایک فرد اسلام کے کم ہونے کا اندیشہ تھا	یہ بعد اپنے شوہر اولی کے مکہ میں ایمان لائی تھیں ہجرت ثانیہ حبشہ میں حبش چلی گئی تھیں بعد واپسی بیوہ ہو گئیں۔ بوجہ زیادہ عمر ہونے کے اور کوئی عقد پر آمادہ نہ ہوتا۔ رسول کے عقد میں آئیں۔ بہت جسیم و فربہ اندام و بلند قامت تھیں۔ مزاج میں مزاح زیادہ تھا۔ عائشہ کی زیادہ خیر خواہ تھیں۔ بوجہ ضعیفی اپنی باری کے ایام عائشہ کو ہبہ کر دیتی تھیں۔ اسی وجہ سے اکثر تبہ طلاق سے بچ گئیں کم علم بھی تھیں۔ کل پانچ حدیثیں ان سے منقول ہیں۔ بعد رسول تک زندہ رہیں۔	۔	۔	عبدالرحمن	۔	سنہ ۲۳ھ عہد خلافت عمر	۔	پتہ نہیں

نمبر شمار	نام زوجہ	حسب ونسب	نام شوہر اولی	تاریخ عقد باحضرت: تاریخ	تاریخ عقد باحضرت: مہر	سبب عقد باحضرت	مختصر حال	اولاد از حضرت: ذکور	اولاد از حضرت: اناث	اولاد از شوہر اولی: ذکور	اولاد از شوہر اولی: اناث	وفات: تاریخ	وفات: عمر	وفات: مقام دفن
۳	عائشہ ۔ تیمی لقب ۔ حمیرا کنیت ۔ ام عبداللہ	والد ۔ ابوبکر بن ابو قحافہ تیمی خلیفہ اوّل والدہ ۔ ام رومان کنانیہ		رمضان یا شوال سال دہم بعثت	۶ سال کی عمر مہر حضرت بعض سامان خانہ داری قیمتی ۵۰ درہم ساوی کی طبقات ابن سعد	اصلا یہ ایک پولیٹکل عقد تھا ورنہ ایک ۵۰ سال کے عمر کا ۶ سالہ لڑکی سے عقد کوئی مناسبت نہیں رکھتا پہلی منگنی جوبیر بن مطعم کے لڑکے سے ہوئی تھی اس کو چھوڑ کر یہ عقد کیا گیا تھا ۔ ترقی اسلام و عروج حضرت کے آثار امید فزا تھے جس کی مصلحت کو آیندہ کی تاریخ نے بالکل واضح کردیا کہ یہ ذریعہ ملنے خلافت کا ہوگیا	بوجہ لال گون رنگ رخسار کے حمیرا لقب ہوا ۔ آٹھ ماہ بعد ہجرت کے چپ چاپ رخصتی ہوکر ۹ سال کی عمر میں زفاف ہوا ۔ دعوت ولیمہ بھی نہیں دی گئی کنیت اپنی خود رسول سے فرمایش کرکے اپنی بہن ہالہ کے لڑکے کے نام پر ام عبداللہ رکھائی کیونکہ ان کے اولاد نہیں ہوئی تھی ۔ بڑی محبوب بی بی رسول کی کہی جاتی ہیں اور کتب اہلسنت میں بڑے بڑے حیا سوز فسانے انکے ساتھ عشق و محبت رسول کے پائے جاتے ہیں تزئین جسمانی اور گڑیوں کے کھیل سے زیادہ شوق تھا ۔ وحدت پرست رسول کے گھر میں حسب روایات اہلسنت انکی بدولت پردار گھوڑے کی شبیہ ایک طاق پر پردہ دار کو دوق دیتی دکھلائی دیتی ہے معاذ اللہ ۔ دیگر ازواج سے بالخصوص خدیجہ و اولاد خدیجہ سے حسد رکھتی تھیں اکثر رسول کی ناخوشی کی بھی باعث ہوتیں جس پر خود انکے باپ نے انکو تنبیہ کی اور خدا کی طرف سے بھی قرآن میں تنبیہ ہوئی ۔ انہوں نے اپنے باپ کے خلافت ملنے میں پورا حصہ لیا ۔ حفصہ بنت عمر اور یہ ہمیشہ ہمراز رہتی تھیں وقت وفات رسول عمر ۱۸ سال کی تھی ۔ بہت کثرت سے حدیثیں صحاح ستہ میں منقول ہیں مگر وہ زیادہ اپنے ہی زن و شو کے تعلقات و حرکات و سکنات کی بابت ہیں ۔ بعد غزوہ بنی مصطلق انکے متعلق افک کی افواہ مشہور ہوئی ۔ زمانہ خلافت عثمان میں انکو برا کہتی تھیں اور انکے قتل کا فتویٰ دیتی تھیں مگر جب علی خلیفہ ہوگئے تو دعویدار خون عثمان ہوکر علی سے باوجود حکم قرن فی بیوتکن کے خود جنگ جمل میں لڑیں حضرت امام حسن کے جنازہ کو قریب قبر رسول انکے دفن ہونے دیا					۱۷ رمضان عہد معاویہ میں	۶۶ یا ۶۵ سال	قریب قبر رسول

۴	حفصہ	والد۔ عمر ابن الخطاب خلیفہ دوم والدہ۔ زینب بنت مظعون	خنیس یا حصن بن حذافہ	شعبان سنہ ۳ھ	پتہ نہین	کہا جاتا ہے کہ بعد انتقال انکے شوہر اولی کے خود انکے باپ نے ابوبکر سے پہر عثمان سے عقد کرنے کو کہا۔ انکے منظور نہ کرنے پر عمر نے رسول سے انکی شکایت کی۔ رسول نے جب گلا رفع کرنیکو خود عقد کرلیا (طبقات) مگر اصلاً یہ بھی ایک پولیٹکل عقد تھا۔ ابوبکر کا ایجنٹ خانہ رسول مین عائشہ موجود تہین انکا ایجنٹ بھی ہونا چاہیے تھا ورنہ اسطرح رسول سے شکایت ایک طریقہ حسن تحریک تھا۔	ان کے شوہر اولی جنگ بدر مین شہید ہوگئے تھے۔ یہ ہمیشہ عائشہ کی ہمراز اور ہم صلاح رہتی تہین۔ عائشہ کی صلاح سے ہی رسول کے حضرت زینب بنت جحش کے یہان شہد پینے پر منہ سے بدبو آنیکا جھوٹا الزام لگایا۔ ماریہ قبطیہ سے حضرت کے اپنے حجرہ مین تخلیہ کرنے پر بڑا شور و شغب کیا۔ آیات تحریم ان کی و عائشہ کی بدولت نازل ہوئین انہین دونون ازواج کی بدولت آخر تب رسول نے ایک ماہ تک ازواج سے ایلا کیا۔ بقول عائشہ آپ اپنے باپ کی بیٹی تہین یعنے تند خو تہین۔ اکثر رسول کو ناخوش کیا۔ جس پر انکے باپ ان کو تنبیہ کرتے رہتے تھے بلکہ ایک مرتبہ انکے گھونسہ بھی مارا تھا۔ رسول کی طرف سے ان کو ایک مرتبہ طلاق کی بھی دھمکی دی گئی تھی۔ بلکہ بقول اسد الغابہ دیدی گئی تھی۔ ان کے باپ کی گریہ و زاری و لجاجت پر رجوع کرلیا۔ (ابوذرح الطیب)					جمادی الاول یا شعبان سنہ ۴۱ھ یا سنہ ۴۵ھ	۶۰	بقیع
۵	زینب۔ قرشی کنیت ام المساکین	والد خزیمہ بن حارث بن عبد اللہ بن عمر بن عبد مناف	۱۔ طفیل بن حارث بن عبد المطلب ۲۔ ابو عبیدہ بن حارث ۳۔ عبد اللہ بن جحش	رمضان سنہ ۳ھ	مہر ۴۰۰ درہم	بعد شہادت دونون شوہرونکے عمر زیادہ ہوگئی۔ کوئی سرپرست نہ تھا لہذا حضرت نے عقد کرلیا۔	اول طفیل سے عقد ہوا تھا۔ طلاق ہوگئی پہر اسکے بھائی ابو عبیدہ سے عقد ہوا وہ جنگ بدر مین شہید ہوئے پہر عبد اللہ کے ساتھ عقد ہوا وہ جنگ احد مین شہید ہوگئے تھے یہ بہت نیک اور فیاض تہین غربا و مساکین کو صدقات زیادہ دیتی تہین۔ اسی وجہ سے کنیت ام المساکین ہوئی۔ ۸ ماہ زوجیت رسول مین رہین۔					ربیع الاول سنہ ۴ھ		بقیع

	نام ازواج	حسب و نسب	نام شوہر اولی	تاریخ عقد باحضرت: تاریخ	تاریخ عقد باحضرت: عمر و مہر	اسباب عقد	مختصر حال	اولاد از حضرت: ذکور	اولاد از حضرت: اناث	اولاد از شوہر اولی: ذکور	اولاد از شوہر اولی: اناث	وفات: تاریخ	وفات: عمر	وفات: مقام دفن
۶	ہند یا رملہ قرشی کنیت۔ ام سلمہ	والد ابو امیہ سہیل (زاد الراکب) بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم والدہ۔ عاتکہ بنت عبد المطلب	ابو سلمہ عبد اللہ بن اسد	شوال سنہ ۴ ھ	مہر [illegible]	بیوہ ہو گئی تہین شوہر اولی جنگ بدر مین زخمی ہوئے تھے اسی سے انتقال ہو گیا۔ ابو بکر و عمر نے خواستگاری کی مگر منظور نہ کیا۔ رسول نے بخیال قرابت و کفالت کے پیغام دیا بعد تین مرتبہ عذر کے منظور کیا +	یہ حضرت کی پہوپہی کی بہن تہین۔ انکا سن بھی زیادہ تھا مگر خوبصورت تہین اور نہایت باعصمت و عقلمند تہین۔ عقد سے پہلے ہی بوجہ قرابت قرینہ رسول کے بیان آمد و رفت تھی اسی وجہ سے عقد فاطمہ زہرا مین عزیزی کے خدمات ان کی سپرد تہین۔ رسول کے نزدیک ان کی بڑی منزلت تھی یہ حضرت کے ایام مین قرآن پڑہتی تہین۔ فاطمہ و حسنین سے انکو قلبی محبت تھی اسی وجہ سے خاک تربت حسین رسول نے ان کی سپرد کی تھی۔ انہین کے متعلق وقت نزول آیۂ تطہیر رسول نے انک علی الخیر فرمایا تہا۔ رسول نے علم اسرار بھی کچھ انکو تعلیم فرمایا تہا۔ بڑی جلیل القدر تہین۔ ان سے ۳۷۸ حدیثین منقول ہین +	٠	٠	سلمہ، عمر	درہ، زینب	ذیقعدہ سنہ ۶۱ ھ بعد واقعہ کربلا	۸۴ سال	بقیع
۷	زینب۔ قرشی کنیت۔ ام الحکم	والد جحش بن رئاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ والدہ امیمہ بنت عبد المطلب	زید بن حارث غلام حضرت	سنہ ۵ ھ		اسلام مین اصول مساوات قائم کرنیکو انکا عقد اپنے غلام زید سے انکو آزاد کر کے کر دیا تہا۔ مگر یہ بالطبع اس عقد سے خوش نہین بوجہ کج خلقی اس نے طلاق دیدی۔ اب مطلقہ غلام ہونیکے سبب کوئی عقد نہ کرتا اور رسم عقیدۂ جاہلیت کو بھی توڑنا تہا۔ لہذا حضرت نے عقد کر لیا +	یہ بھی رسول کی پہوپہی زاد بہن تہین۔ انکا اصلی نام برہ تہا جس کو حضرت نے تبدیل کر دیا تہا۔ ان کی دعوت ولیمہ حضرت نے بڑی دہوم سے دی تھی۔ یہ نہایت حسین تہین اور نہایت اطاعت گذار تہین۔ رسول سے ان کو بہت محبت تھی۔ یہ حضرت کو روز شہد پلایا کرتی تہین جس کی بابت عائشہ و حفصہ و سودہ نے صلاح کر کے بدبو بتلایا تہا۔ صاف قلب ایسی تہین کہ باوجود اسکے افک عائشہ مین عائشہ کی صفائی دی تھی۔ ان سے بھی اکثر حدیثین منقول ہین +	٠	٠	٠	٠	سنہ ۲۰ ھ بعہد خلافت عمر	۵۳ سال	″

۸	جویریہ۔ بنی مصطلق	والد۔ حارث بن ضرار	نافع بن صفوان	ربیع الآخر سنہ ۵ھ	۴ اوقیہ طلا جو ادا کر کے انکو آزاد کرایا گیا۔	سردار قبیلہ کی دختر تھیں معمولی آدمی کی کنیز بن کر رہنا رسول کو گوارا نہوا حسب درخواست جویریہ آزاد کرا کر عقد کیا۔	جنکا نام برہ تھا جنگ مریسیع میں انکا شوہر مسافع مارا گیا تھا۔ یہ اسیران جنگ میں گرفتار ہوئیں۔ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی تھیں جنکو نو اوقیہ طلا دیکے حسب درخواست جویریہ اسکو آزاد کرایا اور عقد کیا۔ ان کی سفارش سے انکے اہل قبیلہ بھی آزاد کرا دیے گئے تھے۔ یہ نہایت عبادت گذار تھیں ان سے بھی اکثر احادیث منقول ہیں انکے باپ بھی بعد کو مسلمان ہو گئے تھے۔	.	.	.	.	ربیع الاول سنہ ۵۰ھ بعہد معاویہ	۶۵ سال	بقیع
۹	رملہ کنیت ام حبیبہ	والد۔ ابوسفیان بن صخر بن حرب بن امیہ والدہ۔ صفیہ بنت ابی العاص	عبیداللہ بن جحش	سنہ ۶ھ	۴۰۰ دینار شاہ حبش نے ادا کیے	شوہر اولی ہجرت حبش کے بعد حبش جا کر مرتد ہو گیا اور پھر کثرت شراب خواری سے مر بھی گیا۔ یہ لاوارث رہ گئی تھیں لہذا حضرت نے ذریعہ شاہ حبش کے عقد کر لیا۔	ہجرت حبش کے دوران میں شوہر اول سے لڑکی حبیبہ پیدا ہوئی تھی اسکے نام سے کنیت ہوئی جو اصل نام سے زیادہ مشہور ہو گئی۔ یہ برابر اسلام پر قایم رہیں۔ حضرت جعفر کے ساتھ واپس آئی تھیں۔ یہ نہایت محتاط تھیں اپنے باپ ابوسفیان کو بوجہ غیر مسلم ہونیکے اپنے بستر پر نہ بیٹھنے دیا تھا کہ رسول کے قدم آنے کی جگہ ہے۔ ان سے بھی اکثر احادیث منقول ہیں۔ جناب امام زین العابدین نے اپنے مکان کا ایک گوشہ کھدوایا تو ایک پتھر نکلا تھا جس پر کندہ تھا کہ یہ قبر رملہ بنت ابوسفیان کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ خانہ امیر المومنین میں دفن ہوئی تھیں۔	.	.	.	حبیبہ	سنہ ۴۴ھ بعہد معاویہ		خانہ امیر المومنین
۱۰	صفیہ۔ بنی نضیر یہودی	والد۔ حی بن اخطب والدہ۔ صرہ بنت شموال بنی قریظہ	۱۔ سلام بن مشکم القرظی ۲۔ کنانہ بن ابی الحقیق	صفر سنہ ۷ھ	عمر ۱۷ سال	چونکہ ایک نامور قبیلہ کے سردار کی لڑکی تھیں اور رسول کے حصہ میں آئی تھیں انکے مسلمان ہونے پر رسول نے آزاد کر کے عقد کر لیا۔	اصل نام زینب تھا جنگ خیبر میں اسیر ہو کر حضرت کے حصہ میں آئی تھیں۔ سو حضرت کے صفیہ نام مشہور ہوا (صفی بادشاہ کے حصہ کو کہتے ہیں) حضرت ہارون پیغمبر کی اولاد میں تھیں پہلے شوہر نے طلاق دیدی تھی شوہر ثانی ہمراہ مرحب حارث علی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ انکے عقد میں دعوت ولیمہ میں خرمے تقسیم ہوئے تھے زفاف عقد سے تین روز بعد مقام صہبا پر ہوا تھا۔ یہ نہایت عاقلہ حلیمہ تھیں حضرت سے بیحد محبت رکھتی تھیں انکی احادیث معتبر ہوتی تھیں امام زین العابدین	نے بھی ان سے روایت کی ہے۔	.	.	.	رمضان سنہ ۵۰ھ بعہد معاویہ	۶۰ سال	بقیع

نمبر شمار	نام ازواج	حسب نسب	نام شوہر اولے	تاریخ عقد باحضرت: تاریخ	تاریخ عقد باحضرت: عمر و مہر	سبب عقد	مختصر حال	اولاد از حضرت: ذکور	اولاد از حضرت: اناث	اولاد از شوہر اولی: ذکور	اولاد از شوہر اولی: اناث	وفات: تاریخ	وفات: عمر	وفات: مقام دفن
۱۱	میمونہ بنت الحارث ہلالیہ قریشی	والد۔ حارث بن بجیر والدہ۔ ہند بنت عوف بن زہیر از قبیلہ حمیر	۱۔ مسعود بن عمیر ثقفی ۲۔ ابورہم بن عبدالعزیٰ	ذیقعد ۷ھ		حضرت بغرض ادائے عمرہ قضا مکہ گئے تھے۔ میمونہ جو حضرت عباس کی سالی تھین بیوہ ہوگئین تھین کوئی کفیل نہ تھا۔ عباس کے کہنے سے عقد کیا ۔	پہلا نام برہ تھا۔ مقام سرف مین ان کی عروسی ہوئی۔ ان سے ۴۶ حدیثین مروی ہین۔ یہ بڑی پرہیزگار اور صلہ رحم کرنے والی تھین اتفاق وقت سے اسی مقام مین انکا انتقال ہوا بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ آخری بی بی حضرت کی تھین انکے بعد کوئی نکاح حضرت نے نہین کیا۔ اور ایک طرح پر صحیح بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ملیکہ کندیہ سے جو عقد ہوا تھا وہ قایم نہ رہا ۔					۵۱ھ		سرف
۶۲	ملیکہ۔ کندیہ			آخر ۸ھ		انکا بحرور فسخ مکہ قتل ہوگیا تھا۔ یہ لاوارث رہ گئی تھین حضرت نے عقد کرلیا ۔	عقد کے روز ہی قبل زفاف عائشہ و حفصہ نے اس کی تزئین کے سلسلہ مین اس سے کہا کہ وقت خواہش زفاف کے رسول اللہ کو اعوذ باللہ منک کہنا بہت پسند ہوتا ہے یہ بیچاری اس سونشا کے چال کو نہ سمجھی اور ویسا ہی کیا۔ رسول اللہ بلا زفاف واپس چلے آئے اور اسکو طلاق دے کر اسکے قبیلہ کو واپس کردیا اس عیارانہ چال کی وجہ سے یہ بیچاری شرف زوجیت رسول سے محروم رہین ۔							
							کنیزان۔ زیر تصرف حضرت							
۱	ماریہ قبطیہ	معلوم نہیں		۷ھ		عقد نہین ہوا۔	یہ کنیز تھین جنکو مقوقس شاہ اسکندریہ نے ۷ھ مین ہدیتاً رسول کے پاس بھیجا تھا ان سے عقد نہین ہوا بحیثیت کنیز تصرف حضرت مین رہین۔ انہین کے بطن سے حضرت ابراہیم فرزند رسول ۸ھ							

۲	ریحانہ بنی نضیر	والد شمعون بن زید بن عمر بن خنافہ بن شمعون بن زید	حکم قرظی			بعد مغلوبی بنی قریظہ اسیر ہو کر آئی تھیں۔ بطور کنیز تصرف حضرت میں رہیں	میں پیدا ہوئے تھے جس کی حضرت کو بیحد خوشی ہوئی تھی۔ ابو رافع غلام کو اس خوشخبری پہنچانے پر انعام دیا تھا۔ ساتویں روز پیدائش سے اُنکا عقیقہ بھی حضرت نے کیا تھا۔ جنہوں نے سنہ ۱۰ھ میں ۱۸ ماہ کی عمر میں انتقال کیا۔ جسکا حضرت کو بیحد صدمہ ہوا تھا۔ اور گریہ بھی فرمایا تھا۔ بیبی ماریہ قبطیہ میں جسے حجرۂ حفصہ میں تخلیہ کرنے پر حفصہ نے شور و شغب کیا تھا۔ وفات کا کچھ صحیح پتہ نہ چلا۔ بعض مورخین نے مثل ابن سعد کے انکا آزاد کر کے عقد ہونا بھی تحریر کیا ہے مگر عموم مورخین کے نزدیک عقد ہونا ثابت نہیں۔ حضرت نے ان سے اول دو مرتبہ ایمان لانے کو کہا مگر انکار کیا۔ آخر خود بخود ایمان لے آئیں۔ وفات کی بھی کوئی تاریخ محقق نہیں۔ نہ کسی خاص حال کا پتہ چلتا ہے ✦						

تقاریظ

جناب مجتہد الانام الحبر العلام الفاضل القمقام فقیہ اہل البیت علیہم السلام آقای ابوالقاسم التبریزی الغروی علامہ طباطبائی دامت افاداتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم و بہ ثقتی و رجائی ۔ لقد تضیت من مطالعۃ شطر من ہذا الکتاب المسمیٰ بمرقع الاسلام فی احوال خیر الانام علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام تالیف جناب الفاضل الفاضل النجیب والسید اللبیب الادیب السید انصار حسین ابن المرحوم المغفور السید ابرار حسین النقوی عاملہما اللہ بلطفہ الخفی وطری واجلت فیہ قداح نظری فوجدتہ مشتملاً علی ذخائر جواہر کالخرد الحسان لم یطمثہن انس قبلہم ولا جان ففی کل لفظ منہ روض من المنیٰ ۔ وفی کل سطر منہ عقد من الدر لکنی انلہف وانا اسف حیث لم یسعنی المقام لمطالعتہ بالتمام لا عرف الغث من السمین واتخذ منہ بالدر الثمین فجعلت العہدۃ فی ذلک علی افاضل علماء الہند دامت افاداتہم فانہم اولی بہذا الشان ۔ حیث انہم من اہل اللسان واللہ المستعان وعلیہ التکلان ۔ فی ۱۰ شوال المکرم سنۃ ۱۳۳۶

علامہ ۔ الطباطبا

ابوالقاسم التبریزی الغروی الدعو علامہ الطباطبائی

سرکار شریعتمدار حجۃ الاسلام والمسلمین نجم الملۃ والدین شمس العلماء العصر مجتہد الزمن مولٰنا ومقتدانا جناب السید نجم الحسن صاحب قبلہ دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی بعث فی الامیین رسولاً منہم یتلو علیہم اٰیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ۔ والصلوٰۃ علی رسولہ خاتم النبیین واشرف الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰلہ وعترتہ الطیبین الطاہرین ۔ اما بعد کتاب مرقع اسلام در حالات خیر الانام جو میرے بالیاقت عزیز سید انصار حسین صاحب نے تاریخی حیثیت سے تحریر فرمائی ہے میری نظر سے گذری اور میرے دل کو بہت مسرت حاصل ہوئی ۔ درحقیقت کتاب مذکور قابل مدح اور مصنف ممدوح کی محنت داد دینے کی لائق ہے واقعات کی صحیح ترجمانی کیساتھ نتائج بھی عمدہ طور پر دکھائے ہیں اور جابجا اعتراضات کے بھی تحقیقی جواب دیے ہیں عبارت بھی لطیف ہے مجھے امید ہے کہ اسکی اشاعت سے ناظرین کو بہت فائدہ ہوگا خداوند عالم مولف ممدوح کو جزائے خیر عطا کرے اور اسی قسم کی دیگر تصانیف کی توفیق عطا فرمائے ۔ نجم الحسن عفی عنہ بقلمہ

سنہ ۱۳۳۱ ۔ لا الٰہ الا اللہ ذو المنن ۔ عبدہ ۔ السید نجم الحسن

جناب شریعتمدار فخر العلماء زبدۃ الفقہاء اشرف المتکلمین افضل المحققین العلامۃ الاوحد والمجتہد المستند مولانا السید محمد صاحب قبلہ دامت فیوضہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ اہل العلیٰ۔ والصلوٰۃ علی رسولہ شمس الضحیٰ۔ ووصیہ بدر الدجیٰ۔ وولدہ نجوم الہدیٰ۔ امابعد علم تاریخ وہ علم شریف وفن لطیف ہے جس کی غرض وغایت ارباب اذہان زاکیہ واصحاب آراء صافیہ سے پوشیدہ نہین ہے اسکے بیان مین آنیوالے مناظر قدرت۔ موجب عبرت وعبرت اہل بصیرت۔ اور باعث صلاح سیرت وحسن سریرت ہوتے ہین۔ کہین تاریخی کتابین وقائع بدائع روزگار کا خزینہ۔ کہین عجائب وغرائب امصار کا آئینہ ہوتی ہین۔ یہ فن مواعظ متکاثرہ ونصائح متواترہ کے بیش بہا وآبدار موتیون کا بحر زخار۔ اور اثمار اخبار وازہار آثار کا وہ گلستان بے خار وچمنستان ہمیشہ بہار ہے جس سے کارخانہ عالم کے تغیرات اور قرون ماضیہ کے تبدلات ہزار ہزار آوازون مین پیدا ونمودار ہو رہے ہین اور شان کبریائی کل یوم ھو فی شان مثل آفتاب نصف النہار ہویدا وآشکار ہوتی ہے خصوصاً حالات بزرگان دین جملہ انبیاء ومرسلین۔ بالخصوص سوانح سید المرسلین والنبیین۔ فخر اولین وآخرین باعث تزیین زمین علت تکوین عرش برین وحالات ائمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کا ایسی کتب سیر کی سیر ہی جو سرچشمہ ہدایات ہین افضل عبادات واکمل طاعات ہے۔ انہین مین سے یہ کتاب جلیل الشان ورفیع المکان ہے جس کو میرے محترم معظم ومکرم عارج معارج تحقیق۔ ناہج مناہج تدقیق حبیب لبیب۔ متورع زکی۔ ادیب اریب متوقد ذکی جامع الفواضل والفضائل۔ مجمع محاسن الاخلاق والشمائل سلالۃ المصطفین جناب السید انصار حسین حماہ اللہ فی الدارین نے حلیہ تصنیف سے آراستہ وحلہ تالیف سے پیراستہ کیا ہے حقیر نے بالاستیعاب اس کتاب کو دیکھا۔ مرقع اسلام واقعات کی واقعی تصویر۔ اور اسکی ہر تقریر دلپذیر پرتاثیر اور ہر تحریر بے نظیر پرتنویر ہے اسکی روش توضیح مطالب مین صبح مستطیر تنویر قلوب مین شمس منیر ازالۂ ظلمت اوہام کیلئے بدر مستنیر۔ اسکا ہر عنوان بوجہ تجدید برہان۔ موجب کمال عرفان وایقان اور عموماً اہل اسلام کیواسطے باعث ازدیاد ایمان۔ مخالفین کا قاطع لسان ہے جس سے منکرین رسالت کے تمام شبہات بمضمون کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماءً نابود وبے بود اور مفقود الوجود نظر آئینگے اور مضمون جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً جلوہ گر ہو جائیگا۔ یہ تالیف شریف ولطیف وتصنیف منیف ونظیف صرف حالات جناب سرور کائنات علیہ وآلہ الصلوٰت کا تاریخی رسالہ ہی نہین ہے بلکہ صداقت اسلام وحقیت رسالت حضرت خیر الانام کا استدلالی صحیفہ ہے جس مین معاندین کے عقائد اور ملحدین کے مکائد مع دندان شکن جوابات کے۔ اصولی تقریرات مین واضح ہوتے چلے گئے ہین۔ مزید بران اکثر مقامات پر معرض احتجاجات مین اغیار کے نتائج افکار اور انکے مکمل حوالے سونے پر سہاگے کا کام دیتے ہوئے اصل مطالب کے باطنی اعتراف کا استحکام کر رہے ہین خصوصاً محققین یورپ کی آراء کا بیان

جو مولف کی طبع وقاد و تفحص عمیق اور ذہن نقاد و کثرت تجسس کا نتیجہ ہے اسوقت عیان کر رہا ہے کہ غیر دین کے نزدیک بھی حقیقۃً بانی اسلام اور اسلام کے جملہ احکام مستحق رجوع و ایمان ہیں۔ لیکن ظاہر بظاہر اسلامی اطاعت سے سنگدلی برتی جاتی اور زبان اعتراض عصبیت سے کھولی جاتی ہے والفضل ما شہدت بہ الاعداء مولف ممدوح کی تو بیہ مختصر نے تصویر فبہت الذی کفر کھینچکر ضعیف و سخیف خیالات اور بے بنیاد اعتراضات کو پارہ پارہ کرتے ہوئے حالت تری الناس سکاری وما ہم بسکاری طاری کر دی ہے پھر لطف یہ کہ عبارت ساری بالکل تکلف سے عاری ہے زبان سلیس نہ مسجع ہے نہ مرصع بس فلسفیانہ طرز میں واقعات کا سچا مرقع ہے اس دور جدید میں جیسی تصنیفات شریفہ و تالیفات منیفہ کی ضرورت و حاجت ہے۔ بہت بڑی حد تک اسکے انجام و انصرام کا سہرا مرقع اسلام کے سر رہا اور یہ ایسا قابل قدر اضافہ ہوا جس سے اکثر مولفین اعصار و مصنفین روزگار کی مولفات و مصنفات خالی نظر آتی ہیں آخر کتاب میں چند نہایت مفید نقشوں کا بطرز جدید اضافہ منجملہ خصائص کتاب ہذا ہے جو تسہیل استخراج مطالب میں بیش بہا معلومات کی کان اور کل تاریخ کی جان ہے ما افاد فقد اجاد باوجود جامعیت کتاب ہذا اس میں ایجاز مخل ہے نہ اطناب ممل۔ بیشک اگر اشجار یک قلم قلم ہو جائیں اور تمام دریا مداد کی امداد کریں سطوح افلاک بجائے صفحات قرطاس بنجائیں تمام انس و جن و ملک ازل سے ابد تک مشغلۂ تحریر بجالائیں تو بھی حضرت ختمی مرتبت و اہلبیت رسالت کے فضائل و مناقب بجلاد و مناصب و مراتب بے عد ہونگے تاہم مولف ممدوح کا بیان بھی پایہ بلند ہے کہ یہ کتاب دریا ہے جو کوزہ میں بند ہے۔ کیسا طالع بیدار و بخت سازگار ہے اُس شخص کا جو اپنے کچھ اوقات لیل و نہار۔ اذکار رسول مختار و ائمہ اطہار میں صرف کرے بمضمون احادیث و اخبار ہے کہ جو کوئی ایک ورق ایسے مسائل میں یادگار چھوڑ جائے تو وہ ورق ایسا باعث استحقاق ثواب اور اسطرح مانع عذاب ہوگا کہ اس شخص کیلئے آتش جہنم سے حجاب ہو جائیگا اور خداوند عالم ہر حرف کے عوض میں وہ نعمات عطا فرمائیگا جو دنیا و ما فیہا سے چند درجات بڑھی ہوئی ہونگی پس انشاء اللہ تعالے جسطرح یہ کتاب دنیا میں بلحاظ اپنے خصوصیات کے مظہر انوار طریق مبین ہے اور ناظرین با تمکین کیلئے ہادی سبیل حق و یقین ہے اسیطرح منجملہ باقیات صالحات یوم لا ینفع مال ولا بنون موجب اجر جزیل و ثواب جمیل ثابت ہوگی خداوند عالم مولف ممدوح کی اس مبارک سعی کو نظر قبول سے منظور اور کرم کامل و فضل شامل سے مشکور فرمائے۔ وادوصلہ اللہ المنعام۔ الی ما یتمناہ بحق خیر الانام۔ والہ البررۃ الکرام فی ہذا آخر الکلام

حررہ خادم الملۃ السید محمد ایدہ الصمد النقوی الامروہوی ۱۰ ر جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

السید محمد بن العلامۃ
۱۳۳۹
السید
احمد حسن النقوی الامروہوی

جناب العالم الافخم والفاضل الاکرم الشیاء بشن والکنیف المعتمد مولانا المجد الحاج السید آل محمد صاحب مدظلہم تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۞ نحمد للہ الودود دلا تجری علیہ حرکۃ وجمود ولا یوصف بقیام وقعود ومثلہ غیر موجود بل مفقود . والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد المحمود جدہ خیر الجد ودولہ برق فی الخدود وعلی وصیہ علی المرتضیٰ قاتل الکفار المجحود وعلی آلہ وعترتہ اہل الکرم والجود الی الیوم الموعود امابعد لاحظت بعض المقامات من ہذہ الرسالۃ الفہا النجیب السعید سوۃ الزائرین السید انصار حسین صانہ اللہ عن کل شین ابن فخر الحاج والزوار السید ابرار حسین النقوی المرحوم اصلح اللہ حالہ فی حالات رسول اللہ الصمد شفیعنا ابی القاسم محمد علیہ صلوات اللہ الاحد فرائیتہ دُرًّا بھیًّا وسراجًا مضیًّا وہی مشتملۃ علی بیانات صحیحۃ ونکات ملیحۃ وعبارات نظیفۃ وفقرات لطیفۃ وان المؤلف احسن فی اجادتہا افاد فجزاہ اللہ احسن الجزاء واوفر الجزاء الان نختم الکلام داعیا بالرب المنعم

فَاللّٰہُ یَبْسُطُ لَہٗ ھُوَ رِبقائہ ٭ وَیَنْفَرِحُ النَّاظِرُ بِحُسْنِ مَقَالِہٖ ٭

حررہ الراجی الی رحمۃ ربہ الصمد احقر الحاج والزائرین السید آل محمد النقوی المرحوم

جناب جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول العالم النحریر والفاضل الخبیر الحبر اللوذعی والمتوقد الیلمعی مولانا السید علی نقی صاحب لکھنوی نجفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۞ الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ . شارع اسلام کی مقدس ذات اور پاک سیرت پر مخالفین اسلام کی طرف سے جو اعتراضات کئے جاتے ہیں وہ ہر باخبر شخص کے پیش نظر ہیں ۔ ملک مال زبان و قلم حیلۂ و سیاست غرض ہر طریقے سے فضائے عالم میں وہ زہریلی ہوا پھیلائی جا رہی ہے کہ اگر اسکا تدارک نہ کیا گیا تو دیانت اسلامی کے لیے مہلک تاثرات ظاہر ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔

آریہ اور عیسائی فرقہ کی طرف سے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ کی ذات پر جن بے بنیاد الزامات لگانے کی مسلسل جدوجہد جاری ہے ان کو دیکھکر ہر با اطلاع شخص انگشت بدندان رہجاتا ہے ۔ اول الذکر فرقہ کی رسوائی عالم تصانیف "رنگیلا رسول" اور "سیر دوزخ" وغیرہ اور دوسرے فرقہ کی کتابیں "الہدایۃ" اور "رحلۂ حجازیہ" وغیرہ سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے ۔

ایسی صورت میں اسلامی افراد کا فریضہ ہے کہ وہ شارع مقدس کی پاکیزہ سیرت اخلاقی خصوصیات ذاتی محاسن قابل تقلید طرز عمل کو روشنی میں لانے کی کوشش کریں اور دنیا کو اسلام کی حقیقی خط و خال کے مطالعہ کا موقعہ دیں ۔

[illegible] اضافات ... انگریزی کتابوں کے اقتباسات ... اہل علم کا غالب طبقہ

کے علاوہ بعض منصف مزاج اہل مغرب نے رسول کرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے ... [illegible] ... حالات کا اظہار

اسکے سامنے پیش کرنا بہت حد تک مفید ہے وہ بھی انگریزی قالب میں

ہے کہ علما ... [illegible] ... کہ تحقیقات کے ذمہ دار ہیں اسلامی

... اسلامی حمایت کریں اور دشمن کے خیالات اور انکے وہ جواب جو انہی کی کتابوں سے

حاصل ہوتے ہیں عام روشنی میں لائے جائیں۔ افسوس ہے کہ اسوقت اس ضرورت پر توجہ بہت کم ہے۔

لیکن میں مبارکباد دیتا ہوں جناب معلی القاب سلالۃ السادات والاشراف السید الطاہر حسین صاحب ذکی مروجوی دامت معالیہ کو جنہوں نے

اس ضرورت کو بہت حد تک انجام دیا ہے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی تاریخ مرقع اسلام میرے پیش نظر ہے۔

اگرچہ وقت کی کمی اور کثرت مشاغل [illegible] کتاب کا مطالعہ نہیں کر سکا لیکن بعض مقامات

کی سیر ضرور کر سکا ہوں مسئلہ معراج اور [illegible] کا جواب کہ اسلام تلوار کے زور سے قائم ہوا اور خبر قرطاس کی بحث وغیرہ مقامات

میں نے خصوصیت سے دیکھے انکے مطالعہ سے جو کچھ نتیجہ اخذ کر سکا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ کتاب تاریخی سلسلہ تصنیف میں ایک قابل قدر

اضافہ کا باعث ہے۔ قیاس بتلاتا ہے کہ تمام کتاب ان خصوصیات کو لئے ہوئے ہوگی جو ان مقامات پر نمایاں ہیں اسمیں شک

نہیں کہ استدلال کی مضبوطی واقعات کا تسلسل تاریخ بیت صحیح منزل پر ... پیچیدہ اخلاقی مسائل کو خوبصورتی کیساتھ

سلجھانا۔ تہذیب و شائستگی کی مراعات زبان کی سلاست یہ امور تمام کتاب میں خصوصیت سے پائے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ مصنف نے انگریزی زبان کے معلومات کو بھی جابجا موقعہ سے صرف کیا ہے اور مورخین مغرب کے تحقیقات سے بہت کچھ

مدد لی ہے جس کی موجودہ زمانہ میں سخت ضرورت ہے۔ حضرت احدیت عز اسمہ موصوف کے اس مختصر شاکرہ کو قبول فرمائے اور

تمام ابنائے اسلام کو نصرت دین و حمایت شریعت کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہم اجعل عاقبۃ امورنا خیرا۔

علی نقی النقوی عفی عنہ نقلہ از نجف اشرف ۲۱ شوال ۱۳۴۷ھ

جناب سند العلماء الفخام عمدۃ الفضلاء العظام البحر العلام والنحریر الفہام مولانا الحاج محمد ... حسین صاحب قبلہ بدایونی پروفیسر ناظمیہ عربی کالج لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد لاہلہ والصلوۃ علی نبیہ والہ۔ امابعد حضور ختمی منزلت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کی

مقدس سوانح عمریاں اس وقت تک میں نے دیکھی ہیں جو مورخین محدثین اہلسنت نے تالیف فرمائی ہیں لیکن ارباب نظر خوب واقف ہیں کہ ان مولفات

[illegible] تعصب رسائی کے بدلے اسلام میں انقلاب عظیم اور قیامت خیز تلاطم پیدا کر دیا ہے نہ معلوم کتنی فردیں انکی کو دہ با مرحوں نے قعر گمراہی میں ...

والکنیف المعتمر

التماس

ناظرین با تمکین۔ ہدیہ ہذا سرزمین تالیفی مین اس حقیر کا پہلا قدم ہے
جس کو احساس ناقابلیت تو پیچھے ہٹانیکی کوشش کرتا رہا مگر شوق دل کی
حوصلہ افزائی نے بالآخر آپ حضرات کیخدمت تک اسکو پہنچانیکی جرأت دلائی ہے۔ کیا
عجب ہے کہ اس نوع کی تالیفات مین آپکو اس حقیر تحفہ مین کوئی جدت طرز و روش کی
نظر آکر آپ کی دلچسپی کا باعث ہوجائے بہرحال اگر آپ حضرات کی فیاضانہ ہمدردی
و حوصلہ افزائی نے امداد کی اور قدر افزائی ہوئی تو ممکن ہے کہ میری ہمت
مین مزید اضافہ ہو کر مشل اسکے اور کوئی تحفہ پیش کرنیکی قابل ہوسکون۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

معروضہ

خاکسار
سید انصار حسین
نقوی